بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا (نساء ۶۹)

مآثر الانبیاء والصدیقین وآثار الشہداء والصالحین

ملقب بہ

اقوالِ سلف

حصہ دوم

مرتبہ

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

جسمیں حضراتِ تابعین، تابعات و تبع تابعین اور چوتھی صدی ہجری کے اولیاء کرام کے احوال و اقوال مختصراً ذکر کئے گئے ہیں۔

ناشر

مکتبہ دار المعارف الہ آباد

ادارہ معارف مصلح الامت الہ آباد

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نام کتاب مَآثِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَ اٰثَارُ الشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ

ملقب بہ اقوال سلفؒ حصہ دوم

مرتب شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

صفحات ۶۱۶ تعداد اشاعت ۱۱۰۰

ناشران مکتبہ دار المعارف۔ الہ آباد

ادارہ معارف مصلح الامتؒ الہ آباد

باہتمام مولوی محمد عبد اللہ قمر الزمان قاسمی الہ آبادی

سن اشاعت بار سوم، صفر ۱۴۳۲ھ مطابق جنوری ۲۰۱۱ء

کتابت مولوی شمیم احمد القاسمی الہ آبادی و قربان علی

قیمت

ملنے کے پتے

مکتبہ دار المعارف الہ آباد۔ بی/۶۳۹ وصی آباد۔ الہ آباد۔ یو، پی ۲۱۱۰۰۳

مکتبہ فیضان قمر ٹائم ٹو ٹائم دو کان ۲ ایس، ڈی چال۔ بہرام باغ روڈ جوگیشوری ممبئی

مکتبہ رحمانیہ۔ دار العلوم عربیہ اسلامیہ بھروچ۔ محمود نگر کنتھاریہ، بھروچ، گجرات

کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد دہلی مکتبہ علمیہ محلہ مبارک شاہ، سہارنپور

مکتبہ البلاغ دیوبند مسعود پبلشنگ ہاؤس، دیوبند

مکتبہ نفیس، محمد علی روڈ۔ مالیگاؤں (ناسک) الفرقان بکڈپو ۱۱۴/۳۱ نظیر آباد لکھنؤ

مکتبہ الغزالی، مدینہ چوک، سرینگر کشمیر ۱۹۰۰۰۱

قاضی بکڈپو، بالمقابل بڑی مسجد (مرکز) رانی تلاؤ۔ سورت۔ گجرات ۳۹۵۰۰۳

فہرست

مآثر الانبیاء والصدیقین وآثار الشہداء والصالحین

ملقب بہ اقوالِ سلف رح حصہ دوم

تنبیہ: اس جلد دوم میں جن تابعین، تابعات، تبع تابعین اور خیر القرون کے بعد کے ارباب علم و فضل کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے انکی مجموعی تعداد دوسو تیئیس (۲۲۳) ہے۔

عرضِ ناشر

الحمدللہ مکتبہ دارالمعارف الہ آباد نے بہت سی مفید اور موثر کتابیں مثلاً سوانح حیات تراجم، مواعظ و احکام و تزکیۂ نفوس وغیرہ کے نشر و اشاعت کا شرف حاصل کیا ہے جسے ارباب علم اور اہل ذوق حضرات نے بنظر تحسین دیکھا اور اپنے تبصرے اور تاثرات سے اہل مکتبہ کی ہمت افزائی فرمائی فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

ماشاء اللہ اس وقت بھی کچھ اہم تصانیف منظر عام پر لانے کا شرف حاصل ہوا ہے مثلاً "ریاض السنۃ" تلخیص ترجمان السنۃ، مؤلفہ حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب دو جلدوں میں، "باران معرفت" اور "زیارتِ حرمین" جو پہلے زیارتِ حرم کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

زیر نظر کتاب "مآثر الانبیاء والصدیقین وآثار الشہداء والصالحین" ملقب بہ اقوالِ سلف حصہ دوم کا تیسرا ایڈیشن ہے جس میں تابعین، تابعات اور تبع تابعین کے علاوہ چوتھی صدی تک کے مشہور اولیاء کرام کے حالات و ارشادات مع تاریخ وفات نہایت عرق ریزی سے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان حضرات اہل اللہ کے اقتداء و پیروی کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

اخیر میں جملہ مستفیدین حضرات سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشفقی المکرم والد ماجد صاحب اطال اللہ ظلہ علینا کو تادیر بصحت و عافیت باحیات رکھے اور جملہ معاونین علمی و مالی کو بھرپور جزاء عطا فرمائے آمین یا رب العالمین

محمد عبداللہ قمر الزمان قاسمی الہ آبادی
خادم مکتبہ دارالمعارف۔ الہ آباد
ذوقعدہ ۱۴۳۱ھ اکتوبر ۲۰۱۰ء

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین، الرحمن الرحیم ملک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وشفیع المذنبین وعلیٰ الہ وصحبہ وعلیٰ من اتبعھم اجمعین الیٰ یوم الدین۔

امابعد۔ الحمدللہ! کہ اقوال سلف حصّہ اول جو بہت سے مفید اضافات کے ساتھ شائع ہوئی اس کو عوام، علماء ومشائخ سب نے پسند فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے فضل سے قبول فرمائے اور ہم سب کو ہدایت دے۔ مزید یہ عرض ہے کہ اقوال سلف حصہ اول کے پیش لفظ میں ضروری باتیں لکھی جا چکی ہیں۔ قریب قریب وہی باتیں اس جلد کے لئے بھی معروض ہیں۔

۱۔ مثلاً یہ کہ بعض حضرات نے مشورہ دیا کہ مزید بعض اکابر کے احوال واقوال کا اضافہ کردیا جائے تاکہ اپنے اکابر کے متعلق ناظرین کرام کو مزید معلومات حاصل ہو جائیں جو انشاء اللہ اپنے اکابر سے عقیدت ونسبت کا ذریعہ بنے گا۔ بلکہ ان کی نصائح و ہدایات پر عمل کی تحریک وترغیب کا سبب بنے گا۔

چنانچہ اس حقیر نے مزید تابعین وتبع تابعین اور اولیاء عظام کے تذکروں سے اس جلد کو بھی آراستہ کرنے کی سعی کی ہے اور جابجا فوائد بھی لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ اللہ مفید بنائے۔ آمین۔

۲۔ نیز ہر بزرگ کی سنِ وفات کے لکھے جانے کا مثل پہلی جلد کے التزام کیا گیا ہے۔ جس کے لئے عزیزم مولوی مقصود احمد صاحب سلمہ، نے بڑی محنت وجانفشانی کی ہے۔ تاہم بعض بزرگوں کی سن وفات کی دستیابی میں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

۳۔ یوں اس جلد دوم میں بھی محبی المکرم مولانا جمیل احمد نذیری مبارکپوری مولانا یوسف صاحب ٹنکاروی و قاری ناظر حسین صاحب و عزیزم مولوی سمیع اللہ صاحب ترکیسری کے جمع کردہ مواد سے جمع و ترتیب اور اضافہ میں بہت مدد ملی اسی طرح حسب سابق مولانا صابر علی صاحب سلمہٗ و مولوی کمال الہدیٰ سلمہٗ و مولوی فیروز عالم قاسمی سلمہٗ نے مختلف کتب سے تذکروں کے لکھنے میں کافی محنت کر کے اس حقیر تک پہنچایا تو میں نے کسی قدر حذف و اضافہ سے کام لے کر مضمون کو مربوط کر کے مولانا مقصود احمد صاحب سلمہٗ کو سپرد کیا، انہوں نے بغور مطالعہ کر کے جہاں اصلاح و اضافہ کی ضرورت سمجھی اس کو مکمل کر کے کاتب کے حوالہ کیا اور کتابت شدہ کاپیوں کی تصحیح کی خدمت انجام دی۔ غرض اس طرح محنت شاقہ کے بعد یہ جلد دوم مکمل ہو کر مطبع میں بھیجی جا رہی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ کے فضل سے بہترین طباعت اور خوشنما کتابت کے ساتھ کتاب مکمل ہو کر منصۂ شہود پر آجائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

محمد قمر الزمان الہ آبادی
مدرسہ عربیہ بیت المعارف بخشی بازار الہ آباد
۱۴ ذوقعدہ ۱۴۳۱ھ
۲۳ اکتوبر ۲۰۱۰ء

تأثر از مکرم مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی رحمہ اللہ، دار المصنفین اعظم گڈھ

بسمہ تعالیٰ مولانا قمر الزماں صاحب کو اس دور کے دو اکابر شیوخ طریقت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری اور مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی کی خدمت میں رہنے اور ان سے رُشد و ہدایت حاصل کرنے کا موقع ملا ہے، اس لئے وہ تصوف کے لذّت آشنا اور صوفیہ و مشائخ کے دلدادہ ہیں۔ یہ کتاب صوفیہ و بزرگان دین سے عقیدت و شیفتگی کا مظہر ہے، اس میں انھوں نے حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رح کی کتاب "الطبقات الکبریٰ" سے اولیاء و صلحاء کے ارشادات و ملفوظات جمع کر کے ان کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے کہیں کہیں بعض اقوال کی مختصر تشریح بھی کی ہے۔ اس طرح یہ کتاب اصلاً تو امام

ع مولانا کا وطن اعظمگڈھ شہر سے قریب ایک گاؤں سہریا ہے ۱۹۳۷ء میں وہ اپنے ناتھالی گاؤں بے راج پور میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں مدرسۃ الاصلاح میں داخل ہوئے۔ وہاں ارباب کمال اساتذہ سے استفادہ کے بعد قریب بیس سال کی عمر سے وہ دار المصنفین سے وابستہ ہوئے۔ اس عمر میں دار المصنفین کی علمی رفاقت آسان نہیں تھی۔ لیکن مولانا نے روز اول سے ظاہر کر دیا کہ وہ اس عظیم علمی ادارے کے لئے عطیۂ الٰہی ہیں۔

اخلاق! متعدد اعزازات اور بلند عہدوں کے باوجود مولانا فروتنی و تواضع کی مثال تھے۔ ان کی شخصیت سادگی، دلنوازی اور بلند ساری کے عناصر سے مرکب تھی۔ معمولی ملازم سے بھی بہت نرمی سے بات کرتے تھے۔ صبر و تحمل کی خوبی بھی ان کی بڑی صفت تھی۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ تلاوت قرآن سے شغف تھا۔ ع

شعرانی رح کی کتاب کا خلاصہ وانتخاب ہے مگر لائق مرتب نے اس میں بعض دوسری کتابوں کی مدد سے کئی اور بزرگوں کے اقوال وارشادات بھی اکٹھا کر دیئے ہیں، اس کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاکیزہ کلمات سے کیا ہے اس میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح کے مجموعۂ چہل حدیث کو اردو ترجمہ کے ساتھ نقل کیا ہے، اس کے بعد خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہؓ، صحابیات اور تابعین کے ارشادات جمع کئے ہیں۔ پھر طبقہ بطبقہ تیسری صدی ہجری کے اختتام تک کے اقوال پیش کئے ہیں۔ یہ اس کتاب کا پہلا حصّہ ہے۔ دوسرے حصّوں میں بعد کی صدیوں کے مشائخ کے ارشادات پیش کئے جائیں گے۔ شروع میں تصوّف کے متعلق بعض مفید باتیں اور اولیاء وصلحاء کے فضائل بھی تحریر کئے ہیں۔ یہ پاکیزہ اور دلآویز ارشادات اور حکمت ومعرفت پر مشتمل اقوال موثّر اور رُوح پرور ہیں جنکو پڑھنے میں لذّت وکیفیت ملتی ہے۔ (معارف، ستمبر ۱۹۸۷ء)

عہ **وفات!** مولانا ۲ جنوری ۲۰۰۰ء کو سفر حج سے واپس آئے اور یکم فروری کو ایک عزیز سے ملنے جارہے تھے سر ائمیر سے کچھ پہلے آپکی جیپ حادثہ کی شکار ہوگئی اور آپ شدید زخمی ہوگئے مگر ایسے عالم میں بھی انکے ہونٹوں سے جو لفظ نکلا وہ انکے خالق حقیقی کا اسم اعظم تھا اللہ۔ اللہ ہی لب پر تھا یہ اپنے مالک حقیقی سے قربت واجابت کا اقرار تھا الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح جس خاتمہ پر ہر مسلمان کی تمنا ہے، بس اللہ نے انکے لئے دنیا میں اعزاز مقدر فرمائے اسی نے شہادت کا سب سے بڑا اعزاز بھی ان کو عطا فرمایا وہ شہادت کے درجہ بلند پر فائز ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

(بشکریہ معارف مارچ ۲۰۰۰ء)

مکتوب گرامی حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی المتوفی ۱۴۱۷ھ

مشفق و مکرم زیدت مکارمکم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ،

"اقوال سلف حصہ دوم" نے پہنچ کر شرف بخشا جستہ جستہ مطالعہ کیا، بہت ہی عجیب انتخاب فرمایا گیا ہے۔ پھیلی ہوئی زندگی اور وسیع مکالمات میں سے اصلاح و تربیت کے لئے اقتباس کرنا بڑی محنت اور ہمت کی بات ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو آپ کے لئے آسان فرمایا۔ یہ اس کا فضل ہے۔ بعض جگہ پڑھنے سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے دکھتی رگ پر آپریشن ہے۔ جس چیز کو لوگ کینسر سمجھ کر لاعلاج قرار دیتے ہیں یہاں اس کا بھی علاج موجود ہے۔ جن اکابر کے اقوال نقل کئے ہیں اگر ان کے نام کے ساتھ ساتھ ان کی ولادت و وفات کی تاریخ بھی آجاتی تو طلبہ کیلئے زیادہ مفید ہوتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت کو قبول فرمائے۔ مزید توفیق دے۔

فقط والسلام۔ املاہ العبد محمود غفرلہ،

چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند۔ ۱۴-۱۰-۱۴۰۹ھ

؎ الحمدللہ اب تمام جلدوں کی طباعت میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔

اور حضرت مفتی صاحبؒ کے مختصر حالات وارشادات "اقوال سلفؒ حصہ ہفتم" میں نقل کئے جاچکے ہیں۔ (مرتب)

تأثر از مشفقی المکرم حضرت الدکتور حافظ صلاح الدین احمد صدیقی، رحمہ اللہ

خلیفہ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قبل اس کے کہ اس کتاب پر کچھ لکھوں، ایک اپنا ذاتی واقعہ تحریر کر رہا ہوں حضرت مصلح الامت عارف باللہ شاہ وصی اللہ قدس سرہ کی زندگی میں ایک بار احقر نے خدمت اقدس میں درخواست پیش کی کہ حضرت! میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں لڑکیوں کو عالمہ بناؤں، تو حصول تعلیم کی کیا شکل ہوگی برجستہ فرمایا کہ قمر الزمان پڑھائیں گے، جب بڑی ہو جائیں گی تو پردہ سے پڑھائیں گے۔ اس کے علاوہ جب کوئی مسئلہ میں دریافت کرتا تو ایک ایک چیز پہلے خود بیان فرماتے اور سمجھاتے، تاہم جب گھر چلنے کیلئے اٹھتا تو فرماتے کہ ڈاکٹر صاحب! قمر الزمان سے بھی یہ مسئلہ دریافت کر لیجئے گا۔ اسی وقت سے میرے دل و

ع مکرم ڈاکٹر صاحبؒ کی ولادت موضع کھتری ضلع غازیپور میں ہوئی۔ آپ کا بچپن اپنے والد داروغہ نجم الدین صاحبؒ کے ساتھ دیوبند، سہارنپور اور تھانہ بھون کے اطراف میں گذرا جسکی وجہ سے وہاں کے علماء و مشائخ کی خدمت میں جانے کی سعادت حاصل ہوئی خصوصاً حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں رہنے اور آپ کے اندرون خانہ آمد و رفت کی سعادت نصیب ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ دار العلوم دیوبند میں اولاً حفظ مکمل کیا اس کے بعد ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی اسکے بعد طبیہ کالج الہ آباد سے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کیا چنانچہ ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳۷۷ھ میں جب مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ الہ آباد تشریف لائے اسوقت سے لے کر ۱۳۸۷ھ تک حضرتؒ کے سفر حج میں ساتھ رہے جو درحقیقت وہی سفر سفر آخرت ثابت ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ع

دماغ پر عزیز محترم کے حسن عمل اور علم و یقین کا سکہ بیٹھ گیا تھا ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس سے قبل مولانا کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں "تذکرۂ مصلح الامتؒ، فیضان محبت شرح عرفانِ محبت، اقوال سلفؒ جلد اول" ۔ طرز تحریر ماشاء اللہ اتنا دلکش ہے کہ باتیں پڑھنے کے ساتھ ہی ساتھ دل میں اترتی جاتی ہیں اور قلب کو لذت و کیفیت بخشتی ہیں۔ چنانچہ "اقوال سلف" اپنی جامعیت کے اعتبار سے ایک بے نظیر کتاب ہے جس میں اکابر کے ارشادات درج کئے گئے ہیں جو مبتدی و منتہی اور علماء و صلحاء سب کیلئے مفید ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس سے سالکانِ راہ طلب اور عوام الناس سبھی بیش از بیش فائدہ اٹھائیں اور ساتھ ہی امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے مطالعہ سے لوگوں کے ظاہر و باطن مجلّٰی و مصفّٰی ہوں گے۔ فالحمد للہ رب العالمین اولاً و آخراً۔

حقیر کمترین بندہ **صلاح الدین احمد** عفی عنہ

۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۸۸ء

؎ ماشاء اللہ آپ کو حضرتؒ سے بیعت کی اجازت و خلافت کا شرف نصیب ہوا۔ حضرتؒ آپ کو صاحبِ حال اور مستجاب الدعوات سمجھتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی بہت سی خدمات ہیں چنانچہ مکان ۲۳ بخشی بازار کی خریداری میں اصل الاصول رہے۔ اسی طرح رسالہ "معرفت حق" کے اجراء کی سعادت آپ کو نصیب ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مصلح الامتؒ کے نام پر محلہ "وصی آباد" آباد کیا اور اس میں جامع مسجد بھی تعمیر کرائی جس میں یہ حقیر فجر کی نماز ادا کرتا ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔

وفات: طویل علالت کے بعد ۸ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۶ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات آپکی وفات ہوئی۔ دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد وصی آباد کے سامنے جنازہ کی نماز اس حقیر کو پڑھانے کی توفیق ملی۔　　　نور اللہ مرقدہٗ

مکتوب صدیقی المکرم مولانا محمد یونس صاحب تلمیذ خاص حضرت مصلح الامتؒ
ناظم دعوۃ الحق، کٹھی۔ گجرات

باسمہٖ سبحانہٗ

محبی المکرم و مشفقی المحترم، ادام اللہ تعالیٰ شفقاتکم و عنایاتکم و مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خیریت طرفین مطلوب۔ آج کی ڈاک سے ہدیہ سنیہ

"اقوال سلف" سو صول ہو کر قلبی مسرت کا سبب بنا شروع کیا تو ایسی لذت حاصل

ع صدیقی المحترم نے اقوال سلف حصہ دوم کے متعلق جسقدر لکھا وہ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت جامع ہے اسلئے دلی تقاضہ ہے کہ اپنے مخلص دوست کا مختصر سا تعارف کرا دوں تو شاید مولانا کی محبت و تعلق کا کچھ نہ حق ادا ہو جائے۔ مولاناؒ کی ولادت قصبہ محمدی بکھیم پور میں ۱۹۳۶ء مطابق ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔ مولانا کے والد محترم کا اسم گرامی مولانا محسنؒ صاحب تھا جو حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے خاص مرید و مسترشد تھے اور نہایت ذاکر و شاغل تھے۔ مستقلاً موضع ہرداس پور میں رہتے تھے اور برسات میں بھی کئی ندیوں کو پار کر کے حضرت مصلح الامتؒ کی مجلس میں شرکت فرماتے تھے۔ مولانا محمد یونس صاحب بھی غالباً ساتھ رہتے تھے۔ اور فتحپوری میں حضرت سے پڑھتے تھے پھر ہم لوگ الہ آباد آگئے تو مکرم صوفی عبد الرب صاحبؒ کی صاحبزادی سے نکاح ہو گیا اور کٹھی ضلع بھسانہ گجرات چلے گئے پھر الہ آباد آئے اور ہم لوگوں کے ساتھ حدیث شریف اور تفسیر کی کتابیں پڑھیں ماشاء اللہ ذہین طلبہ میں سے تھے مگر سخت اقتصادی دشواری کی بنا پر دوبارہ کٹھی چلے گئے۔ وہاں ہی اخیر تک رہے اور دینی و علمی بہت سی خدمات انجام دیں۔ اس حقیر سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اس لئے جب ہم نے مدرسہ بیت المعارف الہ آباد قائم کیا تو سب سے پہلے کٹھی گجرات کا ہی سفر ہوا۔ مولانا نے بمبئی میں چند صاحب ثروت حضرات سے ملاقات بھی کرائی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔
اس کے بعد ان کے حسن ظن کا ایک واقعہ لکھتا ہوں جس کو بطور شکریہ کے لکھنا ضروری بھی سمجھتا ہوں وہ یہ کہ یہ حقیر حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کی وفات کے بعد ۱۴۱۲ھ ۹۱

ہوئی کہ پڑھتا ہی چلا گیا۔ نماز کا وقت ہوا تو مجبوراً کتاب ہاتھ سے رکھی۔ ماشاء اللہ بارک اللہ اللہ تعالیٰ نے آں محترم سے بڑا مفید کام لے لیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور ہم سب استفاضہ کرنے والوں کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ آں محترم نے ہم سب پر بڑا ہی احسان فرمایا ہے کہ مختلف سمندروں کے دُر نایاب غواصی فرما کر نکالے اور ایک سلک میں پرو کر نو لکھا ہار ہم جیسے کم ہمتوں کو مہیا فرما دیا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء و شکر مساعیکم۔ وتقبل۔

محمد یونس

۱۰ ر جمادی الاخری ۱۴۰۷ھ

کنتھاریہ بھروچ کی دعوت پر نظام خانقاہ کے لئے گیا۔ (اور اب تک الحمد للہ جاتا رہتا ہوں اللہ قبول فرمائے) اسکے دوسرے سال حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کی وفات ہوئی تو اصحاب پالن پور مثلاً مولانا مفتی آدمؒ صاحب بھیلوڑی اور آدم صاحب کھلی و مولانا عبد الرحیم صاحب وغیرہ مولانا یونس صاحبؒ کی خدمت میں تجدید تعلق کے لئے یا ان سے مشورہ کیلئے گئے تو انہوں نے برجستہ کہا (جبکہ ان کے شیخ مولانا عبد الحلیم صاحبؒ باحیات تھے اور وہ خود ان کے مجاز بیعت تھے) کہ ہمارے ساتھی مولانا قمر الزماں صاحب خانقاہ کنتھاریہ کے نظام کے لئے یہاں آتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ لوگ ان سے اصلاحی تعلق قائم کرلیں تو مناسب ہوگا۔ لہٰذا انھوں نے تعلق قائم کیا۔ ماشاء اللہ الحمد للہ روز بروز سلسلہ بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ اکثر علماء اس سلسلہ میں داخل ہوگئے جو برابر خانقاہ کنتھاریہ اور الہ آباد دیہ میں آتے ہیں۔ اور دونوں خانقاہوں کو زینت بخشتے ہیں۔ ان میں سے متعدد حضرات کو اجازت و خلافت بھی دی ہے۔

غرض مولانا محمد یونسؒ صاحب سے خاص تعلق رہا ہے جس کی وجہ سے دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو جنت میں خاص مقام عطا فرمائے اور انکی خدمات دینیہ وسلوکیہ کو قبول فرمائے۔

وفات اپنے وطن قصبہ محمدی لکھیم پور میں صفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۶ء میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ الَّذِیْنَ یَلُوْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ
ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ

(مسلم، کتاب الفضائل)

بعض دیگر

حضراتِ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ

حالات و ارشادات

جلد اول میں انبیاء کرام، صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین اور چند تابعین کے مختصر حالات و بعض ارشادات نقل کئے جا چکے ہیں جس کو قارئین نے شرف قبولیت سے نوازا۔ فالحمد للہ علی ذالک

اب ہم جلد دوم میں بعض دیگر تابعین و تابعات نیز تبع تابعین اور ان حضرات کے بعد والے اولیاء کرام کے حالات و ارشادات درج کریں گے۔

خلیفۂ راشد حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب عمر نام، ابو حفص کنیت، والد کا نام عبد العزیز بن مروان تھا اور ماں کا نام اُمِّ عاصم تھا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فرزند حضرت عاصم کی صاحبزادی تھیں۔ اِس طرح حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی رگوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خون بھی شامل ہو گیا تھا۔

ولادت: آپ کی ولادت مدینہ میں سنہ ۶۳ھ میں ہوئی۔

روایتِ حدیث: آپ کا شمار مدینہ کے تابعین میں ہوتا ہے آپ نے عبد اللہ بن جعفرؓ، سائب بن یزیدؓ اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہم سے روایت حدیث کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ص۱۱۴)

اب ہم حضرت محدّث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ کی تصنیف لطیف "اعیان الحجاج ج ا" سے آپ کا مکمل تذکرہ نقل کرتے ہیں:۔

آپ کے حالاتِ رفیعہ آپ کے والد عبد العزیزؒ مصر کے گورنر تھے۔ اسی زمانہ میں مصر کے ایک قریہ حلوان میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کی والدہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا جو دنیا کو عدل سے بھر دیگا۔

حضرت عمرؓ کی یہ پیشینگوئی عمر بن عبد العزیزؒ کی خلافت سے پوری ہوئی۔

اُنھوں نے کمسنی میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس کے بعد ان کے والد نے علم وادب سیکھنے کے لئے ان کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ انھوں نے حضرت انسؓ، عبد اللہ بن جعفر، سعید بن المسیب، عروۃ بن الزبیر وغیرہم سے حدیثیں سنیں۔ تحصیلِ علم کے لئے انکی زیادہ آمد و رفت عبید اللہ بن عبد اللہ کے پاس رہی۔

۸۵ھ میں جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو ان کے چچا عبدالملک بن مروان (مشہور خلیفہ اموی) نے ان کو دمشق بلوالیا، اور اپنی لڑکی فاطمہ سے ان کا عقد کر دیا۔
۸۶ھ میں جب ولید خلیفہ ہوا تو اُس نے ان کو مدینہ منورہ کا والی (گورنر) بنا کر بھیج دیا۔ اس وقت سے لیکر ۹۳ھ تک وہ مدینہ کے والی رہے۔ اس کے بعد وہ شام چلے آئے۔ ۹۶ھ میں جب سلیمان خلیفہ ہوا تو اس کی زندگی بھر انکی حیثیت اس کے وزیر کی رہی۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ تجویز کیا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ خلافت سے پہلے بھی صلاح و تقویٰ سے آراستہ تھے۔ اسوقت ان کے حاسد اس کے سوا ان پر نکتہ چینی کی کوئی گنجائش نہیں پاتے تھے کہ انکی زندگی بڑے ناز و نعمت کی زندگی اور ان کا انداز رفتار متکبرانہ ہے۔ لیکن خلافت کے بعد دوست و دشمن سب کو اعتراف ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد ایسی فقیرانہ زندگی کسی خلیفہ یا بادشاہ کی دیکھنے میں نہیں آئی۔

فضل و کمال علم و فضل میں ان کا یہ پایہ تھا کہ بقول میمون بن مہران کے بڑے بڑے علماء اُن کے سامنے محض مبتدی طالب علم معلوم ہوتے تھے اور علم کے ساتھ عمل کا یہ اہتمام تھا کہ مالک بن دینار جیسے ولیٔ کامل اور عابد و زاہد فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مجھ کو زاہد کہتے ہیں، حالانکہ زاہد درحقیقت عمر بن العزیز تھے جنکے پاس ساری دنیا سمٹ کر چلی آئی تھی مگر انھوں نے اسکو لات ماردی۔ (ابن سیرین)

ان کو امام الہدیٰ اور حسن بصری اور وہب بن منبہ انکو مہدی کہتے تھے۔ سفیان ثوری انکو پانچواں خلیفہ راشد اور امام مالک پہلی صدی کا مجدد کہتے تھے۔

وہ خود فرماتے تھے کہ جب سے میں نے جان لیا کہ جھوٹ انسان کے دامن عزت پر

ایک داغ ہے جب سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

خلافت کے بعد اُن کے خاندان کے جتنے لوگوں کے پاس سابق خلفاء کی دی ہوئی جاگیریں یا دوسرے اموال تھے ان سے چھین کر بیت المال میں انکو داخل کردیا۔ حتیٰ کہ اُن کی بی بی کے پاس عبدالملک کے دیئے ہوئے جواہرات تھے انکو بھی بیت المال میں داخل کردیا۔

شاہی اصطبل کا داروغہ آیا کہ مصارف، ملازمین کی تنخواہیں اور چارے کی قیمت چاہیئے، تو فرمایا کہ شام کے مختلف شہروں میں بھیج کر ساری سواریوں کو فروخت کراؤ اور انکی قیمت بیت المال میں داخل کردو۔ میری سواری کے لئے میرا ایک خچر کافی ہے۔

ایک دن اُن کے غلام ابوامیہ کو اُنکی بی بی نے اُبلی ہوئی مسور کی دال کھانے کو بھجوائی۔ تو اُس نے کہا کہ جب آؤ تو مسور کی دال ہی ملتی ہے۔ بی بی نے کہلا بھیجا کہ تمھارے آقا امیر المومنین کی یہی غذا ہے۔

ایک دن اپنی بی بی (خلیفہ عبدالملک کی بیٹی) سے کہا کہ تمھارے پاس ایک درہم ہو تو لادو، انگور خریدوں۔ بی بی نے کہا میرے پاس تو نہیں ہے، پھر کہا کہ آپ امیر المومنین ہیں اور آپکے پاس انگور خریدنے کے لئے ایک درہم بھی نہیں ہے؟ فرمایا، ہاں! مگر دوزخ میں آگ کا طوق پہننے سے یہ آسان ہے۔

ایک دن جمعہ کی نماز اس ہیئت میں پڑھائی کہ ان کے کُرتے میں آگے اور پیچھے دونوں طرف پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا، امیر المومنین! اللہ نے دیا ہے تو کچھ اچھا پہنیئے۔ تھوڑی دیر سر جھکانے کے بعد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ دے اُسی وقت تو کفایت شعاری افضل ہے۔ اسی طرح جب قدرت اور قابو حاصل ہوجائے

تو عفو و در گزر افضل ہے۔

ان کا روزانہ کا خرچ دو درہم تھا۔ اُن کی ٹوپی، عمامہ، قمیص، قبار، چادر اور موزے کی قیمت کا اندازہ صرف بارہ درہم تھا۔

رات کو جس وقت تک سرکاری کام کرتے تھے اُس وقت تک سرکاری شمع ان کے گھر میں جلتی تھی۔ جب کام ختم ہوجاتا تو اس کو بُجھا کر گھر کا چراغ جلاتے تھے۔ ایک دفعہ رجاء بن حیوۃ ان کے پاس بیٹھے ہوئے بات کر رہے تھے کہ تیل ختم ہوگیا اور چراغ بُجھنے لگا۔ رجاء نے کہا، خادم کو جگادوں؟ فرمایا، نہیں! کہا اچھا میں اُسکو درست کردوں؟ فرمایا، یہ بات خلاف مروت ہے کہ آدمی اپنے مہمان سے کام لے۔ پھر خود ہی اُٹھے اور چراغ میں تیل ڈال کر اُسکو ٹھیک کیا، جب فارغ ہو کر دوبارہ بیٹھے تو فرمایا کہ جب اِس کام کے لئے میں اُٹھا تھا تب بھی عمر بن عبدالعزیز ہی تھا، اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز ہی ہوں۔

ایک دفعہ ابوبکر بن حزم نے جو مدینہ کے قاضی تھے، سلیمان کی زندگی میں عریضہ بھیجا کہ مدینہ کے عمال حکومت کے لئے بیت المال سے ایک رقم مقرر ہے، جو عشاء اور فجر کی نمازیں گھر سے شمع جلا کرلے جانے کیلئے ان کو دی جاتی ہے اور اب وہ ختم ہوگئی ہے۔ لہذا دوبارہ حکم جاری کیا جائے۔ اِس عریضہ پر ابھی حکم نہیں ہوا تھا کہ سلیمان کا انتقال ہوگیا، اس لئے وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے اُس کو پڑھ کر یہ جواب لکھا:۔

میں نے جب آپ کو دیکھا تھا، اُس وقت آپ بارش، کیچڑ اور بالکل اندھیری رات میں اپنے گھر سے بغیر چراغ کے مسجد آیا کرتے تھے، اللہ کی قسم! اُس دن آپ آج سے اچھے تھے۔ والسلام

ایک دفعہ عمرو بن مہاجر سے آپ نے فرمایا کہ جب تم مجھے دیکھو کہ میں حق سے ہٹ گیا ہوں، تو اپنا ہاتھ میرے گریبان میں ڈال کر مجھ کو ایک جھٹکا دو اور کہو عمر یہ کیا کر رہے ہو۔

اولاد کو وصیت

ان کی آخری بیماری میں مسلمہ بن عبد الملک اُن کے پاس آئے اور کہا، امیر المومنین! آپ نے اپنی اولاد کو اس مال میں سے کچھ نہیں دیا اور آپ ان کو بالکل محتاج چھوڑے جا رہے ہیں، لہذا آپ اُنکے باب میں مجھ کو یا خاندان کے کسی آدمی کو وصیت کر جائیے۔

آپ نے فرمایا کہ جتنا ان کا حق تھا وہ میں نے روکا نہیں، اور جو ان کا حق نہیں ہے وہ بیشک میں نے ان کو نہیں دیا۔ اب رہی وصیت کی بات تو میرا وصی اور میری طرف سے اُن کا والی اللہ ہے، جس نے کتاب نازل فرمائی ہے اور وہی نیکوں کا والی ہے۔ پھر اپنی اولاد کو سامنے بُلوایا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولے کہ میری جان اُن جوانوں پر قربان جن کو میں محتاج چھوڑے جا رہا ہوں۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ میں اُن کو اچھی حالت میں چھوڑ رہا ہوں۔ میرے بیٹو! صورتیں دو ہی تھیں۔ ایک یہ کہ تم مال و دولت اور عیش و آرام میں ہوتے اور تمھارا باپ جہنم میں ہوتا، دوسری یہ کہ تم فقر و فاقہ میں ہوتے اور تمھارا باپ جنت میں ہوتا، تو مجھ کو یہی دوسری صورت محبوب و پسندیدہ معلوم ہوئی۔ جاؤ، اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت کرے۔

ان کا ارشاد ہے کہ وہ رائے اختیار کرنی چاہیئے جس سے پہلے لوگوں (صحابہ کبار) کی تصدیق ہوتی ہو، وہ رائے قبول نہ کرو جو اُن کے مسلک کے خلاف ہو اسلئے کہ وہ تم سے بہتر اور زیادہ علم والے تھے۔

ایک بار خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسنون فرمایا اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے جو طریقے جاری کئے وہی دین ہے جسے ہم کو اختیار کرنا اور وہاں پہنچ کر ہم کو رُک جانا ہے، اس سے آگے بڑھنا نہیں ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ۸۷ھ میں جب وہ والیٔ مدینہ تھے حج کیا تھا اس سال وہی امیر موسم تھے۔ اُس وقت اُن کی زندگی امیرانہ تھی، یونس کا بیان ہے کہ میں نے اُن کو طواف کی حالت میں دیکھا تھا، مجھے یاد ہے کہ اُس وقت تہمد کا وہ حصہ جو کمر پر ہوتا ہے پیٹ کی سلوٹوں سے چھپا ہوا تھا۔ پھر میں نے انکو خلافت کے بعد دیکھا تو یہ حالت تھی کہ بے ہاتھ لگائے میں اُن کی پسلی کی ایک ایک ہڈی گن سکتا تھا۔

۹۷ھ میں جب سلیمان بن عبد الملک نے حج کیا تو اس وقت بھی عمر بن عبد العزیزؒ نے سلیمان کی معیت میں حج کیا ہے۔ جیسا کہ سلیمان و طاؤس کے اس قصہ سے جو اوپر مذکور ہوا ثابت ہوتا ہے۔

اسی حج کا واقعہ یہ بھی ہے کہ امام طاؤس نے اُنکی چال متکبرانہ انداز میں پائی تو اپنی اُنگلی ان کے پہلو میں ماری اور کہا کہ جس پیٹ میں غلاظت بھری ہو اسکی چال ایسی نہ ہونی چاہئے۔

ابن عبد الحکم اور ابن الجوزی نے عربی میں اُنکی مستقل سوانح عمری لکھی ہے اور اردو میں بھی کئی مستقل کتابیں ان کے حالات میں شائع ہو چکی ہیں۔ (اعیان الحجاج صـ ۲۱۳)

اُن کی زندگی کا جوہر عمر بن عبد العزیزؒ کی زندگی کا جوہر اور ان کی تمام سرگرمیوں اور جدو جہد کی روح اور قوت محرکہ اُن کا قوی ایمان، آخرت کا یقین اور جنت کا شوق ہے، اُنھوں نے جو کچھ کیا

اللہ تعالیٰ کے خوف اور اُس کی رضا کے شوق میں کیا۔ اور یہی وہ طاقت تھی جو اپنے وقت کے اس سب سے بڑے طاقتور حکمراں کو روئے زمین کی سب سے بڑی سلطنت کی ترغیبات اور وسائل کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھتی تھی۔ ان کو کوئی اگر اس طرز عمل کے خلاف نصیحت کرتا اور تمتع و لطف اندوزی کی ترغیب دیتا تو ہمیشہ یہ آیت پڑھ دیا کرتے تھے:۔

إِنِّيٓ أَخَافُ إِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّي عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٖ (الانعام ۱۵)

اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔

اُنھوں نے ایک موقع پر اپنے خادم سے کہا تھا، اور یہ اُنکی صحیح تعریف تھی کہ "اللہ نے مجھے بڑی حوصلہ مند طبیعت دی ہے، جو مرتبہ بھی مجھے حاصل ہوا میں نے اُس سے بلند تر مرتبہ کی تمنا کی، اور اب میں اس مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ کوئی مرتبہ باقی نہیں رہا۔ اب میری حوصلہ مند طبیعت جنّت کی مشتاق و متمنی[۱] ہے"۔

اُن کی رقّت و خشیت کا یہ حال تھا کہ ایک شخص سے اُنھوں نے نصیحت کی فرمائش کی۔ اُس نے کہا کہ اگر اللہ نے تم کو جہنم میں ڈال دیا اور ساری دنیا جنت میں چلی گئی، تو تمھیں کیا فائدہ ہوا۔ اور اگر ساری دنیا جہنم میں چلی گئی اور تمھیں اللہ نے جنت نصیب کی، تو تمھارا کیا نقصان ہوا۔ یہ سُن کر وہ اس قدر روئے کہ اُن کے سامنے جو انگیٹھی رکھی تھی وہ بُجھ گئی[۲]۔ یزید بن حوشب کہتے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ جنت و دوزخ صرف عمر بن عبد العزیز اور حسن بصری کے لئے پیدا کی گئی ہے[۳]۔

---

[۱] سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۶۱۔ [۲] ایضاً ص ۱۰۱ [۳] صفۃ الصفوۃ ابن جوزی ص ۱۲۵/۲

عمر بن عبد العزیزؒ کی وفات

اگر اللہ کو منظور ہوتا اور عمر بن عبد العزیزؒ کو اپنے کسی پیش رو کی مدت خلافت مل جاتی تو پوری اسلامی مملکت میں گہرا اور دیرپا انقلاب ہو جاتا، اور مسلمانوں کی تاریخ ہی دوسری ہوتی۔ لیکن بنی امیہ جن کو اپنے اس فردِ خاندان کی خلافت میں سب سے بڑی قربانی کرنی پڑی تھی، اور جو اپنی بے تکلف مجلسوں میں حضرت عمرؓ کے گھرانے میں رشتہ کرنے پر بہت پچھتاتے رہتے تھے زیادہ دن تک اس مجاہدہ کو برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے جلد ان سے خلاصی حاصل کر کے مسلمانوں کو اس عطیۂ خداوندی سے محروم کر دیا۔ سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ کل دو سال پانچ مہینے خلافت کر کے سنہ ۱۰۱ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس بات کے آثار و قرائن موجود ہیں کہ ان کے خاندان نے ان کو زہر دیا۔ بحوالہ ابن سعد، ابن اثیر، ابن جوزی تاریخ دعوت و عزیمت صفحہ ۱-۵

آپ دیر سمعان میں مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہ۔ (سیر صحابہ صفحہ ۳۷۷)

حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب علقمہ نام، ابو شبلی کنیت۔ مشہور محدث ابراہیم نخعیؒ کے ماموں اور اسود بن یزیدؒ کے چچا تھے۔

ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے۔

آپ کے اقوال و احوال آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نہایت ممتاز و نامور شاگرد تھے۔ آپ علم و فضل میں ایسے ممتاز تھے کہ بہت سے صحابہؓ بھی آپ سے فتوےٰ اور علم کی بات پوچھتے تھے۔

اپنی شہرت و تعظیم کو بہت ہی ناپسند فرماتے تھے۔ لوگ اُن سے کہتے تھے کہ کسی ممتاز جگہ چل کر بیٹھئے اور ممتاز مقام پر حدیث شریف اور قرآن پاک کی تعلیم دیجئے، تو فرماتے تھے کہ میں اِس کو ناپسند کرتا ہوں کہ میرے پیچھے بھیڑ چلے اور انگلیاں اُٹھیں کہ یہ علقمہ جارہے ہیں۔

کسی نے کہا کہ حکام وقت سے آپ ملتے تو آپ کو فائدہ ہوتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں جتنی اُن کی دُنیا لوں گا اُتنا میرا دین وہ لے لیں گے۔

ف: اس میں علماء و مشائخ کے لئے خاص نصیحت ہے۔ اِس لئے کہ بلا ضرورت شدیدہ حکام و اُمراء کی مصاحبت کارخانۂ باطن کو برباد کردیتی ہے۔ پھر ایک تابعی جو خیر القرون کے باکمال فرد ہیں وہ جب اُن لوگوں کی

مصاحبت سے اِس قدر احتیاط برت رہے ہیں، تو پھر ہم لوگ جو علمی و عملی ہر اعتبار سے ناقص ہیں ان کو کس قدر پرہیز کرنا چاہیئے۔ (مرتب)

اپنے گھر میں رہتے تھے اور اپنے ہاتھ سے اپنی بکریوں کو گھاس وغیرہ دیتے تھے۔

ف : سبحان اللہ، کس قدر تواضع و فروتنی کی بات ہے۔ اور اس میں سُنّت کی اتباع بھی ہے۔ اِس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر میں ایسی ہی معاشرت اور رہن سہن رکھتے تھے جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ (مرتب)

آپ فقراء کی لڑکیوں سے عقد کرتے تھے اور اس سے اُنکی نیت و ارادہ تواضع کی ہوتی تھی۔

اپنی موت کے بعد اُنھوں نے سوائے ایک چادر اور ایک بوسیدہ پُرانے کمبل اور مصحف کے کچھ نہ چھوڑا۔

ف : سبحان اللہ، یہ تھی فقیری و درویشی جس پہ ہزاروں کرامات قربان۔ (طبقات ص۲۵ ج۱)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت حضرت ابراہیمؒ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ طور و طریق اور عادات و خصائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت علقمہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مشابہ تھے۔ اور یہ مشابہت محض علم تک محدود نہ تھی بلکہ عمل و حال میں بھی ان سے کامل مشابہت رکھتے تھے۔

تلاوت قرآن پاک قرآن مجید کے ساتھ اُن کو غیر معمولی شغف و انہماک تھا

چنانچہ چھ دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ایک رات میں ہی پورا قرآن پڑھ ڈالتے تھے۔

ف : بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات سے خاص نسبت اور کلام اللہ سے خاص مناسبت کے یہ فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحؒ فرماتے ہیں ؎

نغمۂ سرمدی سُنا کے ہمیں مست و بیخود بنا دیا کس نے

(مرتب)

وفات سنہ ۶۲ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ مرض الموت میں تین وصیت کی تھی۔ اوّل یہ کہ آخری وقت میں ہم کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کی جائے۔ تاکہ میری زبان سے آخری کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحۡدَہٗ لاشریکَ لہٗ ہی نکلے۔ دوم یہ کہ دفن کرنے میں جلدی کی جائے۔ سوم یہ کہ ہمارے جنازہ میں عورتیں ساتھ نہ ہوں۔ (سیر صحابہ ص۳۹۸ ج ۷)

ف : سبحان اللہ، کیا ہی خوب وصیت و نصیحت ہے جو لائحۂ عمل بنانے کے لائق ہے۔ (مرتب)

حضرت محمد ابن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب اور فضل وکمال محمد نام، ابو عبداللہ کنیت، والد کا نام منکدر تھا۔ آپ فضل وکمال اور زہد وتقویٰ میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ اُن کی ثقاہت اور علمی وعملی برتری پر سب کا اتفاق ہے۔ اور اُن کے نام کے ساتھ امام اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔ قرآن کے ممتاز قاری تھے۔ امام مالکؒ اُنھیں سید القراء کہتے تھے فقہ وفتویٰ میں بھی پورا درک تھا۔ مدینۃ الرسول کے صاحب افتاء تابعین میں اُن کا شمار تھا۔

زہد وورع زہد وتقویٰ کا رنگ بہت گہرا تھا۔ اپنے نفس کی اصلاح کے لئے وہ بڑی سخت ریاضتیں کرتے تھے۔ مسلسل چالیس سال تک نفس پر ہر طرح کی سختیاں جھیلیں۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے تھے کہ وہ عابد وزاہد ترین لوگوں میں سے تھے۔ ابن عماد حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ اُن کا گھر صلحاء وعُبّاد کا ماویٰ ومخزن تھا۔

رقت قلب واثر پذیری آپ کے دل میں اتنا گداز تھا کہ کلام اللہ کی مؤثر آیات کو پڑھ کر بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ ایک شب کو تہجد میں بہت روئے۔ صبح کو ان کے بھائیوں نے سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس آیت پر گریہ طاری ہوا تھا:-

بَدَا لَهُم مِّنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ۔ (زمر ۴۷) اُن لوگوں کیلئے اللہ کی جانب سے ایسی چیز ظاہر ہوگی جس کا وہم وگمان بھی نہ کرتے تھے۔

حدیثوں سے تأثر کا بھی یہی حال تھا۔ امام مالکؒ کا بیان ہے کہ جب اُن سے کوئی حدیث پوچھی جاتی تو رو لے لگتے تھے۔

صحبتِ صالحین کا فیض

اُن کو دیکھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی تھی امام مالکؒ کا بیان ہے کہ جب میں اپنے قلب میں قساوت محسوس کرتا تھا تو جا کر ابن منکدرؒ کو دیکھتا تھا۔ اُس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ چند دنوں تک نفس میری نگاہ میں مبغوض ہو جاتا تھا۔

بہترین عمل اور بہترین دُنیا

کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب سے افضل کونسی چیز ہے؟ فرمایا مسلمانوں کو خوش کرنا۔ پوچھا۔ سب سے پسندیدہ دُنیا کون ہے؟ جواب دیا، دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ (سیر صحابہؓ ص۴۹۲ ج ۷)

ارشادات

فرماتے تھے کہ میں نے چالیس برس تک اپنے نفس کو مجاہدہ و ریاضت میں رکھا تب کہیں جا کر آثار سلف کا خوگر ہوا۔

ف: اِس سے معلوم ہوا کہ مجاہدہ و ریاضت کے بعد بزرگوں کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ (مرتب)

آپ بچوں کو لے کر حج کرنے جاتے تھے اور اِس کی وجہ یہ بیان فرماتے تھے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کرتا ہوں اِس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اُنکی طرف نگاہِ رحمت فرمائیں گے (تو میرا بھی بیڑا پار ہو جائے گا۔)

فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہوں کہ اُن کے متعلق یہ اعتقاد رکھوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی مسلمان پر رحم کرنے سے قاصر ہے اگرچہ

اُس کے افعال کتنے ہی بُرے ہوں ۔ ف : اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ پر نظر رکھنی چاہئے، تاکہ ہر حال میں اللہ کی رحمت سے مغفرت کی امید ہو۔

وفات: آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۳۰ھ میں ہوئی ۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔

(طبقات ص۳۳ ج۱)

حضرت سیدنا محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب محمد نام، ابو حمزہ کنیت، والد کا نام کعب تھا۔ کعب بنی قریظہ کے یہودی اور انصار کے قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ غزوۂ قریظہ میں گرفتار ہوئے، لیکن بہت کمسن تھے اس لئے چھوڑ دیئے گئے۔

فضل وکمال محمد بن کعب بڑے فاضل اور بلند مرتبہ تابعی تھے ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ علم وفقہ میں مدینہ کے فاضل ترین علماء میں تھے۔

قرآن میں تدبّر وتفکر قرآن کے معانی میں تدبُّر وتفکُّر بھی آپکی خصوصیت تھی۔ ایک مرتبہ رات میں سورۂ زلزال اور سورہ القارعۃ پڑھنا شروع کیا، اور پوری رات ان سورتوں کے معانی ومطالب میں تدبّر وتفکر کرتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

فرماتے تھے، قرآن کے معانی کا مجھ پر اس قدر ورود اور ہجوم ہوتا ہے کہ رات کی رات کٹ جاتی ہے، پھر بھی معانی کا ہجوم اور آمد ختم نہیں ہوتی۔

فقہ فقہ میں مدینہ کے ممتاز فقہاء میں شمار تھا۔ "کَانَ مِنْ أَفَاضِلِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ عِلْمًا وَفِقْهًا" (علم وفقہ کے اعتبار سے مدینہ کے فضلاء میں تھے۔) زہد و ورع کی دولت سے بھی بہرہ مند تھے۔

ان کی پاکبازی زندگی کے ہر زمانہ میں نہایت پاکباز اور پاک نفس رہے بایں ہمہ دعائے مغفرت و توبہ و استغفار میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ یہ دیکھ کر اُن کی والدہ فرماتی تھیں۔ محمد! اگر تمھاری پارسائی کی زندگی میرے سامنے نہ ہوتی تو تمھاری دن رات کی گریہ و زاری اور توبہ و استغفار سے میں سمجھتی کہ تم نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ لیکن میں نے تمھیں بچپن میں بھی پاکباز اور پاک نفس پایا اور بڑے ہونے پر بھی ویسا ہی پا رہی ہوں۔

محمد بن کعب نے کہا کہ اماں جان! آپ جو سمجھتی ہیں وہ ٹھیک ہے لیکن میں اپنے کو گناہوں سے مامون نہیں پاتا۔ ہو سکتا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی لغزش ہو گئی ہو جو اللہ تعالےٰ کے غضب اور ناراضگی کا باعث ہو۔ اِسی وجہ سے میں ہر وقت استغفار کیا کرتا ہوں۔ (سیر صحابہ ج ۶ ص ۲۶۶)

ارشادات

فرمایا: جو قرآن پڑھے گا وہ عقل کی دولت سے ضرور بہرہ ور ہوگا چاہے اُس کا سن سو برس کا کیوں نہ ہو گیا ہو۔

ف: سبحان اللہ، کیسی بشارت ہے قرآن پڑھنے والوں کو۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو حقیقی تلاوت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (مرتب)

فرمایا کہ کچھ لوگوں کے اوپر اور کچھ لوگوں کے واسطے زمین روتی ہے۔

پھر فرمایا جو لوگ بھلائی کرتے ہیں اُن کے واسطے زمین روتی اور دعا کرتی ہے۔ اور جو لوگ بُرائی کرتے ہیں اُن کے اوپر زمین روتی ہے اور بد دعا کرتی ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ (دخان ۲۹) زمین و آسمان اُن پر نہیں روئے۔ رونے سے مراد ہمدردی و شہادت ہے۔ اِس لئے کہ قیامت میں ہمارے اعمال کے بارے میں ہر چیز سے شہادت لی جائے گی۔

آپ سے پوچھا گیا کہ خذلان اور حرمان کی علامت کیا ہے؟ فرمایا کہ اچھے کو بُرا اور بُرے کو اچھا سمجھنا۔ (سیر صحابہ ج ۶ ص ۲۶۹)

ذکرِ الٰہی فرماتے تھے کہ اگر ترکِ ذکر کی رُخصت دی جاسکتی تو سب سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کو رُخصت ملتی۔ (کیونکہ ان کو اللہ تعالےٰ نے تین دن تک بولنے سے منع کر دیا تھا۔ مگر اسی کے ساتھ یہ حکم بھی تھا کہ ذکرِ الٰہی کثرت سے کرو) پھر یہ آیت تلاوت فرمائی

آيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا (آل عمران ۴۱) تمھارے لئے نشانی یہ ہے کہ تین روز تک کسی شخص سے بجز اشارے کے بات نہ کرو۔ اور اللہ تعالےٰ کا ذکر زیادہ کرو۔

پھر فرمایا کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کو اس کی رُخصت مل سکتی تھی لیکن اُن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (انفال ۴۵) اے ایمان والو! جب تم سے دشمن کی کسی جماعت سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور ذکرِ الٰہی زیادہ کرو۔

ف: سبحان اللہ، ہمارے اکابر نے کیسی کیسی معرفت وحکمت کی باتیں بیان فرمائی ہیں جو منجانب اللہ ان کی طاعت وریاضت کا ثمرہ ہے۔ (مرتب)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اُس کے اندر تین خصلتیں پیدا فرما دیتے ہیں: فقہ فی الدین (دین کی سمجھ) زہد فی الدنیا (دنیا سے بے رغبتی) اور اپنے عیوب کو دیکھنے کے لئے چشم بصیرت۔

ف: حضرت مرشدی مولانا محمد احمد صاحبؒ نے چشم بصیرت کے کھلنے کی خیر وخوبی کو اِس شعر میں یوں واشگاف فرمایا ہے ؎

کھل گئی جب سے چشم بصیرت — اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

فرماتے تھے کہ اُس قلب میں حکمت آتی ہی نہیں جس میں معصیت کا عزم ہو۔

ف: غور کریں کہ معصیت نہیں بلکہ عزم معصیت بھی قلب میں حکمت کے آنے سے مانع ہے۔ پھر معاصی کے ساتھ کیسے ممکن ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ بہت زیادہ ساتھی بنانے سے پرہیز کرو۔ اِس لئے کہ اُن کے حقوق کی ادائیگی سے قاصر ہو جاؤ گے۔ قسم اللہ کی! میں تو ایک ساتھی کے حق واجب کی ادائیگی سے بھی عاجز ہوں۔ (طبقات ص۳۳)

ف: بہت ہی خاص بات ہے۔ مگر اب دوستوں اور ساتھیوں کو زیادہ سے زیادہ بنانے کی سعی ہی نہیں بلکہ کاوش کی جاتی ہے، چاہے کسی ایک کا بھی حق ادا نہ ہو سکے۔ (مرتب)

وفات: آپ کی وفات ۱۰۸ھ میں ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ (سیر صحابہ ص۲۰۴)

اور طبقات میں ہے کہ آپ کی وفات ۱۴۰ھ میں ہوئی۔ (طبقات ص۳۳)

حضرت عُبَید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ

نام و ولادت نام عبید، کنیت ابو عاصم مکی ہے۔ والد کا نام عمیر ہے۔ اپنے وقت کے بڑے واعظ و مفسر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ لیکن ملاقات کا شرف نہیں حاصل ہے۔

اخذِ حدیث آپ نے اپنے والد اور حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابو ذر غفاری، اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہے

فضل و کمال آپ ثقاتِ تابعین میں سے ہیں اور مکہ کے اماموں میں سے ایک ہیں۔ آپ کی وعظ و نصیحت کی مجلس میں حضرت ابن عمرؓ حاضر ہوتے تھے۔

ابو بکر بن عیاش نے عبد الملک سے اور انھوں نے عطار سے روایت کیا ہے کہ میں اور عبید اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو انھوں نے عبید سے فرمایا کہ ذکر و تذکیر میں تخفیف کرو۔ اور آپ نے اس سے مراد وعظ کو لیا ہے۔ یعنی جب تم وعظ و نصیحت کرو تو مختصر کرو۔ (اعلام النبلاء ۴/۱۵۷)

ف: سُبحان اللہ کیسی مفید نصیحت ہے۔ اس لئے کہ طویل وعظ و بیان سے لوگ اُکتا جاتے ہیں جس میں دین کا نقصان ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر ہی بیان کا معمول تھا اور آپ اس کے لئے مناسب وقت کا انتخاب فرماتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

فرماتے تھے کہ "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بہا مخافة السآمة علینا" (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقفہ وقفہ سے ہم کو نصیحت فرماتے تھے ہمارے اُکتا جانے کے خوف کی وجہ سے۔ (مترجم)

عجیب وغریب واقعہ

ان کے پاس ایک حسین وجمیل عورت جس کو اپنے حسن پر بہت ناز تھا آئی، اس کا ارادہ تھا کہ ان کو ان کے دین اور صلاح کے بارے میں فتنہ میں ڈالے تو عبید بن عمیر نے اس عورت کو فتنہ انگیزی سے نکال کر عبادت گزاروں میں شامل کر دیا، اور اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں سنا کر بلکہ خصوصاً حسن صورت کا تذکرہ کر کے اللہ کی طرف لوٹا دیا۔

عجلی نے اپنی کتاب "الثقات" (۱۱۹/۲) میں فرمایا: مجھ سے میرے والد عبد اللہ نے بیان کیا کہ مکہ معظمہ میں ایک خوبصورت عورت تھی، اس کا شوہر بھی تھا، اس عورت نے ایک روز اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھا اور اپنے شوہر سے کہنے لگی بتلاؤ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اس چہرہ کو دیکھے اور پھر فتنہ میں مبتلا نہ ہو؟ شوہر نے کہا ہاں، اس نے کہا کون؟ شوہر نے کہا عبید بن عمیر، اس عورت نے کہا آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ان کو فتنہ میں مبتلا کر دوں، شوہر نے کہا میں نے اجازت دی۔

یہ عورت ان کے پاس آئی اور ایک مسئلہ پوچھا، وہ اس کو مسجدِ حرام کے ایک کونے میں لے گئے۔ راوی کہتے ہیں پھر اس نے چہرہ کھولا جو چاند کے ٹکڑے کے مانند تھا، انہوں نے عورت سے کہا: اے خدا کی بندی! اللہ سے ڈر، اس نے کہا میں آپ پر عاشق ہو گئی ہوں، بس آپ میرے بارے میں غور کریں۔ انہوں نے کہا میں تجھ سے چند باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر تو نے

سچ سچ جواب دیا تو میں تیرے معاملے میں سوچوں گا، اس نے کہا میں آپ کے ہر سوال کا صحیح جواب دوں گی۔

عبید نے سوال کیا کہ اگر ملک الموت آجائیں تاکہ تیری روح قبض کریں، ایسے وقت تجھے خوشی ہوگی کہ میں تیری یہ حاجت پوری کروں؟ اس نے کہا بخدا نہیں، انھوں نے کہا تو نے سچ کہا، پھر پوچھا کہ اگر لوگوں کو ان کے اعمال نامے دیئے جائیں اور تجھے علم نہیں ہے کہ تو اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں لے گی یا بائیں ہاتھ میں؟ تو کیا اس حال میں تجھے پسند ہوگا کہ میں تیری یہ حاجت پوری کردوں؟ اس نے کہا واللہ نہیں، انہوں نے نے فرمایا تو نے سچ کہا۔

پھر فرمایا کہ اگر تو پل صراط پر گذرنے کا ارادہ کر رہی ہو اور تجھے نہیں معلوم کہ نجات پائے گی یا نہیں، تو ایسے وقت تجھے خوشی ہوگی کہ میں یہ حاجت پوری کردوں؟ کہنے لگی واللہ نہیں۔ فرمایا تو نے سچ کہا۔ پھر پوچھا جب ترازو لائے جائیں گے اور تو نہیں جانتی کہ تیرے اعمال کا وزن بھاری ہوگا یا ہلکا، تو ایسے وقت میں تجھے مسرت ہوگی کہ میں تیری یہ حاجت پوری کردوں؟ اس نے کہا بخدا نہیں، فرمایا تو نے سچ کہا، پھر پوچھا اگر تو اللہ تعالیٰ کے سامنے سوال جواب کے لئے کھڑی ہو تو ایسے وقت میں تجھے پسند ہوگا کہ میں تیری حاجت پوری کردوں؟ اس نے کہا واللہ نہیں، فرمایا، تو نے سچ کہا۔

عبیدؒ نے فرمایا: اے اللہ کی بندی اللہ سے ڈر، اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا ہے اور تجھے نوازا ہے، پس وہ اپنے شوہر کے پاس

یہ چلی گئی، اس نے پوچھا تو نے کیا کیا؟ کہنے لگی تم بیکار آدمی ہو اور ہم سب بے کار ہیں، پھر نماز روزہ اور عبادت میں مشغول ہو گئی۔ اس کا شوہر کہتا تھا مجھے اور عبید بن عمیر کو کیا لینا دینا، اس نے میری عورت کو بگاڑ کر رکھ دیا، میں ہر شب دولہا بنا رہتا تھا، انہوں نے تو اس کو راہبہ بنا دیا۔

کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

ما الکیمیا قلب الحجارۃ فضۃ بل ان تزیل الظلمۃ الانوار

پتھر کو چاندی بنا دینا کیمیا نہیں ہے بلکہ کیمیا یہ ہے کہ انوار سے تاریکیوں کو دور کر دیں۔ (نصیحۃ المسلمین ص۳۵۸/۱۴ رسالۃ المسترشدین)

ارشادات

آپ فرمایا کرتے تھے کہ صدقِ ایمان سے یہ بات ہے کہ رات میں باوجود کلفت کے وضو میں کمال کا لحاظ رکھے۔

فرماتے تھے کہ اخلاص کی علامت یہ ہے کہ لوگوں سے طمع نہ رکھے اور اُن سے تعریف کی خواہش نہ کرے۔

فرماتے تھے کہ آدمی متعلّم اُس وقت ہوگا جب کہ ہوائے نفسانی کو ترک کرے اور معلّم اُس وقت ہوگا جب کہ ایسی باتیں لوگوں کو بتلائے جن سے نجات کی امید ہو۔ (طبقات ج۱ ص۳۳)

وفات

آپ کی وفات ۷۴؁ھ میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۴ ص۱۵۶)

اور رسالۃ المسترشدین میں ۶۸؁ھ لکھا ہوا ہے۔ (نصیحۃ المسلمین)

حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ

نام، نسب، ولادت

عطاء نام، والد کا نام اسلم اور والد کی کنیت ابو رباح ہے اور وہ کنیت سے ہی مشہور ہیں، لقب امام شیخ الاسلام، مفتی، حرم۔ آپ صاحب افتاء تابعین میں سے تھے۔

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم

ان کو قرآن، حدیث، فقہ بلکہ جملہ مذہبی علوم میں پوری دستگاہ حاصل تھی۔ قرآن شریف کا مستقل درس دیتے تھے۔

حدیث شریف کے حفاظ میں شمار تھا۔ متعدد صحابہ کرام سے حدیث شریف کا درس لیا تھا۔ حدیث رسول کا اتنا احترام تھا کہ تذکرۂ حدیث کے درمیان بولنا سخت ناپسند کرتے تھے۔ معاذ بن سعد الاعور کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ عطاء کے پاس تھے۔ ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ دوسرے شخص نے درمیان میں کچھ بول دیا۔ حضرت عطا سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ یہ کون سا اخلاق ہے اور یہ کون سی طبیعت ہے۔ اللہ کی قسم آدمی اس لئے حدیث بیان کرتا ہے کہ اس سے ہم کو علم حاصل ہو۔

زہد و تقویٰ

علم کے ساتھ ان میں اسی درجہ کا عمل تھا۔ زہد و ورع کے لحاظ سے وہ جماعت تابعین میں ممتاز تھے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ عطاء کے علم، زہد اور خداپرستی کے مناقب بہت ہیں۔ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ سارے اہل مکہ کا ایمان عطاء کے ایمان کے برابر نہ تھا۔

فضل وکمال خالد ابن ابو نوف نے عطار سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے دو سو صحابیوں کو دیکھا ہے۔ آپ فقہ وحدیث کے جلیل القدر امام تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رح آپ کے شاگرد ہیں۔

حضرت عطار کی والدہ ماجدہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ عطار ابن ابی رباح مسلمانوں کے سردار ہیں۔

حضرت ابو جعفر نے کہا کہ روئے زمین پر عطار سے زیادہ مناسک حج کو جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ ابو حازم اعرج نے کہا کہ عطار افتار میں اہل مکہ میں سب سے سبقت لے گئے۔

محمد بن عبداللہ دیباج نے کہا کہ میں نے عطار سے بہتر کوئی مفتی نہیں دیکھا۔ اُن کی مجلس اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد رہتی تھی اور اُس میں کمی نہیں ہوتی تھی۔ اور جب وہ بات کرتے یا سوال کیا جاتا تو بہتر و مناسب جواب دیتے تھے۔

نماز کی کیفیت ابن جریج نے کہا کہ بیس سال تک مسجد میں عطا ابن ابی رباح کا بستر تھا اور وہ سب سے اچھی طرح نماز کو ادا کرنے والے تھے۔

ابن جریج سے روایت ہے کہ میں عطار بن ابی رباح کے ساتھ اٹھارہ سال رہا جبکہ وہ معمر اور کمزور ہو گئے تھے، وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو سورۂ بقرہ کی دو سو آیتیں تلاوت کرتے تھے اِس حال میں کہ وہ کھڑے رہتے تھے اور اُس میں سے کچھ بھولتے نہ تھے اور نہ حرکت کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ص۸۴)

ف : سُبحان اللہ، ہمارے اکابر سے کیسی کیسی ریاضت و مجاہدہ اور پُرکیف عبادت کا ہونا ثابت ہے جو ہم سب لوگوں کے لئے قابلِ رشک ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُنکی جیسی کیفیت و لذت والی عبادت کی توفیق مرحمت فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین! (مرتّب)

اخلاق اگر آپ کے سامنے کوئی شخص ایسی حدیث بیان کرتا جس کو آپ جانتے ہوتے، تب بھی اُس کو بغور سُنتے جیسے پہلے کبھی سنا ہی نہیں ہے، اور یہ اِس لئے فرماتے کہ وہ شخص شرمندہ نہ ہو۔

ف : سُبحان اللہ، کیا خلق عظیم تھا کہ دوسرے کی رعایت میں اپنی ناواقفیت کا اظہار فرماتے تھے۔ (مرتّب)

ارشادات

آپ کی خدمت میں جب کوئی شخص آنے کی اجازت چاہتا تو اُس وقت تک دروازہ نہ کھولتے جب تک دریافت نہ کرلیتے کہ کس نیت سے آئے ہو۔ تو اگر وہ کہتا کہ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں، تو فرماتے کہ میرے جیسا آدمی قابلِ زیارت نہیں ہوا کرتا۔ پھر فرماتے کہ کیسا خراب زمانہ آگیا ہے کہ میرے جیسے آدمی کی زیارت کی جاتی ہے۔

ف : اِس سے کیسی تواضع و فروتنی کا اظہار ہوتا ہے۔ جب کہ آپ تابعی ہیں اور کثیر العبادت بزرگ ہیں۔ بخلاف آجکل کے زمانہ کے کہ عموماً لوگ اپنے کو مستحق زیارت ہی سمجھتے ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جو شخص ذکر کی ایک مجلس میں شریک ہوجاتا ہے تو

اللہ تعالےٰ اُس ایک مجلس کی برکت سے دس باطل مجلسوں کا کفّارہ فرما دیتے ہیں۔

ف : سُبحان اللہ، کیسی عنایت و رحمتِ الٰہی ہے۔ اس سے مجلسِ ذکر کی کیسی کچھ فضیلت ثابت ہوئی۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلسِ ذکر کو جنت کی کیاری سے تعبیر فرمایا ہے۔ (مرتّب)

غور فرمائیے کہ حضرت عطاء حبشی غلام تھے مگر اکابر کو علم سکھلاتے تھے۔ سلیمان بن عبد الملک اُن کی خدمت میں آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو حضرت عطاء نے اُس کو مناسکِ (مسائل) حج کی تعلیم دی۔ پھر سلیمان نے اپنی اولاد کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ علم حاصل کرو، اِس لئے کہ میں اس کالے غلام کے سامنے بیٹھنے کی ذلّت کو کبھی بھول نہیں سکتا۔

ف : یقیناً علم شریعت کا درجہ دولت و حکومت ہر چیز سے بالاتر ہے جس کا پہلے بادشاہوں تک کو اعتراف تھا۔ (مرتّب)

وفات حضرت عطاء نے ستّر حج کئے۔ مکہ میں ۱۱۵ھ میں انتقال ہوا۔ رحمہُ اللہُ تعالیٰ۔ (طبقات ص۳۴)

حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب حضرت عکرمہؒ نسلاً بربری اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے نامور غلام ہیں۔

فضل وکمال حافظ ذہبیؒ اُن کو حبر العالم (بڑے عالم) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اُن کے زمانہ میں غلاموں میں کیا بڑے بڑے شرفاء

اور نحاۃ میں بھی کوئی اُن کا ہمسر نہیں تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ جملہ علوم میں اُنھیں درجۂ امامت حاصل تھا۔ (سیر صحابہ ج۲ ص۳۰۴)

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔ تفسیر، مغازی اور فقہ کے امام تھے، حضرت ابن عباسؓ کے غلاموں بلکہ ان کے شاگردوں میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ تین سو سے زیادہ اُن کے شاگرد تھے۔ اُن میں ستّر سے زیادہ بہترین تابعی حضرات تھے۔ اُنھوں نے جگر گوشۂ رسول حضرت حسین رضؓ کی معیت میں حج کیا۔" (اعیان الحجاج ص۸۵)

تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما تفسیر کے اتنے بڑے عالم تھے کہ کم صحابہ رضؓ اس فن میں اُن کا مقابلہ کرسکتے تھے۔ اُنھوں نے بڑی توجہ اور کوشش سے عکرمہ کو تفسیر پڑھائی تھی اور اپنا سارا علم اُن کے سینہ میں منتقل کر دیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ میں تفسیر میں کوئی اُن کا ہمسر نہ تھا۔

حضرت عباس بن مصعب مروزی کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے تلامذہ میں عکرمہ سب سے بڑے عالم تھے۔ حضرت قتادہ رحؒ کہتے تھے کہ " اعلم التابعین چار ہیں۔ عطاؒر، سعیدؒ بن جبیر اور عکرمہؒ، اور ان چاروں میں عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

امام شعبیؒ کہتے تھے کہ عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا اب باقی نہیں ہے، جب تک عکرمہ بصرہ میں رہتے تھے اُس وقت تک حضرت حسن بصری رحؒ تفسیر نہیں بیان کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی زندگی میں عکرمہ بڑے مفسّر

ہو گئے تھے۔ حضرت ابن عباس رض کبھی کبھی اُن کا امتحان لیتے تھے اور اُن کے عالمانہ جوابات سُن کر اظہارِ خوشنودی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رض نے یہ آیت

لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا — تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے (اعراف ۱۶۴)

پڑھ کر فرمایا کہ اِس آیت میں جن لوگوں کی طرف اشارہ ہے معلوم نہیں کہ اُنھوں نے نجات پائی یا ہلاک ہو گئے؟ حضرت عکرمہ رح نے نہایت وضاحت اور تشریح سے ثابت کر دیا کہ نجات پائی۔ حضرت ابن عباس رض نے خوش ہو کر ان کو ایک حُلّہ پہنایا۔ (سیر صحابہ ج ۷، ص ۳۰۵)

ف : اِس آیت میں اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو سنیچر کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ لیکن کچھ لوگوں نے حیلہ سازی کر کے اللہ تعالےٰ کی حکم عدولی کی۔ تو اُس وقت بنی اسرائیل کے لوگ کئی حصّوں میں تقسیم ہو گئے۔ جیسا کہ علامہ شبیر احمد عثمانی رح تحریر فرماتے ہیں:۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب اُنھوں نے حکم الٰہی کے خلاف حیلہ بازی شروع کی تو شہری باشندے کئی قسموں میں منقسم ہو گئے۔ جیسا کہ عموماً ایسے حالات میں ہوا کرتا ہے۔ ایک وہ لوگ جنھوں نے اِس حیلہ کی آڑ لے کر صریح حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی۔ دوسرے وہ لوگ جو نصیحت کرنے والے تھے وہ آخر دم تک امر بالمعروف کرتے رہے۔ تیسرے جنھوں نے ایک آدھ دفعہ نصیحت کی پھر مایوس ہو کر اور اُن کی سرکشی سے تھک کر چھوڑ دی۔ چوتھے وہ ہوں گے جو نہ اُس عمل شنیع میں شریک ہوئے اور نہ منع کرنے کے لئے زبان کھولی، بالکل علیحدہ

اور خاموش رہے۔ مؤخر الذکر دونوں جماعتوں نے نصیحت کرنے والوں سے کہا ہوگا کہ اِن متمردین کے ساتھ کیوں مغز زنی کرکے دماغ کھپاتے ہو جن سے کوئی توقع قبولِ حق کی نہیں۔ انکی نسبت تو معلوم ہوتا ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور پیش آنے والی ہے۔ یا اللہ تعالیٰ بالکل اُن کو تباہ و برباد کردیگا یا اُن کو کسی سخت ترین عذاب میں مبتلا کردے گا۔" (ترجمہ شیخ الہند ص۲۲۷)

طالبانِ حدیث کا مرجع آپ کی ذات مرجع خلائق تھی۔ طالبانِ حدیث دور دور سے اُن سے استفادہ کے لئے آتے تھے۔ جدھر سے وہ گزر جاتے تھے شائقین کا ٹھٹھ لگ جاتا تھا۔ (سیر صحابہ ج۶ ص۳۰۶)

ارشاد

آپ فرماتے تھے: جو شخص سورہ یٰسین صبح پڑھ لے گا وہ شام تک خوش و خرم رہے گا۔ (طبقات)

وفات باختلافِ روایت ۶۰ھ یا ۷۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی (سیر صحابہ ج۶ ص۳۰۶) "طبقات" کے مطابق آپ کی وفات ۱۰۲ھ میں بحالتِ سجدہ ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۸۳ سال تھی۔ رحمہ اللہ۔ (طبقات ج۱ ص۳۴)

حضرت طاؤس بن کیسان الیمانی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب طاؤس نام، عبدالرحمٰن کنیت، بحرین ریسان حمیری کے غلام تھے۔ آپ کے والد نسلاً عجمی تھے۔

فضل و کمال فضل و کمال کے اعتبار سے حضرت طاؤس رحؒ کا شمار کبار تابعین

یمن تھا۔ اس علم کے ساتھ طاؤسؒ میں اُسی درجہ کا عمل بھی تھا۔ ابن حبانؒ کا بیان ہے کہ وہ یمن کے عبادت گزار لوگوں میں تھے۔ کثرتِ عبادت سے پیشانی پر نشانِ سجدہ تاباں تھا۔ بسترِ مرگ پر بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔

دُنیا اور اُس کی خواہشوں سے بالکل بے نیاز تھے۔ کبھی دُنیاوی نعمتوں کی خواہش نہیں کی۔

نوجوانوں کی اصلاح نوجوانوں کی جدّت آمیز وضع قطع اور چال ڈھال کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قریش کے چند خوش پوش اور جدت پسند نوجوانوں کو طواف کی حالت میں دیکھ کر ٹوکا کہ تم لوگ ایسا لباس پہنتے ہو جو تمہارے اسلاف نہیں پہنتے تھے اور ایسی اٹھلاتی ہوئی چال چلتے ہو کہ نچنیۓ بھی نہیں چل سکتے۔ (سیر صحابہ ج۷ ص۲۲۹)

ف: خیر القرون کے نوجوانوں کا یہ حال تھا، تو پھر اگر شر القرون کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا جو بھی حال ہو جائے کم ہے، بلکہ انکو تو کوئی نکیر بھی نہیں کرسکتا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

فضائل آپ جب آگ دیکھتے تو آپ کی عقل جاتی رہتی۔ آپ اپنے جانوروں کو اُس کنویں سے پانی نہ پلاتے تھے جس کو بادشاہ نے کھدوایا ہو۔ اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز چالیس سال تک آپ نے ادا فرمائی۔

ف: بہت سے بزرگوں سے یہ ثابت ہے اس لئے نہ تعجب ہے اور نہ کوئی اشکال (مرتب)

آپ والیوں نیز اُن کے علاوہ لوگوں کو بغیر خوفِ لومۃ لائم حق بات بے دریغ کہتے تھے۔ (طبقات ج ۱ ص۳۴)

ارشادات

فرمایا کرتے تھے کہ کاش تم علم اپنے نفس کے لئے حاصل کرتے۔ کیونکہ لوگوں

سے امانت اور علم پر عمل کی خصلت ختم ہو چکی ہے۔

فرماتے تھے کہ سب سے افضل عبادت وہ ہے جو سب سے زیادہ مخفی ہو۔

آپ حج بکثرت کرتے تھے۔ اس کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا۔

وفات اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِس ذوق کو حسن قبول بخشا۔ چنانچہ ۱۰۶ھ میں حج کے موسم میں مکہ ہی میں ترویہ سے ایک دن پہلے انتقال فرمایا۔ اس طرح وہ ہمیشہ کے لئے مقیم ہو گئے۔ حج کی وجہ سے جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ جنازہ لے جانا دشوار ہو گیا۔ (سیر صحابہ ج ۷، ص ۲۲۹)

حضرت ابو عبداللہ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب وہب نام، والد کا نام منبہ اور دادا کا نام کامل ہے۔ اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔

ولادت وفضل وکمال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۳۴ھ میں ولادت ہوئی۔

عجلی نے کہا ہے، وہ تابعی ہیں۔ ثقہ ہیں اور منصب قضا پر فائز تھے۔ وہب بن منبہؒ چالیس سال تک بستر پر نہیں سوئے۔

نصائح وہب بن منبہؒ سے مروی ہے کہ تین چیزوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ ایسی بُری خواہش سے جس کی اتباع کی جائے۔ اسی طرح بُرے ساتھی سے دور رہو۔ اور خود پسندی سے بھی اپنے کو بچاؤ۔

حضرت وہبؒ سے روایت ہے کہ مومن دیکھتا ہے تاکہ سیکھے اور بات کرتا ہے تاکہ سمجھے اور خاموشی اختیار کرتا ہے تاکہ سالم رہے۔ اور تنہا رہتا ہے تاکہ

غنیمت یعنی علم ومعرفت حاصل کرے۔

فرمایا: تین چیزیں جس میں ہوں گی وہ نیکی حاصل کرے گا۔ لوگوں کے[1] ساتھ سخاوت کا معاملہ کرنا۔ کسی[2] کی طرف سے تکلیف پہنچے تو صبر کرنا۔ اور[3] لوگوں کے ساتھ اچھا کلام کرنا۔

حضرت وہب رحؒ سے روایت ہے کہ جب تم سنو کہ کوئی تمھاری تعریف کر رہا ہے ایسی چیز سے جو تم میں نہیں ہے تو تم مامون مت ہو، اس لئے کہ وہ دوسرے موقع پر تمھاری ایسی بُرائی کرے گا جو تم میں نہیں ہے۔

ف : سبحان اللہ، کیسی حکمت ومعرفت کی بات بیان فرمائی۔ اسلئے کہ جس کی عادت خلافِ واقعہ بات کرنے کی ہوگی تو وہ خلافِ حقیقت کسی کی تعریف کرے گا۔ تو جب اُس کے مزاج کے خلاف کوئی بات پیش آئے گی تو اُس کی بلا تکلف خلافِ واقعہ بُرائی بھی کرے گا۔ (مرتّب)

ارشادات

آپ کا ارشادِ گرامی ہے کہ خوشخبری ہے اُس شخص کے لئے کہ جس کو اُس کے عیوب نے اپنے بھائی کے عیوب پر نظر کرنے سے روک دیا۔

اور خوشخبری ہے اُس شخص کے لئے جس نے مسکین نہ ہونے کے باوجود تواضع اختیار کی۔

اور خوشخبری ہے اُس شخص کے لئے جو صدقہ کرے اُس مال سے جس کو اُس نے بغیر معصیت کے جمع کیا ہے۔

ف : یعنی اپنے حلال طیب مال سے جو محنت سے کسب کیا ہے اس سے صدقہ کرے۔ (مرتّب)

اور خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جو اہلِ علم وحلم کی ہمنشینی اختیار کرے

خوشخبری ہے اُس شخص کے لئے جو اہلِ علم، اہلِ حلم اور اہلِ خشیت کی اقتدار کرے۔

حضرت وہب بن منبہ رح کہتے ہیں کہ احمق جب کلام کرتا ہے تو اس کی بے وقوفی اُس کو رُسوا کر دیتی ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو چُپ رہنا اُس کو ذلیل کر دیتا ہے۔ اور جب عمل کرتا ہے تو اُس کو خراب کر دیتا ہے۔ اُس کا علم قابلِ اعتبار نہیں ہے اور غیر کا علم بھی اُس کو نفع نہیں دیتا ہے۔ اور اُس کا پڑوسی اس سے علٰحدگی چاہتا ہے۔ اور اس کا ہمنشیں اس سے وحشت محسوس کرتا ہے۔

ف: چنانچہ مولانا روم رح نے حماقت کی مذمت میں یوں فرمایا ہے ع احمقی رنجیست کو قہر آورد (مرتب)

حضرت وہب رح کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السّلام اُس زمانہ کے لوگوں میں سب سے خوبصورت تھے اور برقع پہنتے تھے، انکی کشتی میں جب لوگوں کو بھوک لگتی تھی تو حضرت نوح علیہ السلام اپنا چہرہ اُن کے سامنے ظاہر فرماتے تو وہ لوگ شکم سیر ہو جاتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص۵۴۴)

فرماتے تھے کہ توراۃ میں ہے کہ صالح آدمی کی علامت یہ ہے کہ اُس کی قوم اُس سے عداوت کرے۔ اقرب فالاقرب۔

ف: یعنی جو جتنا قریب ہوتا ہے اُتنا ہی اُس سے سخت عداوت ومخالفت کرتا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ پہلے لوگ بے کانٹوں کے پتّے تھے مگر آج تم لوگ کانٹے ہی کانٹے ہو، پتّے کا نام ونشان نہیں۔

فرماتے تھے کہ شریف آدمی جب علم حاصل کرتا ہے تو متواضع ہو جاتا ہے اور کمینہ آدمی علم حاصل کر کے متکبر ہو جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے دشمن پر مال کے ذریعہ جود و بخشش کریگا تو اُس سے بغیر قتال کے چارہ نہیں۔

فرماتے تھے کہ علم کے لئے بھی طغیان ہوتا ہے جیسا کہ مال کے لئے۔

ف: جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ "اِنَّ لِلْعِلْمِ طُغْیَاناً کَطُغْیَانِ الْمَالِ" (مجمع بحار الانوار ص۴۵۳) یعنی، یقیناً علم کے لئے بھی طغیان ہوتا ہے جیسا کہ مال کے لئے۔ حضرت مصلح الامت رح فرماتے تھے کہ طغیان کا مطلب یہ ہے کہ ان نعمتوں کو اپنے کسب کا ثمرہ سمجھے، اور یہ طغیان عبادت میں بھی ہوتا ہے، یعنی عبادت کر کے عُجب و خود پسندی کا شکار ہو جائے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ فقراء کے ساتھ اچھا تعلق رکھو اس لئے کہ قیامت کے دن یہی لوگ صاحب دولت ہوں گے

ف: پس ان حضرات فقراء سے دنیا کا تعلق قیامت میں کام آئے گا۔ پس اس سے بڑھ کر نفع بخش کیا نعمت ہوگی۔ (مرتب)

فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ اپنی بعض نازل کردہ کتاب میں فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! میری کتنی نعمتیں تم پر ہیں، مگر تم پر جو میرا حق واجب ہے اُس کو ادا نہیں کرتے۔ میں تو تم کو یاد کرتا ہوں لیکن تم مجھ کو بھلاتے ہو، میں تو تم کو بُلا رہا ہوں اور تم مجھ سے راہ فرار اختیار کرتے ہو، میری طرف سے تو تم پر خیر نازل ہو رہی ہے اور میری طرف تمھارا شر چڑھ رہا ہے۔

ف: کتنی اہم یہ حدیث قدسی ہے جو بندوں کی نصیحت کیلئے کافی ہے۔ اور اگر اس سے عمل کا داعیہ و جذبہ بیدار نہ ہو تو پھر کس کے کلام سے بیداری آئے گی۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اِس زمانہ میں علمار اپنے عِلم کو اہلِ دنیا پر صَرف کر رہے ہیں تاکہ اُن سے دُنیا حاصل کریں۔ اِس لئے اُن دنیا داروں کی نظروں میں ذلیل ہو گئے ہیں۔ فَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

فرماتے تھے کہ جس کا پیٹ مثل وادی کے ہوجائے تو پھر وہ دُنیا سے زُہد کیسے اختیار کر سکتا ہے۔

ف : بلکہ وہ تو طمع اور حرصِ مال کا شکار ہوکر تباہ و برباد ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ شرک باللہ کے بعد سب سے بڑا گناہ لوگوں کے ساتھ سخریہ کرنا ہے۔

ف : جو اس زمانہ میں عام ہے۔ خصوصًا دنیا دار عمومًا دینداروں کے ساتھ سخریہ مذاق کا سلوک کرتے ہیں۔ فیاویلاہ ویاحسرتاہ۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جب انسان روزہ رکھتا ہے تو اُسکی آنکھ کی روشنی میں کمی آجاتی ہے۔ مگر جب میٹھی چیز سے افطار کرتا ہے تو اُس کی روشنی لوٹ آتی ہے۔

ف : اِسی لئے تو کھجور سے افطار کرنا مسنون ہے۔ یہ سنت کی اتباع کا ادنیٰ نفع ہے۔ پھر آخرت میں کیا اور کیسا نفع ہے، اس کا تو کوئی اندازہ لگا ہی نہیں سکتا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جب بندہ عبادت کرتا ہے تو اُس کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور جب کسل اختیار کرتا ہے تو اُس کی سُستی و کمزوری مزید ہو جاتی ہے۔

ف: بالکل صحیح ہے جس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ ایمان عُریاں (بے لباس) ہے اُس کا لباس تقویٰ ہے اور اُس کی زینت حیاء ہے۔

ف: سبحان اللہ، ایک معنوی حقیقت کو مثال محسوس سے فہم کے قریب اور واضح کرا دیا۔ جزاھم اللہ۔ (مرتّب)

وفات

صنعاء میں ۱۱۴ھ میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (طبقات ج۱ ص۳۵)

حضرت ابراہیم بن یزید تیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب: ابراہیم نام، ابو اسماء کنیت، والد کا نام یزید۔ کوفہ کے عابد و زاہد تابعین میں تھے۔ (سیر صحابہ ج۷، ص۱۶)

زہد و عبادت: نماز میں کیف و استغراق کا یہ عالم تھا کہ سجدہ کی حالت میں چڑیاں پیٹھ پر اُڑ اُڑ کے بیٹھتی تھیں اور چونچیں مارتی تھیں دو دو مہینے مسلسل روزے رکھتے تھے اور روزانہ محض ایک انگور پر پورا چلّہ گزار دیتے تھے۔ لیکن اس زُہد و عبادت پر بھی اپنے اعمال کو قابل اعتبار نہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب اپنے قول و فعل میں موازنہ کرتا ہوں تو جھوٹا بننے سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ ایثار کا بے مثل نمونہ اور قربانی کا مجسم پیکر تھے۔ انھوں نے ایثار و قربانی کا ایسا نمونہ پیش کیا جسکی مثالیں کم ملتی ہیں۔ (سیر صحابہ ج۷، ص۱۷)

ارشادات

فرمایا کرتے تھے کہ علم کے لئے اتنا کافی ہے کہ اللہ سے ڈرے اور جہل کے لئے یہ دلیل بس ہے کہ اپنے علم پر ناز کرے۔

ف: سبحان اللہ، علم اور جہل کے کیسے اثرات وعلامات بیان فرمائے جس کی روشنی میں ہم اپنے کو جانچ سکتے ہیں۔ (مرتب)

فرمایا کرتے تھے کہ طمع نے ہم کو نہایت بُرے کاموں کے کرنے پر اُبھارا۔

فرماتے تھے کہ جب کسی آدمی کو دیکھو کہ تکبیر تحریمہ میں سستی کرتا ہے تو اس سے اپنے ہاتھوں کو دھولو (یعنی کسی خیر کی امید نہ رکھو)۔

وفات

آپ کی وفات حجاج کے قید میں ۹۲ سنہ ھ میں ہوئی۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ۔

(طبقات ص۳۶۶)

حضرت ابراہیم بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب ابراہیم نام، ابوعمران کُنیت والد کا نام یزید تھا۔

فضل وکمال فضل وکمال کے لحاظ سے ابراہیم نخعیؒ کوفہ کے ممتاز ترین تابعین میں تھے۔

حضرت ابراہیمؒ کا خاص فن فقہ تھا۔ اِس فن کے وہ امام تھے۔ اُن کے فقہی کمال پر سب کا اتفاق ہے۔

فضائل اخلاق

اِس علم کے ساتھ وہ عمل اور فضائل اخلاق کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔

عبادت وریاضت

نہایت عابد وزاہد اور متورع تھے۔ راتوں کی تنہائی میں لوگوں کی نظروں سے چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ حضرت طلحہؒ کا بیان ہے کہ جب لوگ سو جاتے تھے اُس وقت ابراہیم ایک عمدہ حُلّہ پہن کر خوشبو لگا کر مسجد چلے جاتے تھے پھر صبح تک وہیں رہتے۔ صبح کو حلّہ اُتار کر پھر معمولی لباس پہن لیتے تھے۔ عبادت کے اثر سے بالکل چوُر اور خستہ ہو جاتے تھے۔

حضرت اعمشؒ کا بیان ہے کہ ابراہیمؒ اکثر نماز پڑھ کر ہمارے یہاں آتے تھے، دن چڑھے تک یہ حال رہتا تھا کہ بیمار معلوم ہوتے تھے۔ ایک دن ناغہ دیکر پابندی کے ساتھ روزہ رکھتے تھے۔

تواضع وخاکساری

ابراہیمؒ بایں جلالتِ شان نہایت خاموش، عزلت نشیں، بے تکلف اور سادہ مزاج تھے۔ تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ ٹیک لگا کر بیٹھنے تک کا امتیاز بھی گوارا نہ تھا۔ کبھی کبھی حصولِ اجر کے لئے دوسروں کا بوجھ تک اُٹھا لیتے تھے۔

ہیبت

لیکن اِس خاکساری کے باوجود لوگوں کے دلوں پر اُن کی ہیبت طاری رہتی تھی۔ حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حکام وامراء کی طرح حضرت ابراہیمؒ سے ڈرتے تھے۔ (سیر صحابہ ج ۷، ص ۲۵)

ف: یہ رُعب وجلال حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو منجانب اللہ عطا ہوا تھا۔ پس جب حضرت ابراہیمؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری

سُنّتوں میں اتباع کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی سنت "رُعب" سے نوازے گئے۔ اور یہ چیز اکثر بزرگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ (مرتب)

ارشادات

فرماتے تھے کہ اِس بات میں کچھ حرج نہیں ہے کہ مریض سے جب پوچھا جائے کہ کیا حال ہے ؟ تو کہے کہ ٹھیک ہے، پھر تکلیف کا اظہار کرے۔

فرماتے تھے کہ بندہ کے لئے ایمان کے بعد سب سے افضل عمل اذیت پر صبر کرنا ہے۔ **ف**: سبحان اللہ، صبر کی کیسی فضیلت ثابت ہوئی۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کو پایا ہے جو تفسیر قرآن کرنے سے ڈرتے تھے۔

فرماتے تھے کہ آدمی کے فتنہ کے لئے یہ کافی ہے کہ دین یا دُنیا کے معاملہ میں اُس کی طرف اشارہ کیا جائے، ہاں مگر جس کو اللہ تعالیٰ ہی اپنی حفاظت میں رکھے تو اور بات ہے۔ (طبقات ص۳۶)

وفات حجاج کی موت کے چند مہینے بعد بیمار ہوئے، آخر عمر میں نہایت مضطرب و بیقرار رہتے تھے، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا، اِس سے زیادہ خطرہ کا وقت کون ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا قاصد جنت یا دوزخ کا پیام لے کر آئے گا۔ میں اس پیام کے انتظار میں اس کے خوف سے قیامت تک موجودہ اضطرابی صورت کا قائم رہنا پسند کرتا ہوں۔ اِسی علالت میں ۹۶ھ میں وفات پائی۔ باختلاف رائے انتقال کے وقت اُنچاس، پچاس سال یا اس سے کچھ اوپر عمر تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(سیر صحابہ ج، ص۲۵)

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ

نام و نسب نام عون، والد کا نام عبداللہ، دادا کا نام عتبہ ہے۔ امام اور عابدوں کے سردار ہیں۔ اُنھوں نے اپنے والد اور بھائی سے اسی طرح ابن میسّب اور ابن عباس و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

فضل و کمال امام احمد اور اُن کے علاوہ لوگوں نے آپ کے ثقہ ہونے کی توثیق کی ہے۔ اور علی بن مدینی نے کہا کہ عون نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی ہے۔ اصمعی نے کہا کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے یہاں اُن کا ایک مقام تھا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۱۰۲)

ارشادات

فرماتے تھے کہ ہر آدمی کے اعمال میں ایک عمل اُن سب کا سردار ہوتا ہے۔ تو میرے اعمال کا سردار اللہ کا ذکر ہے۔

ف: سُبحان اللہ، کیا خوب بات فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ کبر کے لئے اِتنا کافی ہے کہ اپنے کو اپنے ماتحتوں سے افضل سمجھے۔

فرماتے تھے کہ کبر سب سے پہلا گناہ ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی۔ یعنی ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں استکبار کیا

ف: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (بقرہ ۴)

یعنی اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ (مرتّب)

ایک دن آپ کے اصحاب جنگل کی طرف گئے تو دیکھا کہ شیخ دھوپ و گرمی میں سوئے ہوئے ہیں اور ایک بادل اُن پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ پس جب بیدار ہوئے تو اپنے لوگوں سے عہد لیا کہ میرے مرنے تک اس کا اظہار نہ کریں۔

ف : یہ تھے ہمارے اکابر کہ اپنے حُسنِ حال ہی کا نہیں بلکہ اپنی کرامات کا بھی اس قدر اِخفار فرماتے تھے۔ وکفیٰ لنا قدوۃ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ ذکر کی مجلسیں قلوب کے لئے صیقل اور شفا ہیں۔ آپ کبھی خز کبھی صوف استعمال فرماتے تھے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ کبھی خز اس لئے پہنتا ہوں کہ صاحبِ شان و شوکت یعنی اغنیار و اُمرار میری جانب بیٹھنے میں عار و حیار نہ کریں۔ اور کبھی صوف اس لئے استعمال کرتا ہوں تاکہ فقرار و مساکین ہیبت زدہ ہو کر میرے پاس بیٹھنا نہ چھوڑ دیں۔

ف : سبحان اللہ، کیسی حکمت کی باتیں ہیں جو ہمارے سلف نے بیان فرمائیں اور بعد والوں کو اُن کی تعلیم فرمائیں تاکہ سلف صالحین کے طریقہ پر چل سکیں۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے کو نفاق کے ساتھ متہم کرتا ہے تو یقیناً اُس کے اندر نفاق نہیں ہے۔

ف : اسی لئے صحابۂ کرام رضؓ نفاق سے ڈرتے رہتے تھے۔ جیسا کہ "احیاء العلوم" میں لکھا ہے کہ ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک سو تیس اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک سو پچاس صحابۂ کرام رضؓ کو پایا ہے جو سب کے سب نفاق سے ڈرتے تھے۔ (مرتّب)

جب اُن کا کوئی غلام یا خادم اُن کی مخالفت کرتا تو فرماتے کہ تمھارا حال ویسا ہی ہے جیسا کہ تمھارے آقا کا۔ یعنی میرا حال اپنے مولیٰ کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسا کہ تمھارا حال میرے ساتھ ہے۔

ف: آپ کی غایت عبدیت اور اعتراف قصور کا حال ہے جو محمود ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ آدمی کے کمالِ تقویٰ سے یہ بات ہے کہ اُس کو زیادتیٔ علم سے سیری نہیں ہوتی۔ اور ایک جماعت نے جو زیادتی علم کی طلب کو ترک کر دیا ہے تو اس لئے کہ وہ اپنی جانی ہوئی باتوں سے منتفع نہ ہوئے۔

ف: یعنی منتفع ہوتے تو علم کی زیادتی سے سیری تو کیا برابر اللہ سے اُسکی زیادتی کو طلب کرتے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی زیادتی کی طلب کے لئے حکم نہ فرمایا سوائے علم کے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا، قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ یعنی آپ کہئے کہ اے رب! میرے علم کو بڑھا دیجئے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اگر تم موت اور اُس کی تیز رفتاری کو دیکھ لیتے تو امید اور غرور کو مبغوض رکھتے۔

ف: یعنی دُنیا کی ہوس چھوڑ کر آخرت کی تیاری میں لگ جاتے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جس نے اپنے پیٹ کو قابو میں رکھا تو وہ جملہ اعمال صالحہ کو ضبط و حفاظت میں رکھے گا۔ (طبقات ج ۱ ص۳۶)

وفات

سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

(سیر اعلام النبلاء)

حضرت منصور بن المعتمر الکوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ

نام و نسب نام منصور، والد کا نام معتمر، کنیت ابو عقاب السلمی الکوفی۔ علامہ ذہبی نے آپ کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ص۴۰۲ ج۵)

نماز کی حالت آپ رات کو اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ کی وفات ہو گئی تو آپ کے پڑوسی کی لڑکی نے اپنے باپ سے پوچھا کہ ابا جان! وہ ستون کیا ہو گیا جو ہمارے پڑوسی کی چھت پر تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لڑکی رات ہی کو کوٹھے پر جایا کرتی تھی۔ ساٹھ برس تک آپ نے دن کو روزے رکھے اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کی۔

گریہ و زاری اکثر رات کو اتنا روتے تھے کہ اُن کے گھر والوں کو اُن کے حال پر رحم آتا تھا۔ مگر وہ صبح ہوتے ہی آنکھوں میں سرمہ لگاتے اور تیل استعمال فرما لیتے تھے، پھر لوگوں میں آتے تھے تا کہ لوگ سمجھیں کہ رات خوب سو کر گزاری ہے۔

ارشادات

فرمایا کرتے تھے کہ بالفرض ہمارے پاس کوئی بھی گناہ نہ ہو سوائے حبِ دنیا کے، تب بھی ہم جہنم کے مستحق ہیں۔

علماء سے فرمایا کرتے تھے کہ تم علم کی لذت اِس طرح حاصل کر لیتے ہو کہ اُس کو خود سنتے ہو اور دوسروں تک پہنچاتے ہو، حالانکہ علم سے مقصود عمل ہے اور اگر تم اپنے علم پر عمل کرتے تو دنیا سے بھاگتے، کیونکہ علم میں کوئی شے ایسی

نہیں ہے جو دُنیا کی محبت پر اُبھارتی ہو۔

وفات

سنہ ۱۳۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

(طبقات صفحہ ۳۵، سیر اعلام النبلاء ج ۵ صفحہ ۲۱۰)

حضرت سُلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ

نام و نسب سلیمان نام، ابو محمد کنیت، اعمش کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے والد کا نام مہران تھا۔

ولادت حضرت اعمش رحمہ اللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن سنہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔

فضل و کمال ابن عیینہ کا بیان ہے کہ اعمش کتاب اللہ کے بڑے قاری احادیث کے بڑے حافظ اور علمِ فرائض کے ماہر تھے قرآن کے ساتھ اُن کو خاص ذوق تھا۔

روایتِ حدیث روایت حدیث میں آپ بہت محتاط تھے اسی وجہ سے آپ کی مرویات کیفیت کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی سمجھی جاتی ہیں۔ اور آپ کو لوگ سید المحدثین کہتے تھے۔ آپ نے زیادہ تر روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کی ہے، اُن کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ (تابعین)

آپ کی جرأت کا ایک واقعہ اُمراء کے مقابلہ میں آپ کی جرأت

دیے باکی کا واقعہ لائق ذکر ہے۔

خلیفہ ہشام نے ایک مرتبہ اُن کو لکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بُرائیاں میرے لئے قلمبند کر دیجئے، اُنھوں نے شاہی قاصد کے سامنے ہی وہ خط بکری کو کھلا دیا۔ اور قاصد سے کہا یہ تمھاری تحریر کا جواب ہے۔ جب قاصد نے جواب کے لئے زیادہ اصرار کیا تو یہ جواب لکھا بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ امابعد! اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات میں ساری دُنیا کے انسانوں کی خوبیاں جمع ہوں تو بھی اُس سے تمھاری ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں دنیا بھر کی بُرائیاں مجتمع ہوں تو اُس سے تمھاری ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تم کو صرف اپنے نفس کی خبر رکھنی چاہئے۔

ف: سُبحان اللہ، کیا ہی خوب مُسکت جواب تحریر فرمایا جو ہم سب کو بھی پیش نظر رکھنے کے لائق ہے۔ اس لئے کہ اِس میں اپنے نفس کی اصلاح کی طرف خاص تحضیض و ترغیب دی گئی ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے:۔

"کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن" (مرتب)

فیّاضی طبعاً بڑے فیاض تھے۔ ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب اعمش کے پاس جاتے تھے تو ہم کو کچھ نہ کچھ کھلاتے تھے۔ (تابعین)

ارشادات

آپ کی مجلس میں اغنیاء و سلاطین حقیر ترین نظر آتے تھے، جب کہ آپ ایک ایک روٹی کے محتاج رہتے تھے۔

ف : یقیناً یہ آپ کی نسبت مع اللہ کا اثر تھا۔ جبکہ آجکل بہت سے اہل علم امراء کی خوشامدیں کرتے ہیں ؎ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

آپ جب سو کر اُٹھتے تھے اور پانی پاس میں نہ ہوتا تھا تو دیوار پر ہاتھ مار کر تیمم کر لیتے تھے اور پانی ملنے پر وضو کر لیتے تھے تاکہ طہارت پر محافظت رہے اور فرماتے تھے کہ مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ مبادا بے وضو نہ مر جاؤں، کیونکہ موت کا وقت مجھ کو معلوم نہیں ہے۔ تقریباً ستر برس تک آپ کی تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی۔

ف : سُبحان اللہ، یہ تھا آپ کا عزیمت پر عمل اور ساتھ ہی مراقبۂ موت کا حال۔ (مرتّب)

فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے جو شخص گناہ کرتا ہے، کیا اُس کو یہ ڈر نہیں لگتا کہ مبادا اُس گناہ سے دُھواں اُٹھے اور لوگوں کے سامنے اُس کو رسوا و ذلیل کر دے۔

فرماتے تھے جب لوگوں میں بُرائیاں آجاتی ہیں تو بُرے لوگ اُن پر حاکم مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اُن کو ستاتے ہیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مر جاؤں تو کسی کو خبر نہ کرنا اور مجھ کو میرے رب کی طرف لے جانا اور قبر میں ڈال دینا۔ کیونکہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ کوئی میرے جنازہ کے ساتھ چلے۔ (طبقات ص۳۸)

ف : سبحان اللہ کیسی تواضع، مسکنت و فنائیت کی بات ہے جو اس زمانہ میں تو عنقا ہو رہی ہے۔ سنا ہے کہ حضرت مرشدی مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اسی حال میں کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

ہوئے مر کے ہم جو رُسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ مرا جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا (مرتب)

وفات

باختلاف روایت ۱۱۶ھ یا ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ

(تابعین، شاہ معین الدین احمد ندوی ص۲۹)

حضرت مکحول الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و نسب مکحول نام، ابو عبداللہ یا ابو ایوب کنیت ہے۔ آپ کے والد کا نام سہراب تھا۔ آپ صاحبِ علم تابعی ہیں۔

فضل و کمال امام زہری کہتے تھے کہ علماء صرف تین ہیں، اُن تین میں ایک نام مکحول کا لیتے تھے۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ وہ فقیہ اور عالم تھے۔ اُن کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ نے حضرت انس بن مالکؓ، واثلہ بن اسقعؓ، ابو امامہؓ اور عبدالرحمٰن بن غنمؓ وغیرہ صحابہ سے روایت حدیث کی ہے۔ ابن عمار کہتے تھے کہ وہ اہل شام کے امام تھے۔ انھیں حدیث اور فقہ دونوں میں درجہ امامت حاصل تھا۔

فقہ و فتاویٰ حفظِ حدیث کے ساتھ وہ فقہ کے بھی امام و مجتہد تھے۔ ابو حاتم کہتے تھے کہ میں نے شام میں مکحول سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ حضرت سعید بن عبدالعزیز اُنھیں امام زہری سے بڑا فقیہ مانتے تھے۔ اُنھیں اِفتاء میں خاص مہارت اور بصیرت حاصل تھی۔ حضرت سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ اُن کے زمانہ میں اُن سے زیادہ اِفتاء میں بصیرت کسی کو حاصل نہ تھی مگر وہ فتویٰ دینے میں بڑے محتاط تھے۔ اگر اپنی

رائے سے وہ کسی مسئلہ کا جواب دیتے تھے تو صاف کہہ دیتے تھے کہ یہ میری رائے ہے جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔

تصانیف اُن کے فقہی کمال کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ اُس زمانہ میں جبکہ تالیف و تصنیف کا آغاز بھی نہ ہوا تھا، اُنھوں نے فقہ میں دو مستقل کتابیں تالیف کی تھیں: کتاب السنن اور کتاب المسائل۔

ارشادات

آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ عزوجل کے ذکر میں شب بیداری کرتا ہے تو اُس کی صبح اس طرح ہوتی ہے کہ گویا اُس کی ماں نے اُس کو اسی دن جنا ہے۔

اور فرماتے تھے کہ جب کسی اُمت میں پندرہ آدمی ایسے ہوں جو ہر روز پچیس ۲۵ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اُس اُمت پر عذاب عام نازل نہ فرمائے گا

ف: امت کا ہر شخص اس پر عمل کر سکتا ہے جس پر حضور ﷺ نے آخرت کی بشارت سنائی ہے: طُوبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِی صَحِیْفَتِہٖ اِسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جس کی خوشبو اچھی ہوگی اُس کی عقل زیادہ ہوگی اور جس کے کپڑے زیادہ ہوں گے تو اُس کا رنج و غم کم ہوگا۔ (طبقات)

ف: اُس کو ہر وقت اُس کے دھونے دُھلانے کی فکر نہ رہے گی۔ اطمینان رہے گا اور جب چاہے گا اُس کو بدل لیا کرے گا۔ (مرتب)

وفات

ابن سعد کی روایت کے مطابق ۱۱۲ سنہ ھ یا ۱۱۳ سنہ ھ یا ۱۱۸ سنہ ھ میں وفات پائی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (سیر صحابہ ج ۷، ص ۵۲)

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب نام کعب الاحبار، کنیت ابو اسحٰق، والد کا نام مانع تھا۔ یمن کے مشہور خاندان حمیر سے متعلق تھے۔

فضل وکمال یہود کے بڑے ممتاز اور نامور علماء میں تھے۔ یہودی مذہب کے متعلق آپ کی معلومات بہت وسیع تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ولادت ہوئی۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا اور آپ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ حضرت عمر، حضرت صہیب اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرنا ثابت ہے۔

ارشادات

زوالِ علم کا سبب: ایک بار حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ نے اُن سے پوچھا کہ کعب! علماء کون لوگ ہیں؟ جواب دیا، جو علم جانتے ہیں۔ ابن سلام رضؓ نے پوچھا، کونسی چیز علماء کے دلوں سے علم زائل کر دے گی؟ فرمایا، طمع، حرص اور لوگوں کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا۔ عبداللہ بن سلام رضؓ نے کہا تم نے سب کچھ کہہ دیا۔ (سیر صحابہ ج۶ ص۲۶۶)

ف: افسوس! آج علماء میں یہ سب خصلتیں عام ہیں۔ جس کی بناء پر علمِ حقیقی سے دوری بڑھتی جا رہی ہے۔ العیاذ باللہ۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ کسی بندے کی مدح وتعریف زمین پر اُسی وقت قائم ہوتی ہے جبکہ پہلے آسمان پر مستقر ہو چکی ہوتی ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منور کیا کرو۔ جیسا کہ

اپنے دلوں کو اُس سے منور کرتے ہو۔

ف : معلوم ہوا کہ گھروں میں بھی ذکر، تلاوت اور نماز وغیرہ کا اہتمام کرنا چاہیئے، تاکہ گھر بھی ان عبادات کے نور سے منور و روشن ہو جائے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جس شخص کو جہنم کی طرف لے جائیں گے اُس کا منہ سیاہ ہوگا پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی اور گردن میں طوق۔ مگر جو لوگ اِس اُمت کے ہوں گے اُن کو جہنم کی طرف اُن کی اصلی رنگت کے ساتھ لے جائیں گے۔ ان کے چہرے سیاہ نہیں کیے جائیں گے۔ اِس لیے کہ اُن لوگوں نے اُنہی چہروں سے دُنیا میں سجدہ کیا تھا

ف : سبحان اللہ اِس امت کو اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بطفیل کتنا بڑا شرف نصیب ہوگا۔ پس اگر اب بھی شکریہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجیں اور آپ کی اتباع نہ کریں تو کسقدر حسرت و افسوس کی بات ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام "اوّاہ" اِس وجہ سے کہلائے کہ جب دوزخ کا ذکر سُنتے تو آہ جہنّم، آہ جہنّم فرماتے تھے۔

فرمایا کرتے تھے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز تک اگر کوئی لغو بات نہ ہو تو وہ نماز علّیین میں لکھی جاتی ہے۔ (طبقات ص۳۹)

وفات

آپ کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہدِ خلافت سنہ ۳۲ھ میں شام میں ہوئی۔ رحمہ اللہ

(سیر صحابہ)

حضرت حسّان بن عطیہ المحاربی رحمہ اللہ

نام ونسب نام حسّان، والد کا نام عطیہ ہے۔ بیروت کے باشندے تھے۔

فضل وکمال اوزاعی نے کہا کہ میں نے حسان بن عطیہ سے زیادہ نیک کام کرنے والا نہیں دیکھا۔ وہ زبردست فقیہ اور عبادت گزار تھے۔

اور امام احمد بن حنبل رحؒ اور یحیٰی بن معین نے (حسان بن عطیہ کی) توثیق کی ہے یعنی ثقہ قرار دیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے تابعی قرار دیا ہے۔ عبدالملک صنعانی نے اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ حسان جب عصر کی نماز پڑھتے تھے تو غروبِ شمس تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔

اُن کی دُعا یہ تھی: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أَتَعَزَّزَ بِشَيْءٍ مِنْ مَعْصِيَتِكَ وَأَنْ أَتَزَيَّنَ (لِلنَّاسِ) بِمَا يُشِيْنُنِيْ عِنْدَكَ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اِس بات سے کہ میں کسی ایسی چیز سے قوت حاصل کروں جو معصیت کی قبیل سے ہو اور میں زینت حاصل کروں لوگوں کے لئے ایسی چیز کے ذریعہ جو آپ کے نزدیک معیوب ہو۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص۴۶۶)

ارشادات

فرمایا کرتے تھے: جس نے رات میں طولِ قیام کیا تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے طولِ قیام کو آسان فرمادیں گے۔ اور جو شخص علم وعمل میں

زیادتیٔ اخلاص کو اختیار کرتا ہے تو اُس کی برکت سے لوگ اُس کے قریب تر ہوتے جاتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلنے پر ستر سال روئے اور اپنی خطا پر بھی ستر سال روئے اور اُن کے صاحبزادے قتل کیے گئے تو اُن پر چالیس سال روئے۔ اور مکہ میں سو سال مقیم رہے۔ واللہ اعلم۔ (طبقات ص۳۹)

وفات

آپ کی وفات سنہ ۱۲۰ھ کے بعد ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ

(تقریب التہذیب ص۱۵۸)

حضرت محمد ابن شہاب زہری رحمہ اللہ

نام و نسب نام محمد، والد کا نام مسلم، دادا کا نام عبید اللہ ہے۔ آپ دیارِ شام میں بود و باش رکھتے تھے۔ آپ زہری کے نام سے مشہور ہیں اور پردادا کی جانب نسبت کرکے آپ کو ابنِ شہاب بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کو صغارِ تابعین کے طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

حدیث ابن شہاب زہری نے حضرت انس بن مالکؓ اور سہل بن سعد اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہؓ سے حدیثِ نبویؐ کا درس لیا۔ اور آپ نے کبارِ تابعین سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔

ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ستر، اسّی مشائخ موجود ہوتے تھے لیکن اُن سے روایت نہیں لی جاتی تھی۔ اور جب زہری تشریف لاتے تھے تو اُن کے پاس بھیڑ لگ جاتی تھی۔ جبکہ زہری ؒ عمر میں ان حضرات سے چھوٹے تھے۔ (الکفایہ فی علم الروایۃ صفحہ ۱۹۰)

فضل وکمال عمرو بن دینار فرماتے ہیں، میں نے زہری سے بہتر حدیث روایت کرنے والا نہیں دیکھا۔

امام بخاری اپنی تاریخ میں روایت کرتے ہیں کہ زہری نے اُسّی راتوں میں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ امام زہری کثرتِ علم وفضل وحفظ وضبط کے اعتبار سے تنہا ایک جماعت کی حیثیت رکھتے تھے۔ (تاریخ حدیث محدثین صفحہ ۲۲۵)

آپ کے تلامذہ حجاز وشام کے ائمہٴ اعلام میں آپ کا شمار ہے۔ امام مالک امام اوزاعی، عمر بن عبدالعزیز اور عطاء بن ابی رباح وغیرہم نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

ارشادات

زہری کا بیان ہے کہ میں اپنے اُستاذ ومربّی عبیداللہ بن عتبہ کی اس قدر خدمت گزاری کرتا تھا کہ اُن کے گھر کی لونڈی مجھ کو اُن کا غلام سمجھتی تھی۔ وہ دریافت کرتے کہ دروازہ پر کون انتظار کر رہا ہے؟ پس اگر میں دروازہ پر ہوتا تو جا کر کہتی کہ آپ کا غلام ہے۔ میں اُن کا سب کام کاج کرتا تھا، حتیٰ کہ پانی بھی

بھرا کرتا تھا۔

ف : یہ اُن کی سعادت تھی جس کی وجہ سے وہ اس درجۂ عالی کو پہنچے جو اِس زمانہ میں عنقا ہے۔ (مرتب)

وہ فرماتے تھے کہ ایک حدیث کو معلوم کرنے کے لئے میں تین دن تک سعید بن مسیب کے پیچھے لگا رہا۔ نیز فرماتے تھے کہ ہم جب عالم کی خدمت میں جاتے تھے تو جو شائستگی اور عمدہ اخلاق و عادات ہم اُن سے سیکھتے تھے اُس کی قیمت ہماری نظروں میں علم سے کہیں زیادہ تھی۔

ف : سُبحان اللہ، اِس سے حُسن خُلق کی کیسی اہمیت معلوم ہوئی جسکی طرف سے اب عام بے اعتنائی برتی جارہی ہے۔ (مرتب)

زہری سے آخر عمر میں لوگوں نے کہا کہ آپ مسجد نبوی میں کسی جگہ بیٹھ کر تعلیم دیتے اور وعظ و تذکیر فرماتے تو بہتر ہوتا۔ زہری نے جواب دیا کہ اگر میں یہ کروں تو لوگ میرے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ اور یہ مجھے گوارا نہیں۔

ف : سبحان اللہ، اِس سے عُجب و خود پسندی سے احتراز کا کیسا اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ مرتب

اور یہ اُس وقت تک مجھے کرنا زیبا نہیں ہے جبتک کہ میں دُنیا سے بالکل بیزار اور آخرت کا پورا راغب و طلبگار نہ بن جاؤں۔

اللہ اکبر! یہ اُس شخص کا قول ہے جس کی نسبت عمرو بن دینار فرماتے تھے کہ درہم و دینار اُنکی نگاہ میں مینگنیوں سے زیادہ حقیقت نہ رکھتے تھے (مگر اُس پر بھی اُنکی نظر نہ تھی)۔

وفات

امام زہری کی وفات سنہ ۱۲۴ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

(اعیان الحجاج صہ ۴۲)

حضرت ابو عثمان النہدی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام عبد الرحمٰن، والد کا نام مُلّ، کنیت ابو عثمان، لقب امام شیخ وقت ہے۔

اسلام ابو عثمانؒ نے اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قبول فرمایا اور تین سال تک آنحضرتؐ کے عاملوں کو زکوٰۃ بھی ادا کرتے رہے مگر باریابی کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

فضل وکمال ابو قتیبہ نے کہا کہ ابو حبیب المروزی نے ہم سے بیان کیا کہ ابو عثمان النہدی کو کہتے ہوئے سنا کہ زمانۂ جاہلیت میں اُنھوں نے دو حج کئے۔

زہیر بن محمد بن عاصم نے ابو عثمان سے روایت کیا کہ میں حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ بارہ ۱۲ سال رہا۔

نماز معتمر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ابو عثمان النہدی نماز پڑھتے تھے تو اُن پر غشی طاری ہوجاتی تھی۔

عاصم احول سے روایت ہے کہ بیشک ابو عثمان النہدی مغرب وعشاء کے درمیان ۱۰۰ سو رکعت پڑھتے تھے۔ ابو حاتمؒ نے کہا کہ وہ ثقہ اور اپنی قوم کے سردار تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۷۵)

اخذِ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حضرت عمر، حضرت علی و حضرت ابن مسعود اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں سُنیں۔

ارشادات

آپ فرماتے تھے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ میرا رب مجھ کو کب یاد کرتا ہے پوچھا گیا کہ آپ یہ کیسے جانتے ہیں؟ تو فرمایا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ" (تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا) لہٰذا جب میں اُس کو یاد کروں گا تو وہ یقیناً مجھ کو یاد کرے گا۔

اسی طرح جب لوگوں کو دُعا کرتے ہوئے دیکھتے تو فرماتے کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری سُن لی۔ اس لئے کہ اُس کا ارشاد ہے کہ "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" (تمھارے رب نے فرمایا ہے کہ تم مجھے پکارو، میں تمھاری سُنوں گا۔) ان دونوں ارشادات سے آپ کی ایمانی قوت کا اندازہ لگائیے۔

وفات

آپ نے ایک سو تیس برس کی عمر میں ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

(بدایہ ص ۱۹۱ ج ۹، اعیان الحجاج ص ۶ ج ۲)

حضرت فرقد السبخی رحمۃ اللہ علیہ

نام و کنیت نام فرقد، کنیت ابو یعقوب، والد کا نام یعقوب ہے آپ نہایت سچے عبادت گزار تابعی ہیں۔

ارشادات

حضرت جعفرؒ نے فرمایا کہ حضرت فرقد سبخیؒ نے فرمایا کہ دنیا کو دودھ پلانے والی

عورت بناؤ، یعنی انّا اور آخرت کو ماں ۔ کیا تم بچّے کو نہیں دیکھتے کہ جب تک دودھ پیتا ہے اُس وقت تک پلانے والی عورت کے پاس رہتا ہے اور جب بڑا ہو جاتا ہے اور دودھ پینا چھوڑ دیتا ہے تو اپنی ماں کو پہچان لیتا ہے اُس کے بعد دودھ پلانے والی عورت کو چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس آجاتا ہے۔ پس تم لوگ دنیا کو مثل دودھ پلانے والی عورت کے سمجھو اور آخرت کو مثل ماں کے سمجھو۔

ف : سُبحان اللہ، کیا ہی خوب مثال کے ذریعہ دُنیا و آخرت کی حیثیت و نوعیت کو سمجھایا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات کس قدر حقائق شناس تھے جسکی وجہ سے اُن کو مثالوں کے ذریعہ حقائق کو سمجھانا آسان تھا۔ (مرتب)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک منادی یہ ندا کر رہا ہے کہ اے یہود کے مشابہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے شرم کرو۔ اِس لئے کہ جب اُس نے تم کو نعمتیں عطا فرمائیں تو تم نے شکر نہ کیا اور جب آزمائش میں ڈالا تو صبر نہ کیا۔

فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک عابد کا گزر ایک ریت کے ٹیلے سے ہوا جبکہ بنی اسرائیل قحط کی وجہ سے فقر و فاقہ کے شکار تھے۔ اُس عابد نے یہ تمنا کی کہ کاش یہ ٹیلہ آٹا ہو جاتا تو اِس کے سبب بنی اسرائیل کو آسودگی نصیب ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ نے اُس زمانہ کے نبی پر وحی نازل فرمائی کہ آپ اُس عابد سے کہہ دیجئے کہ اگر تمھارے پاس اِس ٹیلہ کے برابر آٹا ہوتا اور تم اُس کو صدقہ کرتے تو اُس پر تم کو جو ثواب ملتا وہ سب میں نے محض تمھاری اِس تمنا کی وجہ سے لکھ دیا۔ (طبقات صـ۳۲)

ف : اِسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

"نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ" فداہ ابی و اُمّی اُس ذاتِ پاک پر جو محض نیت وارادہ پر عمل کا کامل اجر و ثواب مرحمت فرماتا ہے۔ ہے کوئی سخی و کریم جس کا یہ دستور ہو۔ پس ایسی ذات جوّاد و کریم پر قربان نہ ہوں تو کس پر ہوں۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

میں اُن کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دِکھا اُن کی طرح کوئی اگر ہو (مرتّب)

وفات

علامہ ابن حجر عسقلانی نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت فرقدکا انتقال سنہ ۱۳۱ھ میں ہوا۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔ (تقریب التہذیب)

حضرت ماہان ابن قیس الحنفی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام عبد الرحمٰن، والد کا نام قیس، کنیت ابو سالم۔ اور بعض لوگوں نے کنیت ابو صالح نقل کی ہے۔

اخذِ حدیث حضرت ماہان حنفی نے حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ سے احادیث بیان کی ہیں۔

(صفۃ الصفوہ ج ۳ ص ۴۷)

فرمایا کرتے تھے کہ تم شرم نہیں کرتے کہ تمھارے جانور تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ آپ کا حال یہ تھا کہ تکبیر و تسبیح اور لا الٰہ الّا اللہ کے ذکر سے تھکتے نہ تھے۔ اور جب حجاج نے اُن کو سولی دی تو تختۂ دار پر

تسبیح، تکبیر و تہلیل کر رہے تھے۔

قوم صوفیہ کے اعمال کے متعلق کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کہ اُن کے اعمال تھوڑے تھے مگر اُن کے قلوب سلیم تھے۔ (طبقات ج ا ص۳۷)

وفات

علاّمہ ابن حجر عسقلانی رح نے نقل فرمایا ہے کہ آپ کو حجاج بن یوسف نے ۸۳ا ھ میں شہید کر دیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔ (تقریب التہذیب ص۵۱)

حضرت ربیع بن الحراش رحمۃ اللہ علیہ

نام، نسب اور فضل و کمال نام ربیع، والد کا نام حراش ہے۔ آپ کے بھائی حضرت سیدنا ربعی بن حراش نے فرمایا کہ ہم چار بھائی تھے۔ ان میں سے ایک بھائی ربیع بہت ہی زیادہ نماز روزہ کے پابند تھے، اُن کا انتقال ہو گیا اور ہم لوگ اُن کے ارد گرد تھے۔ ہم نے اُن کا کفن خریدنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ اِس اثنار میں اُن کے چہرے سے کپڑا ہٹ گیا تو اُنھوں نے "السّلام علیکم" کہا۔ لوگوں نے کہا "وعلیکم السّلام اے عیسیٰ علیہ السلام کے بھائی"، اور تعجب کے ساتھ کہا کہ کیا موت کے بعد بھی آدمی بات کر سکتا ہے؟ تو جواب دیا کہ ہاں! مزید یہ فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اِس حال میں ملاقات کی کہ وہ مجھ سے راضی ہے۔ اور میرا استقبال اپنی رضا کے ساتھ کیا۔ ابوالقاسم حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ اِس لئے میری نماز جنازہ جلدی پڑھو۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث مروی ہے۔ "یتکلم رجل من امتی بعد الموت" (میری امت کا ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا)

(حلیہ ج ۴ ص ۲۰۰، سیر اعلام النبلاء ص ۲۵۹ ج ۴)

آپ فرماتے تھے کہ ممکن ہو تو گمنامی ہی کو اختیار کرو۔ اس لئے کہ دنیا خراب ہو گئی ہے، لہٰذا اس کے ضرر سے بچنے کے لئے گوشہ نشینی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی مگر سب کو اپنے ساتھیوں پر صرف فرما دیا تھا۔ ان کے ایک ساتھی بیان فرماتے تھے کہ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ لگن میں آٹا گوندھ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور زبان سے یہ فرما رہے ہیں کہ جب میرا مال ختم ہو گیا تو میرے احباب نے مجھ پر جور و زیادتی کی ہے۔

ف : مگر افسوس کہ اب تو ایسا بہت ہو رہا ہے۔ اور زمانہ بیانگِ دُہل یہ کہہ رہا ہے ع کوئی کسی کا مصیبت میں آسرا نہ کرے۔

اس موقع پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ کی ایک بات جو غایتِ حکمت پر مبنی ہے یاد آئی، وہ یہ کہ حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ حضرت! جی چاہتا ہے کہ اپنی زندگی ہی میں اپنی سب جائداد اپنی سب اولاد و احباب پر تقسیم کر دوں۔ تو فرمایا کہ، مگر پھر کسی سے وفا کی امید نہ رکھئے گا۔ یعنی یہ امید ہرگز نہ رکھئے گا کہ یہ لوگ جائداد پر قبضہ کرنے کے بعد آپ کی خدمت کا حق ادا کریں گے سبحان اللہ کیسی حکمت کی بات ارشاد فرمائی جو بالکل عیاں ہے۔ ہاں مگر جو اللہ والے ہیں، اور جنکی محبت دین و ایمان کے رشتہ سے ہے، اُن سے وفا کی امید ہو سکتی ہے، مگر ایسے لوگ بھی نادر ہیں۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۱۰۴ھ میں ہوئی۔ (طبقات ج ۱ ص ۲۷)

حضرت مجاہد بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب نام مجاہد، ابوالحجاج کنیت، والد کا نام جبیر ہے۔

فضل و کمال اگرچہ آپ غلام تھے مگر علمی اعتبار سے امام وقت تھے۔ علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں: کان فقیھا عالما ثقۃ کثیر الحدیث۔ حافظ ذہبیؒ کا بیان ہے کہ وہ علم کا ظرف یعنی برتن فنجانہ تھے اور حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور ابوسعید خدری وغیرہم سے استفادہ کیا ہے۔

زہد و ورع علم کے ساتھ اُن میں زہد و ورع بھی اُسی درجہ کا تھا۔ ابن حبان لکھتے ہیں کہ " مجاہد فقیہ، متورع اور عابد وزاہد تھے۔

دنیا سے بے تعلقی وہ دُنیا سے ہمیشہ بے تعلق اور بیگانہ رہے۔ اُس سے اُن کا دل اِس قدر برداشتہ تھا کہ کسی دُنیاوی چیز میں دلچسپی نہ لیتے تھے، ہمیشہ مغموم رہا کرتے۔ اعمشؒ کا بیان ہے کہ مجاہد کو جب ہم دیکھتے مغموم پاتے، اُن سے کسی نے اِس کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ عبداللہ! دنیا میں اِس طرح رہو کہ معلوم ہو کہ تم مسافر یا راہ رو ہو۔ (سیر صحابہ صفحہ ۲۲۴)

ارشادات

حضرت لیث نے حضرت مجاہد سے بیان کیا کہ جس شخص نے اپنی ذات کو بلند سمجھا یا بلندی کا معاملہ کیا تو درحقیقت اُس نے اپنے دین کو ذلیل کیا۔ اور جس شخص نے اپنی ذات کو کمتر سمجھا اُس نے اپنے دین کو بلند کیا۔

ف : یہ اِس لئے کہ اللہ تعالےٰ کو بندے کا عجز و فروتنی پسندیدہ ہے اور اُس کے صلہ میں اُس کو عزت و برتری سے نوازتے ہیں۔ (مرتب)

اِسی طرح مجاہد ہی سے مروی ہے، اُنھوں نے فرمایا کہ جب بندہ قلب کی پوری توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُسکی طرف مومنین کے قلوب کو متوجہ فرمادیتے ہیں۔

ف : یعنی اللہ تعالےٰ خود تو اُس کی طرف نظرِ رحمت فرماتے ہی ہیں مزید مومنین کے قلوب کو بھی رحمت و شفقت کے ساتھ متوجہ فرمادیتے ہیں۔ (مرتب)

حضرت ابان بن صالح نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے تین بار اِس طرح قرآن پاک پڑھا کہ ہر آیت پر رُکتا تھا اور اُن سے اُس کے شانِ نزول اور اُس وقت کے حالات کے بارے میں سوال کرتا تھا۔

خالد بن زید نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ قرآن کہتا ہے کہ یقیناً میں تمھارے ساتھ ہوتا ہوں جب تک تم ہماری اتباع کرتے رہو گے اور اگر تم ہماری ہدایات پر عمل نہ کرو گے تو میں تم سے دور ہو جاؤں گا۔

ف : قرآن پر عمل نہ کرنے کا کتنا بڑا خسارہ ہے کہ اُس سے بڑھ کر خسارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ (مرتب)

خالد بن زید نے حضرت مجاہد سے نقل کیا کہ انسان کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں جب انسان اپنے بھائی کا ذکر خیر کے ساتھ کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اُسی کے مثل تمھارے لئے بھی ہو۔ اور اگر اُس کا ذکر بُرائی کے ساتھ کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے ابن آدم! اُس کی پردہ پوشی کرو۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص۲۰۸)

ف : اِس سے اپنے بھائیوں کی لغزشوں سے چشم پوشی اور اسکی پردہ پوشی کی کتنی اہمیت ثابت ہوتی ہے اور اِسی طرح غیبت وشکایت اور پردہ دری کی کیسی کچھ قباحت معلوم ہوتی ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ایک آدمی کو جہنم میں جانے کا حکم ہو جائے گا۔ تو کہے گا، اے میرے رب! آپ کو خوب معلوم ہے کہ میرا گمان آپ کے ساتھ یہ نہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اُس کا بخوبی علم ہے) ہاں تو بتا میرے متعلق تیرا کیا گمان تھا؟ وہ کہے گا کہ میرا گمان یہ تھا کہ آپ میری مغفرت فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اِس کو چھوڑ دو۔

ف : اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ صرف گنہگار کے مغفرت کی امید پر اُس کی مغفرت فرمادیں گے اور جہنم سے نجات دے دیں گے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (مرتب)

فرماتے تھے کہ سوتے وقت آدمی کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (یعنی کلمہ طیبہ) ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ سونا بھی ایک قسم کی وفات ہی ہے۔ اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اُس کے لئے شاید یہ سونا موت ہی نہ ثابت ہو، جس کی وجہ سے پھر اس کلمۂ طیبہ کا وِرد نہ کرسکے۔

وفات

فضل بن دکین نے فرمایا کہ آپ کی وفات بحالت سجدہ ۱۰۲؁ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر تراسی (۸۳) سال تھی۔ اور یوسف بن سلیمان نے فرمایا کہ ۱۰۳؁ھ میں اور یحییٰ بن سعید نے فرمایا کہ آپ کی وفات ۱۰۴؁ھ میں ہوئی۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۰۸)

حضرت ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب ایاس نام، ابو واثلہ کنیت، والد کا نام معاویہ، بصری سے مشہور ہیں۔ آپ تابعی ہیں۔

فضل و کمال حضرت ایاس رحؒ اپنے زمانہ کے مشہور قضاۃ میں سے تھے۔ فقہ اُن کا خاص فن تھا۔ اپنے فقہی کمال کی وجہ سے ہی وہ اُموی دور میں بصرہ کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے۔

حضرت ایاس رحؒ کو فہم و فراست سے غیر معمولی حصہ ملا تھا۔ وہ عقل و دانش کا پیکر تھے۔ اُن کے عہد کے لوگ کہتے تھے کہ ہر صدی میں ایک بڑا عاقل پیدا ہوتا ہے۔ اِس صدی کے عاقل ایاس ہیں۔ ابن عماد حنبلی رحؒ کہتے ہیں کہ اُن کی ذکاوت اور فطانت ضرب المثل تھی۔

ان کا ایک قول ہے کہ میں نے انسان کی تمام فضیلتوں کو آزمایا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ اُن فضیلتوں میں سب سے اشرف زبان کی سچائی ہے۔

ف: سبحان اللہ، کتنی سچی بات فرمائی۔ جزاہ اللہ۔ (مرتب)

روایتِ حدیث آپ نے اپنے والد حضرت معاویہؓ، انس بن مالکؓ، سعید بن مسیبؒ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی ہے اور آپ کے تلامذہ میں حضرت حمادؒ اور شعبہؒ کا شمار ہوتا ہے۔

وفات

آپ کی وفات سنہ ۱۲۲ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(سیر صحابہ والتابعین ص۶۳ ج۷)

حضرت حسن بن حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب حسن نام، خاندانِ نبوّت کے چشم و چراغ یعنی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند اور آپ کے جانشین تھے

ماں کا نام خولہ تھا۔ آپ نے حضرت حسنؓ اور عبداللہ بن جعفر سے روایت کی ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک غالی مدعیٔ محبّت سے فرمایا کہ تم لوگوں کو دعویٰ ہے کہ تم ہم سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہو۔ اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو ہم جبتک اللہ کی اطاعت کریں تم ہم سے محبت کرو، اور جب اُسکی نافرمانی کریں تو ہم سے دشمنی کرو۔

آپ کے یہ خیالات سُن کر ایک شخص نے کہا "آپ لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور اہلِ بیت میں سے ہیں۔" آپ نے فرمایا، تجھ پر افسوس ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بغیر اپنی اطاعت کے محض قرابتِ رسول کی وجہ سے کسی سے رُکنے والا ہوتا تو سب سے زیادہ اُن لوگوں کو فائدہ پہنچتا جن کے مادری اور پدری سلسلے ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے قریب ہیں (جیسے ابو طالب و ابو لہب وغیرہ)۔ اللہ کی قسم! مجھ کو خوف ہے کہ ہم اہل بیت کے گنہگاروں کو عام گنہگاروں سے دُگنا عذاب دیا جائے گا۔ اور یہ بھی امید ہے کہ ہماری جماعت کے مطیع اور محسن کو اجر بھی دُگنا ملے گا۔ تم لوگوں کی حالت پر افسوس ہے، اللہ سے ڈرو اور ہمارے بارے میں قولِ حق کہو۔ کیونکہ وہ اُس چیز کو جسے تم چاہتے ہو، بدرجہ اَتم پورا کرنیوالا ہے، اور ہم بھی قولِ حق ہی سے تم سے راضی ہو سکتے ہیں۔

وفات منصور نے آپ کو قید کر دیا تھا، قید خانہ ہی میں ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ اُس وقت عمر اٹھاسّی برس تھی۔ (تابعین)

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب زید نام، ابو اُسامہ کنیت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غلامی کا شرف رکھتے تھے۔

فضل وکمال زید اُس بزرگ اور محترم ہستی حضرت عمرؓ کے غلام تھے جس کے ادنیٰ صحبت یافتہ علم وعمل کا پیکر بن گئے۔ زید تو اُن کے خاص غلاموں میں تھے، اِس لئے اُنھوں نے کس قدر علم وعمل کی دولت حاصل کی ہوگی۔ اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے زیادہ اُن کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سرچشمۂ علم سے فیض حاصل کیا۔ اُن کے فیضِ صحبت نے زید کو دولتِ علم سے مالامال کر دیا تھا اور اُن کا شمار علمائے مدینہ میں ہونے لگا تھا۔

مسجدِ نبوی میں حضرت زیدؒ کا حلقۂ درس تھا۔ امام زین العابدینؒ تک اپنے خاندانی حلقۂ درس کو چھوڑ کر اُس حلقہ میں شریک ہوتے تھے۔

ف: یہ کتنی عبرت ونصیحت کی بات ہے کہ خاندانی برتری کو پسِ پشت ڈال کر طلبِ علم کے لئے اپنے پروردہ علم وعمل غلام کی مجلس میں حاضری دیتے تھے۔ (مرتب)

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ "وہ صالح تابعی تھے، اُن کو ایک نظر دیکھ لینے سے عبادت کی قوت پیدا ہوتی تھی"۔ ابو حازم کہتے تھے "خدایا! تو خوب جانتا ہے کہ میں زید کو اِس لئے دیکھتا ہوں کہ اُنکو دیکھنے سے تیری عبادت کی طاقت آتی ہے۔ جب اُنکی نظر کا یہ اثر تھا تو اُن سے ملاقات اور گفتگو کا کیا اثر ہوگا۔"

وفات: ۱۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (تابعین ص ۱۲۸)

قاضی شریح بن حارث رحمہ اللہ تعالےٰ

نام و نسب شُریح نام، ابوامیہ کنیت۔ قاضی شریحؒ عجم کے اُن خانوادوں میں سے تھے جو کندہ کے حلیف بن کر یمن میں آباد ہو گئے تھے۔

فضل و کمال قاضی شریح نے بہت سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا تھا اور اُن کی صحبت اُٹھائی تھی۔ پھر وہ فطرۃً نہایت ذہین و طباع تھے اس لئے علمی اعتبار سے اُنھوں نے اپنے اقران میں نہایت ممتاز حیثیت حاصل کی تھی۔

امام نووی رحؒ لکھتے ہیں کہ "شریحؒ کی توثیق، دینداری، فضل و کمال، ذکاوت اور اُن کی روایات سے احتجاج پر سب کا اتفاق ہے"۔

ایک قاضی کے لئے جن اوصاف اور صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام شریحؒ کی ذات میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ جن کو زبانِ رسالت سے " اَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ " کی سند ملی تھی، قاضی شریح کو " اَقْضَی الْعَرَبْ " (عرب کا سب سے بڑا قاضی) فرماتے تھے۔ (تہذیب الاسماء ج۱ ص۲۴۳)

نکتہ رسی اور دقیقہ سنجی چونکہ قاضی شریحؒ نہایت ذہین اور زیرک تھے اس لئے اہلِ مقدمہ کی ظاہری حالت سے دھوکہ نہ کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے ایک مرد پر استغاثہ دائر کیا اور عدالت میں آکر زار و قطار رونے لگی۔ امام شعبیؒ بھی موجود تھے اُنھوں نے قاضی شریح سے کہا، یہ عورت مظلوم معلوم ہوتی ہے۔ قاضی شریحؒ نے فرمایا۔ رونا مظلومیت کا ثبوت نہیں ہے۔ برادرانِ یوسف علیہ السلام بھی باپ کے پاس روتے ہوئے ہی آئے تھے۔

فتنہ سے کنارہ کشی

وہ فتنہ و فساد ناپسند کرتے تھے۔ اُن کی زندگی میں بڑے بڑے سیاسی انقلابات ہوئے۔ عبدالملک اور ابن زبیرؓ کا ہنگامہ برسوں جاری رہا، جس کی لپیٹ سے بہت کم لوگ محفوظ رہے، لیکن قاضی شریحؒ کا دامن اُس سے بھی بچا رہا۔ اس ہنگامہ کے زمانہ میں وہ چند برسوں کے لئے مستعفی ہو گئے تھے۔ اس میں پڑنے سے وہ اتنی احتیاط برتتے تھے کہ کسی سے اُس کے حالات تک نہ پوچھتے تھے۔ لوگ بھی اُنکی بے تعلقی دیکھ کر اُن سے کوئی تذکرہ نہ کرتے تھے۔ (تابعین ص۱۰۴)

ف: اللہ غنی۔ جب خیرالقرون کے زمانہ میں قاضی شریحؒ کی احتیاط و کنارہ کشی کا یہ عالم تھا تو یہ زمانہ جو مکر و خدع کا دور ہے۔ ہر طرف غلط و گندی سیاست کا دَور دورہ ہے۔ اس لئے ہم جیسے لوگوں کو برطرف رہنے میں ہی سلامتی ہے ہاں مگر عام مسلمین کی آفات و بلیّات میں ہمدردی و غمخواری سے بالکل کنارہ کش بھی نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ اپنی سلامتی و حفاظت کے ساتھ اُن کی نصرت کر سکتا ہے تو ضرور کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنا فریضہ سمجھنا چاہیئے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

عہدۂ قضاء پر تقرر

عہدۂ قضاء پر تقرر سے پہلے اُن کی یہ استعداد و صلاحیت مشہور ہو چکی تھی اور لوگ متنازعہ فیہ معاملات میں اُن کو حَکَم بناتے تھے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کے ایک فیصلہ کو دیکھ کر اُنھیں کوفہ کا قاضی بنا دیا۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے بشرط پسندیدگی ایک گھوڑا خریدا اور امتحان کے لئے ایک سوار کو دیا۔ گھوڑا سواری میں چوٹ کھا کر داغی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے واپس کرنا چاہا، گھوڑے کے مالک نے

گھوڑا واپس لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر نزاع ہوئی اور قاضی شریح ثالث بنائے گئے۔ انھوں نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر گھوڑے کے مالک سے اجازت لیکر سواری کی گئی تھی تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں۔

ایک دوسری روایت میں اس واقعہ کی شکل یہ ہے کہ گھوڑا امتحان میں ہلاک ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کو واپس کرنا چاہا، اِس پر تنازعہ ہوا۔ اور شریح حکم مقرر ہوئے۔ اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ جس کو خریدا ہے اُس کو لینا ہوگا، یا جس حالت میں لیا تھا اسی حالت میں اُسے واپس کرنا ہوگا۔ اِس فیصلہ پر حضرت عمرؓ نے اُن کو کوفہ کا قاضی بنا دیا۔

حضرت علیؓ کے خلاف فیصلہ

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی زرہ کہیں گر پڑی اور ایک ذمّی کے ہاتھ لگی۔

حضرت علیؓ نے شریح کی عدالت میں دعویٰ کیا۔ شریح نے ذمی سے پوچھا، تم کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا کہ میری ملکیت کا ثبوت یہ ہے کہ زرہ میرے قبضہ میں ہے۔ شریح نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس اسکی کوئی شہادت ہے؟ کہ زرہ گر گئی تھی؟ اُنھوں نے حضرت حسنؓ اور قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ شریح نے کہا، قنبر کی شہادت تو قبول کرتا ہوں، لیکن حسنؓ کی شہادت کو مسترد کرتا ہوں حضرت علیؓ نے فرمایا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" شریح نے کہا۔ سُنا ہے، لیکن میں باپ کے موافقت میں لڑکے کی شہادت کو معتبر نہیں سمجھتا۔ اس فیصلہ کو حضرت علیؓ نے تسلیم کر لیا۔ اور زرہ یہودی کے پاس رہنے دی۔ اس فیصلہ کا یہودی پر اتنا اثر ہوا کہ اُس نے خود اقرار کر لیا کہ زرہ آپ ہی کی ہے

اور تمھارا دین سچا ہے۔ مسلمانوں کا قاضی امیر المومنین کے خلاف فیصلہ کرتا ہے اور وہ بلا چون وچرا اسے تسلیم کر دیتا ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے سچے رسول تھے۔ حضرت علیؓ کو اس کے اسلام سے اتنی مسرت ہوئی کہ اس یادگار میں اُنھوں نے وہ زرہ اپنی طرف سے اس کو دیدی۔

اپنے بیٹے کے خلاف فیصلہ قاضی شریحؒ کے ایک لڑکے اور بعض دوسرے اشخاص کے درمیان کسی حق کے بارے میں تنازع تھا۔ لڑکے نے اُن سے واقعات بتا کر پوچھا کہ اگر میرا حق نکلتا ہو اور مقدمہ میں کامیابی کی امید ہو تو میں دعویٰ کروں، ورنہ خاموش رہوں۔ شریحؒ نے مقدمہ کی نوعیت پر غور کر کے دعوےٰ کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن جب مقدمہ پیش ہوا تو لڑکے کے خلاف فیصلہ دیا۔ فیصلہ دے کر جب گھر لوٹے، تو لڑکے نے کہا، اگر میں نے پہلے آپ سے مشورہ نہ کر لیا ہوتا تو مجھ کو آپ سے کوئی شکایت نہ ہوتی۔ لیکن مشورہ دینے کے بعد آپ نے مجھے ذلیل کیا۔ شریحؒ نے جواب دیا۔ جان پدر! تو مجھے اُن لوگوں کے، جیسے روئے زمین بھر کے آدمیوں سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ مجھے تجھ سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ جب تو نے مجھ سے مشورہ کیا تو مقدمہ دیکھنے کے بعد مجھے اُن لوگوں کا حق نظر آیا۔ اگر میں اُس وقت تجھ سے ظاہر کر دیتا تو، تو اُن سے صلح کر لیتا۔ اور ان لوگوں کا حق ضائع ہو جاتا۔

وفات آپ کی وفات کے سال میں اختلاف ہے۔ ۷۶ھ سنہ سے ۷۹ھ سنہ کے درمیان کسی سال میں انتقال ہوا۔

(تابعین)

حضرت عُبَیدُ اللہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب عبیداللہ نام، ابو عبداللہ کنیت، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ کے پوتے ہیں۔

فضل وکمال آپ کا گھر علم وعمل کا گہوارہ تھا۔ اُس ماحول نے اُن کو علم وعمل کا مجمع البحرین بنا دیا تھا۔ آپ ممتاز تابعی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ، ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ سے فیض اُٹھایا تھا۔

فقہ فقہ میں خصوصیت کے ساتھ اُن کا پایہ نہایت بلند تھا۔ امام ابوجعفر کا بیان ہے کہ علم احکام اور حلال وحرام کی معرفت میں اُن کا مقام بہت بلند تھا۔ اُن کے تفقہ کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک تھے۔

زہد وعبادت زہد وعبادت اُن کا خاص وصف تھا۔ خلیفۂ ارشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اُنہی کے تربیت یافتہ تھے۔ اُن پر اِن کے اخلاقی کمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ عبیداللہ کی ایک گھڑی کی صحبت اور تھوڑی دیر اُن کے ساتھ ہمنشینی مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے۔ اللہ کی قسم! اُن کی ایک رات میں بیت المال کے ایک ہزار دینار سے خریدنے کو تیار ہوں۔ لوگوں نے کہا، امیرالمومنین! بیت المال کے تحفظ میں شدت واہتمام کے باوجود آپ ایسا فرماتے ہیں؟ جواب دیا۔ اللہ کی قسم! میں اُن کی رائے، اُن کی نصیحت اور اُن کی نصیحت کے وسیلہ سے ایک ہزار کے بجائے بیت المال میں ہزارہا ہزار داخل کردوں گا

اُن سے گفتگو کرنے سے عقل میں تازگی پیدا ہوتی ہے، قلب کو راحت ملتی ہے، غم دور ہوتا ہے اور ادب سُدھرتا ہے۔

ف: غور فرمائیے کہ عمر بن عبدالعزیز جیسا خلیفۂ راشد صحبت کے متعلق کیسی فضیلت اور اُس کی کیسی تاثیر بیان فرما رہا ہے۔ مگر اب تو صحبتِ صالحین کے کلمہ کے سُننے سے ہی گویا الرجی ہوتی ہے۔ اسی لئے تو اکثر اہل علم، علم کی برکت اور باطن کی نورانیت سے محروم کے محروم ہی رہ جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ (مرتب)

وفات

باختلافِ روایت ۹۸ سنہ ھ یا ۹۹ سنہ ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔

(سیر صحابہ ج ۷ ص ۲۶۵)

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ تعالےٰ

نام ونسب قاسم نام، ابو محمد کنیت، حضرت ابو بکر صدیق کے صاحبزادے محمد کے فرزند ہیں۔ کم سنی میں یتیم ہوگئے تھے۔

فضل وکمال مدینہ منورہ کے مشہور سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی آغوشِ شفقت میں لے کر اُن کی تربیت کی تھی۔ فقہ حضرت قاسم کا خاص فن تھا۔ اِس میں اُن کو درجۂ امامت واجتہاد حاصل تھا۔

حضرت قاسم میں جس پایہ کا علم تھا، اُسی درجہ کا عمل بھی تھا۔ اُنکی ذات جملہ فضائل واخلاق کی جامع تھی۔ وہ اپنے جدِّ بزرگوار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا

مثنیٰ (مشابہ) تھے۔ زبیر کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کی اولاد میں میں نے اُس نوجوان (قاسم) سے زیادہ اُن سے مشابہ کسی کو نہیں پایا۔

خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اُن کے علمی و اخلاقی کمالات کے اِتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے کہ اگر خلافت کا فیصلہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کو خلیفہ بنا دیتا۔

اعترافِ حق حق پرست ایسے تھے کہ اپنے باپ کی غلطی کو بھی غلطی سمجھتے تھے اور اُن کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے تھے۔

اُن کے والد محمد بن ابی بکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شدید مخالفین میں تھے۔ اور باغیوں کے ساتھ کاشانۂ خلافت میں گھس گئے تھے۔ قاسم اُن کی اِس غلطی کو مانتے تھے اور اُن کے لئے سجدہ میں بارگاہِ الٰہی میں دُعا کرتے تھے کہ اے اللہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں میرے والد کے گناہ بخش دے۔

وفات باختلاف روایت ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(سیر صحابہ صفحہ ۱۷۲)

حضرت نافع بن جُبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب نافع نام، ابو محمد کنیت، قریش کے مشہور سردار مطعم بن عدی کے پوتے تھے۔

فضل و کمال علمی اعتبار سے حضرت نافعؒ اکابر تابعین میں تھے۔ وہ مدینہ منورہ کے صاحبِ افتاء علماء میں سے تھے۔

اصلاحِ نفس کا داعیہ وہ عمداً ایسے کام کرتے تھے جو غرور و گھمنڈ کے خلاف ہوں

تاکہ نفس کی اصلاح ہو۔

جعفر بن نجیح کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نافع بن جبیرؒ علار بن حرقی کے حلقۂ درس میں جو حرقہ کے غلام تھے، شریک ہوئے، علار کے درس تمام کرنے کے بعد نافع نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں آپ لوگوں کے پاس کیوں آکر بیٹھا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا، درس سُننے کے لئے۔ نافع نے کہا، نہیں، بلکہ اس لئے کہ آپ کے پاس بیٹھنے سے اللہ کے پاس تواضع کا اظہار ہو۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے ایک بہت معمولی شخص کو امامت کیلئے بڑھا دیا۔ نماز ختم ہونے کے بعد اُس سے پوچھا، جانتے ہو، میں نے تم کو کیوں آگے بڑھایا تھا۔ اُس نے کہا، نماز پڑھانے کے لئے۔ کہا، نہیں! بلکہ اس لئے کہ تمھارے پیچھے نماز پڑھنے سے اللہ کے حضور میں تواضع ظاہر ہو۔

ف: سبحان اللہ، اصلاح نفس کی کیسی فکر تھی کہ کبر و غرور سے حفاظت کے لئے اپنے چھوٹوں کے درس میں شریک ہوتے اور کبھی اُن کو امام بنا کر اُن کی اقتدار کرتے، تاکہ نفس میں انکسار اور شکستگی پیدا ہو، جو اللہ کو پسند ہے جیسا کہ شرح احیار میں حلیہ سے مالک بن دینارؒ کی روایت ہے کہ: قَالَ مُوسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ اَيْنَ اَبْغِيكَ قَالَ عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے میرے رب! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن لوگوں کے پاس جو دل شکستہ ہوں۔ (بیاض خاص حضرت مصلح الامتؒ مطبوعہ جدید مضامین حدیث ص۶)

وفات

۹۳ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (سیر صحابہ ص۱۲۵)

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب یحییٰ نام، ابوسعید کنیت۔ نسباً انصاری، مدینہ میں سے تھے۔

فضل و کمال حضرت یحییٰؒ علمی اعتبار سے اپنے دور کے ممتاز ترین تابعین میں تھے۔ یحییٰ القطانؒ کہتے ہیں کہ "یحییٰ بن سعید کو زہری پر اس حیثیت سے تفوق حاصل ہے کہ زہریؒ کے بارے میں لوگوں کا اختلاف موجود ہے، لیکن اُن کے بارے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

ابتدا میں مدینہ کے قاضی تھے۔ پھر دولتِ عباسیہ کے قیام کے بعد ابوجعفر منصور عباسی نے اُنھیں بُلا کر قاضی القضاۃ کے جلیل القدر منصب پر سرفراز کیا۔

بعض زرّیں اصول یحییٰ بن سعیدؒ بعض نہایت زرّیں اصول ارشاد فرماتے تھے جو آج بھی مذہبی مسائل میں ادنیٰ اختلاف پر ایک دوسرے کو ہدفِ ملامت بنانے والوں کے لئے سبق کا کام دے سکتے ہیں۔

فرماتے تھے، اہلِ علم اہلِ وسعت ہیں۔ مفتیوں میں مسائل میں ہمیشہ سے باہم اختلاف ہوتا چلا آیا ہے۔ ایک شخص ایک شئے کو حرام کہتا ہے اور دوسرا حلال، لیکن اس اختلاف سے کوئی دوسرے پر عیب نہیں لگاتا۔

ف: اس زمانہ میں خاص طور سے اُن اکابر فقہاء کے اس اُسوہ حسنہ پر عمل کرنا چاہئے مگر افسوس کہ اب تو اس معاملہ میں بہت ہی جرأت و بیباکی سے کام لیا جاتا ہے۔ معمولی معمولی باتوں کے اختلاف کی صورتیں میں فسق بلکہ کفر تک کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ العیاذ باللہ (مرتب)

وفات: ۱۴۳ھ میں ہاشمیہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (سیر صحابہ ص۲۴۴ ج۵)

حضرت یزید بن حبیب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

نام و نسب یزید نام، ابو رجاء کنیت، قریش کی شاخ بنی عامر بن لوئی کے غلام تھے۔ ۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔

فضل و کمال فضل و کمال کے لحاظ سے مصر کے ائمہ تابعین میں تھے حافظ ذہبی رحمہ انھیں الامام الکبیر لکھتے ہیں۔ مصر میں انہی کی ذات سے دینی علوم کا صحیح ذوق پیدا ہوا۔ فقہ میں اُنھیں بڑی دستگاہ حاصل تھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ نے مصر میں یزید بن حبیب کو افتار کے منصب پر فائز کیا تھا۔

علم کی عظمت علم کا بڑا وقار قائم رکھتے تھے اور اِس سلسلہ میں کسی امیر کے آستانہ پر جانا گوارا نہیں تھا۔ جس کو ضرورت ہوتی اُس کو خود اپنے یہاں بُلاتے تھے۔ ایک مرتبہ ریان بن عبدالعزیز نے آپکے پاس کہلا بھیجا آپ میرے پاس آئیے، میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپنے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم خود میرے پاس آؤ۔ میرے پاس تمھارا آنا تمھارے لئے زینت اور میرا تمھارے پاس جانا تمھارے لئے عیب والا ہے۔

صاف گوئی ایک مرتبہ آپ بیمار پڑے، حوثرہ بن سہیل امیر مصر آپ کی عیادت کیلئے آیا اور پوچھا، جس کپڑے میں مچھر کا خون لگا ہو اُسمیں نماز پڑھنے کے متعلق آپکا کیا خیال ہے؟ یہ سُن کر آپنے اُس کیطرف سے منہ پھیر لیا اور اُس سے گفتگو بند کردی۔ یہ دیکھکر حوثرہ اُٹھ گیا۔ آپنے اُسکی طرف دیکھ کر کہا کہ روزانہ خلق اللہ کا خون کرتے ہو اور مجھ سے مچھر کے خون کے متعلق پوچھتے ہو؟

وفات: مروان کے عہدِ حکومت میں ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ (سیر صحابہ صفحہ ۵۵)

حضرت نافع بن کاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب نافع نام، ابو عبداللہ کنیت، والد کا نام کاؤس یا ہرمز تھا۔ عجمی النسل تھے۔ نافع کس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے ؟ قیاس یہ ہے کہ کسی جنگ میں گرفتار ہو کر اُن کے حصّے میں پڑے ہوں گے یا ابن عمرؓ نے اُن کو خریدا ہوگا۔

فضل و کمال مسلمانوں کی غلام نوازی کے طفیل میں اُن کے غلام کمالات کے جن مدارج تک پہنچے، نافع رح بھی اُسکی روشن مثال تھے۔ مسلمانوں کے غلاموں کی علمی تاریخ میں نافع نہایت ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ خوش قسمتی سے نافع کو آغازِ عمر ہی سے عبداللہ بن عمرؓ جیسے صاحبِ کمال بزرگ کی تربیت میسر آگئی تھی۔ اُنہی کے سایہ میں ان کی نشو و نما ہوئی۔ نافع رح نے کامل تیس سال تک ابن عمرؓ کی خدمت کی۔ ان میں تحصیلِ علم کی فطری صلاحیت و استعداد تھی۔ شفیق آقا کی صحبت اور تربیت نے اُن کے جوہر کو چمکا کر اقلیمِ علم کا تاجدار بنا دیا۔ اُن کی علمی جلالت پر تمام علماء و اربابِ سیر کا اتفاق ہے۔

امام نووی رح لکھتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی تھے۔ اُن کی توثیق و جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ خلیلی کا بیان ہے کہ نافع رح مدینہ کے ائمہ تابعین میں امام فی العلم تھے۔ خود حضرت ابن عمرؓ کو اپنے اِس نامور غلام کی ذات پر فخر تھا۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے نافع کے ذریعہ سے ہم پر احسان کیا ہے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بحرِ بیکراں تھے۔ نافع اُسی بحر سے سیراب ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اُن کی احادیث کا بڑا حصّہ محفوظ کرلیا تھا۔ حافظِ حدیث بنانے کے لئے تنہا ابن عمرؓ کی روایات کافی ہیں، نافع رحؒ کی علمی تشنگی نے اُس سمندر کے علاوہ دوسرے سرچشموں سے بھی اپنی پیاس بجھائی تھی۔ چنانچہ ابن عمرؓ کے علاوہ صحابہؓ میں حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابوسعید خدری رضؓ، اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔ اِن بزرگوں کے فیض نے اُن کو جماعتِ تابعین میں نہایت ممتاز حافظِ حدیث بنا دیا تھا۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ حافظ ذہبی رحؒ انکو امام العلم لکھتے ہیں اور اُن کا شمار حفاظ کے طبقۂ اولیٰ میں کرتے ہیں۔ کیفیت کے لحاظ سے نافع رحؒ کی روایات طلائے خالص کا حکم رکھتی ہیں۔

خلیل کا بیان ہے کہ نافع رحؒ پر تمام اربابِ فن کا اتفاق ہے وہ صحیح الروایۃ ہیں۔ بعض لوگ اُنھیں حضرت سالم پر بھی جن سے اُنھوں نے سماعِ حدیث کیا تھا ترجیح دیتے تھے، بعض اُن کے ہم پایہ سمجھتے تھے۔ اُن کی تمام روایات غلطیوں سے پاک ہیں۔

خصوصاً ابن عمرؓ سے اُنکی روایات میں کسی شک و شبہہ کا احتمال ہی نہیں ہے امام مالکؒ فرماتے تھے کہ جب میں ابن عمرؓ کی حدیث نافع کی زبان سے سُن لیتا ہوں تو پھر اِس کی پرواہ نہیں کرتا کہ دوسرے کے بیان سے اُسکی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں۔ محدّثین کے نزدیک مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کا سلسلہ روایت سلسلۃ الذہب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فقہ آپ اپنے نامور آقائے شفیق کے فیض سے فقہ میں بھی کامل تھے۔ حافظ ابن حجرؒ اُن کو نافع الفقیہ لکھتے ہیں۔ صحابہؓ کے بعد مدینہ کے صاحبِ علم وافتاءٗ جماعت کے رُکن رکین تھے۔ لیکن اپنے آقازادہ سالم بن عبداللہ کی زندگی بھر جو مدینہ کے فقہائے سبعہ میں تھے اور نافع کے اُستاذ تھے پاسِ ادب سے فتویٰ نہیں دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اُن کے علم کے اتنے قائل تھے کہ اُنھیں مصر کے مسلمانوں کو سُنّت کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا تھا۔

وفات

۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (تابعین ص۴۹۸، ۵۰۲)

حضرت رجاء بن حیوۃ رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب رجا نام، ابو نصر کنیت، والد کا نام حیوۃ بن جرول ہے۔

روایتِ حدیث آپ تابعی ہیں۔ آپنے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابودرداء، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے سماعِ حدیث کیا ہے۔

فضل وکمال فضل وکمال کے اعتبار سے حضرت رجاء بن حیوۃ رحؒ شام کے اکابر علماء میں تھے۔ علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں۔

"کان ثقۃ عالما فاضلا کثیر العلم"

علامہ نووی لکھتے ہیں: اُن کی جلالت اور اُنکی شخصی اور علمی فضیلت پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ حدیث اور فقہ دونوں میں کمال رکھتے تھے۔ حافظ ذہبیؒ اُنھیں امام اور شیخ اہل الشام لکھتے ہیں۔ مطر الوراق کہتے تھے۔

کہ رجاء بن حیوۃ سے افضل شامی اور اُن سے زیادہ روایات میں فقیہ شخص سے میں نہیں ملا۔

اپنے ہمعصر علماء میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اُس عہد کے تمام علماء اُن کے کمالاتِ علمی کے معترف تھے۔ مکحول جو شام کے بڑے نامور عالم تھے ان کو اپنا شیخ، اپنا آقا اور سارے اہلِ شام کا سردار کہتے تھے۔ اُن کی موجودگی میں مکحول خود کسی مسئلہ کا جواب نہ دیتے تھے۔ موسیٰ بن یسار کا بیان ہے کہ ایک شخص نے مکحول سے مسجد میں کوئی مسئلہ پوچھا۔ اُنھوں نے اُس سے کہا، ہمارے شیخ اور ہمارے سردار رجاء بن حیوۃ سے پوچھو۔ ابن عون کہتے تھے کہ رجاء بن حیوۃ کا مثل شام میں نہیں دیکھا، ابن سیرین کا مثل عراق میں اور قاسم کا مثل حجاز میں نہیں دیکھا۔

زہد و عبادت اِس علم کے ساتھ وہ بڑے عابد و زاہد تھے۔ ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ شام کے عبادت گزار اور زاہد لوگوں میں تھے۔ اِس زہد و تقویٰ کی وجہ سے وہ اُمراء اور سلاطین سے ہمیشہ بے نیاز رہے اور کسی کے آستانہ پر حاضری نہیں دی۔ ایک مرتبہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ آپ حاکمِ وقت کے پاس کیوں نہیں جاتے؟ جواب دیا۔ میرے لئے اُس ربّ العالمین کی ذات کافی ہے جس کے لئے میں نے اُنکو چھوڑا ہے۔

ف: سُبحان اللہ، کیا ہی خوب جواب دیا جو آپ کے کمال توحید اور صدقِ توکل پر دال ہے۔ (مرتب)

ایک اہم کارنامہ ان کا سب سے اہم کارنامہ اور سب سے بڑی دینی خدمت یہ ہے کہ اُنھوں نے ہی سلیمان بن عبدالملک

کو حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا تھا۔ اِس لئے "اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ" کے مطابق وہ بھی اِس کارِ خیر میں شریک ہیں۔ (تابعین ۱۲۳)

ارشاد ایک صاحب نے حضرت رجاء بن حیوۃ رح کو رخصت کرتے ہوئے کہا، اے ابو مقدام! اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمھاری حفاظت کریں۔ اُنھوں نے ارشاد فرمایا، اے میرے بھائی! اس کے حفاظت کی دعا نہ کرو بلکہ یہ دعا کرو کہ ایمان محفوظ رہے۔ (حلیہ ص ۱۹۳ ج ۵)

وفات

۱۱۲ سنہ ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ (تابعین)

حضرت زر بن حبیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب: زر نام، ابو مریم کنیت، نسباً اسدی تھے۔

فضل و کمال: نووی لکھتے ہیں کہ وہ کبار تابعین میں تھے۔ اُن کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔

قرآن: قرآن کے ممتاز قاری اور عالم تھے۔ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں: کان عالماً بالقرآن قارئاً فاضلاً۔ قرآن کا درس بھی دیتے تھے۔

زیارتِ صلحاء زر بن حبیش رح کہتے ہیں کہ میں اہل کوفہ کے ایک وفد کے ساتھ نکلا۔ خدا کی قسم! میرے سفر کا مقصود یہی تھا کہ میں مہاجر و انصار صحابۂ کرام رض کی زیارت اور ملاقات سے مشرف ہو جاؤں، جب

میں مدینہ پہنچا تو میں اُبی بن کعب اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے پاس رہا کرتا تھا۔

وہ خود کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں میں نے مدینہ کا قصد کیا، جس کا مقصود صحابہ کرام رضؓ سے ملاقات کرنا ہی تھا۔ چنانچہ صفوان بن عسال سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا، کیا آپ کو صحبتِ رسولؐ کی سعادت حاصل ہے؟ انھوں نے جواب دیا، ہاں! بلکہ میں نے آپؐ کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی ہے۔ (حلیۃ الاولیار صہ۲۰۲)

روایتِ حدیث آپ نے حضرت عمر بن الخطاب، اُبی بن کعب، عثمان غنی، حضرت علی، عمار بن یاسر اور حضرت عباس رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے۔

نصائح سوید کلبی فرماتے ہیں کہ حضرت زر بن حبیش نے عبدالملک بن مروان کو ایک نصیحت نامہ لکھا۔ جس کے آخر میں انھوں نے لکھا: تم اپنی اچھی جسمانی صحت کی وجہ سے لالچی و حریص نہ ہو جانا کیونکہ تم اپنے بارے میں جانتے ہو، اس لئے پہلوں کی کہی ہوئی باتوں کو یاد کرو۔

اور اس کے بعد دو شعر نقل فرمائے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب انسان صاحبِ اولاد ہو جاتا ہے اور درازیٔ عمر کی وجہ سے اُس کا جسم کمزور ہو جاتا ہے اور اُس کو بیماریاں لگ جاتی ہیں تو اُس وقت اُس کے لئے اپنے بچوں سے فائدہ اُٹھانے کا وقت ہو جاتا ہے۔

جب اُس نے خط پڑھا تو اتنا رویا کہ اُس کے کپڑے کا ایک حصّہ تر ہو گیا

اور اُس نے کہا کہ حضرت زر نے سچ کہا، اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات لکھتے تو وہ اس کے مقابلہ میں کم ہوتی۔ (صفۃ الصفوۃ ص۲۰ ج۲)

وفات

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ ۸۱؁ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور حضرت خلیفہ کہتے ہیں ۸۲؁ھ میں انتقال ہوا۔ آپ اس دار فانی میں ایک سو بیس سال قیام پذیر رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (صفۃ الصفوۃ ص۱۳ ج۳)

حضرت عمرو بن مُرّۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب عَمرو نام، ابو عبداللہ کنیت، والد کا نام مُرّہ ہے۔
حضرت عمرو بن مُرّہ رحؒ علمی اعتبار سے کوفہ کے ممتاز علماء میں تھے۔ حافظ ذہبی رحؒ لکھتے ہیں؛ کان ثقۃ ثبتا اماما۔ مسعر کہتے ہیں کہ میں نے اُن سے افضل کسی کو نہیں پایا۔

حدیث حفظِ حدیث کے لئے یہ سند کافی ہے کہ حافظ ذہبی ان کو حافظ کا لقب دیتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی انھیں حفاظِ کوفہ میں شمار کرتے تھے۔ حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے اعمش رحؒ سے عمرو بن مرّہ کے علاوہ کسی کی تعریف نہیں سُنی۔ وہ کہتے تھے کہ ابن مرّہ اپنی روایات میں مامون تھے۔ شعبہ کہتے تھے کہ تمام راویانِ حدیث سے حدیثوں میں کچھ نہ کچھ ردوبدل ہوجاتا ہے، صرف ابن عون اور عمرو بن مرّہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اساتذہ وتلامذہ حدیث میں اُنھوں نے عبداللہ بن ادفی، ابو وائل، مرۃ الطیب، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ جیسے علماء سے استفادہ کیا تھا۔ اور ابو اسحٰق سبیعی، اعمش، اوزاعی، ثوری اور شعبہ رحمہم اللہ وغیرہم آپ کے تلامذہ میں تھے۔

نماز میں اخلاص اِس علم کے ساتھ وہ عمل کے زیور سے بھی آراستہ تھے نماز اِس خضوع سے پڑھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ پڑھتے ہی مغفرت ہو جائے گی۔ شعبہ بیان کرتے ہیں کہ جب جب میں نے عمرو بن مرۃ رح کو نماز پڑھتے دیکھا ہمیشہ یہی خیال ہوا کہ نماز سے لوٹنے کے قبل ہی عند اللہ اُن کو قبولیت کی نعمت حاصل ہو جائے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ اُن کی مغفرت ہو جائے گی۔ (تابعین ص۳۴۷)

ارشادات

آپ فرماتے تھے کہ میں اللہ عزوجل کی پناہ چاہتا ہوں اِس بات سے کہ میں یہ گمان کروں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مومنوں کو عذاب دیں گے۔ اِسی طرح اللہ عزوجل کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں خیال کروں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومنوں کے چہروں کو سیاہ کر دیں گے۔

ف: سبحان اللہ، کیسی رجاء اور حسن ظن کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمائے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جس شخص نے آخرت کو مطلوب بنایا، اُس نے دنیا کو تباہ کیا اور جس شخص نے دنیا کو مطلوب بنایا اُس نے آخرت کو تباہ کیا۔ تو تم لوگ فانی کو تباہ کرو باقی کے لئے۔

ف: اس لئے تم کو چاہئے کہ آخرت کے لئے دنیا کی تباہی کو گوارا کرو۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ابلیس نے کہا، بنی آدم مجھ سے کیسے نجات حاصل کرسکتا ہے؟ کیونکہ جب وہ غصّہ ہوتا ہے تو میں اُس کی ناک میں ہوتا ہوں اور جب خوش ہوتا ہے تو میں اُس کے دل میں ہوتا ہوں۔

فرماتے تھے کہ ایک شخص جنت میں داخل ہوا تو اُس نے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه کہا تو اُس کا ایک درجہ بلند ہوا، پھر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه کہا تو پھر ایک درجہ بلند ہوا۔ تو فرشتہ نے کہا کہ کیا تم کو شرم نہیں آرہی ہے کہ کتنا تم اپنے رب سے سوال کررہے ہو۔ تو اُس آدمی نے جواب دیا کہ کیا تم نے کبھی میرے رب سے کچھ سوال کیا ہے؟ اس کے بعد ابو سنان نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (کہف ۳۹)

(حلیہ ج ۵ ص ۱۰۹ نمبر شمار ۲۹۸)

وفات

سنہ ۱۱۶ھ میں وفات پائی۔ جنازہ میں عبدالملک بن میسرہ کی زبان پر یہ کلمہ تھا کہ خیر البشر تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (تابعین)

حضرت عمرو بن عبداللہ سبیعی رحمۃ اللہ علیہ

نام اور خاندان نام عمرو، والد کا نام عبداللہ، دادا کا نام علی، کنیت ابو اسحٰق۔ آپ کا خاندان ہمدان میں مشہور تھا۔ اور عہدِ اسلامی میں آپ کا خاندان کوفہ میں آباد ہوگیا تھا۔ اور آپ کے دادا علی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کے خاندانی اعزاز کا خیال کرتے ہوئے پندرہ ہزار پانچ سو آپ کا اور آپ کے اہل وعیال کا سو سو روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔

ولادت آپ کی پیدائش حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری دور یعنی جب تین سال باقی رہ گئے تھے تب ہوئی۔

فضل وکمال آپ کی نشو ونما مرکزِ علم کوفہ میں ہوئی تھی۔ آپ کے اندر تحصیلِ علم کی فطری استعداد وصلاحیت تھی۔ اِسی وجہ سے آپ نے علمارِ کوفہ سے پورا پورا فیض اٹھایا۔ اور آپ کا شمار اکابرِ علمار میں ہو گیا۔

علامہ نوری رح لکھتے ہیں کہ اُن کی توثیق اور جلالتِ شان پر سارے علمار کا اتفاق ہے۔ اور امام ذہبیؒ نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ " آپ علم کا خزانہ تھے۔ آپ قرآن پاک کے بہترین قاری تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب آپ کو عمرو القاری

کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اور آپ نے اِس علم کو اُس زمانہ کے مشہور علمار ابو عبد الرحمٰن سلمی اور اسود بن یزید سے حاصل کیا تھا۔

نیز آپ کا شمار اکابر حفّاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اور اُن کے علاوہ بہت سے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے۔

زہد و عبادت اِس علم کے ساتھ عمل بھی اُسی درجہ کا تھا۔ بڑے عابدُ زاہد تھے۔ حافظ ذہبی رح لکھتے ہیں کہ "کَانَ صَوَّامًا قَوَّامًا مُتَبَتِّلًا" (یعنی وہ بہت روزہ رکھنے والے، راتوں میں نماز پڑھنے والے اور لوگوں سے علٰحدہ رہنے والے تھے) آپ تین دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور بکثرت روزے بھی رکھتے تھے۔ لیکن بعد میں جب آپ کے قوی کمزور پڑگئے اور عبادتِ شاقہ کے متحمل نہ رہ گئے تھے تو آپ کے معمولات میں فرق آگیا تھا۔ لیکن پھر بھی آپ مہینہ میں تین دن اور ہر جمعہ و دوشنبہ کو اور اشہر حرام میں پابندی سے روزے رکھتے تھے۔ اور ایک رکعت میں پوری سورۂ بقرۃ ختم کرتے تھے۔

ف : کثرتِ عبادت کی روایت متعدد تابعین سے مروی ہے اِس سے معلوم ہوا کہ کثرتِ عبادت بدعت نہیں بلکہ عین سُنّت ہے خوب سمجھ لیں۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (مرتب)

وفات سنہ ۱۲۷ھ یا سنہ ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ تقریبًا سو سال کی عمر پائی۔ رحمہ اللہ تعالٰی۔ (تابعین صـ ۵۲۲)

حضرت یحییٰ ابن ابی کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و نسب یحییٰ نام، کنیت ابو نصر الطائی، والد کا نام صالح اور کنیت ابو کثیر ہے۔

فضل و کمال حضرت یحییٰ ابن ابی کثیرؒ ہدایت و بصیرت کے پیکر، متقی و پرہیزگار اور استنباط و اجتہاد کی دولت سے مالا مال بزرگ ہیں۔ آپ خشوع و خضوع کے پیکر تھے۔ آپ نے تحصیلِ علم میں بہت زیادہ مشقت برداشت کی ہے۔ آپ تابعی ہیں۔ ابوامامہ باہلی سے روایت کی ہے۔

ارشادات

فرماتے تھے کہ جسمانی راحت کے ساتھ علم نہیں آتا۔ نیز کہتے ہیں کہ علم و آگہی کی میراث سونے اور چاندی کی میراث سے کہیں بہتر ہے اور یقین صالح موتی سے بہتر ہے۔

فرماتے تھے کہ قرآن کریم کا سیکھنا سکھانا اور علم فقہ کا حاصل کرنا نماز کا درجہ رکھتا ہے۔

ف: یعنی جیسے نماز سے عنداللہ ثواب ملتا ہے اور یہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے ویسے ہی قرآن پاک سیکھنے سکھانے سے بھی قربِ خداوندی اور ثواب حاصل ہوتا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ قیامت کے دن بندے سے نماز کے متعلق سوال ہوگا اگر نماز درست ہوگی تو دوسرے اعمال بھی درست ہوں گے اور اگر نماز میں فساد ہے تو دوسرا کوئی عمل درست نہیں ہوگا۔

ف : اِس سے کِس قدر نماز کی اہمیت معلوم ہوئی۔ اِس لئے اُس کو نہایت اہتمام کے ساتھ سُنّت کے مطابق ادا کرنے کا خیال رکھنا چاہیئے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ حقیقی عالِم وہی ہے جس کو اللہ کی خشیّت حاصل ہو۔

ف : اللہ تعالےٰ اپنے ارشاد "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" میں اسی مضمون کو بیان فرما رہے ہیں کہ دراصل علماء وہی ہیں جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں۔ (مرتّب)

نیز فرماتے تھے کہ علماء مثل نمک کے ہیں اور یہی نمک ہر چیز کی اصلاح و درستگی کا ذریعہ ہے۔ اور جب نمک ہی فاسد ہو جائے تو اُس کو کوئی درست نہیں کرسکتا۔ پھر وہ اِس لائق ہو جاتا ہے کہ قدموں سے روند کر پھینک دیا جاتا ہے۔

ف : اِس لئے علماء کو اپنی حقیقت پہچاننا چاہیئے اور اپنی اصلاح کی فکر رکھنی چاہیئے تاکہ دوسروں کی اصلاح کا ذریعہ بنیں۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کی نظروں میں بھی ذلیل وخوار ہو جائیں۔ بتلائیے کہ یہ ایک جلیل القدر تابعی رحؒ کا ارشاد ہے جو کس قدر گراں قدر اور قابلِ توجہ ہے۔ واللہ الموفّق۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ انسان کا اپنی اچھائیوں کو یاد رکھنا اور برائیوں کو بُھلا دینا نادانی و بے وقوفی ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ اعمال میں سب سے بہتر تقویٰ ہے اور عبادات میں سب سے بہتر تواضع ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ دو موقعوں پر جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے اور حورعین

بناؤ سنگار کرتی ہیں اوّل نماز کے وقت، دوم جہاد کے وقت۔ اور جب آدمی نماز و جہاد سے لوٹتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے حور اور جنت کا سوال نہیں کرتا تو حوریں کہتی ہیں؛ تیرا ناس ہو، تو نے اللہ سے ہم کو کیوں نہیں مانگا اور جنت کا سوال کیوں نہیں کیا۔ **ف**: ان بشارتوں اور جزاؤں کو عمل کرنے والوں کو پیش نظر رکھنا عین دین و طریق ہے۔ خوب سمجھ لیں۔ (مرتب)

نیز فرماتے تھے کہ چغلخور ایک گھڑی میں جتنا فتنہ و فساد برپا کرتا ہے جادوگر ایک مہینہ میں بھی نہیں کر پاتا۔

ف: اس سے چغلی کی کتنی قباحت معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ فساد کی نیت سے باتوں کو ادھر سے اُدھر پہنچانا یہی نمیمہ و چغلی ہے۔ چنانچہ حدیث کی رو سے چغلخور فاسق ہے "النمّام فاسق" ایسے ہی حضور پاک ؐ نے غیبت کرنے والے کو بھی فاسق فرمایا ہے "القتّات فاسق" اس لئے دونوں سے پرہیز لازم ہے۔ (مرتب)

حضرت یحییٰ فرماتے تھے کہ بہترین دوست وہ ہے جو اپنے ساتھی سے یہ کہے کہ آؤ موت سے پہلے نماز روزہ کر کے آخرت کی تیاری کرلیں۔ اور بدترین ہمنشیں وہ ہے جو اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ موت سے پہلے خوب کھا پی کر اور عیش کر کے دُنیا سے سیر ہو جائیں چاہے آخرت برباد ہی کیوں نہ ہو جائے۔

وفات

عامر بن یساف کہتے ہیں کہ یحییٰ ابن ابی کثیر خوبصورت و خوش پوش تھے لیکن مرتے وقت صرف تیس درہم چھوڑے، جس کے ذریعہ اُنکی تجہیز و تکفین کی گئی۔ اُن کی وفات ۱۲۹ سنہ ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

(حلیۃ الاولیاء، ص۶۸)

حضرت ایوب ابن ابی تمیمہ سختیانی رح

نام ونسب ایوب نام، ابوبکر کنیت، والد کا نام کیان تھا لیکن وہ کنیت ابوتمیمہ سے زیادہ مشہور ہیں۔

فضل وکمال ایوب اگرچہ غلام تھے لیکن کمالِ علم وعمل سے بہرہ ور تھے علامہ ابن سعد لکھتے ہیں " کان ثقة ثبتا فی الحدیث جامعا عدلا ورعا کثیر العلم حجة ۔ آپ تابعی ہیں۔

امام نووی رح لکھتے ہیں کہ اُن کی جلالت، اُن کی امامت، اُن کے حفظ، اُن کی توثیق، اُن کے وفورِ علم، اُن کی فہم اور اُنکی سربلندی پر سب کا اتفاق ہے۔

امام ابن عماد حنبلی اُن کو علمائے اعلام میں لکھتے ہیں۔

بصرہ کے ممتاز ترین حفاظِ حدیث میں تھے۔ امام ذہبی رح لکھتے ہیں کہ وہ حفاظِ حدیث اور علمائے اعلام میں تھے۔ حدیث میں اُنھوں نے بڑے بڑے تابعین سے فیض پایا تھا۔ حدیث میں اُن کی وسعتِ علم کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ اُن کی مرویات کی تعداد آٹھ سو اور بعض روایات کے مطابق دو ہزار تک پہنچتی ہے۔

امام مالک رح، سفیان ثوری رح، ابن عیینہ رح، ابن ابی عرویہ رح، معمر رح، اعمش رح، قتادہ رح اور شعبہ رح وغیرہ جیسے اکابر علماء اور ائمہ آپ کے خوشہ چینوں میں تھے

فقہ میں بھی اُن کو پورا کمال حاصل تھا۔ شعبہ رح اُنھیں سید الفقہاء کہتے تھے۔ لیکن اُن کی انتہائی احتیاط کی وجہ سے ان کے کمالاتِ فقہی

ظاہر نہ ہو سکے۔ چونکہ انسان کسی بلند اور عالی مرتبہ پر پہنچ کر مشکل ہی سے عُجب و غرور سے بچ سکتا ہے، اِس لئے حضرت ایوبؒ ہمیشہ اُس سے خائف رہتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ کون انسان اس سے محفوظ رہ سکتا ہے جبکہ ایک شخص حدیث بیان کرتا ہے اور اس کی بنا پر قوم کے دل میں ایک مقام حاصل کر لیتا ہے، اُس وقت اُس کے دل میں بعض چیزوں (مثلاً عُجب و غرور وغیرہ) کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ لیکن اُن کا دامن اُس سے محفوظ تھا۔

علم کا ایک پندار یہ بھی ہے کہ صاحبِ علم اپنی لاعلمی دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دے۔ لیکن حضرت ایوبؒ بہت سے سائلوں کو صاف جواب دیتے رہتے تھے کہ مجھے نہیں معلوم۔ اور بعض سائلوں سے کہہ دیتے کہ کسی دوسرے صاحب علم سے پوچھ لو۔

حضرت ایوبؒ میں جس درجہ کا علم تھا اُس سے کچھ بڑھ کر زہد و تقویٰ تھا امام مالکؒ کا بیان ہے کہ وہ علمائے باعمل صاحبِ خشوع بڑے عبادت گزار اور اخیار لوگوں میں تھے۔ چالیس مرتبہ حج کے شرف سے مشرف ہوئے لیکن ہمیشہ عبادت و ریاضت کو چھپاتے تھے۔

ارشاد فرماتے تھے کہ آدمی کے لئے اپنے زہد کا چھپانا ظاہر کرنے سے بہتر ہے ساری ساری رات عبادت کرتے تھے، لیکن لوگوں سے چھپانے کے لئے صبح کو اس طرح آواز بلند کرتے کہ سُننے والوں کو معلوم ہو کہ ابھی سو کر اُٹھے ہیں۔

محبّتِ رسولؐ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات عالی سے

والہانہ شیفتگی تھی، حدیثِ نبویؐ سن کر ایسا زار و قطار روتے کہ دیکھنے والوں کو رحم آجاتا۔ امام مالکؒ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اُن کے اکرام کو دیکھ کر اُن سے حدیثیں شروع کردی تھیں۔

اِس عقیدت و محبت کا نتیجہ اِتباع سنت میں اہتمام تھا۔ حماد بن زیدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں جن جن لوگوں کے پاس بیٹھا اُن میں سب سے زیادہ افضل اور متبع سُنّت حضرت ایوبؒ کو پایا۔

طبعاً نہایت خوش خُلق تھے۔ حماد بن زید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ایوبؒ سے زیادہ لوگوں سے تبسم اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا جب کوئی بیمار ہوتا، یا کسی کے یہاں موت ہو جاتی تو وہ عیادت اور تعزیت کیلئے ضرور جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ وہ شخص اُنکی نگاہوں میں سب سے زیادہ معزز اور محترم ہے۔ ایسے مواقع پر وہ معمولی معمولی درجہ کے لوگوں کے یہاں بھی ضرور حاضری دیتے تھے۔ یعلی بن حکم نامی ایک غلام اُن کا ہم محلہ تھا، وہ مرگیا اُسکی صرف ایک ماں تھی، حضرت ایوبؒ اُس کے یہاں تین دن تک برابر گئے اور اُس کے دروازے پر بیٹھتے تھے۔

وفات

سنہ ۱۳۱ھ میں بصرہ میں طاعون کے مرض میں وفات پائی۔ عمر شریف تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

(تابعین ص ۵۳، ۵۸)

حضرت ابو عُبیدہ ابن عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ

نام ونسب نام عامر، کنیت ابو عبیدہ، والد کا نام عبداللہ اور دادا کا نام مسعود ہے۔ آپ کا شمار کوفہ کے مشہور علماءُ و عُبّاد میں ہوتا ہے آپ بہت زیادہ ذکر و شغل کرنے والے تھے۔ آپ تابعی ہیں۔

ارشادات

فرماتے تھے کہ جب تک آدمی کا دل اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے نماز میں مشغول ہو، اگرچہ وہ بازار میں موجود ہو۔ اور اگر دورانِ ذکر ہونٹ اور زبان بھی ذکر میں مشغول ہوں تو یہ اس سے بھی بڑا درجہ ہے۔

فرماتے تھے کہ ایک شخص سرِراہ اشرفیوں سے بھری تھیلی لے کر بیٹھ جائے اور ہر گزرنے والے کو ایک ایک اشرفی دیتا رہے اور ایک دوسرا شخص اُسی کے ساتھ بیٹھ کر اللہ کی بڑائی کے گُن گالے، تو اللہ کی بڑائی بیان کرنے والا زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

فرماتے تھے کہ ایک ظالم روزگار اس ہٹ دھرمی پر اُتر آیا کہ میں یہ دیکھ کر رہونگا کہ آسمانوں میں کون بستا ہے، اور وہاں کس کی حکومت ہے؟ جب اللہ سُبحانہ و تعالےٰ نے اُس کی اس طغیانی کو دیکھا تو اپنی ایک کمزور ترین مخلوق اُس پر مسلط کردی۔ چنانچہ ناک کے راستہ سے ایک پسّو اُس کے دماغ میں گھس گیا، جس نے اُس کی نیند حرام کردی۔ اُس نے اپنے حاضر باشوں کو حکم دیا کہ میرے سر میں زور زور کی ضربیں لگاؤ۔ چنانچہ اُنھوں نے

تعمیلِ حکم میں اُس کے سر میں خوب ضربیں لگائیں یہاں تک کہ اُس کے دماغ کے کل پرزے خراب ہوگئے۔ اور ایک معمولی سا کیڑا اُسکی موت کا سبب بن گیا۔ (حلیۃ الاولیاء ص۱۷۱ ج۲)

ف: چنانچہ ہر زمانہ میں ایسے متکبرین پیدا ہوتے رہے ہیں جو دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے مقابلہ کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اُن کے کبر وغرور کو توڑ دیتا ہے اور دُنیا ہی میں اُن کو رُسوا وذلیل کر دیتا ہے۔ چنانچہ جب یہ آیت "فَمَنْ يَّأْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ" (یعنی بھلا بتاؤ، اگر تمھارا یہ پانی خشک ہوجائے تو کون لائے گا تمھارے پاس چشموں سے بہتا ہوا صاف سُتھرا پانی؟) مگر جب اُس زمانہ کے بعض متکبرین نے سنا تو بڑی ہی گستاخی سے کہا کہ ہم زمین سے کھود کر پانی نکال لیں گے۔ اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے اُس کی آنکھ کی رطوبت (پانی) جذب کرلیا اور غیب سے ندا سُنائی دی کہ اے گستاخ! تو زمین کی تہوں سے پانی کیا لائے گا؟ تو اپنی آنکھ کا پانی لے آ۔ ظاہر ہے کہ اُسکی وجہ سے وہ اندھا ہوگیا تھا۔ دل کا اندھا تو تھا ہی آنکھ کا بھی اندھا ہوگیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ شانِ خداوندی میں گستاخی کرنے سے اللہ رب العزت محفوظ رکھے۔ آمین! (معارف القرآن ص۳۲۸ ج۸)

نمرود کے نتھنے میں ایک مچھر کا داخل ہونا اور اذیت پہنچانا

اسی طرح نمرود بن کنعان نامی ایک بادشاہ گزرا ہے جس نے اپنے زمانہ میں پوری دُنیا پر بادشاہت کی ہے۔ جس کی وجہ سے اُس کے دماغ میں رعونت وانانیت پیدا ہوگئی تھی۔ سرکشی، تکبر ونخوت اور غرور دل میں ایسا سما گیا تھا کہ وہ

دعوئ ربوبیت کر بیٹھا اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بحث ومباحثہ کیا۔ جس کا تذکرہ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ وہ آیات یہ ہیں :۔

" اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ ۔ اِلی ۔ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ہ (بقرہ پ۳ آیت ۲۵۸)

اُس ناہنجار بادشاہ کے پاس اللہ تعالےٰ نے اپنا ایک فرشتہ بھیجا۔ اس نے بار بار آکر دعوتِ توحید دی، ہر بار اُس نے انکار کیا۔ آخر میں فرشتہ نے کہا، کہ تو اپنا لشکر تیار کر میں اپنا لشکر لے کر آتا ہوں۔ نمرود زبردست فوج لے کر میدان میں آگیا۔ اُدھر اللہ تعالےٰ نے مچھروں کا دروازہ کھول دیا، بڑے بڑے مچھر نمرودیوں پر آگرے اور تھوڑی دیر میں اُن کا خون، گوشت اور پوست سب کھا پی گئے اور سب ہلاک ہو گئے۔ ایک مچھر نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اُس کا دماغ چاٹتا رہا۔ نمرود ایسے سخت عذاب میں رہا کہ اُس سے موت ہزار ہا درجہ بہتر تھی، اپنا سر دیواروں اور پتھروں پہ مارتا پھرتا تھا، ہتھوڑوں سے کچلواتا تھا۔ بدنصیب اِسی طرح ذلیل ہو کر مرا۔

اعاذنا اللہ منہ۔ (ابن کثیر اردو ص۳۲۴ ۱)

ف : چنانچہ اللہ تعالےٰ آج کے دور میں بھی بڑے بڑے دانشمندوں کے کبر و غرور اور جاہ و منصب کے متوالوں کے نشہ کو چوڑ چوڑ فرماتے رہتے ہیں مگر کور چشموں کی آنکھ نہیں کھلتی، بلکہ مزید طغیان و تمرد کی طرف بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج و ڈھیل ہے۔ فیا حسرتا علی العباد۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات سنہ ۱۸۰ھ کے بعد ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

(تقریب التہذیب)

حضرت ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ

نام، نسب و پیدائش عائذ نام، والد کا نام عبداللہ، دادا کا نام عمرو کنیت ابو ادریس خولانی ہی سے زیادہ مشہور ہیں۔ غزوۂ حنین کے سال ۸ھ عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔

فضل و کمال صاحب علم و عمل تابعین میں سے تھے۔ شام کے ممتاز علماء میں ان کا شمار تھا۔ حافظ ذہبی رح لکھتے ہیں کہ ابو ادریس خولانی عالم اھل الشام۔۔۔ الفقیہ احد من جمع بین العلم والعمل

ابو ادریس خولانی رح شام میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جانشین قرار پائے تھے۔

حدیث آپ نے حضرت عمر، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بلال (رضی اللہ عنہم) وغیرہ سے احادیث روایت کی ہے۔ حافظ ذہبی نے اکابر حفاظ کے زمرے میں اُن کے حالات لکھے ہیں۔

فقہ شام کے مشہور فقہاء میں تھے۔ امام زہری رح آپ کو شام کے فقیہ علماء میں شمار کرتے تھے۔ طبری نے آپ کا ذکر شام کے اُن علماء کے ساتھ کیا ہے جو فقیہ اور حلال و حرام کے احکام کے عالم تھے۔

ارشادات

آپ فرماتے تھے، اے اللہ! میری آنکھوں کو اشکبار بنا دے اور میری خاموشی کو فکر اور میری بات کو ذکر کر دے۔

آپ نے فرمایا: میں نے ضحاک سے خراسان میں ملاقات کی اور میرے

اوپر پرانے چمڑے کا جبہ تھا تو ضحاک نے کہا کہ اے ابوادریس!
صاف قلب گندے کپڑے میں بہتر ہے گندے قلب سے جو صاف کپڑے میں ہو
آپ نے فرمایا کہ جس نے اپنے غموں کو ایک غم کر دیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو
بقیہ تمام غموں سے بے نیاز کر دیں گے۔
آپ نے فرمایا کہ قرآن تو خوشخبری دینے اور ڈرانے اور فرائض اور قصوں
اور خبروں اور اوامر ونواہی کی نشانی ہے۔
آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی پوشیدہ چیزیں ظاہر
نہیں فرماتے جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی رہتی ہے۔
اور فرماتے تھے کہ اگر میں ایک جماعت کو دیکھوں جو مسجد میں آگ روشن
کر رہی ہے تو یہ میرے نزدیک بہتر ہے اِس سے کہ کوئی غیر فقیہ آدمی بیان کرے۔
ف: مگر افسوس کہ جاہل سے جاہل آدمی مسجدوں میں بیان کرتا ہے
مگر اُس سے زیادہ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ کوئی عالم علم وفقہ کی بات
فتنہ کے ڈر سے اُس سے کہہ نہیں سکتا۔ العیاذ باللہ (مرتب)
فرماتے تھے کہ میرے نزدیک کسی دل میں بدعت کا ہونا زیادہ قبیح ہے
اِس بات سے کہ مسجد کے کسی حصہ میں آگ لگی ہو۔
اور آپ فرماتے تھے کہ اِس اُمت سے خشوع ختم کر دیا جائیگا یہاں تک کہ
کوئی خاشع باقی نہیں رہے گا۔
ف: بظاہر اِس کا مصداق تو یہی زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
ہم سب کو خشوع وخضوع کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔ آمین! (مرتب)
وفات: آپ کی وفات ۸۰ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (تابعین ص ۵۲۱)

حضرت اویس خولانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی پوشیدہ چیزیں ظاہر نہیں فرماتے جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی رہتی ہے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص بغیر عمل کے حدیث بیان کرتا ہے وہ فقیہ نہیں ہے۔

فرماتے تھے کہ زبان کی درستگی لوگوں میں تمھاری وقعت بڑھاتی ہے اور دل کی درستگی اللہ کے نزدیک عزت قائم کرتی ہے۔

آپ اپنا کوڑا مسجد میں لٹکائے رہتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جانوروں سے زیادہ کوڑے کا سزاوار میں ہوں۔ اور جب آپ میں سُستی آنے لگتی تو اپنی پنڈلیوں پر کوڑا مارتے تھے۔ آپ کی کرامت یہ تھی کہ بغداد کے دریائے دجلہ میں پانی پر چلتے تھے۔ (طبقات ۱۳)

ف : یہ آپ کی کرامت تھی جو آپ کی طاعات کا ثمرہ تھا۔ چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ " الاحوال ثمرات الاعمال " یعنی جب آدمی ظاہری طاعتوں کو بجالاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے باطنی نعمتوں سے سرفراز فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے مومنین اور کافرین کے بعض خاص حال میں فرق کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ " اِنَّ اَھْلَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَحْصُلُ لَھُمْ ھٰذَا الْحَالُ اِلَّا بَعْدَ الْمُبَالَغَۃِ فِی اِتِّبَاعِ الشَّرِیْعَۃِ بِخِلَافِ الْکُفَّارِ (الیواقیت والجواہر ۲۶)

یعنی اللہ والوں کو یہ حال شریعت کی اتباع میں مبالغہ کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے بخلاف کفّار کے۔ (مرتب)

حضرت ابو وائل بن سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و نسب شقیق نام، ابو وائل کنیت، والد کا نام سلمہ تھا۔ نسباً قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تھے۔ شقیق اپنے نام سے زیادہ کنیت سے مشہور ہیں۔

عہد رسالت ابو وائل عہد رسالت میں موجود تھے لیکن کم سن تھے۔ عمر بن مروان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابو وائل سے پوچھا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں! آپ کو دیکھا تھا، لیکن اس وقت میں نوخیز لڑکا تھا۔ لیکن بروایت صحیح وہ تابعی ہیں۔

فضل و کمال علمی اعتبار سے ابو وائل کوفہ کے ممتاز علماء میں تھے۔ حافظ ذہبی رح ان کو کوفہ کا شیخ اور عالم لکھتے ہیں۔ علامہ نووی رح لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔

خشیت الٰہی ان کے دل پر خشیت الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ جب ان کے سامنے تذکیر و تخویف ہوتی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

زہد و عبادت عبادت ان کا خاص مشغلہ تھا۔ حضرت ابن حبان رح کا بیان ہے کہ وہ ثقات میں تھے۔ کوفہ میں بود و باش اختیار کر لی تھی اور یہاں کے عابد و زاہد لوگوں میں تھے۔ آپ کی عبادت کا خاص وقت تاریکی شب تھا۔ سجدہ میں نہایت الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرتے

تھے، خدایا مجھے معاف کر اور میری مغفرت فرما۔

ف : جب ایک تابعی کی بیقراری اور طلب مغفرت کا یہ عالم تھا تو پھر ہم گنہگاروں کا کیا حال ہونا چاہیئے۔ (مرتب)

جہاد فی سبیل اللہ اور دنیا سے بے تعلقی

دنیا سے محض برائے نام تعلق تھا۔ رہنے کیلئے ایک معمولی سا چھپر کا جھونپڑہ تھا، جس میں وہ اوران کا رفیق جہاد گھوڑا رہتا تھا۔ جب جہاد کیلئے جانے لگتے تو چھپر اکھاڑ دیتے، جب واپس آتے تو پھر بنا لیتے۔

ف : سبحان اللہ، کیا زہد و قناعت اور دنیا سے بے تعلقی تھی، جوامت کیلئے موجب عبرت و نصیحت ہے۔ (مرتب)

کسب حلال

کسب حلال کا بڑا خیال تھا۔ مفت کی دولت کے انبار (ڈھیر) کے مقابلہ میں حلال کے ایک درہم کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ تجارت کا ایک درہم مجھے اپنے وظیفہ کے دس دراہم سے زیادہ پسند ہے۔

ف : اس سے اپنے ہاتھ کی کمائی کی کتنی عظمت معلوم ہوئی۔ (مرتب)

انکی ذات باعث برکت تھی

آپ کے انہی اخلاقی اور روحانی کمالات کی وجہ سے لوگ انکو اپنے لئے باعث رحمت و برکت سمجھتے تھے۔ حضرت ابراہیم کہتے تھے کہ ہر مقام میں ایک ایسی ہستی ضرور ہوتی ہے جس کے طفیل میں وہ آبادی بلاؤں سے محفوظ رہتی ہے، مجھ کو امید ہے کہ شقیق بھی ایسے ہی لوگوں میں ہیں۔

ارشادات

فرماتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ اُن کے علاوہ

کسی اور سے ڈروں۔

فرماتے تھے کہ جبتک آدمی کا قلب اللہ کے ذکر میں مشغول ہے اُسوقت تک وہ نماز میں ہے، اگرچہ وہ بازار ہی میں کیوں نہ ہو۔ اور اگر قلب کے ساتھ اُس کے ہونٹ بھی ذکر اللہ کے ساتھ متحرک ہوں تو اور بہتر ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ قوم اور تم میں کس قدر فرق ہو گیا ہے۔ کہ اُن کی طرف دُنیا نے ارادہ کیا تو وہ بھاگے، اور تم سے دُنیا نے منہ موڑا تو تم اُسکے پیچھے پیچھے دوڑے۔

فرمایا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ تم بظاہر تو اللہ کے ولی معلوم ہو، اور فی الحقیقت اللہ کے دشمن ہو۔ (طبقات ص ۳۵ ج ۱)

ف : یعنی بظاہر دستار و گفتار سے تم کو لوگ ولی سمجھیں، مگر درحقیقت اللہ کے نزدیک ؏ ناؔرفتہ رہِ صدق و صفا گامے چند" کے مصداق ہو۔ (یعنی صدق وصفا کے راستہ میں چند قدم بھی نہ چلے ہو) (مرتب)

وفات

آپ کی وفات ۸۲ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ و نوّر اللہ مرقدہٗ (تابعین ص ۵۵)

حضرت بکر بن عبد اللہ مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ

نام، نسب، فضل و کمال بکر نام، باپ کا نام عبد اللہ تھا۔ نسبی تعلق قبیلہ مزینہ سے تھا۔ بکر علمائے بصرہ میں تھے اور ان کے علمی کمالات کی وجہ سے "شیخ البصرہ" حضرت حسنؓ کے مقابلہ میں ان کا لقب "فتی البصرہ" تھا۔ حدیث کے ممتاز حفاظ میں تھے۔

فارغ البالی اور تحدیث نعمت

اللہ تعالیٰ نے حضرت بکرؒ کو دنیاوی حیثیت سے بہت فارغ البال بنایا تھا اور وہ تحدیث نعمت کیلئے امیرانہ اور عیش و راحت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اچھے لباس کے بڑے شائق تھے۔ چار چار ہزار تک کی قیمت کا لباس استعمال کرتے تھے۔ مزاج میں بڑی نفاست تھی۔ ایک مرتبہ چار سو کی ایک چادر خریدی، درزی نے لباس قطع کرنے کے لئے اس پر مٹی سے نشان لگانا چاہا تو حضرت بکرؒ نے روک دیا اور کافور پسوا کر اس سے نشان لگوایا

ف : سبحان اللہ! ایک تابعی محدّث کے قیمتی چادر استعمال فرمانے سے معلوم ہوا کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔ (مرتب)

اس فراغت و اطمینان کی حالت میں بھی وہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا ایک گدائے بے نوا سمجھتے تھے، اور ہمیشہ اس کے فضل و کرم کے طالب رہا کرتے تھے۔

ف : عبدیت کا یہی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ہمیشہ طلبگار اور امیدوار رہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے استغنار غایت درجہ کے خسران بلکہ طغیان کی علامت ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ (مرتب)

ارشادات

شرط رفاقت کے سلسلہ میں فرماتے تھے کہ اگر تمھارے ساتھی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے اور تم اس کا اتنا بھی انتظار نہ کرو کہ وہ اپنا تسمہ درست کر لے، یا وہ پیشاب کیلئے بیٹھے اور تم اس کے فارغ ہونے کا انتظار نہ کرو، تو تم اس کے ساتھی نہیں ہو۔

ف : یقیناً ایسا کرنا دنیوی سفر میں حق رفاقت کی ادائیگی میں قصور ہے اسی طرح راہِ آخرت کے سالکین کو بھی اپنے کمزور ضعیف ساتھیوں کی رعایت کرنی چاہئے، تاکہ وہ بھی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ (مرتب)

نیز فرماتے تھے کہ زیادہ باتیں نہ کیا کرو۔ اگر تم نے صحیح و درست باتیں کیں تو اس کا کوئی اجر نہ ملے گا (ہاں اگر دین کی باتیں ہوں تو اور بات ہے) اور اگر غلط کیں تو تم سے ان کا مواخذہ ہوگا۔ (تابعین ص۱۲۱)

ارشادات

آپ فرماتے تھے کہ مجھے اپنے اعمال میں سے جس عمل پر زیادہ اعتماد ہے وہ مرد صالح کی محبت ہے۔ آپ عرفات میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ قسم اللہ کی، اگر میں نہ ہوتا تو امید تھی کہ ان سب کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیتا۔

اور فرمایا کہ آدمی اس وقت تک متقی نہ ہوگا جب تک کہ طمع و غضب میں محتاط نہ ہوگا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس قدر میرے لباس اور مکان کے اسباب میں زیادتی ہوتی گئی، اسی قدر اللہ کی ناراضی زیادہ ہوتی گئی۔ اور مال کے خرچ کرنے میں جس قدر میں نے بخل کیا اسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوری بڑھتی گئی۔

آپ کا قول ہے کہ جب تم اپنے بھائیوں کی طرف سے جفا دیکھو تو سمجھ لو کہ تم سے کسی گناہ کا ارتکاب ہوا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو۔ اور جب ان سے محبت کا معائنہ کرو تو سمجھ لو کہ تم نے کوئی طاعت کی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ اور جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ لوگوں کے عیبوں پر نگاہ اور انکی پوری خبر رکھتا ہے تو سمجھو کہ اس کے ذریعہ مکر میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔

وفات آپ کی وفات بصرہ میں بقول علامہ ابن حجر ۱۰۸ھ میں ہوئی۔ (تقریب التہذیب) اور طبقات میں ۱۰۸ھ مذکور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت محمد بن قاسم فاتح سندھ رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ہندوستان کو فتح کرنے والا پہلا نوجوان سپہ سالار جس نے پہلی بار برعظیم پاک و ہند کے علاقہ سندھ پر قدم رکھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی جرأت، بہادری، نرم دلی، حسن سلوک اور دانش و حکمت سے غیر مسلموں کو متاثر کیا۔ کتنے ہندو اس کے اخلاقی اوصاف سے متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۱۴۱۹)

تقریب التہذیب میں ص ۸۸۹ پر آپ کا تابعی ہونا مذکور ہے۔

حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب اپنی تصنیف "یاد ایام" میں یوں رقمطراز ہیں:۔

گجرات سے اسلامی تعلیمات کی ابتداء مشہور ہے کہ سب سے پہلے اسلامی تعلیمات ہندوستان میں ملک سندھ کے ساتھ وابستہ ہوئی، اور سنہ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم ثقفی نے ریگستان سندھ کو طے کر کے جو عرب کے ساتھ خصائص مرز بوم (ولادت کی جگہ) کے لحاظ سے بہت سی باتوں میں مشابہت رکھتا ہے ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کی جس کے حدود ایک طرف راجپوتانہ سے ملتے تھے اور دوسری طرف وادی کشمیر سے اور یہ سلطنت کم و بیش ۱۲۰ برس تک مسلمانوں کے زیر حکومت و اقتدار رہتی آئی۔ مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سب سے پہلے دوربین نگاہ گجرات کے سرسبز پہاڑوں پر پڑی تھی اور ان کا یہ مطمح نظر اس وقت تک قائم رہا جب تک وہ گجرات پر قابض و

دستصرف نہیں ہو گئے۔ (یادایام ص۴۳)

عرب تاجروں کی نقل و حرکت

اس زمانے میں عرب تاجر خلیج فارس اور بحیرۂ عرب کے راستے دور دور تک مال تجارت لے جاتے تھے۔ ان تاجروں میں سے بہت سے ان ہی ممالک میں آباد ہو گئے تھے۔ جزیرہ سراندیپ میں مقیم بعض عرب تاجروں کا انتقال ہو گیا۔ وہاں کا راجہ مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس نے ان عرب تاجروں کے اہل و عیال کو ایک جہاز کے ذریعہ واپس کیا اور ولید کے دربار میں پیش کرنے کے لئے قیمتی تحائف بھی بھیجے۔

دیبل کے قریب راجہ داہر، حاکم سندھ کے سپاہیوں نے جہاز کو لوٹ لیا اور عرب عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔ جب اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے گورنر حجاج بن یوسف کو یہ خبر ملی تو اس نے سندھ کے راجہ داہر کو خط لکھا کہ ڈاکوؤں کو سزا دیکر ہمارے قیدیوں کو رہا کر دو اور ان کا مال و اسباب واپس کر دو۔ داہر نے جواب دیا "یہ کام سمندری ڈاکوؤں کا ہے۔ میں اس معاملے میں بے بس ہوں"۔

تاریخی روایات میں آتا ہے کہ ان گرفتار شدگان میں سے ایک عورت نے حجاج کو اطلاع کی تھی اور لکھا تھا کہ ہم مظلوموں کی مدد کرو۔ حجاج نے داہر کا جواب ملنے کے بعد خلیفہ سے اجازت لے کر سندھ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ عبداللہ اسلمی چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ سندھ پر حملہ آور ہوئے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ عبداللہ شہید ہو گئے اس کے بعد بدیل بن طہفہ کو بھیجا لیکن اسے بھی چھ ہزار کے لشکر سمیت شکست ہوئی تو حجاج نے اپنے

نوجوان اور بہادر بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم والیٔ فارس کو چھ ہزار شامی فوج کے ساتھ سندھ کی مہم پر بھیجا۔

محمد بن قاسم کا سندھ فتح کرنا

محمد بن قاسم پہلے مکران آیا چند روز وہاں قیام کرکے قنز پور (پنج گور) کی طرف پیش قدمی کی اور اسے فتح کرکے ارما بیل (ارمن بیلہ) کو مسخر کیا۔

ارمن بیلہ کے بعد دیبل پہنچ گیا اور جاتے ہی شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اپنی فوج کے آگے خندق کھود کر صف آرائی کی اور منجنیق بھی نصب کر دیئے۔ ان میں وہ مشہور تاریخی قلعہ شکن منجنیق (عروس) بھی تھا جسے پانچ سو آدمی کھینچتے تھے۔

مسلمانوں نے مدت تک محاصرہ جاری رکھا لیکن اہل شہر برابر مدافعت کرتے رہے اور نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

حجاج کو ان مایوس کن حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے منجنیق سے سنگباری کرنے کے متعلق ہدایت لکھ کر بھیجی۔ جونہی اسکی تعمیل کی گئی دیبل کا گنبد ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور ساتھ ہی اہل شہر کی کمر ہمت بھی ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ چند سرفروش مسلمان کمند لگا کر فصیل پر چڑھ گئے۔ حاکم نے راہ فرار اختیار کی اور مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کرلیا۔

محمد بن قاسمؒ نے دیبل میں چار ہزار مسلمانوں کو آباد کیا۔ اور ایک جامع مسجد تعمیر کرائی۔

دیبل سے محمد بن قاسمؒ نے نیرون کی طرف پیش قدمی کی وہاں

کے راجہ نے صلح کر لی۔ گراں بہا تحائف پیش کئے اور مسلمانوں کی بہت خاطر مدارات کی۔ نیرون کے بعد محمد ابن قاسم یلغار پہ یلغار کرتا ہوا آگے بڑھتا اور راستے کے مقامات کو مسخر کرتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ایک دریا کو عبور کر کے سربیدس (سُنی ویدشں) پر چڑھائی کی۔ وہاں کے حاکم نے خراج ادا کر کے صلح کر لی۔

اب محمد ابن قاسم دریائے سندھ کی طرف بڑھا اور تھوڑی سی فوج سیوستان (سہوان) کو فتح کرنے کے لئے روانہ کی۔ وہاں کے باشندوں نے خراج پر اطاعت قبول کر لی۔ دریائے سندھ کو عبور کر کے محمد بن قاسم راجہ راسل کے علاقے میں پہنچ گیا۔ راجہ داہر ساٹھ ہزار سپاہیوں کی فوج کے ہمراہ جس میں جنگی ہاتھی بھی تھے، مقابلے کے لئے موجود تھا۔ طرفین میں خونریز معرکہ ہوا جسمیں راجہ داہر مارا گیا اور ۲۰ جون ۷۱۲ء مطابق ۹۳ھ کو محمد بن قاسمؒ نے فتح کا پرچم لہرایا۔

اس کے بعد محمد بن قاسم شہر پر شہر فتح کرتا چلا گیا۔ اور برہمن آباد، ساونڈری، سمندر کو زیر نگیں کیا۔ اس مہم میں بہت سے کفار و مشرکین نے اسلام قبول کیا۔ فاتح مسلمانوں نے انتہائی رواداری سے کام لیتے ہوئے بت خانوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا اور وہیں ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی۔ اور وہاں سے چل کر محمد قاسمؒ نے سکہ پر قبضہ کیا۔ پھر ملتان پہونچا۔ وہاں کے راجہ گور سنگھ نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے مقابلہ میں شکست کھائی۔ ملتان بدھوں کا مشہور تیرتھ تھا۔ اس لئے یہاں کے مندر میں

سونے چاندی کا مِن برستا تھا یہ ساری دولت مسلمانوں کے قبضے میں آئی۔ بلاذری کا قول ہے کہ ۸ اگز لمبا اور ۱۰ اگز چوڑا کمرہ سونے سے بھرا ہوا تھا۔ اسی لئے عرب ملتان کو "سونے کی کان" کہنے لگے۔ اس دوران اطلاع ملی کہ ۹۵ھ مطابق ۷۱۴ء میں حجاج بن یوسف کا انتقال ہو گیا ہے۔

اس کے بعد محمد بن قاسم نے بلیمان سرشت اور کیرج کو یکے بعد دیگرے فتح کیا۔ اس دوران ولید بن عبد الملک کا انتقال ہو گیا ولید کے بعد سلیمان بن عبد الملک خلیفہ ہوا۔ اس نے محمد بن قاسم کو معزول کر دیا اور یزید بن ابی کبشہ کو عامل سندھ مقرر کیا۔ عراق کے والی صالح بن عبد الرحمٰن کے حکم پر محمد بن قاسم کو زنجیروں میں جکڑ کر واسط بھیجا گیا۔ حجاج نے صالح کے بھائی آدم خارجی کو قتل کیا تھا صالح نے اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ محمد بن قاسم سے لیا۔ جیل میں بند کر دیا اور وہاں تکلیف و مصائب کی سختیوں سے اس کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۱۴۲) مولفہ سید قاسم محمود)

ف: افسوس صد افسوس کہ محمد بن قاسم جیسے مخلص جانباز، فاتح ہند بلکہ محسن ہند پر اپنے ہی لوگوں نے اس قدر جور و ستم کیا کہ وفات ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ امت کو ایسے صالح مرد مومن سے تا قیامت نوازتا رہے تاکہ کلمۃ اللہ بلند ہوتا رہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز (مرتب)

محمد بن قاسم کا اخلاق

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کی معرکۃ الآراء کتاب "ولادت محمدیہ کا راز" میں محمد ابن قاسم

کے اخلاق کا ایک واقعہ درج ہے جسے نقل کرتا ہوں۔

مجھے تاریخ ہند میں محمد بن قاسم (فاتح اول ہندوستان جس نے سندھ اور ملتان کا علاقہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی خلافت میں فتح کیا تھا) کا واقعہ یاد ہے کہ جس وقت خلیفہ نے ۱۶ سال کی عمر میں اسکو خراسان کا گورنر بنا کر بھیجا اور اس نے سابق گورنر سے چارج لیا تو سابق گورنر نے محمد بن قاسم کی نوعمری پر نظر کر کے اس کے منہ پر یہ الفاظ کہے کہ خلیفہ نے سخت غلطی کی کہ تم جیسے نوعمر ناتجربہ کار کو خراسان جیسے بائی علاقے کا گورنر بنا کر بھیجا۔

غور فرمائیے! محمد بن قاسمؒ اگر نفسانیت سے کام لیتا تو معزول گورنر کو اپنی اور خلیفہ وقت کی توہین کے جرم میں جیل خانہ کی سزا دے دیتا مگر اس نے نہایت تواضع اور بردباری سے کام لے کر یہ جواب دیا کہ خلیفہ کی اس غلطی کو تو آپ معاف فرمائیں اور میں اگر نوعمر اور ناتجربہ کار ہوں تو ملک میں آپ جیسے عقلاء موجود ہیں میں آپ حضرات کے مشورہ سے کام کیا کروں گا تو میری نوعمری اور ناتجربہ کاری کے نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔ اس جواب کو سن کر معزول گورنر کی شرمندگی کی کچھ حد نہ رہی اور وہ خاموش سر جھکا کر اپنے گھر کو روانہ ہوا۔

محمد بن قاسم کے حسن انتظام و خوبی تدبیر و کمال سیاست کو دیکھ کر پھر حاضر خدمت ہوا اور اس کی قابلیت و خوبی انتظام کا اعتراف ان لفظوں میں کرنے لگا کہ میں اپنی حماقت کا اعتراف کرتے ہوئے اقرار کرتا ہوں کہ خلیفہ نے آپ کو گورنر خراسان بنانے میں ذرا غلطی نہیں کی

واقعی آپ سے بہتر اس منصب کیلئے کوئی نہ تھا۔ آپ نے ایک ہفتہ میں وہ کام کر دکھایا جو دوسروں سے سات برس میں نہ ہو سکا۔

ف : اس واقعہ کو نقل فرمانے کے بعد حضرت محدث جلیل صاحب اعلاء السنن حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی ؒ بھانجے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ صاحب بطور عبرت و نصیحت یوں تحریر فرماتے ہیں کہ! محمد بن قاسم ؒ کے اخلاق کا یہ وہ نمونہ ہے جس کی نظیر آج علماء بھی پیش نہیں کر سکتے۔ (ولادت محمدیہ کا راز صہ ۳۹۲)

محمد بن قاسم ؒ خیر القرون کے عظیم فرد تھے اور اب زمانہ خیر القرون سے جتنا دور ہوتا چلا جا رہا ہے اتنا ہی عوام تو عوام علماء میں کبر و غرور، عجب و پندار بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اعاذنا اللہ۔ (مرتب)

اب ہم عبرت و نصیحت کے لئے چند خطوط تاریخ ہند مؤلفہ مولانا مفتی محمد پالنپوری سے نقل کرتے ہیں جس کو حجاج بن یوسف نے بنام محمد بن قاسم ارسال کئے ہیں۔

حجاج بن یوسف کے فرامین بنام محمد بن قاسم | حجاج بن یوسف

ثقفی امیر عراق جہادِ سندھ کی طرف اس طرح متوجہ تھا کہ گویا وہ ہی اس فوج کی کمان کر رہا ہے۔ ہر تیسرے روز اس کی ڈاک سندھ پہنچتی تھی۔ اب وہ چند فرامین اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں جو حجاج نے مختلف مواقع پر بنام محمد بن قاسم روانہ کئے ہیں جن میں محمد بن قاسم کو سیاست و دیانت کے اصول بتلا کر ان کو پابند رہنے کا حکم دیا ہے۔ نیز باشندگان سندھ اور ان کے اموال و اراضی کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اس کا بیان ہے:

فتح دیبل کی خوشخبری سنکر حجاج نے محمد بن قاسم کو لکھا:۔

"جب ملک پر قابض ہو جاؤ تو قلعوں کی استواری اور لشکر کی رفع احتیاج کے بعد تمام اموال وخزائن کو بہبودِ رعایا اور رفاہ خلق میں خرچ کرو اور یاد رکھو کہ کاشتکاروں، کاریگروں، سوداگروں اور پیشہ وروں کی خوشحالی اور فارغ البالی سے ملک آباد اور سرسبز ہوتا ہے۔ رعایا کے ساتھ رعایت کرو تاکہ وہ تمہاری طرف محبت کے ساتھ راغب ہوں۔

(آئینہ حقیقت نما، صفحہ ۱۰۴)

جب محمد قاسم بیرون میں مقیم تھا تو اسکو حجاج کا خط پہنچا:۔

" اہل بیرون کے ساتھ نہایت نرمی اور دلدہی کا سلوک کرو، ان کی بہبودی کے لئے کوشش کرو۔ لڑنے والوں میں جو تم سے امان طلب کرے اسکو ضرور امان دو، کسی مقام کے اکابر سردار تمہاری ملاقات کو آئیں تو ان کو قیمتی خلعت اور انعام واکرام سے سرفراز کرو۔ عقل ودانائی کو اپنا رہبر بناؤ جو وعدہ کسی سے کرو اس کو ضرور پورا کرو تاکہ تمہارے قول وفعل پر ستدھ والوں کو پورا پورا اعتماد واطمینان ہو۔ (آئینہ صفحہ ۱۰۴)۔

فتح سیوستان کے بعد حجاج کا خط پہنچا

"جو کوئی تم سے جاگیر وریاست طلب کرے تو تم اس کو ناامید نہ کرو اور التجاؤں کو قبول کرو، امان و عفو سے رعایا کو مطمئن کرو،

سلطنت کے چار ارکان اوّل مدارات و درگزر و محبت، دوم سخاوت و انعام۔ سوم دشمنوں کی مزاج شناسی اور ان کی مخالفت میں عقل کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ چہارم قوت و شہامت تم راجاؤں سے جو عہد کرو اس پر قائم رہو۔ جب وہ مال گزاری کا اقرار کرلیں تو ہر طرح ان کی اعانت و امداد کرو، جب کسی کو سفیر بنا کر بھیجو تو اسکی عقل و امانت کو جانچ لو اور جو شخص توحید الٰہی کا اقرار اور تمہاری اطاعت کرے اس کے تمام مال و اسباب اور ننگ و ناموس کو برقرار رکھو لیکن جو اسلام قبول نہ کرے اس کو صرف اس قدر مجبور کرو کہ تمہارا مطیع ہو جائے جو شخص بغاوت و سرکشی اختیار کرے اس سے تم لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ شریف اور رذیل میں امتیاز کرو، اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تمہاری صلح جوئی کو دشمن تمہاری کمزوری نہ محسوس کرلیں۔ (آئینہ ص۱۰۴)

ف : (الف) اس فرمان میں اس کی بھی تصریح ہے کہ بعض لوگوں کو جاگیر و جائداد بھی دی جائے گی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ جاگیر سرکاری مقبوضات یا غیر مملوکہ جنگلات وغیرہ سے دی جائے گی کیونکہ مملوکہ زمینیں تو مالکان آراضی کی ملکیت سے نہیں نکالی گئیں جیسا کہ اسی خط میں آگے مذکور ہے۔

(ب) مال گزاری یعنی خراج دینے کا اقرار کر لینے پر ان کی امداد و اعانت کے حکم سے ظاہر ہوا کہ باشندگان سندھ کی زمینیں مالکان اراضی کی ملک سے نہیں نکالی گئیں بلکہ بدستور انہیں کی ملکیت کو برقرار رکھا ورنہ ان سے خراج و مال گزاری کا مطالبہ نہ ہوتا۔

محمد بن قاسم نے جب دریا عبور کرلیا اور راجہ داہر سے مقابلہ

شروع ہو گیا تو ان کے پاس حجاج بن یوسف کا خط پہنچا۔

"پنج وقتہ نماز پڑھنے میں سستی نہ ہو، تکبیر و قرائت، قیام و قعود اور رکوع و سجود میں خدا تعالیٰ کے روبرو تضرع و زاری کیا کرو، زبان پر ہر وقت ذکر الٰہی جاری رکھو کسی شخص کو شوکت و قوت خدا تعالیٰ کی مہربانی کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی۔ اگر تم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھو گے تو یقیناً مظفر و منصور ہو گے۔" (آئینہ حقیقت نما، صـ۱۰۵)

ف : یہ فرمان کسی خلیفۂ راشد یا متقی پرہیزگار امیر کا نہیں بلکہ ایک ایسے امیر کا فرمان ہے جو دنیائے اسلام میں سب سے بڑا ظالم، فاسق، فاجر مشہور ہے۔ لیکن اس حقیقت پر وہ بھی اطمینان و یقین رکھتا ہے کہ مسلمان قوم کی فتح و کامیابی صرف اور صرف اطاعت خداوندی اور بالخصوص نماز کے اہتمام اور پابندی کے ساتھ وابستہ ہے۔

(تاریخ ہند صـ۱۹ مولفہ مولانا محمد پالن پوری)

وفات آپ کا انتقال ۹۸ھ مطابق ۷۱۷ء میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا صـ۱۴۲)

حضرت ابو عبدالرحمٰن السلمی رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و نسب عبداللہ نام، ابو عبدالرحمٰن کنیت۔ کنیت سے زیادہ مشہور ہیں
والد کا نام حبیب تھا۔ نسباً سلمی تھے۔

فضل و کمال علمی اعتبار سے کوفہ کے قراء اور علماء میں ان
کا شمار تھا۔ آپ تابعی ہیں۔

قرآن ان کا خاص موضوع کتاب اللہ تھا۔ اس کے قاری بھی تھے اور عالم بھی،
قراءت کا فن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے والد سے حاصل
کیا تھا۔ تفسیر القرآن کی تعلیم ان علماء سے حاصل کی تھی جنھوں نے اس محنت سے
قرآن پڑھا تھا کہ دس آیات پڑھنے کے بعد جب تک اس کے متعلق تمام باتیں
نہ معلوم کر لیتے، آگے نہ بڑھتے تھے۔ قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ اس پر عمل
بھی کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ ہم لوگ قرآن پڑھنے کے ساتھ اس پر
عمل کرنا بھی سیکھتے تھے۔ ہمارے بعد ایسے لوگ قرآن کے وارث ہوں گے
جو قرآن کو پانی کی طرح پئیں گے اور ان کے نرخرہ کے نیچے نہ اترے گا۔ حافظ ذہبی رح
کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رض، علی رض اور عبداللہ بن مسعود رض سے
انھوں نے تعلیم حاصل کی تھی۔

درس قرآن قرآن کا درس بھی دیتے تھے، لیکن اس کا کوئی معاوضہ لینا پسند
نہ کرتے تھے۔ عمرو بن حریث کے لڑکے کو انھوں نے قرآن
کی تعلیم دی تھی۔ عمرو نے ان کے پاس سواری کا اونٹ اور اس کی جھول بھیجی
انھوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم لوگ کتاب اللہ پر کوئی اجرت نہیں لیتے۔
کامل چالیس سال تک مسجد میں قرآن کا درس دیا تھا، مگر کبھی اجرت نہ لی۔

حدیث حدیث کے بھی حافظ تھے۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں:۔
کان ثقۃ کثیر الحدیث یعنی ثقہ، اور
کثیر الحدیث تھے

وفات عبدالملک کے عہد خلافت ۸۳ھ میں کوفہ میں وفات پائی
مسجد ان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ مرض الموت میں بھی مسجد ہی
میں تھے۔ عطار بن سائب نے جاکر عرض کیا، خدا آپ پر رحم کرے، آپ اپنے
بستر پر منتقل ہو جاتے تو اچھا تھا۔ فرمایا، میں نے ایک شخص سے سنا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بندہ جب تک مسجد میں نماز کے انتظار
میں رہتا ہے وہ گویا نماز ہی کی حالت میں رہتا ہے اور ملائکہ اس کے لئے
دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مسجد ہی میں
مروں۔ (تابعین ص ۵۴۳)

حضرت مسلم بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب مسلم نام، ابو عبداللہ کنیت، مشہور صحابی حضرت طلحہ بن عبیداللہ
تیمی کے غلام تھے۔

فضل وکمال حضرت طلحہؓ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ ان کی ذات علم وعمل کا مجمع البحرین
تھی، ان کی غلامی کے فیض اور مدینۃ الرسول کے قیام سے
مسلم کا دامن علم وعمل کی دولت سے معمور ہو گیا تھا۔

فضائل اخلاق

ان کے علم سے زیادہ ان کا عمل تھا۔ ابن سعد ان کو عابد اور متورع (پرہیزگار) لکھتے ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ بصرہ کے عبادت گزار تابعین میں تھے۔

شرط ایمان

آپ کے نزدیک ایمان باللہ کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس کی تمام ناپسندیدہ چیزوں کو ترک کر دیا جائے۔ چنانچہ فرماتے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بندہ کا ایمان کیا کام آسکتا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ باتوں کو نہیں چھوڑتا۔

نماز میں ذوق و استغراق

ان کی نماز بڑے کیف اور استغراق کی ہوتی تھی جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کو نور القاء ہو رہا ہے۔ حضرت ابن عون کا بیان ہے کہ جب وہ نماز میں ہوتے تھے تو بے جان لکڑی معلوم ہوتے تھے۔ بدن اور کپڑے میں ذرا بھی حرکت نہ ہوتی تھی۔ نماز کی حالت میں کیسے ہی خطرہ کی اور گھبرا دینے والی صورت پیش آجاتی ان پر اس کا مطلق اثر نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، کہ ان کے پہلو ہی میں آگ لگی اور لگ کر بجھ بھی گئی، لیکن ان کو مطلق خبر نہ ہوئی۔

مسجد کی خدمت ان کا خاص مشغلہ تھا، مسجدوں میں چراغ جلایا کرتے۔ اس مشغلہ کی وجہ سے "مسلم المصباح" یعنی چراغ جلانے والے مسلم ان کا لقب ہو گیا تھا۔

کتاب اللہ کا احترام

کتاب اللہ کا اتنا احترام ملحوظ رہتا تھا کہ جس ہاتھ سے قرآن مجید پکڑتے تھے اس کو محل نجاست سے مس نہ کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں داہنے ہاتھ سے شرمگاہ کو مس کرنا برا سمجھتا ہوں، کیونکہ اس سے قرآن پکڑنا پڑتا ہے۔

ریا اور جہالت شیطان کا آلہ ہے ریا اور جہالت کو شیطان کا آلہ سمجھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ تم لوگ نمائش سے بچو۔ کیونکہ وہ عالم کی جہالت کی ساعت ہے۔ اسی کے ذریعہ سے شیطان لغزش پیدا کرتا ہے۔

حلم و متانت نہایت متین اور حلیم الطبع تھے۔ اشتعال کے موقع پر بھی زبان سے کوئی ناروا کلمہ نہ نکلتا تھا۔ کبھی کسی کو گالی نہیں دی۔ غیظ و غضب کے موقع پر جو سب سے زیادہ سخت لفظ ان کی زبان سے نکلتا تھا وہ یہ تھا کہ:۔ اب مجھ سے قطع تعلق کرلو۔ جب وہ یہ الفاظ کہہ دیتے تو لوگوں کو معلوم ہوجاتا کہ اس کے بعد غصہ کا کوئی درجہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔

وفات حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد خلافت ۱۰۰ھ یا ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔ (تابعین ص ۱۸۱)

حضرت سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب سالم نام، ابو عمر کنیت، حضرت عمرؓ کے نامور فرزند حضرت عبد اللہؓ کے خلف الصدق تھے۔ دادھیال کی طرح ان کا ننہال بھی روشن و تاباں تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں یزدگرد شہنشاہ ایران کی جو لڑکیاں گرفتار ہوئی تھیں ان میں سے ایک حضرت عبد اللہؓ کو دی گئی تھی، سالم اسی کے بطن سے تھے۔ اس طرح ان کی رگوں میں ایران کے شاہی خاندان کا خون بھی شامل تھا۔

فقہ حضرت سالمؒ کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا۔ اس میں وہ امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ بعض ائمہ جن میں ایک ابن مبارکؒ بھی ہیں ان کو مدینہ

کے مشہور سات فقہاء میں شمار کرتے تھے۔ ان کے فقہی کمالات کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ مدینہ کی صاحب افتاء جماعت کے وہ ممتاز رکن تھے

زہد و تقویٰ

حضرت سالمؒ علم کے ساتھ عمل کے بھی اسی درجہ پر تھے۔ امام مالکؒ فرماتے تھے کہ سالمؒ کے زمانہ میں ان سے زیادہ زہد و ورع میں سلف صالحینؒ سے مشابہ کوئی نہ تھا۔ امام نوویؒ اور حافظ ذہبیؒ وغیرہ جملہ ارباب سیر ان کے زہد و ورع پر متفق البیان ہیں۔

شدتِ احتیاط

آپ ہر چیز میں انتہائی احتیاط برتتے تھے۔ جس بات میں جھوٹ کا خفیف سا شائبہ بھی نکلتا، اسے پسند نہ کرتے تھے۔ اس زمانہ میں ایک کپڑا "ست گزا" مشہور تھا، جو سات گز سے کچھ کم ہوتا تھا، لیکن عرف عام میں وہ "ست گزا" ہی کہلاتا تھا۔ مروان بن جبیر بزاز کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سالمؒ کپڑا خریدنے کیلئے آئے، میں نے ان کے سامنے "ست گزا" پھیلا دیا، وہ سات گز سے کچھ کم تھا۔ فرمایا، تم نے تو سات گز کہا تھا۔ میں نے کہا ہم لوگ اسی کو "ست گزا" کہتے ہیں۔ فرمایا، جھوٹ ایسا ہی ہوتا ہے۔

امراء کی دولت سے بے نیازی

آپ غیر اللہ کے سامنے کسی حاجت کو پیش کرنا پسند نہ کرتے اور امراء کی دولت اور انکی داد و دہش سے اس قدر بے نیاز تھے کہ ان کے درخواست کرنے پر بھی کبھی خواہش کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ ہشام بن عبدالملک آپ کی بہت عزت کرتا تھا اور آپ نہایت معمولی اور موٹے جھوٹے لباس میں بے محابا اس کے دربار میں چلے جاتے تھے اور وہ اسی لباس میں آپ کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھاتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ حج کیلئے آیا، خانہ کعبہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی ہشام نے آپ سے درخواست کی کہ آپ کی جو ضروریات ہوں انھیں بیان کیجئے

آپ نے فرمایا، اللہ کے گھر میں کسی اور سے نہ مانگوں گا۔

پند وموعظت آپ کی پند وموعظت نہایت مؤثر اور دلپذیر ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ عمر بن عبد العزیز رح نے آپ کو لکھا کہ عمر بن خطابؓ کے کچھ مسائل لکھ بھیجئے۔ آپ نے جواب میں لکھا عمر! ان بادشاہوں کو یاد کرو جن کی وہ آنکھیں بے نور ہوگئیں جو لذتِ نظر سے کبھی سیر نہ ہوتی تھیں، وہ پیٹ پھٹ گئے جو الوان نعمت سے کبھی آسودہ نہ ہوتے تھے آج وہ زمین کے ٹیلوں کے نیچے مردار پڑے ہیں۔ اگر وہ ہماری آبادی سے قریب ہوتے تو ان کی عفونت سے ناک نہ دی جاتی۔

وفات: ذی الحجہ ۱۰۶ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (تابعین ص۱۳۴)

حضرت سلیمان بن طرخان تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب سلیمان نام، ابو معتمر کنیت، نسباً مری تھے۔ لیکن بنو تیم میں بود وباش اختیار کر لینے کی وجہ سے تیمی مشہور ہوگئے تھے۔ بصرہ کے بڑے عابد وزاہد تابعین میں تھے۔

فضل وکمال اگرچہ حضرت سلیمان کا طغرائے کمال ان کا زہد وورع اور ریاضت وعبادت تھی، لیکن علمی حیثیت سے بھی وہ بصرہ کے بڑے علماء میں تھے۔ حافظ ذہبی رح، حافظ امام، اور شیخ الاسلام کے القاب کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حدیث حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے۔ علامہ ابن سعد انھیں ثقہ اور کثیر الحدیث میں لکھتے ہیں۔ اس عہد کے اکابر محدثین ان کی حفظ حدیث دانی کے معترف تھے۔ سفیان ثوری رح کہتے تھے کہ بصرہ کے حفاظ تین ہیں ان میں ایک سلیمان کا نام تھا۔

زہد و ورع لیکن ان کا اصل طغرائے کمال ان کا زہد و ورع اور ان کی عبادت و ریاضت تھی۔ علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ وہ بڑے سخت عبادت گزار لوگوں میں تھے۔ ابن عماد حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ وہ عابد و زاہد قائم اللیل صائم النہار اور اللہ تعالےٰ کے مطیع لوگوں میں تھے۔

خشیت الٰہی اللہ کا خوف ان کی رگ و پے میں جاری و ساری تھا۔ یحییٰ القطانؒ کہتے تھے کہ "میں نے سلیمان سے زیادہ اللہ سے خوف کرنے والا نہیں دیکھا۔"

عبادت و ریاضت ساری ساری رات عبادت کرتے تھے۔ اکثر عشار کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے۔ ان کے صاحبزادے معتمر بھی باپ کا صحیح نمونہ تھے۔ دونوں باپ بیٹے رات بھر گھوم گھوم کر مختلف مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے۔ معتمر کا بیان ہے کہ چالیس سال تک انھوں نے عشار کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ ہر سجدہ میں ستر (۷۰) مرتبہ سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ کہتے تھے۔ اور عصر سے لیکر مغرب تک تسبیح پڑھتے تھے۔ روزوں میں بھی یہی شغف تھا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن ناغہ کرکے۔

صدقہ و خیرات صدقہ بکثرت کرتے تھے۔ جریر کا بیان ہے کہ سلیمان ہر وقت صدقہ کیا کرتے تھے۔ جب صدقہ کیلئے کوئی چیز نہ ملتی تو اس کے بدلے میں دو رکعت نماز ہی پڑھ لیتے۔

غرض ان کی زندگی کا ہر لمحہ حسن عمل میں گزرتا تھا۔ حماد بن سلمہ کا بیان ہے کہ "جب ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اوقات میں سلیمان کے پاس جاتے تو ان کو اطاعت ہی کرتے پاتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں معصیت کا

مادہ ہی نہ تھا۔

مواخذہ کا خوف لیکن ایسی زندگی کے باوجود انھیں اپنے اعمال پر اعتماد نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں معلوم نہیں کیا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان سے کسی نے کہا کہ آپ آپ ہی ہیں، آپ کے مثل کون ہے؟ فرمایا، ایسا نہ کہو، مجھے نہیں معلوم کہ میرا رب میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔ اس نے خود فرمایا ہے کہ "بل بدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون" یعنی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی بات ظاہر ہو گی جس کا وہ لوگ گمان بھی نہ کرتے تھے۔

ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں مواخذہ کا خوف کرتے تھے۔ حضرت سعید بن عامرؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمانؒ بیمار ہوئے۔ بیماری کی حالت میں رونے لگے کسی نے پوچھا کہ رونے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ایک قدری کے پاس سے گزرا تھا تو اسے سلام کیا تھا۔ مجھے خوف ہے کہ اس کا مجھ سے مواخذہ نہ کیا جائے۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ ایسے بدعقیدہ لوگوں سے ملنے جلنے میں احتیاط برتنا چاہئے۔ (مرتب)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی حسن عمل کا ایک بڑا درجہ ہے۔ حضرت سلیمانؒ اس کو ایک ضروری فرض سمجھتے تھے اور امراء کے قصور و محلات میں جا کر اس فرض کو ادا کرتے تھے۔

ایک نکتہ زمانہ کا کوئی دور سہولت پسند افراد بلکہ جماعتوں تک سے خالی نہیں رہا ہے۔ اور آج کل تو ہر شخص مذہب میں آسانی ڈھونڈھتا

ہے۔ اس قبیل کے اشخاص اس آسانی کے لئے کسی خاص مسلک کی پابندی ضروری نہ سمجھتے، اور دلیل یہ دیتے کہ جب تمام ائمہ برحق، ان کی رائیں صحیح اور ان کے مسلک درست ہیں تو پھر کسی خاص امام اور خاص مسلک کی پابندی کیوں ضروری ہے؟ اور "الدین یسر" کے ماتحت ان سب کے آسان مسائل کیوں نہ اختیار کئے جائیں۔ حضرت سلیمان ؒ اس قسم کی سہل پسندی کے مفاسد میں ایک دلچسپ نکتہ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر تمام علماء کی رخصتوں یعنی جائز کردہ چیزوں اور ان کی لغزشوں کو تم اختیار کرلو، تو تمھاری ذات میں ساری برائیاں جمع ہو جائیں گی۔

ف: سبحان اللہ، کیا ہی عمدہ نکتہ ہے جو اس زمانہ میں خاص طور سے پیش نظر رکھنے کے لائق ہے۔ (مرتب)

وفات ۱۴۳ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ستاون ۵۷ سال تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (تابعین ص ۱۸۲)

حضرت مسروق بن اجدع رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و نسب مسروق نام، ابو عائشہ کنیت۔ ان کے والد کا خاندانی نام اجدع اور اسلامی نام عبد الرحمٰن تھا۔

اسلام مسروق نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ عہد رسالت میں موجود تھے۔ ان کے گھرانے کے اور افراد اسی عہد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ خود ان کے عزیز عمرو بن معدیکرب نے مدینہ جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا۔ مسروق اس عہد میں اس شرف سے محروم رہے۔

فضل و کمال علمی اعتبار سے علمار تابعین میں تھے۔ انھیں آغاز عمر ہی سے طلب علم کا ذوق تھا۔ شعبیؒ کا بیان ہے کہ ان سے زیادہ علم کا طلب کرنے والا کوئی نہ تھا۔ خوش قسمتی سے انھیں حضرت عائشہ صدیقہؓ جیسی شفیق اور فاضلہ ماں مل گئی تھیں جو انھیں لڑکے کی جگہ سمجھتی تھیں، مسروق کے ساتھ ان کو مادرانہ محبت تھی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ان کو متبنیٰ بنا لیا تھا۔

فقہ و فتاویٰ حضرت مسروق کا خاص فن فقہ تھا، اس میں وہ امامت و اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے

قضاءت اس فقہی کمال کی بنار پر انھیں قضار میں خاص ملکہ تھا اور یہ مشغلہ ان کے پسند خاطر بھی تھا۔ انھیں قضار سے اس قدر ذوق تھا کہ کہا کرتے تھے کہ مجھے کسی قضیہ میں صحیح اور حق کے موافق فیصلہ کرنا ایک سال کے جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پسند ہے۔

خشیت الٰہی تمام محاسن اخلاق کا سرچشمہ خشیت الٰہی ہے حضرت مسروق اصل علم خوفِ الٰہی کو سمجھتے تھے۔ اور اس کے مقابلہ میں غرورِ عمل کو جہل تصور کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ انسان کیلئے یہ علم کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے، اور جہل یہ ہے کہ اپنے علم پر غرور کرے۔

عبادت و ریاضت عابد مرتاض تھے، بڑی ریاضت کرتے تھے، نمازوں کی کثرت سے دونوں پاؤں ورم کر آتے تھے۔

توبہ و استغفار وہ اپنے نفس کا محاسبہ اور گناہوں کو یاد کرکے ان کے لئے استغفار کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے، کہ انسان کیلئے ایسی مجالس ہونی چاہیئے جن میں بیٹھ کر وہ اپنے گناہوں کو یاد کرکے

خدا سے استغفار کرے۔

ف : سبحان اللہ، کیا خوب بات ارشاد فرمائی جو سبھی کیلئے لائق عمل ہے۔ (مرتب)

دنیا کی حقیقت

ان کی نگاہوں میں دنیا کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ وہ اس کو ایک مزبلہ (گھورا) سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے بھتیجے کا ہاتھ پکڑ کر ایک مزبلہ (گھورے) پر لے گئے اور فرمایا، میں تم کو دنیا دکھاؤں؟ دیکھو یہ دنیا ہے کہ اس کو کھا کر دفنا دیا، پہن کر پرانا اور بوسیدہ کر دیا، سوار ہو کر لاغر کر دیا۔ اس کے لئے خون بہایا، محارم اللہ کو حلال اور رحم کو قطع کیا۔

اس لئے دنیا کی جانب ان کا دل کبھی مائل نہ ہوا، اور کسی دنیاوی شے میں ان کے لئے کوئی کشش نہ تھی۔ چنانچہ لوگ ان کی خدمت کرنا چاہتے تھے لیکن وہ قبول نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خالد بن اسید نے ان کے پاس تیس ہزار کی رقم بھیجی، انھوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کے اعزہ نے بہت سمجھایا کہ لے لیجئے، اس سے صدقہ کیجئے گا، عزیزوں کے ساتھ سلوک کیجئے گا اور اس قبیل کے دوسرے کاموں میں لائیے گا۔ مگر انھوں نے کسی طرح قبول نہ کیا۔

توکل و قناعت

اس بے نیازی کی وجہ سے کبھی کبھی فاقہ کی نوبت آجاتی تھی لیکن توکل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا۔ ایک مرتبہ گھر میں کھانے کیلئے کچھ نہ تھا، بیوی نے کہا، عائشہ کے باپ! آج تمھارے بال بچوں کے کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر مسروق مسکرائے اور کہا، خدا کی قسم! وہ ضرور ان کے لئے رزق کا انتظام کرے گا۔

ارشادات

آپ کو بچپن میں چرالیا گیا تھا، جب پائے گئے تو ان کا نام مسروق رکھ دیا گیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مومن کے لئے اتنا علم کافی ہے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے۔

نیز فرمایا کرتے تھے کہ جب آدمی چالیس سال کا ہوجائے تب تو اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف و تقویٰ اختیار کر ہی لینا چاہیے۔

آپ اس قدر نمازیں پڑھتے تھے کہ آپ کے قدم پھول جاتے تھے۔ اپنے اور اپنے گھر والوں کے درمیان پردہ ڈال کر نماز میں مشغول ہوجاتے تھے اور گھر والوں اور دُنیوی کام کاج کو الگ کر دیتے تھے، یعنی اُن سے کچھ تعلق نہ رکھتے تھے۔

لوگوں کے درمیان قضا کا کام کرتے تھے، مگر اُس پر کچھ بھی اجرت نہ لیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ آج کے دن مومن کے لئے حذر و پرہیز سے بڑھ کر کوئی چیز بہتر نہیں۔ (طبقات ۲۵)

وفات: آپ کی وفات مقام وسط میں ۶۳ھ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (تابعین ۴۶۸)

حضرت سلمہ بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و نسب سلمہ نام، ابو حازم کنیت، نسلاً عجمی تھے۔ ان کے والد دینار ایرانی تھے اور ان کی ماں رومی تھیں۔ ابن سعد بن ابی سفیان مخزومی کے غلام تھے، اس نسبت سے مخزومی کہلائے۔

فضل و کمال اگرچہ وہ ماں باپ دونوں کے اعتبار سے عجمی نژاد تھے، لیکن اسلام کے فیض مساوات نے ان کو مدینہ کے شیوخ اور وہاں کے عابد و زاہد علماء کے گروہ میں شامل کر دیا تھا۔ حافظ ذہبی ؒ لکھتے ہیں "الواعظ الزاھد عالم المدینۃ وشیخھا" امام نووی ؒ لکھتے ہیں۔ ان کی توثیق وجلالت اور مدح وثنا پر سب کا اتفاق ہے۔

فقہ

فقہ میں بھی انھیں پورا درک تھا اور وہ مدینہ کے مشہور فقیہ تھے۔ حافظ ذہبیؒ اور امام نوویؒ سب انھیں فقہاء میں لکھتے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ النفس تھے۔ ان کے مناقب بہت ہیں۔ وہ فقیہ ثبت (حجت) اور بلند مرتبہ تھے۔ ان کے تفقہ کی ایک سند یہ ہے کہ وہ مدینۃ الرسول کے قاضی تھے۔

وعظ و پند

مدینہ میں وعظ و پند کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

زہد و عبادت

عبادت و ریاضت کے لحاظ سے ان کا شمار صلحائے مدینہ میں تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ مدینہ کے عابد و زاہد لوگوں میں تھے۔ حافظ ذہبیؒ، امام نوویؒ اور ابن حجرؒ وغیرہ سب ان کے نام کے ساتھ "زاہد" کا لقب لکھتے ہیں۔ غرض جماعت تابعین میں وہ ہر اعتبار سے نہایت ممتاز تھے۔ محمد بن اسحٰق بن خزیمہ کا بیان ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی ان کا مثال نہ تھا۔

امراء و سلاطین سے بے نیازی

امراء و سلاطین سے ہمیشہ بے نیاز رہے۔ کبھی ان کی آستان بوسی کی ذلت گوارا نہ کی۔ سلیمان بن عبدالملک نے ایک مرتبہ ان کو امام زہریؒ کی وساطت سے بلا بھیجا۔ انھوں نے زہریؒ سے کہا، اگر اس کو مجھ سے کوئی ضرورت ہے تو اس کو خود میرے پاس آنا چاہیئے۔ اور میری اس سے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ف : ایسا ہی واقعہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک نواب صاحب نے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اپنے یہاں آنے کی دعوت دی، تو فرمایا کہ ملنا وہ چاہتے ہیں اور جاؤں میں؟ (مرتب)

حکمت و دانائی

مذہبی اور اخلاقی کمالات کے ساتھ ان کو حکمت سے بھی وافر حصہ ملا تھا۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بیان ہے

کریں لے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کے منہ سے ابو حازم کے منہ سے زیادہ حکمت قریب ہو۔ ابن خزیمہ کا بیان ہے کہ حِکَم و مواعظ میں ان کے زمانہ میں کوئی ان کا مثل نہ تھا۔

حکیمانہ مقولے آپ کے بعض حکیمانہ مقولوں سے آپ کی حکمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ فرماتے تھے کہ وہ تمام اعمال جن کی وجہ سے موت کا آنا گراں گزرتا ہو ان کو چھوڑ دو، پھر جس وقت بھی موت آجائے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان فرائض و تعلقات کو اچھے اور درست رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسرے بندوں کے درمیان تعلقات کو درست رکھتا ہے۔ اور جو بندہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے فرائض میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسرے بندوں کے درمیانی فرائض میں کوتاہی پیدا کر دیتا ہے۔ فرماتے کہ ایک شخص سے تعلقات خوشگوار رکھنا بہت سے لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنے سے زیادہ آسان ہے، جبکہ ان کے حقوق کی ادائیگی نہ ہو سکے۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہشام نے آپ سے پوچھا کہ میں حکومت کی ذمہ داریوں کے مواخذہ سے کس طرح بچ سکتا ہوں؟ فرمایا، بہت آسان ہے، ہر چیز کو جائز طریقہ سے لو اور جائز مصرف میں اس کو صرف کرو۔ ہشام نے کہا، یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو ہوائے نفس سے بچنے کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق حاصل ہو۔ (تابعین ص۱۷۹)

ف: حضرت سلمہؒ نے کتنا جامع و مانع جواب دیا۔ اور حضرت ہشام کا بھی کمال تھا کہ انھوں نے اسکی اہمیت کو سمجھا کہ اس پر عمل کرنا آسان نہیں جبتک کہ اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق شامل حال نہ ہو۔ (مرتب)

وفات: سنہ ۱۴۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت صفوان بن سُلیم زہری رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب صفوان نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کے نام میں اختلاف ہے بعض سلیم اور بعض سلام لکھتے ہیں۔ مدینہ کے ممتاز تابعین میں تھے۔

فضل وکمال اگرچہ صفوان کا اصل طغرائے کمال ان کا زہد وورع تھا لیکن فضائل علمی سے بھی وہ تہی دامن نہ تھے۔ حافظ ذہبیؒ ان کو ثقہ، حجۃ اور اعلام ہدیٰ میں لکھتے ہیں۔

حدیث حدیث میں آپ نے عبداللہ بن عمرؓ، انس بن مالکؓ، ابوامامہؓ، سعید بن مسیب، عبدالرحمٰن بن غنم، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، سعید بن سلمہ، عبداللہ بن سلیمان الاغر، عبدالرحمٰن ابن سعد اور عطار بن یسار وغیرہ سے فیض اٹھایا تھا، اور زید بن اسلم، ابن منکدر، موسیٰ ابن عقبہ، ابن جریج یزید بن ابی حبیب، مالک بن انس، اکابر علمار کی بڑی جماعت انکے تلامذہ میں تھی۔

فقہ فقہ میں بھی انھیں درک تھا، ان کا شمار مدینۃ الرسول کے فقہار میں تھا۔ ابن عماد حنبلی انھیں الفقیہ القدوۃ (پیشوا) کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

عبادت وریاضت ان کا امتیازی وصف ان کا زہد وورع اور عبادت وریاضت ہے۔ اس کے علاوہ ان کا اور کوئی مشغلہ نہ تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بہترین بندوں میں تھے، ان کے وسیلہ سے پانی کی دعا کی جاتی تھی۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کے وسیلہ سے دعا کی جا سکتی ہے۔ (مرتب)

بڑی سخت عبادتیں کرتے تھے۔ نیند کے غلبہ کے خوف سے جاڑوں کے موسم میں کھلی چھت پر اور گرمیوں میں بند مکان میں عبادت کرتے تھے کہ سردی اور گرمی کے غلبہ سے نیند نہ آنے پائے۔ نمازیں پڑھتے پڑھتے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے اور تھک کر گر پڑتے تھے۔ سجدوں کی کثرت سے پیشانی زخمی ہو گئی تھی۔

ابو حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے صفوان کو عبادت کے اس درجہ پر دیکھا کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ کل قیامت ہے تو جس حد تک وہ پہنچ چکے تھے اس میں مزید اضافہ نہ ہو سکتا تھا۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ کثرت عبادت بدعت نہیں ہے۔ (مرتب)

انفاق فی سبیل اللہ

اللہ کے راستہ میں انفاق کا یہ حال تھا کہ بدن کے کپڑے تک اتار کر دیدیتے تھے۔ ایک شب کو مسجد سے نکلے، سردی سخت تھی۔ مسجد کے باہر ایک آدمی ننگے بدن نظر آیا، صفوانؒ نے اسی وقت اپنے جسم کے کپڑے اتار کر دے دیئے۔

دولت دنیا سے بے نیازی

استغنا اور بے نیازی کے اس درجہ پر تھے، کہ سلاطین اور فرمانروا انکی خدمت کرنا چاہتے تھے مگر آپ قبول نہ کرتے تھے۔ مسجد نبویؐ میں عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک مدینہ آیا اور عمر بن عبدالعزیز کے ہمراہ مسجد نبوی دیکھنے کیلئے گیا۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد مقصورہ کا دروازہ کھولا تو اس میں صفوان نظر آئے۔ سلیمان انھیں پہچانتا نہ تھا عمر بن عبدالعزیزؒ سے پوچھا، یہ کون بزرگ ہیں؟ ان کے بشرہ سے بہتر آثار میں نے نہیں دیکھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا، امیر المومنین! یہ صفوان بن سلیم ہیں۔ ان کا نام سن کر اس نے غلام کو پانسو دینار کی تھیلی ان کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا۔

غلام نے لے جاکر پیش کی کہ یہ امیر المومنین کی جانب سے نذر ہے، وہ یہاں موجود ہیں۔ صفوان رحؒ نے کہا، تم کو دھوکہ ہوا ہے کسی اور کے پاس بھیجی ہوگی۔ غلام نے عرض کیا، کیا آپ صفوان نہیں ہیں؟ فرمایا کہ ہوں تو میں ہی۔ غلام نے کہا، تو آپ ہی کو دیا ہے فرمایا، جاؤ دوبارہ پوچھ کر آؤ۔ جیسے ہی غلام پوچھنے کیلئے لوٹا، صفوان رحؒ فوراً جوتا اٹھا کر مسجد سے نکل گئے۔ اور پھر جتنی دیر سلیمان مسجد میں رہا نہ دکھائی دیئے۔

ف: سبحان اللہ، یہ تھی قناعت اور استغناء عن الخلق، جو ہم سب کیلئے قابل اقتدار ہے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (تابعین ص۲۰۳)

حضرت صفوان بن محرز المازنی رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب صفوان نام، نسبی تعلق قبیلہ بنی تمیم کی شاخ بنی مازن سے تھا۔ بصرہ کے عابد وزاہد تابعین میں تھے۔

فضل وکمال علم میں کوئی امتیازی حیثیت نہ رکھتے تھے، تاہم اس سے بالکل تہی دامن بھی نہ تھے۔ بصرہ کے علماء باعمل میں شمار تھا۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں۔ کان لہ فضل وورع۔ حافظ ذہبی رحؒ لکھتے ہیں، صفوان بن محرز المازنی احد العلماء العاملین۔ یعنی علمائے باعمل میں سے تھے۔

حدیث میں انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عمران بن حصینؓ، اور حکیم بن حزامؓ وغیرہ اکابر صحابہؓ سے استفادہ کیا تھا۔ ابوحمزہ، جامع بن شداد، خالد بن عبداللہ الاشجع، عاصم الاحول، قتادہ محمد بن واسع اور علی بن زید بن جدعان وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ میں تھے۔

عمل کا درجہ صفوانؒ کے نزدیک تنہا علم کی کوئی حیثیت نہ تھی، جبتک اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ فرماتے تھے کہ ہم کو علم سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس پر عمل نہ کریں! کاش میں کچھ نہ جانتا ہوتا۔

زہد و عبادت آپ کی پوری زندگی اسی اصول کا عملی نمونہ تھی۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عابد تابعین میں تھے۔

گداز قلب روح کا آئینہ حرارتِ اشک سے جِلا پاتا ہے اور دل کی کھیتی آنسوؤں کی آبیاری سے ہری ہوتی ہے۔ صفوان کی آنکھیں شمع سوزاں تھیں انھوں نے ایک گوشۂ کنج یا غار بنا لیا تھا جس میں بیٹھ کر رویا کرتے تھے اور صرف نماز کے اوقات میں اس سے باہر نکلتے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد پھر فوراً اسی میں چلے جاتے تھے۔

ذکر و شغل آپ کا ذکر و شغل حدیث خوانی تھا۔ جریر کا بیان ہے کہ صفوان اور ان کے بھائی مذاکرۂ حدیث کیلئے جمع ہوتے تھے۔ اس حلقہ میں جب کیفیت اور رقت قلب محسوس نہ ہوتی تو حاضرین ان سے حدیث بیان کرنے کی درخواست کرتے۔ ان کی زبان سے جیسے ہی الحمدُ للّٰہ نکلتا، حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور مشکیزہ کے منہ کی طرح انکی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلتے۔

ف: متکلم کی رقت و زاری ہی کا اثر تھا کہ سامعین متأثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ (مرتب)

قیام لیل آپ کی عبادت کا خاص وقت شب کا تھا۔ تہجد پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے۔

دنیا سے کنارہ کشی دنیا اور اس کی نعمتوں سے کبھی دامن آلودہ نہ ہوا۔ فرماتے تھے، اگر مجھے کھانے کیلئے روٹی کا ایک ٹکڑا، جس سے توانائی قائم رہ سکے اور پینے کیلئے پانی کا ایک کوزہ مل جائے، تو پھر مجھے دنیا اور اہل دنیا

کی ضرورت نہیں۔

دنیا کو کارواں سرا سے (مسافر خانہ) زیادہ نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ مستقل گھر نہیں بنایا، رہنے کیلئے ایک چھپر تھا، اس کی مرمت تک نہ کراتے تھے۔ ایک مرتبہ اس کی ایک لکڑی ٹوٹ گئی، لوگوں نے کہا اس کو درست کرلیجئے۔ فرمایا کل مرنا ہے، اگر گھر کا حقیقی مالک اس میں زیادہ ٹھہرنے کا موقع دیتا تو درست کرلیتا۔

مسجد کا احترام

مسجد میں ہنگامہ آرائی مسجد کے احترام کے خلاف سمجھتے تھے اور ایسے مواقع پر مسجد سے چلے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ مسجد میں لڑ رہے تھے، آپ یہ کہہ کر وہاں سے ہٹ گئے کہ "تم لوگ جنگجو ہو"۔

فرمان رسول کا پاس

فرمان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مرتے دم تک پاس رہا مرض الموت میں گھر والوں سے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش نظر رہے کہ چلا کر بین کرنے والا، سر نوچنے والا اور کپڑے پھاڑنے والا ہماری جماعت میں نہیں ہے۔

اسی مرض میں وفات پائی سنہ وفات معین طور پر نہیں بتایا جا سکتا۔ ابن حبان نے ۱۰۱ھ لکھا ہے لیکن یہ قابل اعتبار نہیں۔ (تابعین ص ۲۰۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ

نام ونسب عبدالرحمٰن نام، ابوعیسیٰ کنیت۔ والد کا نام یسار اور کنیت ابی لیلیٰ تھی اس نے نام کی جگہ لے لی۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن یسار بن بلال بن بلیل بن احیحہ بن الحلاج بن الحریش بن جحجبا بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف اوسی انصاری۔

ابن ابی لیلیٰ علمی اعتبار سے ممتاز تابعین میں تھے۔ ان کے والد ابی لیلیٰ صحابی تھے اور متعدد غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی اور جہاد کا شرف حاصل کیا تھا، کوفہ آباد ہونے کے بعد یہاں بود وباش اختیار کر لی تھی۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی حمایت میں شہید ہوئے۔

عبدالرحمٰن حضرت عمرؓ کے وسط عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔

فضل وکمال علمی اعتبار سے عبدالرحمٰن بلند مرتبہ تھے۔ خوش قسمتی سے انھوں نے زمانہ ایسا پایا تھا جب صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد موجود تھی۔ چنانچہ انھوں نے ایک سو بیس انصار صحابی کو دیکھا تھا، اور ان میں بہتوں سے فائدہ اٹھایا۔ ان کے فیوض وبرکات نے عبدالرحمٰن کو دولت علم سے مالا مال کر دیا۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ انھیں قرآن وحدیث اور فقہ جملہ فنون میں مہارت تھی۔ مہارت تھی

قرآن قرآن کی قرات کا خاص ذوق تھا۔ ان کے یہاں ہر وقت قرار کا مجمع لگا رہتا تھا مجاہد کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن کے ایک خاص مکان میں بہت سے مصاحف رکھے رہتے تھے۔ یہاں ہر وقت قرار کا مجمع رہتا تھا، صرف کھانے کے اوقات میں یہ لوگ یہاں سے ہٹتے تھے۔

حلقۂ درس حدیث میں ان کا علم اتنا وسیع اور مسلّم تھا کہ صحابہؓ تک ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوکر ان کی احادیث سنتے تھے۔ عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن کے حلقۂ درس میں متعدد صحابہؓ کو دیکھا جن میں ایک براء تھے۔ یہ لوگ خاموشی کے ساتھ عبدالرحمٰن سے احادیث سنتے تھے۔

مذاکرۂ حدیث حفظ حدیث کیلئے مذاکرہ ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ خود ان کے یہاں برابر مذاکرۂ حدیث جاری رہتا تھا اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتے تھے کہ حدیث کی زندگی ان کے مذاکرہ میں ہے۔

فقہ: فقہ میں بھی پوری دستگاہ حاصل تھی۔ حافظ ذہبی رح انھیں امام وفقیہ لکھتے ہیں۔

عہدۂ قضا ان کا فقہی کمال اتنا مسلّم تھا کہ جب حجاج نے کوفہ کے عہدۂ قضا کا انتظام کرنا چاہا تو اس کی نظر انہی پر پڑی۔ اس کے پولیس افسر حوشب نے مخالفت بھی کی اور کہا کہ اگر آپ علی بن ابی طالب کو قاضی بنانا چاہتے ہیں تو انھیں بنائیے (یعنی وہ انہی کی طرح تمھاری مخالفت کریں گے) لیکن حجاج نے اس کے باوجود ان ہی کو قاضی بنایا، پھر کچھ دنوں کے بعد بعض اختلافات کی بنا پر معزول کردیا۔

احتیاط فتاویٰ کے جوابات دینے میں بڑے محتاط تھے۔ کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو بیس انصاری اصحاب کو دیکھا ہے کہ جب ان میں سے کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو وہ اپنا پہلو بچا کر چاہتا تھا کہ دوسرا شخص جواب دیدے۔ اور اب یہ حال ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔

ف: یہ ایک تابعی کا ارشاد ہے جو اپنے زمانہ کا حال بیان فرمارہے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ اب کا کیا حال ہوگا؟ چنانچہ جاہل سے جاہل آدمی مسئلہ بتلانے میں ذرا بھی

توقف نہیں کرتا، بلکہ پیش پیش نظر آتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

سادگی طبعاً نہایت سادہ مزاج تھے۔ تکلفات کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وضو کے بعد ایک شخص نے منہ پوچھنے کیلئے رومال پیش کیا۔ انھوں نے پھینک دیا۔

ف: یہ اِس نیت سے کیا ہوگا کہ آثارِ وضو تادیر قائم رہیں۔ اس لئے احباب کو اِس پر اصرار نہ کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر کسی کو ضرورت ہو یا کوئی عذر ہو تو پوچھنے میں مضائقہ نہیں۔ (مرتب)

ایک بہترین اُسوہ عبدالرحمٰن علوی تھے، یعنی حضرت عثمان رضؓ کے مقابلہ میں حضرت علی رضؓ کی فضیلت کے قائل تھے۔ ان کے ایک دوسرے معاصر عبداللہ بن حکیم عثمانی تھے لیکن اس اختلاف عقیدہ کے باوجود دونوں ایک مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور کبھی حضرت عثمان رضؓ اور علی رضؓ کی افضلیت پر بحث ومناظرہ نہ کرتے تھے۔ **ف**: ہمارے اکابر بھی اِسی کو پسند فرماتے تھے مگر اب کچھ لوگوں کو اسی بحث میں مزہ آتا ہے۔ (مرتب)

وفات حجاج کے مظالم سے تنگ آکر اس کی مخالفت میں ابن اشعث کے ساتھ ہوگئے تھے، اور اسی جنگ میں وہ کام آگئے یا ڈوب کر انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (تابعین)

صاحب "تاریخ الاسلام" مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب میں لکھا ہے کہ ابن اشعث کی جنگ حجاج کے ساتھ ۸۱ھ سے ۸۴ھ تک منعقد ہوئی ہے۔ (تاریخ الاسلام ص ۱۵۶ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن کی تاریخ وفات ۸۱ھ اور ۸۴ھ کے درمیان ہے۔ نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ۔

حضرت زاذان ابو عمرو کندی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب نام زاذان۔ کنیت ابو عمر کندی ہے۔ اور ابو عبداللہ بھی آپ کی کنیت بیان کی جاتی ہے۔

تعارف آپ ان خوش بخت تابعین میں سے ہیں کہ جنھیں حضرت علیؓ عبداللہ بن مسعودؓ حضرت جریرؓ حضرت سلمان فارسیؓ حضرت براءؓ وغیرہم جیسے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

عبیداللہ بن ابی کثیر کہتے ہیں زاذان راستوں سے گذرتے ہوئے عید کے دن چل رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ راستہ بھر تکبیر و تہلیل اور ذکر اللہ میں رطب اللسان تھے

ایک مرتبہ انہوں نے دعاء کرتے ہوئے کہا کہ پروردگار میں بھوکا ہوں! بس اتنا کہنا تھا کہ دیوار کے طاقچہ سے ایک روٹی گری۔

ف : یہ ان کی صریح کرامت ہے جس کا حق ہونا ثابت ہے۔

مفلس کی تعریف عیزار بن عمرو کہتے ہیں کہ میں اور زاذان عید کے دن قبرستان کی طرف نکلے چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ حاجیوں کے پردوں کو ہوا اڑا رہی ہے۔ انہوں نے یہ دیکھ کر ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا واللہ یہ شخص مفلس ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ اسے مفلس کہتے ہیں حالانکہ وہ تو صاحب مال و منال ہے تو جواب دیا، لیکن وہ اپنے دین کے اعتبار سے مفلس و کنگال ہے۔

ارشادات ابو کرمہ کہتے ہیں کہ زاذان سے آیت کریمہ "وان للذین عذابا

دُوْنَ ذَالِكَ " کی تفسیر پوچھی گئی تو جواب دیا یہاں عذاب قبر مراد ہے۔
زاذان کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن اسلئے پڑھے تاکہ لوگوں کو متاثر کرکے ان پر قبضہ جمائے اور ان کے مال کو ہڑپ کرے تو قیامت کے دن وہ شخص اس حالت میں آئے گا۔ کہ اسکے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔ **ف:** اس سے ریا کی کیسی مذمت ثابت ہوئی۔ (مرتب)
زاذان کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ بیان کیا کہ ایک نادار عورت میرے پاس آئی اور اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز لائی جس کو مجھے ہدیہ دینا چاہتی تھی لیکن میں نے اس کی فقیری پر ترس کھاتے ہوئے اس کو قبول کرنا مناسب نہ سمجھا۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تو اسے لے لیتی اور اور اس کا بدلہ دیتی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ ایسا لگتا ہے کہ تم نے اس کا ہدیہ معمولی سمجھ کر قبول نہ کیا تو اے عائشہ! سنو تواضع اختیار کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تواضع اختیار کرنے والے کو (خواہ مرد ہوں یا عورت) پسند کرتا ہے اور متکبروں کو ناپسند کرتا ہے۔
ف: سبحان اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی زبردست نصیحت فرمائی بلکہ زجر و توبیخ فرمائی جو مرشدین کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

وفات آپ کا انتقال ۸۲ھ میں ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ

(تقریب التہذیب صـ ۲۱۳)

حضرت ابو عمران الجونی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب آپ کی کنیت ابو عمران، نام عبد الملک بن حبیب بصری ہے

فضل و کمال خواب غفلت میں سونے والوں کو جگاتے اور شیطان کو بھگاتے تھے۔ آپ بیدار مغز واعظ تھے۔ ابن معین وغیرہ نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ آپ تابعی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے آپ کو ملاقات کا شرف اور سماعت حدیث کی فضیلت حاصل ہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضؓ وغیرہ۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ ہر آنے والی رات یہ ندا دیتی ہے کہ مجھ میں جو بھلائی تم سے ہو سکے کر لو اس لئے کہ میں قیامت تک تمہاری طرف لوٹ کر نہیں آؤں گی۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ جب چوپائے انسانوں کو دیکھیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دو قسموں میں منقسم ہو گئے ہیں ایک قسم جنت کی طرف اور دوسری جہنم کی طرف۔ تو چوپائے انسانوں کو آواز دے کر کہیں گے اے آدم کے بیٹو! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے آج ہمیں تمہاری طرح نہیں بنایا، اس لئے کہ ہمیں نہ جنت کی امید ہے اور نہ (جہنم کی) سزا کا خوف۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے دل سے موت قریب ہو گی وہ ان چیزوں کو اپنی (استحقاق سے) زیادہ سمجھے گا جو اس کے قبضہ میں ہیں۔

وفات آپ کی وفات ۱۲۳ھ یا ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (حلیۃ الاولیاء ص ۲۷۵ ج ۸)

حضرت امام ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب ربیعہ نام، رائے لقب، باپ کا نام فروخ تھا۔ فروخ قبیلہ بنی تیم بن مرہ کے غلام تھے۔ اس غلام کے گھر میں ربیعہ پیدا ہوئے جو آگے چل کر علامۂ زماں بنے۔

فضل و کمال فضل و کمال کے اعتبار سے ربیعہ تابعین میں تھے۔ ان کے علمی جلالت تمام علماء و محدثین میں مسلم تھی۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ربیعہ کی جلالتِ شان اور علمی و عقلی عظمت پر تمام علماء و محدثین کا اتفاق ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ امام تھے، حافظ تھے، فقیہ تھے، مجتہد تھے اور رائے میں انہیں خاص بصیرت تھی اس لئے ربیعۃ الرائے کہلاتے تھے۔

ولادت و تعلیم ربیعہ کے ابتدائی اور تعلیمی حالات نہایت سبق آموز اور دلچسپ ہیں۔ ابھی وہ شکم مادر میں تھے کہ ان کے والد فروخ کو خراسان کی مہم میں چلا جانا پڑا اور کچھ ایسے اتفاقات پیش آتے گئے کہ وہ کامل ستائیس ۲۷ برس تک وطن نہ آسکے۔ ربیعہ کی ماں نہایت عاقلہ اور عاقبت اندیش خاتون تھیں۔ ربیعہ کی پیدائش کے بعد ان کی تعلیم و تربیت کا بڑا خیال رکھا۔ چنانچہ شوہر کی عدم موجودگی میں انہوں نے پوری توجہ سے لڑکے کی تعلیم و تربیت دلائی اور شوہر کی تمام جمع کردہ دولت جس کی تعداد تیس ہزار اشرفی تھی ربیعہ کی تعلیم پر صرف کر دیا۔ ربیعہ خود ذہین طبع اور علم کے شائق تھے اس لئے انہوں نے بہت جلد تعلیم حاصل کر لی اور آغازِ شباب ہی

میں وہ جملہ علوم میں کامل ہو گئے۔ چھبیس ستائیس سال کی عمر میں ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی۔
ستائیس سال کے بعد ان کے والد گھر واپس آئے۔ گھر پہونچکر دروازہ کھٹکھٹایا باپ بیٹے دونوں ایک دوسرے سے ناواقف تھے ربیعہ باہر نکلے تو دروازہ پر ایک اجنبی کو دیکھ کر سخت برہم ہوئے اور کہا کہ اللہ کے دشمن تو میرے گھر پر حملہ کرتا ہے۔ فروخ نے جواب دیا اللہ کے دشمن تو میرے حرم میں گھسا ہوا ہے دونوں میں یہاں تک گفتگو بڑھی کہ باہم دست و گریباں ہو گئے یہ شور و ہنگامہ سن کر پاس پڑوس کے آدمی جمع ہو گئے۔ یہاں آکر دیکھا تو ربیعہ فروخ سے لپٹے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ واللہ تم کو حاکم شہر کے پاس لیجائے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ فروخ کی زبان پر بھی یہی کلمات تھے۔ اتنے میں حضرت انس بن مالکؓ پہونچ گئے۔ اور فروخ سے کہا بڑے میاں آپ کسی دوسرے گھر میں ٹھہر جائیے۔ اس وقت فروخ نے اپنا تعارف کرایا کہ میں بنی فلاں کا غلام ہوں اور میرا نام فروخ ہے اور یہ میرا گھر ہے۔ ان کی آواز سن کر ان کی بیوی گھر سے نکل آئیں۔ اور انہیں پہچان کر بیٹے سے کہا کہ یہ تمہارے باپ ہیں اور شوہر سے بتایا کہ یہ تمہارا فرزند ہے جسے تم حمل کی حالت میں چھوڑ کر گئے تھے، یہ پردہ اٹھنے کے بعد دونوں باپ بیٹے گلے سے مل کر خوب روئے۔ گھر میں آنے کے بعد فروخ نے بیوی سے جمع کردہ رقم کے متعلق پوچھا اور کہا میرے پاس چار ہزار اشرفی اور ہیں اس کو اسی میں شامل کر لو۔ بیوی کل رقم بیٹے کی تعلیم میں صرف کر چکی تھیں۔ جواب دیا ابھی جلدی کیا ہے تمام رقم حفاظت سے دفن ہے، اطمینان سے نکالوں گی

اس وقت ربیعہ کی ذات طالبانِ علم کا مرجع بن چکی تھی۔ مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں ان کا حلقۂ درس قائم تھا۔ جس میں مدینہ کے بڑے بڑے اربابِ علم عمائد اور اشراف شریک ہوتے تھے۔ ربیعہ معمول کے مطابق وقت پر مسجد چلے گئے۔ ان کی ماں نے درس کا وقت پہچان کر شوہر سے کہا ذرا مسجد نبوی میں جاکر نماز پڑھ آئیے۔ فروخ مسجد گئے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے، حضرت امام مالکؒ، حسن بن زیدؒ، ابن ابو علی لہبیؒ وغیرہ مدینہ کے شرفاء اور اکابر حلقۂ درس میں شریک ہیں۔ فروخ یہ ہجوم دیکھ کر قریب چلے گئے۔ لوگوں نے راستہ دیدیا۔ ربیعہ نے درس میں خلل پڑنے کے خیال سے سر جھکا لیا۔ فروخ نے لوگوں سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں۔ لوگوں نے بتایا ربیعہ بن ابی عبداللہ فروخ۔ یہ سن کر دفور مسرت میں بول اٹھے اللہ تعالیٰ نے میرے لڑکے کو یہ رتبہ عطا کیا اور گھر جاکر بیوی سے کہا میں نے تمہارے لڑکے کو ایسے رتبہ پر دیکھا کہ اس سے پہلے کسی صاحب علم فقیہ کو نہ دیکھا تھا۔ شوہر کی زبان سے یہ اعتراف سننے کے بعد بیوی نے کہا اب بتائیے آپ کی کیا خواہش ہے بیٹے کی یہ عظمت وشان یا تیس ہزار اشرفیاں۔ فروخ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کی قسم لڑکے کی عظمت وشان۔ بیوی نے کہا تو پھر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے آپ کی کل دولت آپ کے اس فرزند کی تعلیم میں صرف کردی۔ فروخ نے کہا اللہ کی قسم میری دولت کارآمد ثابت ہوئی۔

(از تاریخ خطیب۔ بحوالہ تابعین شاہ معین الدین احمد ندوی)

ف : سبحان اللہ یہ تھیں صالحہ ماں جنہوں نے اپنے فرزند کی بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا۔ کاش اس زمانہ میں ایسی مائیں ہوتیں تو ان کے فرزند ایسے

باکمال علماء و صلحاء پیدا ہوتے جو خوب ہی خوب خدمت علم و دین کرتے۔ (مرتب)

تلامذہ

ربیعہ کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا۔ ممتاز تلامذہ میں امام مالکؒ، یحییٰ انصاریؒ، سفیان ثوریؒ، شعبہؒ، لیثؒ، اوزاعی، ابن عیینہ، سلمان بن ہلال وغیرہ لائق ذکر ہیں۔

گویائی کا لطیفہ

امام ربیعہؒ بڑے گویا اور البوالکلام تھے۔ کہا کرتے تھے کہ خاموش آدمی خواب اور گونگے پن کی حالت میں ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک دن حسب معمول اپنی مجلس میں باتوں میں مشغول تھے کہ ایک اعرابی آیا اور دیر تک خاموشی کے ساتھ ان کی باتوں کو سنتا رہا۔ ربیعہ سمجھے کہ وہ ان باتوں سے مسحور ہو رہا ہے۔ اعراب کی فصاحت و بلاغت مشہور و مسلم ہے۔ ربیعہ نے غالبًا داد لینے کے لئے اس سے سوال کیا کہ تم لوگوں کے نزدیک بلاغت کی کیا تعریف ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ادائے معنی کے ساتھ الفاظ میں اختصار۔ ربیعہ نے پھر پوچھا اور عجز بیان کسے کہتے ہیں۔ اعرابی نے جواب دیا جس میں تم مبتلا ہو۔ یہ پُر لطف جواب سُن کر ربیعہ سخت شرمندہ ہوئے۔

(ابن خلکان بحوالہ تابعین ص۱۲۳)

وفات

ربیعہ کے سن وفات اور جائے وفات دونوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ سنہ کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ ۱۳۰ھ یا ۱۳۶ھ میں وفات ہوئی۔ جائے وفات کے بارہ میں اختلاف یہ ہے کہ ایک بیان کے مطابق انبار میں اور دوسرے بیان کے مطابق مدینۃ الرسول ﷺ میں انتقال کیا۔ بعض قرائن سے ۱۳۶ھ والی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔

(تاریخ خطیب بحوالہ تابعین ص۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عون رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

نام ونسب عبداللہ نام، ابوعون کنیت، عبداللہ بن درہ مزنی کے غلام تھے۔

عبادت ان کا سب سے بڑا مشغلہ عبادت تھا۔ نماز فجر کے بعد قبلہ رو بیٹھ کر ذکر کرتے تھے۔ طلوع آفتاب کے بعد اشراق کی نماز پڑھ کر لوگوں سے مخاطب ہوتے۔ ہر رات کئی سو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اگر کسی شب کو ناغہ ہو جاتا تو دن کو پورا کرتے۔ گھر کے احاطہ میں ایک خاص مسجد تھی، مغرب اور عشار کے علاوہ باقی تین نمازیں اپنے لڑکوں، بھائیوں اور دوسرے حاضرین کے ساتھ اُسی مسجد میں پڑھتے تھے۔ جمعہ اور عیدین میں بڑا اہتمام کرتے تھے۔ غسل کرکے بہترین لباس زیب تن کرتے، خوشبو لگاتے، کبھی سواری پر اور کبھی پا پیادہ مسجد جاتے۔ جمعہ کی نماز پڑھ کر گھر لوٹ جاتے اور سُنّتیں وغیرہ گھر ہی پر پڑھتے۔ رمضان کے مہینہ میں عبادت بہت بڑھ جاتی تھی۔ فرض نماز با جماعت پڑھ کر گھر چلے آتے اور تنہائی میں عبادت کرتے۔ تنہائی میں "اَللّٰہُ رَبُّنَا" کے وِرد میں مشغول رہتے۔ ایک دن کے ناغہ سے ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ اِس معمول میں مرتے دم تک فرق نہ آیا۔ (سیر صحابہ ج، صـ۲۶۳)

احسان میں اخفار بکار بن محمد کا بیان ہے کہ ابن عون جب کسی کے ساتھ کوئی سلوک کرتے تھے تو اس مخفی طریقہ سے کرتے کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ دوسرے دن پر اس کا اظہار نہایت برا

جانتے تھے۔ (سیر صحابہ ج، صـ۲۶۴) (حصہ تابعین)

اخلاق نہایت خوش اخلاق، حلیم الطبع اور نرم خو تھے۔ کسی موقع پر بھی اُن کی زبان سے کوئی ناروا کلمہ نہیں نکلتا تھا۔ ابن بکار کا بیان ہے کہ میں نے ابن عون سے زیادہ زبان پر قابو رکھنے والا آدمی نہیں دیکھا۔ وہ اپنے لونڈی، غلاموں بلکہ بکری اور مرغی تک کو کبھی گالی نہ دیتے تھے۔ جہاد کی اونٹنی کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ (سیر صحابہ صـ۲۶۵)

حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ شیفتگی رکھتے تھے۔ چنانچہ اُنکی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ ایک مرتبہ خواب ہی میں رُخ انور کی زیارت ہو جاتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ تمنا پوری کی، وفات سے کچھ دنوں پہلے خواب میں دیدار رجمالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ اس شرف پر ایسے وارفتہ ہوئے کہ بالا خانہ سے اُتر کر فوراً مسجد میں آئے اور انتہائی مسرت میں گر پڑے، پیروں میں چوٹ آئی۔ لیکن ایک بابرکت یادگار کی حیثیت سے اُس چوٹ کا علاج نہ کیا۔ (سیر صحابہ صـ۲۶۵) (حصہ تابعین)

علامہ شعرانی نے نقل فرمایا ہے کہ ابن بکار فرماتے تھے کہ ابن عون کو کسی سے مزاح کرتے ہوئے میں نے نہ دیکھا، کیونکہ وہ اپنے نفس اور آخرت کے فکر و شغل میں رہتے ہیں۔

والدین کی عظمت اور صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ پر قبلہ رو ہو کر طلوع آفتاب تک ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے پھر اُس کے بعد اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ آپ خوشبو اور اچھے

لباس استعمال کرتے تھے اور اپنے والدین کے فرماں بردار تھے، اِس لئے اُن کے ساتھ ایک برتن میں کھانا نہ کھاتے تھے۔ اور جب اُس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ شاید اُن حضرات کی نظر کسی لقمہ پر پڑی ہو اور میں اُس کو لے لوں۔ ایک مرتبہ اُن کی والدہ نے کسی ضرورت سے اُن کو بلایا تو ذرا سخت آواز میں اُن کا جواب دیا، پھر (اپنی غلطی کا احساس ہونے پر) اس کے کفارہ میں دو غلام آزاد کر دیئے۔ (طبقات ص۱۵۵)

وفات

رجب سنہ ۱۵۱ھ میں وہ واصل بحق ہو گئے۔ جنازہ میں لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ مسجد کا صحن اور اُسکی عمارت ناکافی ہو گئی اور محراب میں جنازہ رکھ کر نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ جمیل بن محفوظ ازدی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (سیر صحابہ ص۲۶۶)

حضرت قتادہ بن دِعامہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب آپ کی کنیت ابوالخطاب، نام نامی قتادہ بن دعامہ۔

فضل وکمال آپ نابینا تھے۔ آپ کا شمار حفاظ حدیث اور ائمۂ اعلام میں تھا۔ آپ بالخصوص تفسیر اور اختلاف علماء کے جاننے والے تھے۔ آپ زبردست قوت حافظہ کے مالک تھے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ بکر بن عبداللہ مزنی فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے زمانہ کے احفظ الناس کو دیکھنا چاہے وہ قتادہ کو دیکھ لے۔ وہ خود فرماتے تھے کہ میرے کانوں نے کبھی کوئی چیز نہیں سُنی۔ مگر میرے دل ودماغ نے اس کو محفوظ کرلیا۔

آپ تابعی ہیں۔ حضرت انس بن مالک، حضرت ابوطفیل اور حضرت عبداللہ بن سرجس وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ نے روایات کی ہیں۔ آپ سے کئی تابعین مثلاً سلیمان تیمی، حمید طویل، ایوب سختیانی اور کئی ائمۂ اعلام مثلاً امام شعبہ اور امام اوزاعی وغیرہم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم نے روایات لی ہیں۔

ارشادات آپ فرماتے تھے جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوگا اور جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوگا اس کے ساتھ وہ جماعت ہوگی جو کبھی مغلوب نہیں ہوتی اور اس کے ساتھ وہ پہریدار ہوگا جس کو کبھی نیند نہیں آتی اور اس کے ساتھ ایسا رہبر ہوگا

جو کبھی گم کردۂ راہ نہیں ہوتا۔

آپ فرماتے تھے کہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کا خصوصی اکرام فرمائیں گے۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ آدمی علم کا ایک باب یاد کرے جس سے اپنی اور دوسروں کی اصلاح مطلوب ہو یہ مکمل ایک سال کی نفل عبادت سے افضل ہے۔

ف: سبحان اللہ کیسے مفید ارشادات ہیں جو پیش نظر رکھنے کے لائق ہیں (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ صہ ۲۹۹)

حضرت مرہ بن شراحیل رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام مرہ۔ کنیت ابو اسماعیل۔ والد کا نام شراحیل لقب طیب ہے

تعارف عبادت اور اطاعت کے خوگر، تہجد کے پابند، بیہودگی اور غیر سنجیدہ باتوں سے مجتنب، سُنی سُنائی باتوں سے اپنی زبان کی حفاظت کرنے والی یہی وہ شخصیت ہے جس کو تاریخ کے صفحات میں طیب (پاکیزہ) سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور آپ جلیل القدر تابعی ہیں۔

علاء بن عبد الکریم ایامی کہتے ہیں کہ گاہے ہم مرہ ہمدانی کی ملاقات کے لئے جاتے تھے اور وہ کبھی ہمارے پاس آتے تھے تو ہم ان کی پیشانی، ہتھیلیوں، گھٹنوں اور قدموں پر سجدہ کے نشانات دیکھتے چنانچہ ہم انکے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھتے پھر وہ اپنی عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔

ف: سبحان اللہ وقت کی کس قدر منزلت تھی کہ آنے والوں کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھ کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔ (مرتب)

حصین کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم مرہ بن شراحیل کے پاس ملاقات کے لئے آئے اور ہم نے ان کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ اپنے چھوٹے سے حجرہ میں ہیں جس میں وہ بارہ سال سے عبادت وریاضت میں مشغول ہیں۔

عطاء بن سائب کا بیان ہے کہ وہ بلاناغہ روزمرہ ایک ہزار رکعات نماز پڑھا کرتے تھے۔ ان کی نشست گاہ بیٹھنے کے نشان کی وجہ سے اس قدر متاثر ہو گئی تھی کہ دیکھنے والے کو گمان ہوتا کہ وہ کسی اونٹ کے میرک (بیٹھنے کی جگہ) کو دیکھ رہا ہے۔

ف: سبحان اللہ عبادت کا کتنا ذوق تھا جو قابل عبرت ہے۔ (مرتب)

ارشاد

حمزہ عبدی کہتے ہیں کہ ہم مرہ بن شراحیل کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جو کچھ مصیبت لکھتا ہے تو اس کو نافذ بھی کر دیتا ہے، چاہے وہ بندہ مطیع و فرمانبردار ہو۔ اور جو روزی کسی انسان کے لئے لکھتا ہے تو اس کو پوری پوری پہنچاتا ہے، چاہے وہ بندہ نافرمان ہی کیوں نہ ہو۔ (حلیۃ الاولیاء ص۳۸ ج۴)

وفات

آپ کا انتقال ۷۶ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تقریب التہذیب ص۵۲۵)

حضرت خیثمہ بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام خیثمہ ، والد کا نا عبد الرحمٰن ہے۔

فضل وکمال آپ کا شمار کثیر العبادت علماء میں ہوتا ہے۔ آپ نہایت فیاض تھے۔ اکثر اوقات جہاد میں شرکت کرتے تھے۔

آپ تین دن میں قرآن ختم کرتے تھے۔ اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خیثمہ رح نے دو لاکھ درہم وراثت میں پائے لیکن سب کے سب فقراء اور مساکین اور ارباب فقہ وفتاوی پر صرف کر دیئے۔ اعمش رح کا بیان ہے کہ خیثمہ رح بڑے نفیس اور لذیذ کھانے بناتے اور میٹھائی تیار کرتے پھر ابراہیم نخعی کی رفاقت میں ہمیں مدعو کرتے اور کہتے کہ تم کھاؤ مجھے اس قسم کے چیزوں کی خواہش نہیں ہوتی۔ میں تو آپ حضرات کے لئے یہ تیار کرتا ہوں۔ مسعر رح نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ان کی چارپائی کے نیچے خبیص نامی حلوہ کی ٹوکری ہوتی۔ جب قراء کرام کی جماعت اور آپ کے ساتھیوں کا وفد آتا تو ان کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ علامہ ابن حجر رح نے تقریب التہذیب میں آپ کو تابعی تحریر کیا ہے۔

ف: سبحان اللہ، کس قدر جود وسخا اور اپنے اوپر ایثار کی خصلت تھی۔ نیز علماء کی قدر ومنزلت اور ضیافت کا اہتمام فرماتے تھے۔ (مرتب)

آپ کی فیاضی وہ بڑے خوش عیش اور صاحب مال تھے۔ ان کے یہاں درہموں کی تھیلیاں بھری رہتی تھیں۔ چنانچہ جب اپنے ساتھیوں میں سے کسی کی چادر یا کرتہ پھٹا ہوا دیکھتے یا اس پر چھوٹا سا سوراخ دیکھتے تو موقعہ کی تلاش میں رہتے۔ جب وہ شخص دروازے سے نکلتا تو آپ دوسرے

دروازے سے نکل کر اس سے ملاقات کرتے پھر اس کو ہدیہ و تحفہ دیتے اور
کہتے کہ اس سے اپنا کرتہ یا چادر خرید لینا یا فلاں ضرورت میں صرف کر لینا۔

ارشادات سلمہ بن کہیل سے منقول ہے کہ خیثمہ رح کی ملاقات محارب بن دثار سے ہوئی تو انہوں نے کہا کہ تم موت کو کتنا پسند کرتے ہو تو محارب نے جواب دیا میں بالکل پسند نہیں کرتا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ میں بہت بڑا نقص ہے۔

ف: حقیقت یہ ہے کہ بزرگوں کا ذوق الگ الگ ہوتا ہے۔
کوئی موت کو پسند کرتا ہے تو کوئی حسن عمل کیلئے طول حیات کو (مرتب رح)

اعمش رح خیثمہ رح سے نقل کرتے ہیں کہ کچھ لوگ ان کو تکلیف دیتے تھے وہ ان کے بارے میں کہتے تھے یہ لوگ مجھے ستاتے ہیں لیکن واللہ ان میں سے جب کوئی کسی ضرورت کو لیکر آتا ہے تو اس کی ضرورت کو میں پورا کرتا ہوں اور ان میں کا جب کوئی مجھے تکلیف پہونچاتا تو میں اسکا بدلہ اچھائی سے دیتا ہوں لیکن میں پھر بھی ان کے نزدیک کالے کتے سے بھی مبغوض ہوں۔

ف: اسی کو شیخ سعدی رح نے کیا ہی خوب فرمایا ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا ✻ اگر مردی احسن الی من اساء

ترجمہ: برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ دینا بہت آسان ہے۔ اگر مرد ہو تو اسکے ساتھ اچھا سلوک کرو جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا۔ وفی ذالک فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۔ (مرتب)

آپ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت سیدنا سلیمان ؑ نے فرمایا کہ ہم نے

دنیا کی نرمی سختی سب کو آزمایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا کم سے کم حصّہ بھی کافی ہے۔

ف: اس لئے اگر کوئی حرص وہوس کو ختم کر کے کم پر اکتفا کرے تو ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ (مرتب)

آپ فرماتے ہیں کہ جب کبھی تو کوئی ایسی چیز مانگے جو تجھ کو مل جائے تو اللہ تعالیٰ سے جنت مانگ۔ ممکن ہے کہ یہی وہ دن ہو جس میں یہ دُعا قبول ہو جائے اور سعادت نصیب ہو جائے۔

حضرت سفیان کہتے ہیں کہ خلیثمہ رحؒ نے وصیت کی ہے کہ ان کو اپنی قوم کے فقراء کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔

ف: یہ تو اضع کی بات ہے۔ (مرتب)

وفات آپ کا انتقال ۱۸۰ھ کے بعد ۲۰۰ھ کے اندر ہوا۔ رحمہ اللہ علیہ (تقریب التہذیب صد ۲۰۷)

آخری تابعی

حضرت خلف بن خلیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام: نام خلف، والد کا نام خلیفہ، دادا کا نام صاعد، کنیت ابو احمد۔

قیام: آپ کا قیام کوفہ میں تھا۔ پھر وہاں سے واسط منتقل ہو گئے۔ ایک عرصہ تک وہاں پر قیام پذیر رہے۔ پھر اُس کے بعد وہاں سے بغداد تشریف لے آئے اور آخر وقت تک بغداد ہی میں قیام پذیر رہے۔

روایت: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے حضرت عمرو بن حریث رضؓ سے ملاقات کی۔ لیکن بعض محدّثین نے اِس ملاقات پر نکیر کی ہے۔

اُنھوں نے اپنے والد اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت حفص اور اسمٰعیل ابن ابی خالد سے روایت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص۱۳۶)

وفات

علامہ جلال الدین سیوطی رحؒ نے "تدریب الراوی" میں لکھا ہے کہ تابعین میں سب سے آخر ۱۸۰ ؁ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (تدریب الراوی ج۲ ص۲۱۴)

اور علامہ ابن حجر رحؒ نے "تہذیب التہذیب" میں آپ کی وفات میں دو قول ذکر کئے ہیں۔ (۱) ۱۷۱ ؁ھ (۲) ۱۸۱ ؁ھ اور آپ کی عمر ایک سو ایک ۱۰۱ سال لکھی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص۱۳۶ ج۳)

تذکرہ

حضراتِ تابعات

رحمھن اللہ تعالیٰ

اب گیارہ تابعات کے مختصر حالات واقوال اوران کے علمی وعملی اوراخلاقی کارناموں کا تذکرہ کیا جائے گا تاکہ ہماری خواتین اُن برگزیدہ ہستیوں کے حالات واقوال، اُن کے عقائد واعمال اور اُن کی سیرت کو پڑھیں اور اُن پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

اِس سے پہلے بلیس صحابیاتؓ کے احوال وارشادات بھی جلد اول میں درج کئے جا چکے ہیں۔

اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب)

حضرت فاطمہ بنت الحسین بن علی رحمہا اللہ

نام ونسب فاطمہ نام، والد کا نام حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دادا کا نام حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہے۔

خاندانی اعزاز و بزرگی ان کی پرورش اور تربیت ایک معزز، پاکیزہ اور محترم گھرانہ اور علم وتقویٰ کے دسترخوان پر ہوئی۔ اُن کے والد حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما جو کہ معزز اور کامل ترین پیشوا تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت درجہ محبوب نواسے تھے۔

روایتِ حدیث حضرت فاطمہ بنت الحسین رحمہا اللہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رواۃ میں سے ہیں۔ چنانچہ جن صحابہؓ سے اُنھوں نے روایت کی ہے اُنہیں سے چند یہ ہیں: حضرت بلال، حضرت عبداللہ بن عباس، اور والد محترم حضرت حسین رضی اللہ عنہم۔

اور اُن کی مرسل روایات میں سے ایک وہ ہے کہ اُن کے بیٹے عبداللہ بن حسن نے اُن سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ فرماتے اور جب نکلتے تو یہ فرماتے: بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔

اخلاق: اللہ تعالےٰ نے اُنھیں حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ سیرت

سے بھی مزین فرمایا تھا۔ چنانچہ بھلائی اور نیکو کاری کو پسند کرتی تھیں اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتی تھیں۔ اور اُن کے اخلاقِ حسنہ کی شہرت اُن کے فضل و شرف و کرم و احسان کی وجہ سے لوگوں تک بہت جلد پہنچ گئی تھی۔

ارشاد

ایک مرتبہ اُنھوں نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور فرمایا کہ بیوقوفوں میں سے کوئی بیوقوف کامیاب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی وہ اپنی لذّات کو پاتا ہے، بلکہ صرف جوانمردی کی صفات والے ہی کامیاب ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے خوف کے سایہ میں پناہ لو۔

ف: یعنی ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہو، اسی میں فوز و کامرانی ہے. اور اسی سے مامون رہوگے۔ (مرتب)

وفات

آپ کی وفات سنہ ۱۱۰ھ میں ہوئی اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئیں۔

نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَھَا۔

(دورِ تابعین کی نامور خواتین صـ ۲۳)

ترجمہ

نساء من عصر التابعین

مولفہ، مکرم احمد خلیل جمعہ

ترجمہ مولانا ثناء اللہ محمود صاحب

حضرت عمرۃ بنت عبدالرحمٰن رحمہااللہ

نام ونسب نام عمرۃ ، والد کا نام عبدالرحمٰن، دادا کا نام سعد ہے۔ آپ کا تعلق انصارِ مدینہ سے ہے۔ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تربیت یافتہ ہیں اور آپ کا شمار اُس وقت کی فقیہہ عورتوں میں ہوتا ہے۔ آپ کے والد اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں اور آپکے دادا متقدمین صحابہؓ میں سے ہیں۔

روایت حدیث آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا وغیرہ سے روایتِ حدیث کی ہے۔

روایتِ حدیث میں اُنھوں نے خوب جدوجہد کیا، جسکی وجہ سے وہ بڑی محدّثہ، عالمہ، فقیہہ، ثقہ اور حجت بن گئیں اور تابعین خواتین کی سردار ہو گئیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تدوینِ حدیث کے لئے جن حضرات کا انتخاب کیا تھا ان سے حضرت عمرہ کی احادیث کی اہمیت بیان کی تھی۔ کیونکہ علمِ حدیث میں جو مقام آپ کا تھا وہ کسی ہمعصر خاتون کا نہیں تھا۔ جس طرح آپ نے بہت سی صحابیاتؓ سے حدیث روایت کی ہے اسی طرح آپ سے قاضی ابوبکر بن حزم، امام زہری، عروہ بن زبیر اور یحییٰ بن سعید وغیرہم زبردست جبال العلم حضرات نے حدیث حاصل کی ہے۔ چنانچہ آپ کی مرویات بہت سی کتابوں میں موجود ہیں۔

وفات

آپ کے سن وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا انتقال ۹۸ سنہ ھ میں ہوا۔ اور دوسرے قول کے مطابق آپ کی وفات ۱۰۶ سنہ ھ میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۴ ص۵۰۷)

حضرت حفصہ بنت سیرین رحمہا اللہ تعالیٰ

نام ونسب: نام حفصہ، والد کا نام سیرین ہے۔

قرآن: اُنھوں نے بارہ برس کی عمر میں قرآن پاک کو حفظ کر لیا تھا۔ قرآن پاک اُن کو اِتنا صحیح اور عمدہ یاد تھا کہ اُن کے بھائی امام ابن سیرین کو بھی کوئی اِشکال پیش آتا تو فرماتے جاؤ حفصہ سے پوچھ آؤ۔

عبادت اُن کا تیس برس تک یہ معمول رہا ہے کہ جب صبح وہ مصلے پر جاتیں تو کسی بشری ضرورت یا دوپہر کے لیٹنے ہی کے لیے اُٹھتیں اور ظہر کے وقت جب اپنے مصلّٰی پر چلی جاتیں تو دوسرے دن اشراق کی نماز پڑھ کر ہی اُٹھتیں۔ اُس کے بعد کچھ دیر سو رہتی تھیں۔ وہ روزانہ رات کو نصف قرآن پاک پڑھتیں اور عیدین و ایامِ تشریق کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتیں۔

ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ حفصہ نے ایک کفن تیار کر رکھا تھا، جب وہ حج کے لئے روانہ ہوتیں اور احرام باندھتیں تو اُس کو پہن لیتیں۔ یا پھر جب رمضان المبارک کا عشرۂ اخیرہ شروع ہوتا تو اُس وقت اُس کو پہن کر نوافل میں مشغول ہوتیں۔ (اعیان الحجاج ج۱ ص۱۲۷)

فضل وکمال امام محمد بن سیرین کی بہن بہت مشہور محدثہ ہیں۔ امام ابن سیرین اور قتادہ جیسے محدثین کبار اُن سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ صحابہ رضؓ میں حضرت انس رضؓ اور اُمّ عطیہؓ وغیرہما سے روایت کرتی ہیں۔ اُن کی روایت کردہ حدیثیں صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ اس علم وفضل کے ساتھ کمالِ ولایت بھی اُن کو حاصل تھا۔

قرآن پر گہری نظر اُن کا علم وسیع اور قرآن پاک پر اُنکی ایسی نظر تھی کہ ایک بار عاصم احول وغیرہ (جو کبار محدثین میں سے تھے) حدیث سننے گئے تو حفصہؒ نے بیرانہ سالی کے باوجود اپنی چادر سے منہ ڈھانک لیا۔ اُن لوگوں نے کہا، اللہ تعالےٰ تو فرماتے ہیں:۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِيْ	اور جو بیٹھ رہی ہیں گھروں میں تمہاری
لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ	عورتوں میں سے جن کو توقع نہیں رہی نکاح
جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ	کی، اُن پر گناہ نہیں کہ اُتار رکھیں اپنے کپڑے
مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ۔	یہ نہیں کہ دکھلاتی پھریں اپنا سنگار (شیخ الہندؒ)

جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسی عورتیں چادر سے منہ نہ ڈھانکیں تو مضائقہ نہیں۔ حفصہؒ نے فرمایا کہ اُس کے بعد کیا ہے؟ ہم نے کہا:۔ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ۔ (اور اگر وہ عفت اختیار کریں تو اُن کے لئے بہتر ہے) اِس سے معلوم ہوا کہ ایسی عورتیں بھی چادر سے منہ چھپائیں تو بہتر ہے۔

حفصہؒ فرماتی ہیں کہ جوانو! جوانی میں جو کرنا ہو کر لو۔ میں نے دیکھا ہے کہ کام جوانی ہی میں ہوتا ہے۔

ف: سبحان اللہ، جوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کیسی بہترین

نصیحت فرمائی، جو جوانوں کو گرہ باندھ لینا چاہیئے۔ حضرت مرشدی مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرماتے تھے۔ عموماً نسبت مع اللہ جوانی ہی میں حاصل ہوتی ہے اس لئے اس عمر میں خوب ہی خوب عمل میں جد و جہد کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوجوانوں کو عرش الٰہی کے تحت جگہ ملنے کی بشارت دی ہے جو شروع ہی سے اللہ کی عبادت کی فکر رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے بھی جوانوں کو خاص طور سے باطنی دولت کی تحصیل کیطرف ترغیب دی ہے۔ اسی طرح حضرت فضیل بن عیاضؒ نے بھی وعظ میں خاص طور سے اصلاح کیطرف متوجہ فرمایا ہے۔ (مرتب)

حفصہؒ نے ایک سندھی لونڈی خریدی۔ چند دنوں کے بعد اُس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم نے اپنی مالکہ کو کیسا پایا؟ اُس نے فارسی میں جواب دیا کہ "ہیں تو بہت نیک عورت، مگر معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا ہے، اس لئے وہ پوری رات روتی اور نماز پڑھتی رہتی ہیں"۔

ہشام کا بیان ہے کہ رات کو چراغ جلا کر نوافل پڑھنے میں وہ مشغول ہوتی تھیں، اور بسا اوقات چراغ گُل ہو جاتا تب بھی صبح تک ان کا گھر روشن رہتا تھا۔ گھر میں بلا چراغ روشنی پائے جانے کی شہادت اُن کی بہن اُمّ سلیم نے بھی دی ہے۔

ف: سبحان اللہ، یقیناً یہ اُن کی کرامت ہی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف مرد ہی صاحبِ کرامت نہیں ہوتے بلکہ عورتیں بھی صاحبِ کرامات ہوتی ہیں۔ ذالک فضلُ اللہ یُؤتیہ من یشاء۔ (مرتب)

وفات

۱۰۱ھ میں نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمہا اللہ تعالےٰ۔
(اعیان الحجاج ص ۱۷۹)

حضرت اُمّ الدرداء الصُّغریٰ رحمہا اللہ تعالیٰ

نام و نسب اُمّ الدرداء الصغریٰ کنیت، ہجیمہ نام، والد کا نام حی ہے۔ جلیل القدر صحابی ابو الدرداء عویمر بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بیوی ہیں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دو بیویاں تھیں، دونوں کو اُمّ الدرداء کہا جاتا تھا۔ اُن میں کُبریٰ (بڑی) صحابیہ ہیں اور صغریٰ (چھوٹی) تابعیہ ہیں۔

نکاح اُمّ الدرداء صغریٰ نے یتیمی کی حالت میں ابو الدرداءؓ کی نگرانی میں پرورش پائی۔ اور اُنھوں نے اِنکی پرورش اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے محبت میں کی۔ اور اُنکی تربیت میں تمام اچھائیوں کا لحاظ رکھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کے پاس یتیم کی کفالت کرنے والے کا اجر بہت زیادہ ہے۔

جب یہ بالغ ہوئیں تو ابوالدرداءؓ نے ان سے نکاح کر لیا اور انھوں نے ابو الدرداء کی کنیت لے لی اور اُمّ الدرداء صغریٰ مشہور ہو گئیں۔ اور آپ نے اپنے شوہر سے علم حاصل کرنا شروع کیا اور اُن سے خوب علم حدیث روایت کیا جس نے انھیں بافضیلت عالمات تابعیات اور عصرِ تابعین کی اُن فقیہات کی صفوں میں پہنچا دیا جنھوں نے بلند مرتبہ کے آثار عورتوں کی تاریخ کے صفحات پر چھوڑے۔

اُمّ الدرداء نے قناعت اور خود اعتمادی بھی سیکھی۔ اور کہتی ہیں کہ

ابو الدرداءؓ صبح کے بعد آتے اور کہتے کیا کھانے کو کچھ ہے؟ اگر نہ پاتے تو کہتے پھر میں روزے سے ہوں۔ اُم الدرداءؓ اپنے شوہر میں ان صفات کو بہتر اور عظیم سمجھتیں اور اللہ تعالیٰ سے بڑی عاجزی سے دُعا کرتیں کہ وہ اُنھیں ابو الدرداءؓ کے ساتھ جنت میں جمع فرما دے۔

فرماتی تھیں کہ اے اللہ! ابو الدرداءؓ نے مجھ سے رشتہ مانگا اور مجھ سے نکاح کیا، اے اللہ! میں تجھ سے ابو الدرداء کا رشتہ مانگتی ہوں کہ تو آخرت میں ان کا نکاح مجھ سے کر دے۔

عبادت وطاعت

اُم الدرداء کے اوقات سارے کے سارے اطاعت، علم اور عبادت سے بھرپور تھے اور اُن کا گھر ہر بے کس و نادار کی امیدوں کا مرکز تھا، ہر قسم کے فقیہ و مجتہد اور عابد عورت و مرد اُن کے یہاں آتے تاکہ اُن سے علمِ حدیث حاصل کریں اور اللہ عزّ وجلّ کا ذکر کریں۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ لوگ دمشق کی جامع مسجد کی شمالی دیوار کے پاس اُن سے پڑھتے اور فقہ حاصل کرتے تھے۔

اور حضرت عون بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم اُمّ الدرداء کے یہاں آتے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ اور عورتیں اُمّ الدرداء کے یہاں اپنے اوقات کو ذکر اور نمازیں صرف کرتیں۔ یونس بن میسرہ کہتے ہیں کہ عورتیں اُمّ الدرداء کے ساتھ عبادت کے لئے پوری رات کھڑی رہتیں، حتیٰ کہ اُن کے پاؤں پھٹ جاتے۔

اُمّ الدرداء کے صفاتِ حسنہ میں سے ایک یہ تھی کہ وہ مجالسِ علم پر حریص تھیں اور علماء کی مجالس اور مذاکروں پر بڑی ترغیب دیتی تھیں۔

ارشاد

آپ فرماتی تھیں کہ ابن آدم کے دل میں خوف شمع کے جلنے کی طرح ہے۔ کیا تم نے اسے خوف سے لرزتے دیکھا ہے؟ تو شہر بن حوشم نے کہا، کیوں نہیں دیکھا ہے۔

وفات

اُمّ الدرداء کی وفات ۸۲ھ میں ہوئی۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔

(دورِ تابعین کی نامور خواتین ص ۲۸۹)

حضرت سکینہ بنت الحسین رحمہا اللہ تعالیٰ

نام ونسب نام آمنہ، لقب سکینہ ہے اور اسی سے مشہور ہوئیں۔ والد کا نام حسین اور والدہ کا نام رباب بنت امرئ القیس الکلبیہ ہے۔ یہ اُن تابعات میں سے تھیں جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو حفظ کیا۔ ان کی روایت میں سے ایک ابن عساکر نے اپنی سند سے فائد مولیٰ عبداللہ بن علی کے طریق سے روایت کی ہے۔ فائد کہتے ہیں کہ مجھ سے سکینہ بنت الحسین نے اپنی والدہ سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کے حاملین اہلِ جنت کے عارفین ہوں گے۔

اخلاق سکینہ اخلاق کریمہ کی حامل تھیں۔ ان کو ادب وحیا اور علم وذہانت اور عقل وفراست اور حسن صورت وسیرت نے آراستہ کیا تھا۔ سکینہ اپنے بڑے رُتبے کے ساتھ ساتھ غایت درجہ سخی بھی

تھیں، مال و دولت کو بے وقعت سمجھتی تھیں اور جو اُن کے پاس جاتا اُسے خوب مال دیتیں اور اکرام کرتیں۔ اِن سب خوبیوں کی بنا پر وہ شہرت کی انتہائی بلندی پر جا پہنچی تھیں۔

وفات

آپ کی وفات اسّی سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں جمعرات کے دن ۵ ربیع الاول ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ رحمہا اللہ تعالےٰ۔

حضرت اُمّ کلثوم بنت حضرت علیؓ رحمہا اللہ

نام و نسب نام اُمّ کلثوم، والد کا نام علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب الہاشمیہ، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی حقیقی بہن تھیں جو اپنے نانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ۶ھ میں پیدا ہوئیں اور آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اُن کا نام اُمّ کلثوم تجویز فرمایا۔ اُنھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ضرور ہے لیکن روایت نہیں کی۔

تربیت اُن کی پرورش ایسے گھرانے میں ہوئی جس کو اللہ تعالےٰ نے ہر قسم کی گندگی سے پاک فرما دیا تھا۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے دُنیا کی بہترین ماں عطا فرمائی، وہ تھیں سیدہ فاطمہ بنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

حضرت اُمّ کلثوم جوان ہوئیں تو قریش کی صاحبزادیوں میں فصیح ترین

صاحبزادی تھیں۔

نکاح : آپ کا نکاح امیر المومنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہوا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سسرالی رشتہ قائم ہونے سے بہت خوش ہوئے اور مہاجرین اولین حضرت عثمان رض حضرت طلحہ رض اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض وغیرہ سے کہا کہ مجھے مبارکباد دو۔ اُن لوگوں نے کہا، کس بات کی مبارکباد دیں؟ فرمایا کہ حضرت علی رض کی صاحبزادی سے عقد کی سعادت مجھے نصیب ہوئی۔ پھر ایک حدیث سُنائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قیامت کے دن سارے نسب و سبب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب و سبب کے"۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اور یہ نسبت یعنی حضرت اُم کلثوم رض سے عقد صحابیت کے شرف پر اضافہ ہوگیا۔

امام ذہبیؒ، ابن کثیرؒ اور علامہ طبریؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت اُمّ کلثومؓ کا عقد ذی قعدہ ۱۷ھ میں ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے چالیس ہزار سکۂ رائج الوقت مہر ادا کئے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرتے تو اُنکی زوجہ اُمّ کلثوم رحمہا اللہ بھی اُن سے اِس شان میں کم نہ تھیں۔ وہ بھلے کاموں میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مدد کرتیں اور لوگوں کی تکلیف دور کرنے میں شریک کار ہوتیں۔ اور کیسے نہ ہوتیں کہ وہ پاکیزہ کاشانۂ نبوت کی بیٹی تھیں اور خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔ وہ ہر خیر و بھلائی کے کام میں پیش پیش رہتیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ اجر

د ثواب حاصل کریں۔

وفات حضرت اُمِّ کلثوم رحؒ کی وفات سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ہوئی۔ جیسا کہ امام ذہبی رحؒ نے لکھا ہے۔ رحمہا اللہ تعالےٰ۔

اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اُن کی نماز جنازہ گورنر مدینہ سعید بن العاص نے پڑھائی اور شرکارِ جنازہ میں حضرت عباس رضؓ، حضرت ابو ہریرۃ رضؓ، حضرت ابو سعید خدری رضؓ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

(دورِ تابعین کی نامور خواتین صـ ۱۲۹)

حضرت معاذہ بنت عبداللہ العدویہ رحمہا اللہ

نام و نسب نام معاذہ العدویہ، کنیت امّ الصہبار، والد کا نام عبداللہ ہے۔

فضل و کمال حضرت معاذہ صاحب فضیلت و مرتبہ والی تابعیہ تھیں اُنھوں نے حضرات صحابہ رضؓ و صحابیات رضؓ سے اپنے علم کی پیاس بُجھائی، خاص طور سے حضرت عائشہ رضؓ، حضرت علی رضؓ اور ہشام بن عامر رضؓ وغیرہم سے تحصیلِ علم کیا اور ان حضرات سے روایت بھی بیان کی ہے۔

عبادت پرہیزگاری، تفقہ فی الدین اور دیگر تمام عبادتوں میں اونچے مرتبہ پر فائز تھیں، حکمت کی باتیں اُن کی زبان پر جاری رہتی تھیں اور لوگوں کے دلوں میں موثر ہوتی تھیں۔ جب سردی کا موسم ہوتا تھا تو معاذہ پتلے کپڑے پہنتی تھیں تا کہ سردی نیند کو روکے اور عبادت میں سستی نہ پیدا کرے۔ (نامور خواتین صـ ۲۳۲)

نماز نماز کے وقت اگر وہ کسی کام میں مشغول ہوتیں تو فوراً وہ کام چھوڑکر مصلے پر آجاتیں اور ساری رات نماز، ذکر اور تلاوتِ قرآن میں گزارتیں اور روزانہ دن رات میں چھ سو رکعت نماز پڑھتی تھیں۔

موت کا ذکر جب آفتاب طلوع ہوتا تو فرماتیں کہ یہ میرے مرنے کا دن ہے۔ پھر سوتی نہ تھیں یہاں تک کہ شام ہو جاتی اور جب رات آتی تو فرماتیں کہ یہ میری موت کی رات ہے۔ پس صبح تک نہ سوتیں۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا تو کھڑی ہو جاتیں اور گھر میں ٹہلنے لگتیں۔ اور فرماتیں کہ اے نفس! دائمی سونا تو تمھارے سامنے ہی ہے۔ یہ کہتیں اور رات بھر اسی طرح چکر لگاتی رہتیں اور ڈرتی رہتی تھیں کہ کہیں موت سونے کی حالت میں نہ آجائے۔ (طبقات)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ مرد ہی نہیں بلکہ عورتیں بھی کثرتِ عبادت وریاضت کے شرف سے مشرف تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو بھی اس کا ذوق نصیب فرمائے۔ (مرتب)

ارشادات

فرماتی تھیں، مجھے اُس آنکھ پر تعجب ہے جو سوتی ہے۔ حالانکہ اُسے معلوم ہے کہ قبر کے اندھیرے میں رات بہت لمبی ہے۔

ایک عورت سے فرمایا جس کو انھوں نے دودھ پلایا تھا، میری بچی! اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے خوف و اُمید والی بن جا۔ میں سمجھتی ہوں کہ امید رکھنے والا شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوگا۔ اور خوف رکھنے والے شخص کے متعلق سمجھتی ہوں کہ وہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے کے دن اُس ذات پاک سے امان کی امید رکھے۔

دنیا سے کم رغبت رکھنے کے سلسلہ میں فرماتی تھیں کہ میں دنیا میں ستر برس رہی مگر اس میں آنکھوں کی ٹھنڈک کبھی نہ پائی، یعنی راحت وطمانینت سے محروم رہی چنانچہ شوہر کے انتقال کے بعد مرتے دم تک بستر پر ٹیک نہ لگایا۔

وفات

آپ کی وفات ۸۳ سنہ ھ میں ہوئی۔ رحمہا اللہ تعالیٰ

(دورِ تابعین کی نامور خواتین ص ۲۲۵)

حضرت عائشہ بنت سعد رحمہا اللہ تعالیٰ

نام ونسب نام عائشہ، والد کا نام سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہے مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ حضرت عائشہ رح زبردست تابعیہ، صاحبِ علم وفضل اور حفظ وروایت میں ممتاز خاتون تھیں۔

علمی نشو ونما حضرت عائشہ رح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ میں پیدا ہوئیں۔ اُن دنوں مدینہ منورہ صحابۂ کرام رض اور دیگر علماء ومحدثین کا منبع تھا۔ ایسے متبرک زمانہ میں عائشہ اپنے والد کی آنکھوں کے سامنے پلیں بڑھیں۔ اُن کے والد عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، جس سے بڑھ کر کونسا شرف ہوگا۔

روایتِ حدیث حضرت عائشہ رح نے اپنے والد حضرت سعد رض اور چند ازواج مطہرات رض سے روایت کی ہے اور اُن سے بہت سے تابعین وغیرہ نے بھی روایت کی ہے۔ مثلاً امام مالک بن انس رح

ابو ایوب سختیانی رح، الحکم بن عتیبہ رح، ابوالزناد، مہاجر بن مسمار رحمہم اللہ ان کی روایات امام بخاری رح نے لی ہے۔

عبادت حضرت عائشہ کا روایت حدیث اور فقہ فی الدین کے ساتھ ساتھ عبادت میں بھی ایک خاص مقام تھا۔ نماز کی پابندی کا بہت خیال تھا۔ مسجد نبویؐ میں نماز کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا، نوافل وغیرہ کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔ خاص عبادت کا ذوق امہات المومنین رض سے حاصل کیا تھا۔ چونکہ اکثر و بیشتر اوقات ان ہی کی خدمت میں گزارتی تھیں۔

ف : سبحان اللہ، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُمہات المومنین کے صحبت اور تعلیم و تربیت کی برکت سے اس مقام کو پہنچ گئیں کہ حضرت امام مالک رح جیسے جلیل القدر امام آپ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ اور عبادت میں بھی ایک خاص مقام حاصل ہو گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مناصب مردوں ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو عورتیں بھی اِدھر متوجہ ہوئیں وہ ان مناصب تک پہنچیں۔ آج بھی اگر خواتینِ اسلام اس طرف متوجہ ہو جائیں تو کامیابی و کامرانی نصیب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں کمی نہیں ہے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

وفات

۱۱۷ھ میں نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔

حضرت اُمِّ کلثوم بنتِ ابی بکرؓ رحمہا اللہ تعالیٰ

نام و نسب نام اُمِّ کلثوم، والد کا نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں۔ جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے۔

تعلیم و تربیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ تمھاری ذمہ داری ہے کہ اُمِّ کلثوم کی تعلیم و تربیت کرو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اپنے والد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہر طرح سے تربیت کی۔ ہر اُس چیز سے بچاتیں جو کسی نافرمانی کی طرف داعی ہو۔ چنانچہ حضرت اُمِّ کلثومؓ نے حدیث شریف کی پوری تعلیم حضرت عائشہؓ سے حاصل کی اور اُن کی آغوشِ تربیت سے اس طرح بن کر نکلیں کہ آپ کا شمار اُن تابعیات میں ہونے لگا جن کے علم و فضل پر لوگوں کو پورا اعتماد تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں اُنھوں نے بھی آپ سے روایت کی ہے اور اُن کے علاوہ بہت سے تابعین نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ ترمذی شریف اور مسلم شریف میں آپ کی مرویات ہیں۔

نکاح حضرت اُمِّ کلثومؓ کا نکاح حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اُمِّ کلثوم نے اپنے شوہر کے ساتھ ایک امانت دار عابدہ کی طرح نہایت خوش و خرم زندگی گزاری اور اِس بارے میں نامور ہوئیں۔

جود و سخاوت حضرت اُمِّ کلثوم کو سخاوت اپنے والد سیدنا ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے وراثت میں ملی تھی، جن کی سخاوت بے مثال ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی زیر تربیت تھیں جو سخاوت و فیاضی میں مشہور تھیں، اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بیوی تھیں جنکو نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے طلحۃ الخیر اور طلحۃ الفیاض اور طلحۃ الجود کا لقب عنایت فرمایا تھا۔ ایسے پاکیزہ ماحول اور تربیت میں حضرت اُمّ کلثوم رضؓ نے زندگی گزاری جس کی بنا پر وہ خود دوسروں کو اُس کی ترغیب دیا کرتی تھیں اور خود بڑھ چڑھ کر اُسمیں حصّہ لیتی تھیں۔

ف: ماشاء اللہ، جود و سخاوت مردوں اور عورتوں سب کے لئے قابلِ اقتدار ہے۔ بلکہ عورتوں کو اُس کی طرف خاص طور سے توجہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ دنیا و آخرت دونوں جہان میں سرخروئی حاصل ہو۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

وفات

اُمّ کلثوم رضؓ کی وفات کا صراحۃً تذکرہ نہیں ملتا۔ البتہ کچھ دلائل سے اشارہ ملتا ہے کہ ۵۰ھ کے بعد مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔ رحمہا اللہ

(نامور خواتین ص ۲۰۹)

حضرت عائشہ بنت طلحہ رحمہا اللہ تعالٰی

نام ونسب نام عائشہ، والد کا نام سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ اُم کلثوم بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی خالہ ہیں۔

فضل وکمال آپ ایک عظیم المرتبت تابعیہ ہیں، دورِ نبوت کے عظیم الشان گھرانے کی دُختر نیک اختر ہیں۔ آپ کی نشو ونما اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیر نگرانی ہوئی علم وادب، فقہ وحدیث وغیرہ جملہ علوم ومعارف آپ ہی سے حاصل کیا۔ عام عورتوں سے بالکل الگ تھلگ ذہن کی خاتون تھیں، بناؤ سنگار سے بالکل بے نیاز تھیں، ہمہ وقت علوم ومعارف کی تحصیل میں منہمک رہتی تھیں۔

روایتِ حدیث آپ نے احادیث نبویہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہیں۔ انکی احادیث صحاح میں مروی ہیں۔ آپ نے اپنی خالہ سے اُن کا علم وادب اور انکی نسبت حاصل کرلی تھی، جس کی وجہ سے وہ اُن تابعیات میں ہوگئیں جن سے لوگوں نے احادیث نقل کی ہیں۔

اُن سے روایت کرنے والے بہت سے اکابر تابعین اور بڑے علماء ہیں۔ اُن کی روایات میں سے ایک وہ روایت ہے جس کو ابوداؤد نے

عن عائشۃ بنت طلحۃ عن اُمّ المومنین عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے۔ فرماتی ہیں، میں نے فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی کو نہیں دیکھا جو ہیئت، طریقہ اور حالت کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہ ہو۔ وہ جب آپؐ کے پاس تشریف لاتیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اُن کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اُن کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی اُٹھتیں آپ کو بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتی تھیں۔

اور ایک روایت میں امام مسلم نے بھی اسی طریق سے نقل کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اُمہات المومنین کو مخاطب کر کے فرمایا، تم عورتوں میں سب سے پہلے مجھ سے وہ ملیگی جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے۔

اخلاق و عادات

حضرت عائشہ بنت طلحہ بہت ذاکرہ تھیں، اُن کی زبان کبھی صبح وشام ذکرِ الٰہی سے خالی نہیں رہتی تھی، اُن کا نفس تزکیہ پاکر پاکیزہ ہو چکا تھا جس نے اُنھیں حضرت طلحہؓ کی بیٹیوں میں یکتا بنا دیا تھا۔ خوف وخشیت والی خاتون تھیں، حق گوئی اُن کی امتیازی خصوصیت تھی، علم ومعرفت کے لحاظ سے نادر الوجود تھیں۔

وفات

آپ کی وفات سنہ ۱۰۱ھ میں ہوئی۔ (دورِ تابعین کی نامور خواتین ص۱۵)

حضرت السیدۃ رابعہ العدویہ البصریہؒ

تعارف آپ بصرہ کی رہنے والی تھیں۔ آپ کی بزرگی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے، ان کے پاس جایا کرتے اور ان سے نصیحت اور دعا کی خواہش کیا کرتے تھے۔

گریہ وزاری عبداللہ بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں حضرت رابعہ العدویہ کے گھر میں داخل ہوا تو میں نے انکے چہرے پر نور کو دیکھا اور وہ بہت زیادہ رونے والی تھیں۔

ایک شخص نے قرآن کریم کی ایک آیت کو حضرت رابعہ العدویہ کے سامنے پڑھا جس میں میں دوزخ کا ذکر تھا۔ (اس کو سنکر) ان کی چیخ نکل گئی پھر گر گئیں۔ (صفوۃ الصفوۃ صفحہ ۲۷ ابن الجوزیؒ ج ۴)

خوف آپ گریہ وزاری کے ساتھ غمگین رہا کرتی تھیں۔ جب آپ کے سامنے جہنم کا ذکر کیا جاتا تو دیر دیر کے لئے بیہوش ہو جاتی تھیں اور فرماتی تھیں ہمارا استغفار خود محتاج استغفار ہے۔ آپ ہدایا کو قبول نہ فرماتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ مجھ کو دنیا کی حاجت نہیں ہے آپ کا کفن آپ کے سامنے سجدہ گاہ پر رکھا رہتا تھا اور آپ کی سجدہ گاہ آنسو سے تر رہتی تھی۔

ف: پس زمانہ حال کی عورتو! یہ تمھاری ہی طرح عورت ہیں جنہوں نے علمی و عملی کمالات حاصل کئے جس کی وجہ سے بڑے بڑے

اکابر بھی ان سے مستفیض ہوئے مگر افسوس کہ اب عموماً عورتیں بیجا حرص و ہوس کی خود شکار ہی نہیں بلکہ اپنے مردوں کو متاثر کرتی رہتی ہیں زیبائش و نمائش کے علاوہ کسی علمی و دینی کمال و جمال سے سروکار نہیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے آمین (مرتب)

ایک مرتبہ حضرت سفیان سے واحزناہ (ہائے افسوس) کہتے سُنا تو فرمایا کہ واقلۃ حزناہ (یعنی افسوس کہ حزن و غم کس قدر کم ہے) ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر درحقیقت آپ حزین و غمگین ہوتے تو یہاں کے عیش و عشرت میں کبھی مشغول نہ ہوتے۔ ان کے مناقب بہت ہیں جو مشہور ہیں۔ (طبقات)

ارشادات آپ فرماتی تھیں کہ ہر چیز کا ثمرہ ہے اور معرفت کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ نیز فرماتی تھیں کہ استغفر اللہ من قلۃ الصدق فی استغفر اللہ (میں اللہ تعالیٰ سے اپنے استغفار میں صدق کی کمی کی وجہ سے استغفار کرتی ہوں۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے دریافت کیا کہ سب سے بہتر کونسی چیز ہے جس سے بندہ اللہ کا تقرب ڈھونڈتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جان لو کہ بندہ دنیا اور آخرت میں اللہ کے سوا اور کسی کو دوست نہ رکھے، یہی سب سے بہتر چیز اس کے تقرب کے حصول کے لئے ہے۔

ف: سبحان اللہ کیا ہی خوب بات ارشاد فرمائی جس کا پیش نظر رکھنا ہر سالک کے لئے لازم و ضروری ہے۔ واللہ الموفق

وفات ۱۸۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔ (قاموس المشاہیر ص ۲۲۳)

قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین
یلونھم
(بخاری، فضائل اصحاب النبیؐ)

حضرات تبع تابعین رحمھم اللہ تعالیٰ

علماء امت نے اس حدیث شریف کے تیسرے ٹکڑے کا مصداق تبع تابعین کی برگزیدہ جماعت کو قرار دیا ہے جنہوں نے تابعین کرام سے فیض حاصل کیا اور علوم دینیہ کی حفاظت اور اس کی نشر واشاعت میں غیر معمولی کام بھی انجام دیا۔
فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا

حضرت سیدنا امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ

نام: مالک نام، کنیت ابو عبد اللہ، امام دار الہجرت لقب، والد کا نام انس ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۹۳ سنہ ھ میں ہوئی۔

فضل وکمال آپ نے علم نو سو مشائخ سے اخذ کیا ہے، جن میں تین سو تابعی تھے۔ آپ اُمت میں امام دار الہجرت کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ علم وفضل والے تبع تابعی ہیں۔

آپ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنے کے لئے بیٹھتے تو پہلے غسل فرماتے، دھونی لیتے، عطر لگاتے اور لوگوں کو آواز بلند کرنے سے منع فرماتے۔

آپ جب گھر میں داخل ہوتے تو آپ کا شغل مصحف اور تلاوت کرنے کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔ آپ سے سلاطین ہیبت زدہ اور مرعوب رہتے تھے۔ (طبقات)

عظمتِ حدیث حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام مالکؒ نے درس حدیث شروع کیا تو اثنائے درس میں آپ کا رنگ بار بار متغیر ہو جاتا تھا۔ مگر آپ نے نہ درسِ حدیث بند کیا، نہ آپ سے حدیث کی روایت میں کسی قسم کی لغزش واقع ہوئی۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے مزاج مبارک دریافت کیا تو فرمایا کہ اثنائے درس میں تقریباً دس بار بچھو نے ڈنک مارا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ صبر اپنی شجاعت واستقامت جتانے کے لئے نہیں کیا، بلکہ صرف حدیثِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے کیا ہے۔

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم میں اِس قدر صبر و تحمل آپ کی کُھلی کرامت ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اِس کا اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔ (مرتب)

عشقِ رسول ﷺ یافعی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک سے عشق تھا حتیٰ کہ آپ اپنے ضعف و پیری کے باوجود مدینہ میں سوار نہ ہوتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس شہر میں آپ کا جسدِ مبارک مدفون ہوا اُس میں میں ہرگز سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (سیر صحابہ، تبع تابعین ص۴۹۳ ج۸)

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اِس قدر ادب و احترام اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اِسکی توفیق مرحمت فرمائے۔ (مرتب)

خوفِ آخرت قعنبی نقل کرتے ہیں کہ میں مرض الوفات میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام کر کے بیٹھ گیا، دیکھا تو امام رو رہے تھے۔ میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا، کیسے نہ روؤں، اور مجھ سے زیادہ رونے کا اور کون مستحق ہو سکتا ہے۔ میری آرزو ہے کہ جو مسئلہ بھی میں نے اپنی رائے سے بتایا ہے ہر مسئلہ کے بدلے مجھ کو ایک کوڑا مارا جائے۔ کاش میں نے اپنی رائے سے ایک مسئلہ بھی نہ بتایا ہوتا۔ مجھے گنجائش تھی کہ اُس کے جو جوابات مجھ سے پہلے دیئے جا چکے تھے اُن ہی پر سکوت کر لیتا۔

ف: سبحان اللہ یہ تھا خوفِ آخرت اور کارِ افتار کی اہمیت جبکہ آج اِس سلسلہ میں بہت بے احتیاطی برتی جا رہی ہے۔ (مرتب)

حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری "محدثین عظام" میں

امام صاحبؒ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

امام صاحب کے فضل و کمال کا اعتراف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کسی کی حدیث زبانی کوئی یاد کرنا چاہے تو کس کی کرے؟ جواب دیا کہ مالک بن انس کی۔ (ص۲۷)

اخلاق وعادات امام صاحبؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد ادب کرتے تھے۔ جب نام مبارک زبان پر آتا چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ لوگ پوچھتے تو فرماتے کہ ہم نے جن ارواح طیبات کی زیارت کی ہے اُن کی حالت مجھ سے بڑھ کر تھی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ سے غایت درجہ محبت تھی۔ بجز سفر کے کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے۔

مدینہ منورہ میں امام مالکؒ جس مکان میں رہتے تھے وہ مکان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تھا، کرایہ پر لے کر ہمیشہ اُس میں رہے۔ اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا۔ اور مسجد نبویؐ میں نشست اُس جگہ کرتے تھے جہاں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نشست کرتے تھے۔ اور یہ وہی جگہ تھی جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف کے وقت بستر مبارک بچھایا جاتا تھا۔

عفو و درگزر محمد ذو النفس الزکیہ نے مدینہ منورہ میں اور اُن کے بھائی ابراہیم نے بصرہ میں جب سادات پر منصور کی زیادتیوں سے تنگ آکر علم بغاوت بلند کیا تو امام صاحبؒ نے اُن کا ساتھ دیا۔ جس کے نتیجہ میں والئ مدینہ جعفر بن سلیمان نے غضب ناک ہو کر امام دار الہجرت کی پشت پر

ستر کوڑے لگوائے، تمام پیٹھ خون آلود ہو گئی، دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اُتر گئے اور اونٹ پر بٹھا کر تمام شہر میں تشہیر کرائی۔

غالباً ۱۴۶ھ میں جب منصور حرمین حاضر ہوا تو والیٔ مدینہ سے قصاص لینا چاہا، مگر امام صاحبؒ نے روک دیا اور فرمایا کہ جس وقت کوڑا پڑتا تھا اُسی وقت میں جعفر کو قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب معاف کر دیتا تھا۔ (محدثینِ عظام صفحہ ۶۶)

امام مالکؒ کا لباس

زبیری کہتے ہیں: امام مالکؒ عدن، خراسان اور مصر کے بنے ہوئے عمدہ کپڑے استعمال کرتے تھے۔ اور خوشبو لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ نے جس کو نعمت دی ہو، اُس کا اثر اُس پر ظاہر ہونا چاہیئے۔ فرماتے تھے کہ طالبِ علم کو سفید کپڑا استعمال کرنا چاہیئے۔

ف: پس طلبہ کو ضرور سفید لباس زیبِ تن کرنا چاہیئے۔ (مرتّب)

بشر کہتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے پاس گیا اُس وقت آپ کے جسم پر پانچ سو دینار کی شاہانہ انداز کی چادر تھی۔

امام مالکؒ کے پاس کسی درویش نے خط میں لکھ کر بھیجا کہ آپ بہت نرم اور نفیس کپڑے استعمال کرتے ہیں، عمدہ قسم کی چپاتیاں کھاتے ہیں، بیش قیمت قالین پر بیٹھتے ہیں، دروازہ پر حاجب رکھتے ہیں۔

تو جواب میں امام مالکؒ نے کہا کہ آپ کے ناصحانہ و مشفقانہ مکتوب کا بڑا اثر ہوا۔ مزید لکھا کہ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ میں نرم اور نفیس کپڑے استعمال کرتا ہوں تو ہم ایسا کر کے اللہ سے استغفار کرتے ہیں اور ایسا اِس لئے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا ہے:-

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِیَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(اعراف، ۳۲)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے کہ (یہ بتلاؤ) اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جو اُس نے اپنے بندوں کے (استعمال کے) واسطے بنائے ہیں اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو (جنکو اللہ نے حلال کر دیا ہے) کس نے حرام کیا ہے۔ آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اصل میں ایمان والوں کے لئے ہیں دُنیا کی زندگی میں، خالص اُنہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن۔

مجھے یہ معلوم ہے کہ اِن چیزوں کا ترک استعمال کرنے سے بہتر ہے۔

(امام مالکؒ اور اُنکی کتاب مؤطا کا مقام ص۹۷)

ف: سبحان اللہ، کیا خوب فیصلہ فرمایا کہ قیمتی ونفیس کے استعمال کرنے کو مباح تو رکھا مگر اس کے ترک کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عام سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بہتر قرار دیا۔ (مرتب)

ارشاد: فرماتے تھے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ قیامت کے دن جن باتوں کے متعلق انبیاء مسئول ہوں گے اُنہی باتوں کا سوال علماء سے بھی ہوگا۔

فرماتے تھے کہ مسجد میں منافقین کی مثال گوریوں جیسی ہے کہ پنجرہ جہاں کھلا یہ چڑیا اڑیں۔

ف: اسی طرح منافقین کو ایمان کی خامی کی وجہ سے مسجد میں اچھا نہیں لگتا سکون نہیں ملتا۔ العیاذ باللہ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جب آدمی اپنی مدح خود کرتا ہے تو اُس کے چہرے کی شادابی ختم ہو جاتی ہے۔ فرماتے تھے کہ علم کثرتِ روایت کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ ایک نور ہے جس کو اللہ تعالےٰ قلب میں القاء فرماتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ طالبِ علم کے لئے وقار وسکینہ وخشیت لازم ہے۔

فرماتے تھے کہ عالم کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسے آدمی کے سامنے علم کی بات کرے جو اُس کی اطاعت نہ کرے، اس لئے کہ یہ علم کی ذلّت و اہانت ہے۔ آپ مدینہ کی گلیوں میں پیدل ننگے پاؤں چلا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے جانور کے کھُر سے ایسی زمینِ مقدس کو روندوں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ہے۔

اور حضرت مالک نے حضرت مطرف سے دریافت کیا کہ میرے متعلق لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کہا کہ دوست تو آپ کی تعریف کرتے ہیں اور رہے دشمن تو وہ آپ کی مذمّت اور بُرائی کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہمیشہ لوگ اسی حال پر رہے ہیں کہ اُن کے کچھ دوست ہوتے ہیں اور کچھ لوگ دشمن۔ اور ہم تو اللہ تعالےٰ کی اس بات سے پناہ مانگتے ہیں کہ تمام زبانیں ایک ہی بات پر متفق ہو جائیں۔

ف: یعنی سب کے سب تعریف ہی کرنے لگیں، یا سب ہی مذمت کرنے لگیں یہ البتہ خطرناک بات ہے۔ اور علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ "لا یسود سید بدون ودود یمدح وحسود یقدح (شامی ص۱۰۲) (یعنی کوئی سردار بن ہی نہیں سکتا بغیر مدّاح[1] کے جو تعریف کرے اور بغیر حاسد[2] کے جو عیب بیان کرے۔) اس لئے کہ مدح وتعریف سے دل کو تسلی وقوت ملتی ہے اور طعن وتشنیع سے دماغ صحیح رہتا ہے جس سے اپنے کسی خوبی وکمال پر عجب پیدا نہیں ہوتا۔ (مرتب)

وفات

۱۷۹ھ میں وفات ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئے رحمہ اللہ تعالیٰ (طبقات ص۴۵)

---

[1] تعریف کرنے والا [2] حسد کرنے والا۔

حضرت ربیع بن صبیح رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب اور وطن نام ربیع اور والد کا نام صبیح تھا۔ کنیت ابوبکر اور ابوحفص تھی۔ مگر زیادہ شہرت ابوحفص ہی کو حاصل ہے۔ قبیلہ بنو سعد بن زید کے آزاد کردہ غلام تھے اس لئے ان کی طرف منسوب ہو کر سعدی بھی کہلاتے ہیں۔ مزید سلسلۂ نسب کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ربیع بن صبیح کا اصلی وطن بصرہ تھا۔

اساتذہ حضرت ربیع بن صبیح رح حضرت امام حسن بصری رح کے خاص شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے شیوخ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ان کے اساتذہ کی طویل فہرست میں کبار تابعین کے نام بھی شامل ہیں۔ مثلاً ابن سیرین رح مجاہد بن جبیر رح، عطا بن ابی رباح وغیرہم۔

تلامذہ خود ابن ربیع کے چشمۂ علم سے جو تشنگان علوم سیراب ہوئے ان میں اس عہد کے علم وفن کے مشاہیر ائمہ شامل ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:۔ عبداللہ بن مبارک رح، وکیع بن الجراح رح، سفیان ثوری رح وغیرہم۔

فضائل ومناقب ربیع بن صبیح رح زمرۂ اتباع تابعین میں بہت نمایاں اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رح اور بعض دوسرے محققین نے انھیں "محدث تابعی" بتایا ہے۔ غالباً یہ شبہ انکی علمی جلالت اور بلندیٔ شان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ورنہ فی الحقیقت کسی صحابی سے ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔

تقریباً تمام ائمہ اور اہل فن نے ربیع کے علم وفضل اور اوصاف وکمالات

کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ امام ابوزرعہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"شیخ صالح صدوق" (سچے اور نیک بزرگ تھے)

امام شعبہ رح کا قول ہے:۔

"ربیع سید من سادات المسلمین" امام ربیع رح مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے ایک ہیں۔

حافظ ابن حجر رح لکھتے ہیں:۔

"کان عابداً مجاهداً" وہ عابد اور مجاہد تھے۔

(تبع تابعین ج ۲ ص ۱۶۳)

آپ کی عبادت و ریاضت

آپ کی عبادت و ریاضت اور شب بیداری کا بقول ابن حبان رح حال یہ تھا کہ:۔

کان من عباد اهل البصرة وزهادهم وکان یشبه بیته ببیت النحل من کثرة التهجد

ربیع رح بصرہ کے عابدوں اور زاہدوں میں سے تھے، تہجد کی کثرت کی وجہ سے راتوں کو ان کا گھر شہد کی مکھیوں کے چھتہ کی طرح گونجتا تھا۔

تواضع وانکساری اور بے نفسی کے سلسلہ میں ربیع اپنے شیخ حضرت حسن بصری رح کا یہ واقعہ بیان کرتے تھے:۔

کان الحسن اذا اثنی علیه احد فی وجهه کره ذالك واذا دعا له سر بذ الك۔

جب کوئی آدمی امام حسن بصری رح کی تعریف ان کے منہ پر کرتا تو آپ اسے ناپسند کرتے اور جب آپ کے لئے دعا کرتا تو بہت خوش ہوتے تھے۔

حضرت ربیعؒ کی غزوۂ باربُد (گجرات) میں شرکت

مورخ کبیر امام طبری نے ۱۶۰ھ کے واقعات میں اس غزوہ کی تفصیل یوں لکھی ہے کہ اس سال عبد الملک بن شہاب مسمعی مطوعہ وغیرہ افواج کو لیکر شہر باربد پہنچے اور دو دن کے بعد جنگ شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زبردست فتح دی۔ اسلامی فوج کے سوار بستی میں ہر طرف پھیل گئے اور دشمن اپنے بتخانہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے آخر ان کو شکست ہوئی اور ان کے تمام آدمی کام آئے۔ مسلمانوں میں بیس سے کچھ زائد آدمی شہید ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں دیدیا۔ مگر جنگ کے بعد سمندر میں طغیانی آگئی۔ اس لئے اسلامی فوج فوراً واپس نہ ہو سکی اور موسم کے خوشگوار ہونے اور مدوجزر ختم ہونے تک ٹھہر گئی۔ اسی زمانۂ قیام مجاہدین میں ایک وبائی بیماری پھیل گئی جسے "حمام قر" کہا جاتا ہے۔ یہ منہ میں پھوڑے پھنسی کی شکل میں پیدا ہوتی تھی۔ اس بیماری میں ایک ہزار آدمی کے قریب فوت ہو گئے۔ انہی مرنے والوں میں ربیع بن صبیح بھی ہیں۔ جب حالات سازگار ہوئے تو مسلمانوں کی فوج وہاں سے روانہ ہوئی اور جب فارس کے ایک ساحل پر پہنچی جسے بحر حمران کہا جاتا ہے تو رات کو نہایت تند و تیز ہوا چلی جس نے تمام جہازوں کو توڑ دیا۔ اس طوفان کی وجہ سے کچھ آدمی غرق ہو گئے اور کچھ بچ گئے۔ جو لوگ بچ گئے تھے انہوں نے یہاں کے قیدیوں کو بصرہ کے گورنر محمد بن سلیمان کی خدمت میں پیش کیا۔ ان میں باربد کے راجہ کی بیٹی بھی شامل تھی۔

باربد بھاڑبھوت کی تعریب ہے جو گجرات کے ضلع بھروچ میں ایک قدیم

تاریخی مقام ہے۔ یہاں بہار راجگان بلہرا کے ماتحت ایک راجہ حکومت کرتا تھا نیز یہاں ایک بہت بڑا بت خانہ تھا۔ اب بھی ہر بارہ سال کے بعد یہاں مذہبی میلہ لگتا ہے۔

امام ربیعؒ کی جائے وفات اور مدفن

غزوہ باربد کی تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ غزوہ بلاد الہند کے ایک شہر باربد میں ہوا جو اس زمانہ میں ایک راجہ کی راجدھانی تھا اور امام ربیعؒ بن صبیح مع دوسرے ایک ہزار مجاہدین اسلام کے اسی جگہ پر یا اس کے قریب کہیں وبائی مرض میں انتقال کر گئے اور جائے انتقال ہی پر ان کی تجہیز و تکفین ہوئی۔

ان تمام مورخوں اور تذکرہ نویسوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ربیعؒ کی جائے وفات اور مدفن خود باربد یا اس کے اور سمندر کے درمیان کوئی جزیرہ اور ٹاپو ہے۔ گجرات کے مسلمانوں میں اب تک عام طور سے مشہور رہا ہے کہ بھاڑ بھوت ضلع بھروچ اور راندیر ضلع سورت میں کسی تابعی کا مزار ہے۔ بلکہ راندیر میں کسی خاص مزار کو تابعی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر یہ محقق نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ان ہی دونوں جگہ میں سے کسی میں یا آس پاس حضرت ربیع بن صبیحؒ اور دوسرے ہزاروں مجاہدین اسلام آسودۂ خواب ہیں۔ غالب گمان ہے کہ یہ مقدس خطہ بھاڑ بھوت؏ یا اس کے قریب کہیں ہوگا۔

؏ الحمدللہ حضرت ربیع بن صبیحؒ کی مزار کی زیارت اور فاتحہ خوانی کیلئے بار بار متعدد بار حاضر ہوا ہے اگرچہ قبر کا کوئی نام و نشان نہیں ہے تاہم نربدا ندی کے اندر اس قبر مبارک کے آجانے کا گمان عام لوگوں کو ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات سے ہم لوگوں کو بھی مالا مال فرمائے۔ نور اللہ مرقدہٗ۔ (مرتب)

امام ربیعؒ کی بعض مرویات

اب ہم تبرک کے طور پر ربیع بن صبیح بصریؒ کی بعض مرویات واحادیث کو نقل کرتے ہیں سنن ترمذی میں ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تفسیر سورۂ آل عمران کے سلسلہ میں ہے۔

حدثنا ابوکریب نا وکیع عن ربیع. وھوابن صبیح وحماد بن سلمة عن ابی غالب قال رای ابوامامة رؤسا منصوبة علی درج دمشق فقال ابوامامة : کلاب النار شر قتلی تحت ادیم السماء، خیر قتلی من قتلوہ ثم قرء یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ الی اخر الآیة قلت لابی امامة، انت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لولم اسمعه الا مرة او مرتین او ثلاثا او اربعا حتی عد سبعا ماحدثتکموہ۔ ھذا حدیث حسن	امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہم سے ابوکریب نے بیان کیا ہے کہ ہم سے وکیع نے ربیع بن صبیح اور حماد بن سلمہ سے بیان کیا کہ ابوغالب نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوامامہ نے باب دمشق کی سیڑھیوں پر خوارج کے کچھ سر دیکھے، تو ابوامامہؓ نے کہا کہ یہ جہنم کے کتے ہیں۔ آسمان کے نیچے بدترین مقتول ہیں اور جسے انہوں نے قتل کیا ہے (یعنی حضرت علیؓ) وہ بہترین مقتول ہیں پھر یہ پوری آیت پڑھی یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ یہ سن کر میں نے حضرت ابوامامہؓ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں یہ سنا ہے؟ اس پر ابوامامہ نے فرمایا کہ اگر میں نے اسے آپ سے ایک یا دو یا تین یا چار حتی کہ سات بار نہ سنا ہوتا تم سے اسے بیان نہ کرتا بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے۔

اس روایت کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں بھی بیان کیا ہے۔ البتہ ان دونوں کی روایت کے الفاظ میں کچھ کچھ فرق ہے۔

امام ربیع کے تلمیذ رشید امام محمد شیبانیؒ نے بھی آپ کی احادیث و مرویات کو اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے۔ ہم ان کی کتاب "الحجۃ علی اہل المدینۃ" سے چند احادیث نقل کرتے ہیں۔ باب الخطاء والنسیان والسہو میں امام محمدؒ نے کہا ہے۔

اخبرنا ربیع بن صبیح البصری عن الحسن بن ابی الحسن البصری انہ قال فی رجل تناول فی صلوٰتہ کوزا من ماء فشرب منہ ناسیا انہ یعید الصلوٰۃ

ہمیں ربیع بن صبیح بصریؒ نے حسن بصریؒ سے خبر دی کہ انھوں نے فرمایا کہ جو آدمی بھول کر اپنی نماز میں پانی کا کوزہ لے کر پی جائے تو وہ اپنی نماز لوٹائے۔

باب غسل الجمعہ میں ہے:۔

اخبرنا ربیع بن صبیح البصری عن یزید الرقاشی عن انس بن مالکؓ وعن الحسن البصریؒ رضی اللہ عنہما کلاھما یرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال من توضا یوم الجمعہ فبھا ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل۔

ہمیں ربیع بن صبیح بصریؒ نے یزید رقاشی سے خبر دی، انھوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی نیز ربیعؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کی اور یزید و حسن دونوں مرفوعاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن وضو کرے تو یہ بھی بہت اچھی بات ہے اور جو شخص غسل کرے تو غسل افضل ہے۔

باب الرجل نیسی صیام ثلاثۃ ایام فی الحج میں ہے۔

اخبرنا ربیع بن صبیح عن یزید

ہمیں ربیع بن صبیح نے یزید رقاشی سے

الرقاشی عن انس بن مالکؓ	خبر دی، انھوں نے حضرت انس بن مالکؓ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ	سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھی	نے پانچ دنوں میں روزہ رکھنے سے منع
عن صوم خمسۃ ایام، یوم الفطر	فرمایا ہے، عید الفطر، عید الاضحیٰ، اور
ویوم النحر وایام التشریق۔	ایام تشریق۔

باب الرجل یاکل اور یشرب ناسیًا، میں ہے:۔

اخبرنا الربیع بن صبیح قال	ہمیں ربیع بن صبیح نے خبر دی کہ حسن بصری
حدثنا الحسن البصری قال	نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ	علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی
وسلم: اذا اکل احدکم او شرب	رمضان یا غیر رمضان میں روزہ رکھے
ناسیا وھو صائم فی شھر رمضان	اور بھول کر کھا پی لے تو اسے اللہ تعالیٰ
او غیر رمضان فان اللہ اطعمہ	نے کھلایا پلایا۔ اسے چاہئے کہ اپنا روزہ
وسقاہ فلیمض فی صومہ	پورا کرے۔

امام خطیب بغدادیؒ نے "الکفایۃ فی علم الروایۃ" میں لکھا ہے:۔

یحییٰ بن بکیر: ثنا الربیع	یحییٰ ابن بکیر نے بیان کیا کہ ہم سے ربیع بن صبیح
بن صبیح عن الحسن قال	نے امام حسن بصریؒ سے روایت کی ہے
کان یقول: لیس لاھل	وہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل بدعت کی خرابی
البدعۃ غیبۃ۔	بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

یعنی حدیث کے معاملہ میں اہل بدع واہواء پر جرح کرنا اور ان کے عیوب کو ظاہر کرنا غیبت نہیں ہے بلکہ صیانت حدیث کا ذریعہ ہے۔
(اسلامی ہند کی عظمت رفتہ صفحہ ۱۴۴) مولفہ قاضی اطہر صاحب مبارکپوری)

ف : اللہ تعالیٰ جزائے خیر مرحمت فرمائے قاضی اطہر صاحب مبارکپوریؒ کو کہ انھوں نے حضرت ربیع بن صبیحؒ کے ملفوظات تو نہیں مگر ان کی مرویات کو نقل فرما کر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو پڑھنے کی سعادت بخشی اللہ تعالیٰ اس کے برکات سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین (مرتب)

مولانا سید عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف لطیف یاد ایام یعنی مختصر تاریخ گجرات کے عنوان "گجرات سے اسلامی تعلقات کی ابتداء" کے تحت جو تحقیقی معلومات آپ نے فراہم فرمائی ہیں اس کا ابتدائی حصہ درج کر کے ناظرین کی بصیرت افروزی کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ و باللہ التوفیق

گجرات سے اسلامی تعلقات کی ابتداء

مشہور ہے کہ سب سے پہلے اسلامی تعلقات ہندوستان میں ملک سندھ کے ساتھ وابستہ ہوئے اور ۹۳ھ میں محمد ابن قاسم ثقفیؒ نے ریگستان سندھ کو طے کر کے جو عرب کے ساتھ خصائص مرزبوم (جائے ولادت) کے لحاظ سے بہت سی باتوں میں مشابہت رکھتا ہے ہندوستان میں اسلامی سلطنت قائم کی جس کے حدود ایک طرف راجپوتانہ سے ملتے تھے اور دوسری جانب وادی کشمیر سے اور یہ سلطنت کم و بیش بارہ سو برس تک مسلمانوں کے زیر حکومت و اقتدار رہتی آئی مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سب سے پہلے مسلمانوں کی دوربین نگاہ گجرات کے سرسبز پہاڑوں پر پڑی تھی اور ان کا یہ مطمح نظر اس وقت تک قائم رہا جب تک وہ گجرات پر قابض و متصرف نہیں ہو گئے۔

مسلمانوں کا پہلا حملہ

یہ تاریخی واقعہ ہے کہ ۱۵ھ میں (یعنی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرمانے کے

صرف پانچ برس بعد) فاروق اعظمؓ نے بحرین و عمان کی حکومت پر عثمان ابن العاصؓ ثقفی کو نامزد کیا جن کا شمار صحابہ کرام میں تھا۔ انہوں نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے ساتھ اپنے بھائی حکم ابن العاصؓ کو بحرین کی حکومت پر نامزد کر کے حکم دیا کہ وہ ہندوستان پر فوج کشی کریں۔ حکم نے کشتیوں کے ذریعہ سے دریائی سفر کی سخت منزلیں طے کیں اور اپنی فوج کو لئے ہوئے سب سے پہلے سواحل گجرات پر قدم رکھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ ہندوستان کی سرزمین میں سب سے پہلے گجرات کو یہ شرف حاصل ہوا کہ خدائے یکتا پر ایمان لانے والوں اور اسی ایک ہستی کو وحدہٗ لاشریک لہٗ جاننے اور اسی کو قادرِ مطلق اور متصرف الامور ماننے والوں کا پاک قدم پہلے اسی سرزمین پر پڑا اور اسی سرزمین کے دشت و جبل ہندوستان میں سب سے پہلے اللہ اکبر کے نعروں سے گونجے۔

اس حملہ میں جن سعادتمندوں کو مرتبۂ شہادت نصیب ہوا ان میں غالبًا وہ انفاس قدسیہ بھی تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آرا دیکھا تھا۔ اور آپ کی پاکیزہ صحبت اور روحانی تعلیم سے بھی مستفید ہو چکے تھے۔ ان فدائیان اسلام کی قدسی صورتیں اس سرزمین کے آغوشِ محبت میں گنج بے رنج کی طرح مدفون ہوئیں۔ اگرچہ ہم کو اس کنزِ مخفی کا پتہ نہیں ہے مگر یہ یقینی ہے کہ بمبئی اور بھڑوچ کے گرد و نواح میں یہ خزانہ سپرد خاک ہوا ہو گا۔

اس زمانہ میں بمبئی کا نام و نشان بھی نہ تھا اور آج جہاں آپ کو یہ چہل پہل اور گرم بازاری نظر آتی ہے وہاں جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا ایک غیر آباد ٹاپو تھا مگر اسی کے پاس تھانہ (جس کو عربی کتابوں میں "تانہ" لکھتے ہیں اور جواب ضلع

تھانہ کا صدر مقام ہے) بہت بارونق اور آباد بندر تھا اسی پر سب سے پہلے مسلمانوں کا حملہ ہوا تھا[1]

دوسرا حملہ اس کے بعد دوسرا حملہ حکم ابن العاص نے بھروچ پر کیا جس کو عربی کتابوں میں "بروج یا بروص" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس زمانہ میں نیل اور لاکھ کی تجارت کی وجہ سے ہندوستان کا سب سے پر رونق اور آباد بندر تھا۔[2]

ان دونوں حملوں میں حکم کو اچھی خاصی کامیابی ہوئی مگر چونکہ فاروق اعظمؓ کی رائے دریائی سفر کے خلاف تھی اس واسطے مدت تک مسلمانوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔[3]

تیسرا حملہ ۹۲ھ میں ملک سندھ مسلمانوں کے قبض و تصرف میں آیا اور ۱۰۷ھ میں ہشام ابن عبدالملک خلیفہ دمشق نے جنید ابن عبدالرحمٰن مری کو سندھ کی حکومت تفویض کی۔ جنید من چلا آدمی تھا اس نے چند روز میں اپنے زیر حکومت علاقہ کا مناسب بندوبست کر کے گجرات کی طرف توجہ کی اور اپنی طرف سے لوگوں کو عربی فوجوں کے ساتھ کچھ پر روانہ کیا۔ جس کو عربی کتابوں میں "قصہ" لکھتے ہیں۔ یہ فوجیں بھروچ کو تہ وبالا کرتی ہوئی مالوہ میں گھس آئیں اور ہر طرف جا جا کر انہوں نے فتوحات حاصل کیں، دشمنوں کو ہر جگہ پسپا کیا غنیمتیں پائیں[4]

---

[1] فتوح البلدان بلاذری۔

[2] معجم البلدان حموی۔ [3] فتوح البلدان۔ [4] فتوح البلدان۔

چوتھا حملہ اور پہلا مسلمان مصنف

کچھ دنوں کے بعد المہدی باللہ العباسی خلیفہ بغداد نے عبد الملک ابن الشہاب المسمعی کو ۱۵۹ھ میں کافی ساز و سامان کے ساتھ جہاد کے لئے روانہ کیا۔ اس کے ساتھ فوج مطوّعہ (والنٹیر) بھی تھی اور ان میں ابوبکر ربیع ابن صبیح السعدی البصری بھی تھے جن کو تابعی ہونے کا شرف حاصل تھا اور یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدیث شریف میں کتاب تصنیف کی تھی۔ فاضل چلپی نے کشف الظنون میں لکھا ہے "ھُوَ اَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ فِی الْاِسْلَام"[1]

یہ فوج کثیر ۱۶۰ھ میں باربد پہونچی اور فتوحات عظیمہ حاصل کی۔ وہ زمانہ دریا کے چڑھاؤ کا تھا۔ اترنے کے انتظار میں عبد الملک نے کچھ دنوں وہاں قیام کرنا مناسب سمجھا۔ یہ اسی انتظار میں تھا کہ دفعتہً ہوا میں عفونت پیدا ہوئی اور ایک ہزار آدمی وباء کے شکار ہو گئے۔ ربیع ابن صبیحؒ کا بھی انجام بخیر ہو گیا اور وہ اسی سرزمین میں پیوند خاک ہو گئے۔ یہ دوسرا شرف اس سرزمین کو حاصل ہے کہ ایسا شخص اس کی آغوش میں سو رہا ہے جو فن حدیث کا پہلا مصنف ہے بلکہ صاحب "کشف الظنون" کی رائے میں مسلمانوں کا پہلا

---

[1] ترجمہ: مسلمانوں میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب تصنیف کی۔ مگر صاحب تاریخ گجرات پروفیسر مولانا سید ابوظفر ندوی نے لکھا ہے کہ میری رائے میں فاضل چلپی کی رائے صحیح نہیں ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے جس شخص نے کتاب تصنیف کی وہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔ (حاشیہ تاریخ گجرات صفحہ ۲)

شخص ہے جس نے کتاب تصنیف کی ہے۔ (یادِ ایام صـ۴۲ تا ۴۶)

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے دل پذیر اشعار

جب ایک موقعہ پر بھروچ تشریف لے گئے اور نربدا کے کنارے کھڑے ہوکر جب اس کا نظارہ فرمارہے تھے اس وقت ان کو سپہ سالار جنیدؒ کی فتوحات یاد آگئیں۔ ان تاثرات کو آپ نے ذیل کی نظم میں ظاہر فرمایا ہے :۔

نربدا اے نربدا اے جادۂ بحر عرب گرچہ تو ہندی ولیکن زادۂ بحر عرب

ہاں گذشتہ کارواں کا تو نشانِ راہ ہے ہند میں اسلام کی تاریخ سے آگاہ ہے

جانتی ہے تو مری تاریخ کا پوشیدہ راز تیرے دروازہ پہ ٹھہرا تھا مرا پہلا جہاز

ہند میں اسلام کے انجام کی آغاز تو چار صدیوں تک رہی اسلام کی دمساز تو

رشتہ ہند و عرب تجھ سے ہوا تھا استوار تیرے ساحل کا ہر اک ذرہ ہے اسکی یادگار

آج کس کو یاد ہے وہ داستانِ پاستان (قدیم) اس تن آبی میں تیرا خون دوراں ہے دوام

تو ہے دریائی پری یا شاہدِ عالم ہے تو اس سمندر کے گلے میں شہ رگِ اعظم ہے تو

اے بھروچ اے خاتمِ انگشت رود نربدا تیرے ماضی عہد کی باقی رہے عزت سدا

تو تیا ء چشم ظاہر آج تیری خاک ہے
تیرا ساحل یادگارِ اُمتِ لولاک ہے

(تاریخ گجرات صـ۱۹۸)

وفات آپ کی وفات ۱۶۰ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ

نام، نسب، ولادت شعبہ نام، ابو بسطام کنیت، والد کا نام حجاج تھا۔ آپ کے والد قصبہ واسط کے قریب ایک دیہات تہیمان کے رہنے والے تھے۔ یہیں ۸۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ (سیر صحابہ، تبع تابعین ج ۸ ص ۲۳۵)

تعلیم و تربیت کوفہ و بصرہ کے درمیان واسط میں آپ کی نشو ونما ہوئی۔ آپ کی علمی زندگی شعر وادب سے شروع ہوئی، کچھ ہی دنوں کے بعد علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس میں کمال حاصل کر کے امام المحدثین بن گئے۔

شیوخ: اُس وقت کے تمام محدثینِ عظام سے سماع حدیث کیا تھا آپ کے شیوخ میں چار سو تابعین شامل ہیں۔ آپ مشہور تبع تابعی ہیں۔

علماء کا اعتراف اُس وقت کے تمام علماء و محدثین کو آپ کے علم و فضل کا اعتراف تھا۔ امام احمد بن حنبل رح فرماتے ہیں:

"علم حدیث میں حضرت شعبہ رح اپنے وقت کے سب سے بڑے امام تھے۔"

امام شافعی رح فرماتے تھے کہ "اگر امام شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں علمِ حدیث اتنا زیادہ معروف نہ ہوتا۔" سفیان ثوری رح فرماتے تھے کہ "امام شعبہ رح امیر المومنین فی الحدیث تھے۔" حضرت حماد بن زید رح فرماتے ہیں کہ "اگر کسی حدیث کی روایت میں امام شعبہ میری موافقت کرتے ہیں، تو میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔"

روایتِ حدیث میں احتیاط اِس علم وفضل کے باوجود روایتِ حدیث میں بڑی احتیاط برتتے تھے۔ جبتک وہ کسی حدیث کو کئی کئی بار سن نہ لیتے تھے اُسکی روایت نہیں کرتے تھے۔

سیرت واخلاق علم وفضل کے ساتھ ساتھ اپنے سیرت وکردار اور زہد وتقویٰ میں بھی ممتاز تھے۔ نماز نہایت حضور قلب اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے تھے۔ روزہ سے بھی خاص شغف تھا۔ سال کے اکثر ایّام وہ روزہ رکھتے تھے، حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی بھی بہت پرواہ کرتے تھے، غریبوں اور مسکینوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے لوگ اُن کو ابو الفقراء کہتے تھے۔

خوفِ آخرت آخرت کا خوف ہر وقت دامنگیر رہتا تھا۔ ہر وقت خائف رہا کرتے تھے کہ کوئی غلطی ہوگئی ہو اور قیامت کے دن اللہ جلّ شانہٗ کے حضور شرمندہ ہونا پڑے۔ اِسی بنیاد پر یحییٰ بن معین رحؒ آپ کو امام المتّقین کہا کرتے تھے۔ (تبع تابعین صفحہ ۲۰۶)

آپ کو لوگ روایت اور حدیث میں امیر المومنین کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ آپ نے اللہ تعالےٰ کی اتنی عبادت کی کہ جِلد ہڈی پر اِس طرح سوکھ گئی کہ ذرا گوشت نہ رہ گیا تھا۔ جو کوئی آٹھ درہم کا کپڑا پہنتا تھا تو اُس پر نکیر فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ تم کو چار درہم کی قمیص خریدنی چاہیئے اور چار درہم صدقہ کر دینا چاہیئے تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ ہم جن لوگوں کے ساتھ رہتے سہتے ہیں اُن کے لئے تجمل وآرائش کرتے ہیں، تو فرمایا، آخر وہ کون لوگ ہیں جن کے لئے تجمّل کرتے ہو؟۔

آپ کا یہ حال تھا کہ اگر سائل کو دینے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو اپنا گدھا ہی اُس کو دیدیتے اور خود پیدل روانہ ہوجاتے۔ اور جب کسی کشتی میں بیٹھتے تھے تو سب کی طرف سے اُجرت دیدیتے تھے۔

ف: سبحان اللہ، یہ تھی فیاضی و سخاوت ہمارے اکابر کی، جنکی اقتدار کے ہم مدّعی ہیں۔ (مرتّب)

وفات

آپ کی وفات ۱۶۰ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ (طبقات ج۱ ص۴۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی رحمہ اللہ

نام، نسب، ولادت عبدالرحمٰن نام، کنیت ابو عمرو ہے۔ بچپن کا نام عبدالعزیز تھا۔ بعد میں اُنھوں نے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن نام رکھا۔ والد کا نام عمرو تھا۔ ۸۵ھ میں شام کے مشہور شہر بعلبک میں پیدا ہوئے۔ ابھی بچے ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اپنی والدہ کے ساتھ بیروت میں سکونت پذیر ہوئے۔ ایک بار یمامہ جانے کا اتفاق ہوا، اُس وقت کے مشہور محدث یحییٰ بن کثیر کی مجلس درس میں شریک ہونے لگے۔ اُن کو یہ مجلس اِس قدر پسند آئی کہ اُسی کے ہو رہے۔

فضل و کمال امام اوزاعیؒ اُن ائمہ تبع تابعین میں ہیں جن کا شمار دوسری صدی ہجری کے ممتاز مجتہدین میں ہوتا ہے۔ اُنھوں نے تابعین کی ایک بڑی جماعت سے حدیثِ نبویؐ کی سماعت کی اور جب اُنکی عمر پچیس برس

کی تھی تو فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔

"محاسن المساعی" میں ہے کہ وہ فجر کی نماز کے بعد خاص ضرورت کے علاوہ کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے، بلکہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ تلامذہ انتظار میں رہتے۔ جب سورج نکل آتا تو اُستاذ و تلامذہ فقہ و حدیث کے مذاکرہ میں لگ جاتے تھے۔ (تبع تابعین ص۲۴۷)

ف: مگر افسوس کہ اب اِس کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ جبکہ حدیث سے بھی اُس وقت میں ذکر کی فضیلت ثابت ہے۔ (مرتب)

اخلاقِ حسنہ

سیرت و کردار میں صحابہؓ و تابعینؒ کا نمونہ تھے۔ زہد و قناعت سخاوت و فیاضی، حق گوئی و بے باکی، وعظ و پند اور اُمت کی خیر خواہی، یہ سب اُن کے نمایاں اوصاف ہیں۔ (تبع تابعین ج۱ ص۲۵۲)

عبادت و تقویٰ میں وہ ممتاز تھے۔ نماز نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے تھے۔ خصوصیت سے رات کا بیشتر حصہ ذکر و نوافل میں گزرتا تھا۔ فرماتے تھے کہ جو لوگ رات کی نمازوں میں جتنا طویل قیام کریں گے، اللہ تعالیٰ اسی نسبت سے اُن کیلئے قیامت کے قیام کو ہلکا کر دیں گے۔ (تبع تابعین ج۱ ص۲۴۷)

بیش قیمت اقوال

فرمایا کہ جب تم کو کوئی حدیث نبویؐ صحیح طریقہ سے مل جاتے تو پھر اسمیں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے۔ اِس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے تھے وہ اللہ کے مبلّغ کی حیثیت سے فرماتے تھے (لہٰذا اُس کو اللہ ہی کا پیغام سمجھنا چاہیئے۔)

فرماتے تھے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین کے اقوال و اعمال کو

اپنے اوپر لازم کر لو، اگرچہ لوگ اُس میں تمہارا ساتھ نہ دیں۔ اُس کے مقابلہ میں کسی اور کی رائے کو خواہ وہ کتنے ہی اچھے اور دلفریب پیرائے میں کیوں نہ پیش کی گئی ہو کوئی اہمیت نہ دو۔ اور اس کے قبول کرنے سے پرہیز کرو۔ اس سے دین بھی واضح اور روشن رہے گا اور تم بھی راہِ راست پر قائم رہو گے۔

ف : کیا ہی خوب نصیحت فرمائی جو ہم سب کیلئے قابلِ عمل ہے۔ (مرتّب)

نیز فرماتے تھے :۔

اَلعِلمُ مَاجَاءَ عَنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ وَمَا لَمْ یَجِیْ عَنْھُمْ فَلَیْسَ بِعِلْمٍ۔ حقیقی علم وہ ہے جو صحابۂ کرام سے ثابت اور منقول ہے اور جو اُن سے ثابت نہ ہو وہ علم نہیں ہے۔

اُن کا معمول تھا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی شخص کوئی بات پوچھتا تھا تو اُس کا جواب ضرور دیتے تھے۔

ایک عیسائی نے ایک مٹکا شہد ہدیہ دیا اور کہا کہ ایک خط شہر بعلبک کے والی کو (مالی مدد کے لئے) لکھ دیجئے۔ آپ نے اُس سے کہا کہ اگر خط لکھوانا چاہتے ہو تو اُس کی شرط یہ ہے کہ یہ شہد واپس لے لو۔ ورنہ میں شہد تو قبول کر لوں گا مگر خط نہیں لکھ سکتا۔ عیسائی راضی ہو گیا۔ آپ نے شہد واپس کر دیا اور اُس کی امداد کے لئے خط لکھ دیا اور اُس کی مدد ہو گئی۔

فرمایا کرتے تھے کہ سلامتی اور عافیت کے دس اجزاء ہیں۔ جن میں نو کے برابر تو خاموشی ہے اور اُسی کا ایک جزء لوگوں سے بے نیازی ہے۔

ف : سبحان اللہ، کتنی اہم حقیقت کی وضاحت فرمائی جو ہم سب کے مستحضر رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ (مرتّب)

ایک بار اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اُسکو

ہر معاملہ میں آسانی میسر آتی ہے۔ اور جو شخص یہ جان لے کہ گفتگو بھی ایک عمل ہے (جس کی باز پرس ہو گی) تو وہ بات چیت کم کرے گا۔

اُن کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ امام اوزاعیؒ کہا کرتے تھے کہ "ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں سب سے زیادہ کمی مونس و غمخوار بھائی کی، حلال پیسے اور اتّباعِ سُنّت کی ہو گی"۔

فرماتے تھے کہ پانچ باتیں تمام صحابہؓ اور تابعین میں مشترک تھیں:۔

(۱) اجتماعیت (۲) اِتّباعِ سُنّت (۳) تعمیرِ مساجد (۴) تلاوتِ قرآن پاک (۵) جہاد فی سبیل اللہ۔

ف : پھر ہم سب کو بھی اپنے اکابر کے ان اعمالِ خیر کا امتثال کرنا چاہیئے بلکہ انھیں لازم سمجھنا چاہیئے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی قوم کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اُس میں بحث و مباحثہ اور جدال و مناظرہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور علم و عمل کے دروازے اُن کے لئے بند کر دیتا ہے۔

ف : چنانچہ آج ایسا بہت ہو رہا ہے۔ مثلاً رفع یدین، آمین بالجہر، بعد نماز فرض دعا وغیرہ پر خوب مباحثہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کا دور دورہ ہے مگر عمل صالح کی طرف توجہ نہیں ہے۔ العیاذ باللہ (مرتّب)

فرمایا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کی محبت ایک مومن ہی کے قلب میں جمع ہو سکتی ہے۔ **ف :** ایمان کی خوب ہی خوب علامت بیان فرمائی ہے۔ (مرتّب)

فرمایا کہ بُرا ہو غیر عابد فقہار کا اور حرام چیزوں کو شبہہ کی بنا پر حلال کر دینے والوں کا۔ جس شخص نے دین میں کوئی بدعت ایجاد کی اُس کا ورع

وتقویٰ سلب ہوا۔ (تبع تابعین صـــ۲۷۲)

فرماتے تھے : جو واعظ اللہ کی رضا کے لئے وعظ نہیں کہتا، اُسکی باتیں دِل سے اِس طرح نکل جاتی ہیں جس طرح پتھر کے اوپر سے پانی۔

فرمایا : مومن بات کم کرتا ہے، عمل زیادہ ۔ اور منافق عمل کم کرتا ہے اور بات زیادہ ۔

فرماتے تھے کہ سُنّتِ نبویؐ پر جم جاؤ۔ اور اہلِ سُنّت کا جو موقف ہے وہی تم اختیار کرو۔ جس چیز سے وہ رُکے تم بھی رکو۔ سلفِ صلح کے راستہ پر چلو۔ ایمان بغیر زبان کی شہادت کے استوار اور درست نہیں ہوتا۔ اور ایمان و قول بغیر عمل کے درست نہیں ہوتے۔ اور یہ سب چیزیں حسبِ سُنّتِ نبویؐ نیت کے بغیر درست نہیں ہوتیں۔

کسی نے پوچھا کہ اِس حدیث : اکثرُ اُمّتی دخولاً فی الجنۃ اھل البلہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا

الذین یعرفون الخیر ولا یعرفون الشر۔ جو لوگ صرف بھلائی ہی جلتے ہیں اور شر سے وہ واقف ہی نہیں۔

(تبع تابعین صـــ۲۷۲)

اب "طبقاتِ کبریٰ" سے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں :۔

آپ فرماتے تھے کہ کس قدر بزرگ و برتر ہے وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا اور تجھ کو چربی کے ذریعہ سے دیکھنے والا بنایا اور ہڈی کے ذریعہ سے سُننے والا اور گوشت کے ذریعہ سے باتیں کرنے والا بنایا۔

فرمایا کرتے تھے کہ دُنیا کی کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے جو قیامت کے دن بندہ کے

سامنے نہ لائی جائے۔ بلکہ ایک ایک دن اور ایک ایک ساعت اُس کے سامنے پیش کی جائیں گی۔ پس جس ساعت میں اُس نے اللہ کو نہ یاد کیا ہوگا اُسکو دیکھ کر شدید حسرت کی وجہ سے اُس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا۔ پس خود سوچو اُس شخص کا کیا حال ہوگا جس کے ساعات و ایّام مسلسل غفلت میں گزرے ہوں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے جو بیدار ہونے اور صبح کی نماز پڑھنے کے بعد سب سے پہلے اپنے آخرت کے امور میں اور جسکی طرف اُن کو لوٹ کر جانا ہے اُس میں غور و فکر کرتے تھے، اُس کے بعد قرآن اور فقہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔

ف: معلوم ہوا کہ عالم و معلّم کیلئے بھی صرف پڑھنا پڑھانا ہی کافی نہیں ہے بلکہ کبھی یہ بھی حجاب اور سبب غفلت بن جاتا ہے۔ لہٰذا ایک وقت ایسا بھی ہونا چاہیئے جس میں بلا واسطہ ذکر و فکر کیا جائے اور ایسا وِرد ہو جو خالص فیما بینہٗ و بین اللہ تعلق و رابطہ کا سبب و ذریعہ ہو۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اپنے اہل و عیال کی ذمہ داری سے فرار اختیار کرنے والا مثل بھاگنے والے غلام کے ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی نماز اور روزہ کو قبول نہیں فرماتے، جب تک کہ وہ لوٹ کر نہیں آتا۔

فرماتے تھے کہ لوگ ہمارے پاس ہدایا لاتے ہیں، اگر اُن سب کو ہم قبول کریں تو اُن کی نظروں میں ذلیل ہو جائیں۔

ف: اب بھی علماء و مشائخ کا یہی معمول و دستور ہونا چاہیئے تاکہ عوام الناس کے نزدیک ذلیل و رُسوا نہ ہوں۔ (مرتب)

وفات

۱۵۷ھ میں وفات ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔ (طبقات ص ۳۹)

حضرت سفیان ثوری ابن سعید رحمہ اللہ

نام ونسب سفیان نام، ابوعبداللہ کنیت، آپ کے سلسلۂ نسب میں ایک نام ثور بن مناۃ آتا ہے اُسی کی نسبت سے ثوری کہلاتے ہیں۔

خاندان علم وفضل کے لحاظ سے آپ کا خاندان کوفہ کے معروف خاندانوں میں تھا۔ آپ کے والد سعید بن مسروق خود صاحب علم وفضل تھے، خاص طور پر حدیث نبویؐ کی تحدیث وروایت میں وہ معروف تھے۔ آپ کی والدہ بھی نہایت عفت مآب، پاکیزہ سیرت اور صاحب علم خاتون تھیں۔

حضرت سفیان رحؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار رات کو آسمان پر نگاہ اُٹھائی تو معلوم ہوا کہ میرا دل پہلو میں نہیں ہے۔ اس کیفیت کا ذکر میں نے اپنی والدہ سے کیا تو بولیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے آسمان پر عبرت پذیری اور غور وفکر کی غرض سے نگاہ نہیں ڈالی، بلکہ تمہارا مقصد صرف لہو ولعب تھا۔ (سیر الصحابہ ج ۲ ص ۲۴۲)

ف: سُبحان اللہ، آپ کی والدہ ماجدہ کو بھی معرفت کا کتنا بڑا مقام حاصل تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جب ان کا یہ حال ہے تو انھوں نے اپنی اولاد کی کیسی تربیت فرمائی ہوگی۔ اللہ تعالےٰ ایسی مائیں پیدا فرمائیں جو حضرت سفیان ثوریؒ جیسی اولادیں جنیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ (مرتب)

ولادت آپ کی ولادت ۹۷ سنہ ھ میں ہوئی۔ اور کوفہ سے بصرہ ۱۵۵ سنہ ھ میں تشریف لے گئے۔ اور آخر وقت تک وہیں قیام رہا۔

آپ دو دو تین تین دن کھانا نہ کھاتے تھے، مگر جب یہ عبادت میں خلل انداز ہوتا تو تناول فرماتے تھے۔ آپ تبع تابعی ہیں۔

نصائح آپ نے ایک عابد کو لکھا کہ اے بھائی، تم ایسے زمانہ میں موجود ہو کہ اصحابِ رسولؐ اِس زمانہ تک پہنچنے سے پناہ مانگا کرتے تھے، حالانکہ اُن کے پاس وہ علم تھا جس سے ہم محروم ہیں اور اُن کے لئے جو ثبات فی الدین تھا وہ ہم کو نصیب نہیں ہے۔

پس ہمارا کیا حال ہوگا جبکہ قلّتِ علم و قلّتِ صبر اور دین کے معاملہ میں اعوان و انصار کی کمی کے باوجود اِس فاسد زمانہ نے ہم کو پا لیا ہے۔ پس تم پر لازم ہے کہ امرِ اوّل کو مضبوطی سے پکڑو، اور خمول و گمنامی کو اختیار کرو۔ اِس لئے کہ یہ گمنامی وعزلت اور لوگوں کے ساتھ قلّتِ مخالطت کا زمانہ ہے۔ کیونکہ پہلے ایک دوسرے کی ملاقات سے ہر ایک کو دینی نفع پہنچتا تھا، مگر آج یہ چیز عنقا ہو گئی ہے۔ پس آجکل نجات مخالطت کے ترک ہی میں ہے۔

اور اے بھائی، اپنے کو اُمراء کے قرب و میل جول سے دور ہی رکھو۔ تم سے یہ کہا جائیگا کہ اُمراء کی خدمت میں جا کر آپ تو ضرورت مندوں کی سفارش کرتے ہیں اور مظلوموں کو ظلم و ستم سے رہائی دِلواتے ہیں۔ (تو پھر اُمراء کے قرب سے کیا نقصان ہے، فائدہ ہی ہے) تو سمجھ لو کہ یہ ابلیس کا خداع و فریب ہے۔ اور اس کو علمائے نے اُن کے قرب کا زینہ اور اس سے دنیا حاصل کرنے کا حیلہ بنا رکھا ہے۔

ف : اِس زمانہ میں تو اُمراء و مالداروں کی مصاحبت سے مزید احتراز و احتیاط کی ضرورت ہے۔ تاہم اگر اہلِ ثروت و حکومت سے ملنا لازمی ہو تو پھر اپنی نیت کی صحت و درستگی کے ساتھ بلکہ مزید اپنے دیندار و سمجھدار بزرگوں سے مشورہ کے بعد اُن سے ملے اور اپنی یا اپنے ضرورتمند بھائیوں کی حاجات کو سلیقہ سے پیش کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مرتّب)

ارشادات

فرماتے تھے کہ اگر میں جان لیتا کہ لوگ علم اللہ کی رضا کے لئے طلب کر رہے ہیں تو اُن کے گھر جا کر علم سکھاتا۔ مگر اب تو مقصد لوگوں سے بحث و مباحثہ و تفاخر ہوتا ہے (اور اِس لئے کہ کہیں حَدَّثَنَا سُفْیَان (یعنی مجھ سے سفیان نے یہ حدیث بیان کی۔)

فرماتے تھے کہ مجھے اُمید نہ تھی کہ اِتنے دنوں تک زندہ رہوں گا کہ جب زندوں کا ذکر کیا جائے تو قلوب مردہ ہو جائیں، اور جب مردوں کا ذکر ہو تو دل زندہ ہو جائیں۔

ف: اللہ اللہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اتنے قلیل دنوں کے گزرنے پر ہی اِتنا عظیم فرق لوگوں میں رونما ہو گیا تھا تو پھر ہم اپنے زمانہ کا حال اسی نسبت سے معلوم کرلیں کہ ہم کہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ اِس لیے کس قدر حزم و احتیاط اور اپنے دین و اسلام کی حفاظت کے اہتمام کی ضرورت ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ اے اللہ! ایک چرواہا اپنے جانوروں کو جب ڈانٹتا ہے تو وہ اپنی خواہش سے باز آجاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ کی کتاب ہم کو خواہشات پر عمل سے روکتی ہے مگر ہم باز نہیں آتے۔

فرماتے تھے کہ ایک آدمی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ تو ارشاد فرمایا کہ اپنی روٹی کو دیکھو کہ کہاں سے آتی ہے (یعنی حلال طریقہ سے حاصل ہوتی ہے یا حرام۔)

فرماتے تھے کہ جب علماء ہی فاسد ہو جائیں تو پھر اُن کی اصلاح کون کریگا اور اُن کا فساد یہ ہے کہ اُن کا میلان دُنیا کی طرف ہو جائے۔

ف : کیسی عبرت کی باتیں ہیں جو پیشِ نظر رکھنے کے لائق ہیں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ طالبِ علم کو بقدرِ ضرورت مال حاصل ہو، اس لئے کہ جب وہ محتاج و ذلیل ہوتا ہے تو اُس کی طرف آفات اور لوگوں کی زبانیں (طعن و تشنیع کے ساتھ) بہت تیز چلنے لگتی ہیں۔

ف : حضرت سفیان ثوری رحؒ کے اس ارشاد کو حضرت مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحبؒ نہایت اہتمام سے برابر سناتے تھے اور اُس کی تائید میں بزرگوں کے ارشادات سُناتے تھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اپنے مرض کی شکایت اپنے کسی بھائی سے کرنا اللہ تعالےٰ کی شکایت نہیں ہے۔

فرماتے تھے کہ ائمۂ عدل پانچ ہیں۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحؒ اور جس نے ان کے علاوہ کے متعلق کہا تو اُس نے زیادتی کیا۔

فرماتے تھے کہ اگر کوئی بندہ اللہ تعالےٰ کے جملہ اوامر کا امتثال کرتا ہے مگر دُنیا سے محبت رکھتا ہے تو روزِ قیامت تمام خلائق کے سامنے یہ ندا لگائی جائیگی کہ فلاں ابن فلاں نے ایسی چیز سے محبت کی جس کو اللہ تعالےٰ مبغوض رکھتا تھا تو شرمندگی و خجالت کی وجہ سے اُس کا یہ حال ہوگا کہ جیسے اس کے چہرے کا گوشت کٹ کٹ کر گر جائے گا۔

ف : اللہ تعالےٰ ہی اپنے فضل سے اس بلاء (حُبِّ دُنیا) سے محفوظ رکھے اور قیامت میں اللہ تعالےٰ اُس کے وبال سے پناہ میں رکھے۔ آمین! (مرتب)

فرماتے تھے کہ دس ہزار دینار چھوڑ کر مروں جس کا حساب مجھے دینا پڑے،

یہ مجھے اِس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں لوگوں کا محتاج رہوں۔ اِس لئے کہ مال پہلے زمانہ میں ناپسند کیا جاتا تھا مگر اب تو مومن کا ڈھال ہے جو مالداروں اور بادشاہوں کے سامنے سوال کی ذلت سے بچاتا ہے۔

آپ ہدایا وعطایا رد فرما دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر میں جانتا کہ یہ لوگ اپنے عطایا کی وجہ سے میرے اوپر افتخار نہ کریں گے تو قبول کرلیتا۔ اِسی لئے آپ بھوکا رہنا گوارا فرما لیتے تھے مگر قرض نہ لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ قرض دہندہ اُس کو چھپانے پر قادر نہ ہوں گے، بلکہ جاکر کہیں گے کہ سفیان ثوری رات آیا تھا اور مجھ سے قرض لے گیا۔

فرماتے تھے کہ ایک آدمی کے پاس مال ہوتا ہے مگر اُس کے باوجود وہ زاہد رہتا ہے۔ اور ایک آدمی فقیر ہوتا ہے مگر دُنیا کا حریص ہوتا ہے (اس لئے اُس کا شمار دُنیا داروں میں ہوتا ہے۔)

فرماتے تھے کہ مجھے پسند ہے میں ایسی جگہ رہوں جہاں مجھے کوئی نہ پہچانے۔

ف: سبحان اللہ اپنے حال کے اخفاء کا کس قدر خیال واہتمام تھا اِسلئے اللہ تعالیٰ نے عزت و رفعت کے بام بلند تک پہونچایا۔ اسی کو حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہم نے یوں فرمایا ہے۔ "جس نے مٹایا اپنا نام ونشاں ۔ ہفت اقلیم کا بنا سلطاں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جب اپنے بھائی کو دیکھو کہ امامت کا طالب ہے تو اس کو پیچھے کردو

ف: اسلئے کہ اس طریق میں اپنے کو مٹانا ہے۔ پس جب کوئی از خود طالب شہرت وامامت ہو تو اس میں خیر نہیں ہے، طریق الٰہی سے بہت دور جا پڑا ہے، مگر افسوس کہ ہمارا یہ حال ہے کہ اسی کے پیچھے دوڑ رہے ہیں چاہے ملے یا نہ ملے۔ العیاذ باللہ تعالےٰ (مرتب)

فرماتے تھے کہ دونوں فرشتے حسنات و سیئات کی بو محسوس کرتے ہیں جب قلب اُن میں سے کسی کا ارادہ کرتا ہے۔ پس جس طرح تم کو وہ فرشتے ایذا نہیں دیتے ویسے ہی تم لوگ بھی اُن کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

ف: یعنی گناہ کر کے ان کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ بلکہ طاعت کر کے ان کو خوش کرو۔ (مرتب)

آپ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کسب کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اپنے بچّوں کی کفالت نہیں کر سکتا۔ تو ارشاد فرمایا کہ اسکو چاہیئے کہ انکے لئے روزی کو حاصل کرے اور تنہا نماز پڑھ لے۔

ف: سُبحان اللہ، کتنی حکمت و مصلحت کی بات بیان فرمائی جو اُن کے تفقّہ پر بیّن ثبوت ہے۔ غرض آپ کا ہر ہر قول بہترین نصیحت ہے اور قابلِ عمل ہے۔ واللہ ولیّ التّوفیق۔ (مرتّب)

وفات

آپ کی وفات بصرہ میں سنہ ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ نوّر اللہ مرقدہ۔

(طبقات ج ۱ ص ۴۲)

حضرت سُفیان بن عُیینہ رحمۃ اللہ علیہ

خاندان آپ غلام خاندان کے فرد تھے۔ آپ کے والد کا نام عیینہ اور دادا کا نام ابو عمران میمون تھا۔ (سیر صحابہ ج ۸ ص ۲۸۹)

ولادت و تعلیم آپ کی ولادت کوفہ میں ۱۰۷ھ میں ہوئی اور مکہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپکو تبع تابعی ہوتے کا شرف حاصل ہے۔

آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اور سات سال کی عمر سے کتابتِ حدیث شروع فرمادی۔ آپ کا یہ حال تھا کہ جب کوئی ہدیہ دیتا تو فرماتے کہ فلاں آدمی مجھ سے زیادہ محتاج ہے اس لئے یہ اُس کو دیدو۔

ارشادات

فرمایا کرتے تھے کہ جس نے مصیبت پر صبر کیا اور تقدیر پر راضی رہا، تو درجۂ کمال تک پہنچ گیا۔ آپ فرماتے تھے کہ کسی شخص کی بُرائی کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے اندر فساد دیکھے اور اصلاح نہ کرے۔

ف : اس لئے اپنے حال میں غور کر کے اُس کے مطابق اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اِس لئے کہ اصلاح کا تو ہر شخص محتاج ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ دو خصلتوں کی اصلاح مشکل ہے۔ ایک تو لوگوں کے قبضہ میں جو مال و دولت ہے اُس سے قطعِ طمع کرنا۔ دوسرے اللہ تعالےٰ کیلئے عمل کو خالص کرنا۔

ف : بیشک صحیح بات ہے مگر اِسکی طرف سے عام طور پر غفلت ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اگر میرا دن احمق کے دن کی طرح ہو اور رات جاہل کی رات

جیسی، تو جو علم میں نے لکھا ہے اُس سے کیا فائدہ۔

ف : معلوم ہوا کہ ہمارے اکابر اپنی اصلاح سے غافل نہیں رہتے تھے بلکہ ہم عوام سے زیادہ فکر رکھتے تھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ دنیا میں کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مثل پانی کے ہے۔ پس جس کے ساتھ یہ کلمۂ طیبہ ہے وہ باحیات ہے اور جو اُس سے خالی ہے وہ مردہ ہے۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی معرفت سے بڑھ کر کوئی اِنعام نہیں فرمایا۔ یقیناً آخرت میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی مثال دُنیا میں پانی جیسی ہے۔

ف : حضرت مجدد الف ثانی رح نے مکتوبات میں اس کی خوب ہی خوب حقیقت ورفعت کو آشکارا فرمایا ہے۔ جو قابلِ دید ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے: جس نے "مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" (جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے) جیسی حدیث کی تفسیر یہ کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ ایسا آدمی ہمارے طریقہ پر نہیں ہے اور ہمارے اچھے راستہ پر نہیں ہے، تو اُس نے بے ادبی کی۔ اِس لئے کہ اُس کی تفسیر سے سکوت کرنے میں ہی زیادہ زجر وتوبیخ ہے۔

فرماتے تھے کہ دُنیا میں زُہد یہ ہے کہ (تنگی وترشی پر) صبر کرلے اور موت کے انتظار میں رہے۔

ف : سُبحان اللہ، کیا ہی خوب بات فرمائی۔ جو حرز جان بنانے کے لائق ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ آبِ زمزم بمنزلہ خوشبو کے ہے جو رد نہیں کیا جاتا۔

ف: سبحان اللہ! اس سے معلوم ہوا کہ عطر کی طرح آب زمزم کو رد نہ کرنا چاہیئے (مرتب)

فرماتے تھے کہ خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ کسی کو گناہ پر عار نہ دلانا۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو گناہ پر عار دلانا خود گناہ ہے اس سے احتراز لازم ہے۔ (مرتب)

جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے کہ اے اللہ! جو اِس میں قصور ہوا ہے اُس کو معاف فرما دے۔

فرماتے تھے کہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں جو زُہد فی الدُّنیا کو ظاہر کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اُن کے قلب سے مطلع ہے کہ وہ محبِّ دنیا ہیں۔

اعاذنا اللّٰہ منہا۔

فرماتے تھے: اپنے فقر کو چھپانا مطلوب ہے۔ اِس لئے کہ یہ منجملہ اعمالِ صالحہ کے ہے۔ مگر یہ (کتمانِ فقر) نفس پر بہت ہی شاق ہوتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جہاد دس ہے۔ اُن میں سے ایک تو دُشمن سے جہاد ہے اور باقی نَو اپنے نفس سے۔

ف: اِس سے نفس سے جہاد کی کتنی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جہادِ اکبر فرمایا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ نماز کے لئے اذان سے پہلے ہی آجاؤ۔ اور اُس بندۂ ناکارہ کی طرح مت بنو جو بغیر بُلائے نماز کے لئے حاضر ہی نہ ہو۔

فرماتے تھے کہ تمھارے لئے سب سے مضر وہ علم ہے جس پر تم عمل نہ کرو۔

(طبقات کبریٰ ص۴۸)

ف: بہت ہی خوب نصیحتیں ہیں جو پیشِ نظر رکھنے کے لائق ہیں۔ (مرتب)

اِس کے بعد "تبع تابعین" مؤلفہ حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندویؒ سے آپ کے کچھ ارشادات نقل کئے جاتے ہیں :۔

فرمایا : جو لوگ اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان تعلق جوڑنے کا واسطہ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں۔

ف : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خِیَارُکُمْ مَنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَحَبَّبَ عِبَادَہٗ اِلَیْہِ (فیض القدیر ص۴۶۶ ج۳) یعنی تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ کا محبوب بنادے۔ (مرتب)

فرمایا کہ جب کوئی عالم "لَا اَدْرِیْ" (میں نہیں جانتا) کہنا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنی ہلاکت کا سامان تیار کرتا ہے۔

ف : یعنی جو شخص ہمہ دانی کا مدّعی ہو جاتا ہے تو وہ یقیناً اخلاق رذیلہ یعنی غرور و پندار میں مبتلا ہو جاتا ہے جو اُس کو ہلاکت تک پہنچا دیتے ہیں۔ (مرتب)

فرمایا کہ نماز کی توقیر یہ ہے کہ مسجد میں نماز کے وقت سے پہلے آجاؤ۔

اسحٰق بن اسرائیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان کی زبان سے یہ بات سُنی ہے وہ کہتے تھے کہ راہِ حق پر چلو اور غلط روی نہ اختیار کرو۔ خواہ راہِ حق کے چلنے والے کتنے ہی کم نہ ہوں۔ (اور غلط روی والے کتنے ہی زیادہ ہوں۔)

ف : سُبحان اللہ، کیسا کلّیہ بیان فرمایا کہ معاملہ قلّت و کثرت کا نہیں ہے بلکہ راہِ حق پر چلنے کا ہے۔ اصل یہ ہے جس کو اختیار کرنا چاہیئے۔ (مرتب)

فرمایا کہ قیامت کے دن تین آدمیوں کو بڑی شدید حسرت و ندامت ہوگی ایک وہ آقا جس کے غلام کا نیک عمل قیامت کے دن اُس آقا و مالک سے زیادہ ہوگا۔

ف : ظاہر ہے کہ وہ اجر و ثواب سے نوازا جائے گا اور یہ آقا محروم رہے گا جس کی وجہ سے ندامت ہوگی۔ (مرتب)

فرمایا۔ دوسرے وہ مالدار جس نے مال محنت و مشقت سے جمع کیا مگر اُس کا شرعی حق ادا نہ کیا۔ پس جب وہ مال اُس کے ورثا نے پایا تو اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔

ف : یعنی اُس مال میں از روئے شرع جو جو حقوق تھے ان سب کو ادا کیا۔ تو ظاہر ہے کہ ورثا اجر و ثواب سے مالا مال کئے جائیں گے اور اصل کمانے والا محروم رہے گا۔ (مرتب)

فرمایا کہ تیسرے وہ عالم جس نے اپنے علم سے خود فائدہ نہ اُٹھایا مگر اُس سے دوسروں نے علم حاصل کیا جس سے وہ خود منتفع ہوئے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔

ف : تو ظاہر ہے کہ قیامت میں عمل کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے جس سے بے عمل عالم محروم رہے گا۔ ظاہر ہے کہ اُس عالم کو یہ دیکھ کر کس قدر قلق و صدمہ ہوگا۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ (مرتب)

حضرت احنف بن قیس رح فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ قبل اِس کے کہ تمھیں کوئی ذمہ داری سونپی جائے دین کا فہم حاصل کرو۔ حضرت سفیان رح اِس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب آدمی کو دین کا فہم حاصل ہوگا تو وہ عہدہ اور سرداری کو طلب نہیں کریگا۔

ف : ہاں اگر بغیر طلب کے قیادت و سرداری ملے گی تو وہ اپنے علم و فہم سے اُس کا حق مرضئ الٰہی کے مطابق بخوبی ادا کریگا جو اُس کیلئے موجب سعادت ہوگا۔

وفات آپ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر رہے اور وہیں ۱۹۸ھ میں وفات ہوئی اور حجون میں دفن ہوئے۔ جبکہ آپ کی عمر ۹۱ سال تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (طبقات ص۴۹ ج۱)

حضرت مسعر بن کدام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب مُسعِر نام، ابو سلمہ کنیت، والد کا نام کدام بن ظہیر تھا۔ آپ مذہبی و علمی کمالات کے اعتبار سے ممتاز ترین تبع تابعین میں تھے۔

زہد و عبادت آپ کے صاحبزادے محمد بیان کرتے ہیں کہ میرے والد آدھا قرآن مجید پڑھے بغیر نہ سوتے تھے۔ تلاوتِ قرآن ختم کرنے کے بعد چادر لپیٹ کر سو جاتے۔ ایک ہلکی سی جھپکی لینے کے بعد پھر اس طرح چونک پڑتے۔ جیسے کسی کی کوئی چیز کھو گئی ہو اور وہ پریشان ہو کر اُس کو تلاش کر رہا ہو، اُٹھ کر وضو اور مسواک کرتے پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا تھا۔ مگر عبادت کو مخفی رکھتے تھے۔

آخرت کا خوف اور رقّتِ قلب آخرت کی باز پُرس سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہر وقت ان پر رقّت طاری رہتی تھی۔ (صفۃ الصفوۃ ص۳)

حضرت ابن عیینہؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مسعر کو خیر میں ہر روز ترقی کرتے دیکھا۔ حضرت معنؒ کا بیان ہے کہ ہم نے اُن کا ہر دن پہلے دن سے افضل پایا۔ وہ عبادت و ریاضت اور فضائل اخلاق کے اُس درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ لوگ اُن کے جنّتی ہونے میں شک نہ کرتے تھے۔

والدہ کی خدمت ایک مرتبہ اُن کی والدہ نے پانی مانگا، جب وہ پانی لائے تو وہ سو چکی تھیں، پھر صبح تک اُن کے جاگنے کے انتظار

میں اپنے ہاتھ میں کوزہ لئے کھڑے رہے۔

آپ ہمیشہ اپنی والدہ کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر میری والدہ نہ ہوتیں تو میں سوائے ضروری کام کے مسجد سے جُدا نہ ہوتا۔

ف : سبحان اللہ، یہ تھا ماں کی خدمت کا حال جو آج عنقا ہو گیا ہے (مرتب)

گریہ و خوف

آپ کا یہ حال تھا کہ جب مسجد میں داخل ہوتے تب روتے، جب نکلتے تب روتے اور جب نماز پڑھتے تب روتے اور جب بیٹھتے تب روتے۔ غرض ہر حال میں روتے ہی رہتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری رحؒ اُن کے مرضِ وفات میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کہ اے مُسعر! آخر یہ بیقراری کیسی؟ واللہ، میں تو چاہتا ہوں کہ ابھی مر جاؤں۔ تو ارشاد فرمایا کہ اے سفیان! تم اپنے عمل پر وثوق رکھتے ہو (اس لئے یہ خواہش ہے) رہا میں تو گویا بلند پہاڑ کی چوٹی پر ہوں اور نہیں جانتا کہ کہاں گرایا جاؤں گا۔ یہ سُن کر سفیان رونے لگے اور فرمایا کہ اے مسعر! تم اللہ تعالیٰ سے بہ نسبت میرے زیادہ ڈرنے والے ہو۔

ف : سبحان اللہ، یہ تھا حضرت سفیان رحؒ کا حضرت مُسعرؒ کے کمال اور اپنے قصور کا اعتراف جو اپنے اکابر کی امتیازی شان رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی اس سیرت کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مرتب)

ارشادات

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ اگر اُن کو یہ معلوم ہو جائے کہ اُن پر کوئی مصیبت نازل ہونے والی ہے تو اپنے آپ کی محبت اور اللہ کی قدر و عظمت کی بنا پر اُس کا استقبال کریں۔ اور جب نازل ہو جائے تو پھر

کراہت کا سوال ہی نہیں رہ جاتا۔

فرماتے تھے کہ فارغ نہ بیٹھو، اِس لئے کہ موت تمھاری طالب ہے۔

ف : سُبحان اللہ، کس قدر اثر انگیز و نصیحت آموز ارشادات ہیں۔ (مرتب)

آپ سے سوال کیا گیا کہ اہل مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ تو فرمایا جو اللہ تعالےٰ سے سب سے زیادہ خائف ہے وہی سب سے بڑا فقیہ ہے۔

آپ سے سوال کیا گیا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے عیوب کوئی بیان کرے؟ تو فرمایا کہ اگر وہ شخص خیر خواہ ہے تو پسند کرتا ہوں۔ اور اگر اُسکی نصیحت میری فضیحت و رُسوائی کے لئے ہے تو نہیں پسند کرتا۔

فرماتے تھے کہ اُس عالم کی تعریف نہ کرو جو بادشاہوں کے عطایا قبول کرتا ہے اور پکی اینٹوں کے مکانات بنواتا ہے۔

ف : سُبحان اللہ، کیسی زہد و ورع کی تعلیم فرمائی جو پیش نظر رکھنے کے لائق ہے۔ اگلے مضمون میں بھی منصب قضا سے بے نیازی کا حال ملاحظہ فرمائیے (مرتب)

ابو جعفر منصور نے اُن کو بُلایا کہ اُن کو قضا کی ذمّہ داری سپرُد کرے، تو فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! ذرا توقّف فرمائیے۔ اِس لئے کہ میرا حال یہ ہے کہ میرے گھر والے ایک درہم کی چیز کا مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اچھا، میں خرید کر لا دوں گا۔ تو کہتے ہیں کہ آپ کی خرید پر ہم راضی نہیں ہیں۔ تو جب میرے گھر والے ضرورت کی ایک درہم کی چیز کے خریدنے پر مجھ سے راضی نہیں ہوتے۔ تو ایسے آدمی کو اے امیر المومنین منصب قضا سونپ رہے ہیں؟ یہ سُن کر اُس نے اُن کو معاف کر دیا اور کہا کہ اے مِسعر! اگر تمھارے جیسا مسلمانوں میں آدمی ہوتا تو میں اُسکی خدمت میں پیدل حاضر ہوتا۔

آپ فرماتے تھے کہ جو سرکہ اور ساگ پات کھانے پر راضی ہوگیا اُسے کوئی اپنا غلام نہیں بنا سکتا۔ اگر کوئی آپ کی خدمت میں آکر دُعا کی درخواست کرتا تو فرماتے کہ تم اپنے لئے دعا کرو میں آمین کہوں گا۔ اس لئے کہ حقیقی دعا صاحب حاجت ہی کی ہوتی ہے۔ حضرت العلامہ عبدالوہاب شعرانی رح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ مجھے ایسی ہی روایت حضرت معروف کرخیؒ سے بھی پہنچی ہے۔ حالانکہ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ واللہ اعلم۔

فرماتے تھے کہ روزہ یا قیام لیل (رات کی عبادت) میں مومن کے لئے ایک نور ہوگا جو اُس کے آگے پیچھے چلے گا۔ اور دن کا روزہ بندے کو جہنم کی آگ سے دور رکھے گا۔

فرماتے تھے کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہ اللہ کی مدح کرنے والے کھڑے ہوجائیں، تو کوئی نہ کھڑا ہوگا مگر وہ شخص جو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کثرت سے پڑھتا ہوگا۔

ف: اِس لئے ہم سب کو اس سورۂ اخلاص کو بکثرت پڑھنے کا معمول رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ مرشدی مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رح اِس کے ورد کی عموماً تلقین فرماتے تھے۔ (مرتب)

وفات

آپ کی وفات کوفہ میں ۱۵۵ھ میں ہوئی۔ نوراللہ مرقدہٗ

(طبقات ج ۱ ص ۴۹، ۵۰)

حضرت علی وحسن ابنا صالح بن حی رحمہم اللہ

نام علی اور حسن دونوں بھائی ہیں۔ والد کا نام صالح اور دادا کا نام حی ہے۔

فضل وکمال یہ دونوں منجملہ زہاد وعباد کے تھے۔ رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ ایک تہائی رات میں علی عبادت کرتے، پھر سو جاتے۔ تو حسن اُٹھ جاتے اور عبادت کرتے۔ جب وہ بھی سو جاتے تو اُن کی والدہ اخیر تہائی رات میں اُٹھتیں اور عبادت کرتیں۔ پھر جب اُن کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو اُن دونوں بھائیوں نے والدہ کے حصے کو بھی تقسیم کر لیا اور یہی دونوں حضرات مل کر پوری رات عبادت کرنے لگے۔ دونوں بھائیوں کو تبع تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

تلاوتِ قرآن ان لوگوں کا معمول یہ تھا کہ شب کی عبادت میں ہر ایک ثلث قرآن کی تلاوت کرتا تھا۔ اور جب والدہ اور علی دونوں کی وفات ہو گئی تو پھر حسن ہر رات پورے قرآن کی تلاوت کرنے لگے۔

بہترین اُسوہ آپ کا یہ حال تھا کہ جب آپ کے پاس سائل آتا اور دینے کو کچھ نہ ہوتا تو آگ کا ایک شعلہ دیدیتے اور فرماتے کہ فلاں قوم کے محلہ میں چلے جاؤ، شاید اُس کے بدلے تم کو کچھ دیدیں تو تمھاری حاجت پوری ہو جائے۔ اور جب کسی کو نصیحت کرنا ہوتا تو وہ بدونہ فرماتے، بلکہ کسی کاغذ پر لکھ کر اُس کے پاس بھیج دیتے۔

ارشادات فرماتے تھے کہ عالم جب اپنے رب سے نہ ڈرے تو وہ عالم نہیں ہے۔
فرماتے تھے کہ سعید بن المسیب نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں

مستقلاً بیٹھ گیا اور جو چیز بھی ہدیہ دی جاتی ہے اُس کو وہ قبول کرتا ہے، تو اُس نے سوال کرنے میں الحاح و اصرار کیا۔

ف: سبحان اللہ! شیخ نے سوال کی کتنی دقیق شق کی نشاندہی فرمائی اسلئے کہ گویا اسکے مسجد میں مستقل بیٹھنے کی وجہ سے لوگ بزرگ سمجھ کر ہدیہ دینے لگے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ہم نے ورع (پارسائی) کی تفتیش کی تو سب سے کم زبان میں پایا۔ آپ جب قبرستان دیکھتے تو بیہوش ہو کر گر جاتے۔

فرماتے تھے کہ نیکی کرنے سے بدن میں قوت، قلب میں نور، آنکھ میں روشنی حاصل ہوتی ہے اور برائی کرنے سے بدن میں سستی، قلب میں ظلمت اور آنکھ میں اندھاپن پیدا ہوتا ہے۔

فرماتے تھے کہ آدمی کامل فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کا یہ حال نہ ہو جائے کہ جب اللہ تعالیٰ اُس سے دُنیا کو سلب کر کے اُس کے ساتھیوں کو دیدے تو وہ خوش ہو۔

وفات حضرت علی کا انتقال کوفہ میں ۱۵۴ھ میں ہوا۔ اور حضرت حسن کا انتقال تیرہ ۱۳ سال بعد ہوا رحمہم اللہ (طبقات ص۵)

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و نسب نام عبدالواحد، لقب ابو عبیدہ بصری، والد کا نام زید ہے آپ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ کو پایا ہے نماز روزہ وغیرہ کے بہت پابند تھے۔ تبع تابعین میں آپ کا شمار ہے۔

ارشادات

فرماتے تھے کہ مومن کی مثال رحم میں بچہ کی طرح ہے کہ رحم سے باہر نکلنا نہیں چاہتا اور جب نکل آتا ہے تو پھر واپس جانا نہیں چاہتا۔ تو مومن بھی دنیا سے نکلتے وقت اُسکی یہی کیفیت ہوتی ہے، یعنی واپس ہونا نہیں چاہتا۔

فرمایا کرتے تھے کہ روٹی و نمک کو ضرور استعمال کرو، اس لئے کہ اُس سے گُردوں کی چربی پگھلتی ہے اور یقین میں زیادتی ہوتی ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ بندے کی عمدہ ترین حالت اللہ تعالےٰ کے ساتھ اُسکی موافقت ہے۔ پس اگر دُنیا میں طاعت کے لئے باقی رکھے تو وہ اسی کو پسند کرے اور اگر وہ اُس کو اُٹھالے تو اُس پر بھی خوش رہے۔

آپ فرماتے تھے کہ جس بندے کو دُنیا میں سے کچھ عطا ہوا اور وہ کسی دوسری چیز کی خواہش کرے تو اللہ تعالےٰ اُس سے اپنے ساتھ خلوت کا لطف سلب کر لیتا ہے اور قرب کو دوری سے اور اُنس کو وحشت سے بدل دیتا ہے۔

وفات

ایک قول ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی اور دوسرے قول کے مطابق ۱۷۰ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۷۱)

حضرت عبداللہ بن مُبارک رحمہ اللہ تعالیٰ

نام، نسب، ولادت عبداللہ نام، کنیت ابوعبدالرحمٰن، والد کا نام مبارک ہے۔ آپ کے والد حضرت مبارک ایک شخص کے غلام تھے۔ آپ کے دین و تقویٰ اور عبادت وللّٰہیت کو دیکھ کر اور آپ سے متأثر ہو کر آپ کے مالک نے آپ کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اُسی باسعادت لڑکی کے بطن سے ۱۱۸ھ میں مرو میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصلی وطن مرو تھا اسی لئے آپ مروزی کہلاتے ہیں۔ (سیر صحابہ ج۷ ص۳۰۶)

تعلیم طلبِ علم کے لئے عبداللہ بن مبارک سے زیادہ سفر کرنے والا آپ کے زمانہ میں کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔ آپ نے طلب علم کے لئے دور دراز شہروں کا سفر کیا۔ مثلاً یمن، مصر، شام، کوفہ، بصرہ وغیرہ۔ (سیر صحابہ ج۷ ص۳۰۶)

آپ کے شیوخ آپ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کو امام صاحبؒ سے بڑی محبت وانسیت تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھ کو جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کی وجہ سے حاصل ہوا۔ آپ علم وفضل میں ممتاز تبع تابعی ہیں۔

جامعیت عبداللہ بن مبارکؒ نہایت ذہین وذکی اور غیر معمولی قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ آپ کو تمام علوم میں دستگاہ تھی مگر علم حدیث کے حفظ وروایت سے خاص شغف تھا۔ (تبع تابعین ص۳۲۷)

اخلاق وعادات آپ عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ اور عادات واخلاق میں صحابۂ کرامؓ کے نمونہ تھے۔ ادب وحسن معاشرت کا

نمونہ تھے۔ فرماتے تھے کہ ادب وحسنِ معاشرت دین کا دو حصّہ ہے۔ حدیث کی مجلس میں اُن کا ادب دیکھنے کے قابل ہوتا تھا۔ یوں تو عام مجلسوں میں بھی وہ خلافِ اسلام کوئی فعل نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک بار مجلس میں کسی کو چھینک آگئی۔ اُس نے الحمدُ للہ نہیں کہا۔ آپ کچھ دیر منتظر رہے، پھر اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی جب چھینک آئے تو کیا کہنا چاہیئے؟ اُس نے کہا "الحمدللہ" آپ نے جواب میں یَرْحَمُکَ اللہ کہا۔ (تبع تابعین ج۱ ص۳۳۵)

حکیمانہ اقوال

ایک بار ارشاد فرمایا کہ اہلِ دُنیا، دُنیا کی سب سے مرغوب اور لذیذ چیز سے لطف اندوز ہوئے بغیر یہاں سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا سب سے لذیذ چیز کیا ہے؟ فرمایا۔ معرفتِ الٰہی۔

فرمایا کہ میں ایک مشتبہ درہم کو استعمال نہ کرنے کو سو درہم صدقہ کرنے کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتا ہوں۔

فرمایا، میں کسی چیز کو تلاش کرنے میں تھکا نہیں بجز ایسے دوست کی تلاش کے جو صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہو۔

ف: جب حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے زمانہ کا یہ حال تھا تو اِس زمانہ کا حال تو پوچھنا ہی نہیں ہے کہ ایسے دوست کس قدر نادرالوجود ہیں۔ (مرتب)

فرمایا: کوئی شخص عالِم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کے دل میں اللہ کا خوف اور دُنیا سے بے رغبتی نہ ہو۔

ایک شخص نے پوچھا کہ تواضع کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اغنیاء کے مقابلہ میں خود دار رہنا۔

ف : سُبحان اللہ، تواضع کی کیسی عمدہ تعریف فرمائی۔ اِس لئے کہ اغیار کے سامنے اُن کے غنار کی وجہ سے جُھکنا تواضع نہیں بلکہ اپنے کو ذلیل کرنا اور اُنکی بیجا چاپلوسی ہے، جو مذموم ہے۔ (مرتب)

فرمایا: علم کے لئے سب سے پہلے نیت و ارادہ، پھر فہم، پھر عمل، پھر حفظ اور اُس کے بعد اُسکی اشاعت و ترویج کی ضرورت ہے۔

ف : سُبحان اللہ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے علم دین کی اشاعت و تبلیغ تک پہنچنے کے لئے متعدد مراحل کو بالترتیب بیان فرمایا ہے جو آپ کی غایتِ حکمت و بصیرت کی دلیل ہے۔ چونکہ آجکل اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا اسلئے صحیح علم ہی حاصل نہیں ہوتا، جسکی بنا پر اُسکی اشاعت و ترویج میں بھی کسر و کمی نظر آتی ہے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

ابو وہب مروزی نے غرور کی تعریف پوچھی تو فرمایا کہ لوگوں کو حقیر سمجھنا اور عیب نکالنا غرور ہے۔ پھر عُجب (خود پسندی) کی تعریف پوچھی تو بولے کہ آدمی یہ سمجھے کہ جو اُس کے پاس ہے وہ دوسرے کے پاس نہیں ہے۔

ایک شخص نے جہاد اور اُس کی تیاری کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ اپنے نفس کو حق پر جمائے رکھنا، یہاں تک کہ وہ خود اُس پر جم جائے، سب سے بڑا جہاد ہے۔ یہ اُس حدیث کا بعینہ ترجمہ ہے جسمیں کہا گیا ہے کہ:

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ۔ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے لڑے۔

(تبع تابعین ج اول ص ۳۴۷)

ف : یہ بھی حضرت العلامہ کی علم و حکمت ہی کی بات ہے کہ سب سے بڑے جہاد کی ایسی تعریف فرمائی جس کی تائید حدیث پاک سے کامل

طور پر ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جماعت سے جو جہاد سے واپس آئی تھی فرمایا کہ "قَدِمْتُمْ مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْجِهَادُ الْاَكْبَرُ قَالَ جِهَادُ النَّفْسِ (قَالَ الْعِرَاقِيُّ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الزُّهْدِ۔ اللامع الدراری ص۴۷۲)

یعنی تم لوگ جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف آئے ہو۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! جہاد اکبر کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نفس سے جہاد کرنا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفس کے شر سے پناہ مانگی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ (یعنی اے اللہ! میں اپنے نفس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔)

حدیث پاک میں سب سے بڑا دُشمن نفس ہی کو قرار دیا گیا ہے جیسا کہ مروی ہے۔ "اعدیٰ عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ" (رواہ البیہقی فی کتاب الزہد) یعنی تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

پس جب دشمن قوی تر ہے تو اُس کا مقابلہ بھی آسان نہ ہوگا۔ اُس کو رام کرنے کے لئے سخت ریاضت کرنی ہوگی۔ اسی لئے نفس کے مقابلہ کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ اب "طبقاتِ کبریٰ" سے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

آپ صحابہؓ اور تابعین رحؒ کی سیرت میں نظر کرنے کو اپنے زمانہ کے علماء کی مجالست پر مقدم فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ تم میں کا کوئی جب قرآن اتنا سیکھ لے کہ نماز کو بخوبی ادا کرسکے، تو اُسکو حصولِ علم دین میں مشغول ہوجانا چاہیئے۔ اس لئے کہ قرآن کے معانی اُسے اسی علم کے ذریعہ ہی معلوم ہوں گے۔

فرماتے تھے کہ اپنے اِس زمانہ میں مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو

نصیحت کو انشراحِ قلب سے قبول کرے۔

ف: غور کرنے کی بات ہے کہ یہ دوسری صدی کا حال ہے۔ تو اب کا حال پوچھنا ہی نہیں، اس لئے کہ نصیحت کا قبول کرنا تو در کنار، سننا بھی گوارا نہیں۔ بلکہ اب تو حال یہ ہے کہ ؎ میں اُسے سمجھے ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے (مرتب)

فرماتے تھے کہ عالم ہونے کے شرائط سے یہ بات ہے کہ اُس کے قلب پر حُبِ دنیا کا خطرہ بھی نہ گزرے۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ کمینے لوگ کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دین کو ذریعۂ معاش بنائے ہوئے ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ وہ شخص کیسے اپنے علم کی کثرت کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ وہ خوف و زہد کے اعتبار سے کمتر ہے۔

فرماتے تھے کہ بہت سے چھوٹے عمل کو اُسکی نیت بڑا کر دیتی ہے اور بہت سے بڑے عمل کو اُس کی نیت چھوٹا بنا دیتی ہے۔

آپ کو جب کھانے کی خواہش ہوتی تو اُسوقت تک تناول نہ فرماتے جبتک کسی مہمان کا ساتھ نہ ہو جاتا۔ اور فرماتے کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ مہمان کے کھانے پر حساب نہیں ہے۔

آپ اپنے اصحاب کو فالودہ اور حلوہ کھلاتے تھے مگر خود دن میں روزہ سے رہتے تھے۔ آپ سے کسی نے کہا کہ اب مال کم ہو گیا ہے، لہذا لوگوں کے ساتھ جود و بخشش کا معاملہ کم فرما دیجئے۔ تو فرمایا کہ مال کم ہو گیا تو عمر بھی تو کم ہو گئی ہے۔

ف: سبحان اللہ، کیا ہی خوب جواب دیا جو اُن کے دُنیوی زندگی

کے زوال اور حیاتِ آخرت کے دوام پر دال ہے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ تم گمنامی کے طالب اور شہرت سے متنفر رہو اور اپنے نفس سے اس بنا پر راضی نہ ہو جاؤ کہ وہ خمول و گمنامی کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے کہ اِس سے بھی تمھارے نفس میں بڑائی پیدا ہو سکتی ہے۔

ف: حضرت حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے خلوت کے متعلق دریافت کیا تو اُن کو اُن کے حال کے مناسب خلوت سے منع کیا اور فرمایا کہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے: تمھارا زہد کا دعویٰ تم کو زہد سے نکال دے گا۔ نیز فرماتے تھے کہ زہد کا سلطان رعیت کے سلطان سے بڑھ کر ہے۔ اِس لئے کہ سلطان الرعیت تو لوگوں کو ڈنڈے کے زور پر جمع کرتا ہے اور زاہد تو لوگوں سے فرار اختیار کرتا ہے مگر لوگ اُس کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں۔

آپ سے شکایت کی گئی کہ اہل علم کی ایک جماعت لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرتی ہے۔ تو فرمایا کہ ہم کیا کریں؟ اگر ہم اس سے روکتے ہیں تو یہ لوگ طلب علم سے رُک جائیں گے، اور رُخصت دیتے ہیں تو تحصیل علم میں لگے رہیں گے اور ظاہر ہے کہ تحصیلِ علم افضل ہے بلکہ ضروری ہے۔

ف: سُبحان اللہ، کیسی حکمت و دانائی کی بات فرمائی۔ یہ حضرات جیسے علم کامل رکھتے تھے ویسے ہی کمالِ عقل سے بھی بہرہ ور تھے۔ اِس لئے کہ مصالح کو پیشِ نظر رکھ کر لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا کام انجام دیتے تھے۔ کیونکہ خدمتِ دین کے لئے علم کے ساتھ عقل و فہم کی بھی ضرورت ہوتی ہے ورنہ تو بعض دفعہ بے عقلی کی وجہ سے بجائے خیر و صلاح کے نزاع و فساد کا

دروازہ کھل جاتا ہے اور باہم فتنہ برپا ہو جاتا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ایک درہم شبہہ کی بنا، پر واپس کردینے کو ساٹھ لاکھ درہم کے صدقہ کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں۔

آپ سے یوسف بن اسباط کی کثرت عبادت کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسے لوگوں کا ذکر کیا جن کے تذکرہ سے شفا حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن اگر سب لوگ یہی کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سُنّتوں کی پیروی کے لئے کون لوگ رہیں گے۔ اور مریضوں کی عیادت اور جنازوں میں حاضری جیسے اعمال خیر آخر کون لوگ انجام دیں گے۔ اسی طرح کے مزید چند اعمال قرب کا ذکر فرمایا۔

آپ سے سوال کیا گیا کہ آخر فرشتوں کو یہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ انسان نے نیکی کا قصد کیا؟ تو فرمایا کہ اُس کی خوشبو محسوس کرتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

فرماتے تھے کہ تین جماعت کا استخفاف نہ کرے۔ یعنی علمأ، سلاطین، اخوان اس لئے کہ جو علماء کے ساتھ استخفاف کرے گا تو اُس کی آخرت ضائع ہو جائیگی اور جو بادشاہوں کے ساتھ توہین کا معاملہ کرے گا تو اُس کی دنیا برباد ہو جائیگی اور جو بھائیوں کی تحقیر کرے گا تو اُسکی مروّت ختم ہو جائے گی۔

فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اِس قدر دُنیا اپنے پاس روک لے کہ اُس کے ذریعہ لوگوں کے سوال کی ذلّت سے اپنی آبرو بچائے گا، تو یہ اُس کو زہد سے خارج نہ کرے گا۔ (طبقات ج ۱ ص ۵۱)

وفات | آپ کی وفات ۱۸۱ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

(تبع تابعین ص ۳۴۸)

حضرت محمد بن یوسف اصفہانی رحمہ اللہ

نام و فضل و کمال نام محمد، والد کا نام یوسف، دادا کا نام معدان، زاہدوں اور عابدوں کے سردار تھے۔ کنیت ابو عبداللہ الاصبہانی بہت بڑے زاہد تھے۔

اہلِ علم کی تصدیق یحییٰ بن قطان نے کہا کہ میں نے اُن سے بہتر انسان نہیں دیکھا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۱۲۵)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اُن کو عروس العبّاد والزہّاد کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

قابلِ عمل اُسوہ آپ جب کسی نصرانی کو دیکھتے تو اُس کا اکرام کرتے اور ضیافت فرماتے اور تحفہ دیتے، تاکہ اُس کا میلان اسلام کی طرف ہو جائے۔

ف: غور فرمائیں کہ حضرت محمد بن یوسف رح اسلئے عیسائی کا اکرام فرماتے تھے اور اسکے پاس ہدیہ بھیجتے تھے کہ اسلام کی طرف رجحان پیدا ہو مگر افسوس ہم مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ ایسے اعمال و اخلاق اختیار کرتے ہیں کہ جس سے اسلام بدنام ہو رہا ہے اور غیر مسلم اسلام سے دور ہو رہے ہیں، مگر ہمیں اسکی پرواہ نہیں ہے۔ وما توفیقی الا باللہ (از مرتب)

عبادت آپ نہ جاڑے میں سوتے تھے نہ گرمی میں، بس طلوعِ فجر کے بعد تھوڑی دیر لیٹ جاتے تھے۔ پھر اُٹھ کھڑے ہوتے اور وضو کرتے۔ اور صبح اس حال میں کرتے تھے کہ آپ کا چہرہ مثل دُلہن کے چہرہ کے شاداب رہتا تھا۔

وفات ۱۸۴ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً (طبقات ص ۵۲)

حضرت وکیع بن الجراح الرّواسی رحمہ اللہ

نام، نسب و ولادت وکیع نام، عبدالرحمٰن الرواسی کنیت اور والد کا نام جراح تھا۔ امام وکیع ۱۲۹ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ مگر بغدادی نے بسند امام وکیع کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اُن سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی ولادت کب ہوئی؟ تو فرمایا

ولدتُ سنة ثمان وعشرين ومائة۔ — میری ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی۔

تحصیل علم امام وکیع رح نے اپنے وقت کے تقریباً سبھی علمی سرچشموں سے اپنی علمی تشنگی فرو کی۔ اُن کے زمانہ تک علم سینہ بسینہ رائج تھا۔ اسی بنا پر تحصیلِ علم میں جو مشقت اور تکلیفیں علمائے سلف نے اُٹھائیں وہ اہلِ نظر سے مخفی نہیں۔ تبع تابعین میں آپ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے

شیوخ ایک روایت کے مطابق امام وکیعؒ نے امام اعظم ابوحنیفہ رح اور اُن کے ارشد تلامذہ امام ابویوسف اور امام زفر سے بھی سماعتِ حدیث کی تھی۔ بغدادی نے بھی لکھا ہے کہ وکیع نے امام ابوحنیفہ سے سماع کیا تھا۔ "وکان قد سمع منه شيئاً كثيراً" ضیمریؒ نے بھی ان کا شمار امام اعظم رح کے تلامذہ کے ساتھ کیا ہے۔

ذہانت اور قوتِ حافظہ اسحٰق بن راہویہ رح فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کا حافظہ تو بتکلّف ہے اور امام وکیع فطری حافظ تھے امام وکیع رح کے لڑکے کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کے ہاتھ میں کبھی کوئی

کتاب یا کاغذ کا کوئی ٹکڑا نہیں دیکھا۔

علی بن حشرم کہتے ہیں کہ میں نے امام وکیعؒ کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ وہ صرف اپنے حافظہ سے درس دیتے تھے۔ ان کی حیرت انگیز قوتِ حافظہ کو دیکھ کر میں نے اُن سے کوئی ایسی دوا پوچھی جس سے حافظہ اچھا ہو جائے۔ امام صاحب نے فرمایا:۔

ترك المعاصي ما جربت مثله للحفظ۔ اجتناب عن المعاصی سے بڑھ کر قوتِ حافظہ کیلئے کوئی چیز میرے تجربہ میں نہیں آئی۔

امام شافعیؒ نے درج ذیل اشعار میں ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے ؎

شَكَوْتُ إِلىٰ وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ فَاَوْصَانِيْ إِلىٰ تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
وَعَلَّلَهُ بِاَنَّ الْعِلْمَ فَضْلٌ وَفَضْلُ اللهِ لَا يُعْطىٰ لِعَاصِيْ

(ترجمہ) میں نے حضرت وکیعؒ سے سوءِ حفظ کی شکایت کی۔ تو انھوں نے مجھے گناہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ اور اُس کی علت یہ بیان کی کہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل گناہگار کو نہیں دیا جاتا۔

اخلاقی فضائل

آپ کے خوف وخشیت کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابن معین کا بیان ہے کہ میں نے وکیعؒ کو اکثر یہ کہتے سُنا:۔

"اَیَّ یَوْمٍ لَنَا مِنَ الْمَوْتِ" (ہماری موت کس دن ہوگی۔)

داؤد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عالم رویا (خواب) میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ولی کون لوگ ہوتے ہیں؟ ارشاد فرمایا۔ "جو لوگ اپنے ہاتھ سے کسی کو ضرر نہیں پہنچاتے اور بلاشبہ وکیع انھیں میں سے ایک ہیں۔"

عبادت اُنکی شب بیداری اور عبادت گزاری کا رنگ پورے گھر پر چڑھا ہوا تھا۔ اور گھر کا ہر فرد حتیٰ کہ ملازم تک تہجد کے پابند تھے۔

ابراہیم بن وکیع فرماتے ہیں:۔

کانَ اَبِی یُصَلِّی اللّیلَ فَلا	میرے والد جب رات میں نماز پڑھتے
یَبْقیٰ فِی دَارِنا اَحَدٌ اِلاَّ صَلّٰی	تھے تو ہمارے گھر میں کوئی شخص ایسا نہیں
حَتّیٰ اَنَّ جَارِیَۃً لَنَا سَوْدَاءَ	باقی رہتا تھا جو نماز نہ پڑھتا ہو، حتیٰ کہ
لَتُصَلِّیْ	ہماری سیاہ فام لونڈی بھی نماز پڑھتی تھی۔

(سیر صحابہ ج ۹ ص ۳۸۹)

ارشادات

فرماتے تھے کہ زہد حلال میں ہوتا ہے۔ اور حلال تو اب ختم ہی ہو چکا ہے۔ لہٰذا دُنیا کو بمنزلہ میت کے فرض کرو اور اُسمیں سے اُسی قدر لو جو تمھارے لئے قوام زندگی ہو۔

آپ کو جب کوئی شخص ایذاء دیتا تو اپنے سر پر خاک ڈالتے اور فرماتے کہ اگر میں گنہگار نہ ہوتا تو یہ مجھ پر مسلّط نہ ہوتا۔ پھر کثرت سے استغفار فرماتے یہاں تک کہ وہ شخص آپ کی ایذاء سے باز آجاتا۔

وفات

آپ کی وفات ۱۹۷ھ میں ہوئی اور عراق کے راستہ میں مدفون ہوئے جبکہ آپ حج سے واپس ہو رہے تھے۔ رحمہ اللہ تعالےٰ

(طبقات ج ۱ ص ۵۴)

حضرت عمرو بن میمون الأودی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام عمرو، اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ والد کا نام میمون ہے آپ مشہور ومعروف ثقہ اور عابد وزاہد تبع تابعی تھے اور کوفہ میں قیام پذیر تھے

حالات راہ خدا میں مشقتیں جھیلنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا، اپنے معشوق حقیقی اللہ جل جلالہ، سے جا ملنا آپ کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ آپ اپنی پوری اسلامی زندگی میں عبادت وریاضت کو گلے لگائے رہے،

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ جب عمرو بن میمون نے بڑھاپے کی چوکھٹ پر قدم رکھا تو دیوار میں اپنے لئے ایک کیل لگادی، جب نماز کے دوران لمبے قیام سے تھکن محسوس ہوتی تو پکڑ کر سہارا لیتے تھے یا اس کے ساتھ رسی باندھ دیتے تھے اور اسے تھامے کھڑا رہتے تھے۔

یونس بن ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ عمرو بن میمون جب مسجد میں داخل ہوتے تو ہمہ تن اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے۔

ارشادات فرماتے تھے کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں، اور میزبان پر ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے مہمانوں کے ساتھ اکرام وتوازش کا معاملہ کرے۔

فرماتے تھے کہ لوگوں کی زبانوں سے جاری ہوتے والے کلمات میں سب سے ذی شان کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔

ف: آپ کے جملہ اقوال بہت ہی مفید ہیں ماشاء اللہ تعالیٰ (مرتب)

وفات آپ نے علی اختلاف الاقوال ۷۴ سنہ ھ یا ۷۵ سنہ ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (حلیۃ الاولیاء ص ۱۲۶ / ۴)

حضرت ابواسحاق ابراہیم الہروی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام ابراہیم، کنیت ابواسحاق الہروی ہے والد کا نام عبداللہ ابن حاتم ہے۔ آپ نہایت سچے اور نیک دل تھے۔ ہمہ وقت عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ ابراہیم ابن ادہم کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ تبع تابعی بھی ہیں۔

مخلص کی تربیت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی رہتی ہے

اپنے متعلق ایک دفعہ آپ نے بیان فرمایا کہ میں نے جنگل میں اقامت کی۔ وہاں نہ کچھ کھاتا تھا نہ پیتا تھا اور نہ کسی چیز کی خواہش رکھتا تھا پس میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو اللہ عز وجل کے ساتھ یک گونہ حال حاصل ہو گیا ہے۔ اس کے بعد ہی میرے دائیں جانب سے کسی نے کلام کیا جس کا مجھے شعور نہ ہوا کہ وہ کون تھا۔ اس نے کہا اے ابراہیم تم اپنے باطن میں اللہ تعالیٰ سے ریا کر رہے ہو۔ تم جانتے بھی ہو کہ میں کتنے دنوں سے یہاں مقیم ہوں مگر میں نے نہ کھایا نہ پیا اور کسی چیز کی خواہش کی؟ تو میں نے کہا واللہ اعلم۔ تو کہا اسی۸۰ دن سے۔ مگر میں اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہوں کہ تمہارے جیسا خیال میرے دل میں آوے (اسی کی برکت سے الحمدللہ) میرا حال یہ ہے اگر میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ دوں کہ اس درخت کو سونا کر دیجئے تو ضرور وہ ایسا کر دینگے۔ پس یہ واقعہ میرے لئے غیبی طور سے زبردست تنبیہ تھی۔ (طبقات ۱ ص۵۵)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ اپنے عمل پر نازاں نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایک سے ایک حال ومقام والے پڑے ہیں جس کا سب کو پتہ بھی نہیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سالک صادق سے جب کوئی

لغزش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی تربیت و اصلاح کا انتظام بھی فرما دیتے ہیں جس سے وہ اس مہلکہ سے نکل جاتا ہے۔ (مرتب)

ارشادات

محمد بن ابراہیم نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص یہ چاہے کہ اسکی دعا قبول ہو تو پانچ چیزوں کا التزام کرے۔ ۱۔ اتنا ہی کھائے جتنی ضرورت ہو۔ ۲۔ ضرورت کے لحاظ سے لباس پہنے۔ ۳۔ اتنا ہی سوئے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ ۴۔ جتنی ضرورت ہو اتنا ہی کلام کرے۔ ۵۔ خضوع و خشوع اختیار کرے، اور ہمیشہ اپنے اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔

آپ فرماتے تھے کہ حصول جنت کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے قضا و قدر پر راضی رہے۔ ۳۔ نوافل میں اخلاص اختیار کرے۔

ف: نوافل کی قید شاید اس بناء پر لگائی کہ عموماً نوافل میں ریا و سمعہ کا دخل ہو جاتا ہے۔ بخلاف فرائض کے کہ اس کی ادائیگی سے نہ وہ خود اپنے کو کوئی بزرگ و ولی سمجھتا ہے نہ دوسرے۔ (حلیۃ الاولیاء ج۱۰ ص۲۲۳)

وفات

۶۶ سال کی عمر میں ۲۴۴ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (تقریب التہذیب ص۹۰)

حضرت عبدالعزیز بن ابی روادؒ

نام ونسب آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور اسم گرامی عبدالعزیز بن ابی رواد ہے۔

تعارف آپ بکثرت عبادت کرنے والے اور مصائب وبلایا کو بہت زیادہ چھپانے والے تبع تابعی تھے۔ آپ کی بینائی جاتی رہی تو بیس سال تک گھر والوں کو پتہ نہیں چلا۔ ایک دن آپ کے صاحبزادہ کو کچھ شک ہوا تو اس کے دریافت کرنے پر فرمایا: ہاں اے میرے بیٹے بیس سال کا وقفہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے تیرے باپ کی بینائی جاتی رہی۔ ابو عبدالرحمان مقری کا بیان ہے کہ میں نے عبدالعزیز بن ابی رواد سے زیادہ قیام پر صبر کرنے والا کسی کو نہیں پایا۔

یوسف ابن اسباط کا بیان ہے کہ چالیس سال تک آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف نہیں اٹھائی۔

ف: سبحان اللہ، ادب کا کتنا بلند مقام حاصل تھا۔ اب ایسے لوگ بانصیب نہ ہونگے تو کون ہوگا۔ مثل مشہور ہے باادب بانصیب بےادب بےنصیب۔ (مرتب)

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے تین چیزوں سے نصیحت حاصل نہیں کی وہ کسی چیز سے نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ (۱) اسلام (۲) قرآن مجید (۳) بوڑھاپا۔

آپ سے پوچھا گیا: بہترین عبادت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا دن اور رات میں زیادہ سے زیادہ غمگین رہنا۔

ف : ظاہر ہے کہ جو غم و حزن خوف آخرت کی وجہ سے ہوگا وہی بہترین عبادت ہوگی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخرت ہی کے پیش نظر دائم الحزن رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ لا عیش الا عیش الآخرۃ (زندگی تو آخرت کی زندگی ہے) (مرتب)

آپ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد! گنہگاروں کو خوشخبری سناؤ اور صدیقین کو ایسی باتیں سناؤ جس سے وہ ڈریں۔ اس پر آپ کو تعجب ہوا تو آپ نے عرض کیا اے میرے پروردگار! کیا میں گنہگاروں کو خوشخبری سناؤں اور صدیقین کو ڈراؤں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، ہاں گنہگاروں کو خوشخبری سنادو کہ کوئی گناہ جس کو میں بخش دوں مجھ سے وہ بڑا نہیں ہے۔ اور صدیقین کو بتادو کہ اپنے اعمال کی وجہ سے عجب میں مبتلا نہ ہوں اسلئے کہ میں جس کسی بندہ کے ساتھ اپنے عدل وانصاف کا معاملہ کروں گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۶۵/۸)

ف : اس سے معلوم ہوا کہ نجات کیلئے رحمت اور فضل الٰہی کی ضرورت ہے صرف اعمال کافی نہیں۔ (مرتب)

وفات

آپ کی وفات ۱۵۹ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(تقریب التہذیب ص ۱۵۷)

حضرت وہیب بن ورد مکی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب آپ کی کنیت ابو امیہ اور کہا گیا ہے کہ ابو عثمان ہے اور آپ کا نام وہیب اور کہا گیا ہے کہ عبدالوہاب ہے۔

فضل و کمال آپ مکۃ المکرمہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے تابعین کی ایک جماعت کو پایا۔ مثلاً حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت منصور بن زاذان، حضرت ابان بن ابی عیاش اور حضرت محمد بن زہیر رحمہم اللہ تعالیٰ، ان ارباب علم سے روایت کی وجہ سے آپ زبردست تبع تابعی میں شمار کئے جانے لگے۔

محمد بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ جب آپ مسجد حرام میں احادیث کے بیان سے فارغ ہو جاتے تو اپنے شاگردوں سے فرماتے "قُوْمُوْا اِلَی الطَّبِیْبِ یعنی وُھَیْبًا" طبیب یعنی حضرت وہیب کے پاس جاؤ۔ **ف**: سبحان اللہ، ہمارے اکابر کی کیسی تواضع تھی جو قابل اقتدا ہے۔ (مرتب)

ارشادات آپ فرماتے تھے: زہد یہ ہے کہ جو کچھ فوت ہو جائے اس پر غمگین نہ ہو اور جو کچھ حاصل ہو اس پر خوش نہ ہو اس پر اترائے نہیں

آپ فرماتے تھے کہ اگر تم سے یہ ہو سکے کہ کوئی چیز تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کرے تو ایسا کر دو۔ **ف**: سبحان اللہ، کیسی عمدہ نصیحت ہے۔ (مرتب)

محمد بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت وہیب نے قسم کھائی تھی کہ وہ ہرگز نہ ہنسیں گے یہاں تک کہ موت کے وقت فرشتے آکر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے مقام کی خبر دے دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگ آپ کے بارے میں خواب دیکھتے کہ آپ جنتی ہیں۔ جب آپ کو اس کی خبر دی جاتی تو آپ زار و قطار روتے اور فرماتے

کہ میرا یہ خیال ہے کہ یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا گنہگار کو عبادت کی لذت حاصل ہوسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی اس شخص کو جو گناہ کا ارادہ کرے۔

ف: دعا ہے کہ اللہ اپنے فضل سے گناہوں سے پناہ میں رکھے تاکہ عبادات کی لذتوں سے بہرہ ور ہوں۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ اے میرے پروردگار! بندہ سے آپ کے راضی ہونے کی علامت کیا ہے؟ تو حق تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ جب میں اس کو اپنی اطاعت کی توفیق دوں اور اپنی معصیت سے روک دوں تو سمجھو کہ میں اس سے خوش ہوں۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ میں غیبت کو چھوڑ دوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں دنیا ومافیہا کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کردوں۔ اور فرماتے تھے کہ میں اپنی نگاہ نیچی کرلوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں دنیا ومافیہا کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کردوں پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ (قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ) (سورۃ النور آیت نمبر ۳۰) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے مومنوں سے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

آپ ہی کا فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو نوازنا چاہتے ہیں تو اس کو تنگیٔ معاش، جسمانی بیماری اور خوف میں مبتلا فرمادیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے اس حال میں کہ ابھی اس کے ذمہ

کچھ گناہ باقی رہ جاتے ہیں تو ان کی وجہ سے اس پر روح نکالنے میں سختی کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ **ف:** اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کے ساتھ عافیت کا معاملہ فرمائے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ بعض علماء کو فقیہہ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا شمار جاہلوں میں ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

ف: سبحان اللہ کیسے ارشادات ہیں جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۱۵۳ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ
(حلیۃ الاولیاء ج ۸ صـ۱۱۹ تا صـ۱۳۳)

حضرت عمرو بن شرجبیل الھمدانی الکوفی رح

نام و نسب آپ کا نام عمرو اور آپ کی کنیت ابو میسرہ ہے۔ آپ ثقہ عادل راوی حدیث ہیں۔ عابد و زاہد تبع تابعی ہیں۔

ارشادات جب آپ رات کے وقت اپنے بستر پر استراحت کیلئے تشریف لے جاتے تو فرماتے تھے، کاش کہ میری والدہ نے مجھے جنا نہ ہوتا،

ایک مرتبہ آپ کی بیوی نے آپ سے کہا کہ ' ابو میسرہ! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ احسان کا معاملہ نہیں فرمایا، اللہ نے تمہیں اسلام جیسی دولت سے نوازا اور تمہیں ہر قسم کی نعمت سے نوازا۔ آپ نے جواب دیا کہ تم نے بات تو بالکل صحیح کہی، مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنا تو بتایا کہ ہم جہنم پر پیش کئے جائیں گے

مگر اس بات کی وضاحت نہیں فرمائی کہ پھر واپس لوٹیں گے یا نہیں؟
اس میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے، وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا، كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا۔ (سورۂ مریم ۱۷)[1]

فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا جب اسے قبر میں رکھ دیا گیا تو فرشتے اس کے پاس آئے اور کہا کہ ہم تمہیں اللہ کے عذاب کے طور پر سو کوڑے مارنے آئے ہیں۔ اس نے اپنے روزے اور نمازوں اور اپنے مجاہدات یاد دلائے تو انہوں نے عذاب میں تخفیف کر دی۔ یہاں تک دس کوڑوں کی تعداد پر راضی ہو گئے۔ پھر اس نے ان کے سامنے گریہ وزاری کی اور تخفیف کی درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ ایک کوڑا تو مارنا ناگزیر و ضروری ہے چنانچہ فرشتوں نے اسے ایک ایسا کوڑا مارا کہ اس کی قبر آگ کے شعلوں سے بھر گئی اور وہ بیہوش ہو گیا۔ جب اسے کچھ ہوش آیا تو اس نے فرشتوں سے پوچھا کہ تم نے مجھے یہ کوڑا کس گناہ کی سزا میں مارا؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ تم ایک دن سو گئے تھے پھر اٹھے اور بغیر وضو ہی کے نماز پڑھ لی۔ اور تم نے ایک مظلوم کی آواز سنی تھی جو مدد طلب کر رہا تھا مگر تم نے اس کی مدد نہیں کی۔

ف: اعاذنا اللہ بفضلہ تعالیٰ۔ اللّٰھم اجرنا من النار۔ اللہ آگ کی سزا سے محفوظ رکھے۔ (مرتب)   (حلیۃ الاولیاء ج ۴ صفحہ ۱۲)

وفات

آپ کا انتقال ۱۶۳ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(تقریب التہذیب صفحہ ۴۲۲)

---

[1] ترجمہ: اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر گذر نہ ہو یہ وعدہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے۔ (مرتب)

حضرت ابو علی شقیق ابن ابراہیم البلخی رحمۃ اللہ علیہ

نام نام شقیق، کنیت ابو علی والد کا نام ابراہیم ہے۔

فضل و کمال آپ منجملہ مشائخ خراسان کے تھے۔ آپ نے حضرت ابراہیم ابن ادہم رح کی صحبت میں رہ کران کے طریقہ کو اخذ فرمایا۔ آپ حاتم اصم رح کے اُستاذ ہیں۔ امام زفر رح کے شاگرد ہیں۔ امام ابو یوسف رح کے ساتھ امام ابو حنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ تبع تابعی ہیں۔

دنیا و آخرت کی اہمیت فرماتے تھے کہ میں نے بیس سال تک غور و فکر کیا یہاں تک کہ دنیا کو آخرت سے ممتاز کرلیا پس اس کو میں نے دو کلمہ میں پایا اور وہ دونوں کلمے اللہ تعالیٰ کے یہ ارشاد ہیں۔ اوّل۔ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ ترجمہ: جو کچھ بھی تم دیئے گئے ہو وہ سب حیات دنیوی کی متاع ہے۔ ثانی: وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى۔ ترجمہ۔ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

ف: سبحان اللہ دنیا و آخرت میں کیسی تمیز فرمائی وہ بھی قرآن پاک کی روشنی میں جو آپ کے کمال علم و معرفت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ علمی و عملی طور پر ہمارا مذاق بھی ایسا ہی فرمائے۔ آمین (مرتب)

ارشادات فرماتے تھے کہ اغنیاء سے بچتے رہو، اس لئے کہ جہاں تم نے اپنے دل کو ان سے وابستہ کیا اور ان کے اموال میں طمع کیا تو تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو رب بنا لیا۔

فرماتے تھے کہ مومن کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے کھجور لگائی ہے

مگر اس کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ کھجور کی جگہ کانٹے نہ پھلیں اور منافق کی مثال اس شخص کی ہے کہ جو کانٹے بوئے اور امید رکھے کہ اس سے تر و تازہ کھجور حاصل کریگا۔ پس افسوس کہ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے۔

فرماتے تھے کہ جب عالم لالچی اور مال اکٹھا کرنے والا ہو جائے تو پھر جاہل کس کی اقتداء کرے اور جو شخص درویشی میں مشہور ہو وہ بھی دنیا کی طرف راغب ہو جائے اور شادیوں اور کپڑوں سے تلذذ کا طالب ہو جائے تو مبتلاء عوام جو کہ پہلے ہی سے ان باتوں کی طرف راغب ہیں وہ کس کی اقتداء کر کے اس سے نجات حاصل کریں اور جب کہ بکریوں کا چرواہا بھیڑیا ہو جائے تو پھر بکریوں کی چرواہی کون کرے گا۔ (طبقات ج ۱ ص۹۵)

حاتم اصم رحؒ سے فرماتے تھے کہ آدمیوں سے اس طرح کا واسطہ رکھو جیسا کہ آگ سے رکھتے ہو۔ آگ سے فائدہ اٹھالو مگر بچتے رہو کہ جلا نہ دے۔ (اعیان الحجاج ص۱۶۲)

ف: سبحان اللہ مثال سے کیسی حقیقت کی وضاحت فرمادی کہ ہر شخص کو بخوبی سمجھ میں آجائے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ توکل یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے وعدہ کرلیا ہے اس سے تجھ کو آرام و سکون میسر ہو یعنی اللہ کے وعدے پر تجھے اطمینان اور کامل یقین ہو۔

وفات بعض کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ آپ کو صوبہ ختلان میں ۱۷۰ھ میں شہید کر دیا گیا اور آپ کا مزار بھی وہیں ہے۔ نور اللہ مرقدہٗ

(نفحات الانس ص۲۰۱)

حضرت اسمٰعیل بن عُلَیَّہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب اسمٰعیل نام، ابو البشر کنیت، والد کا نام ابراہیم بن مقسم اور والدہ کا نام عُلَیَّہ تھا۔ قبیلۂ بنو شیبان کی لونڈی تھیں، لیکن بڑی صاحبِ علم، اُنہی کی نسبت سے اسمٰعیل بن عُلَیَّہ کہلاتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۱۰ھ میں بصرہ میں ہوئی۔

فضل وکمال امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ "بصرہ میں اتقان وتثبت ابن عُلَیَّہ پر ختم ہے۔" ہشیم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بصرہ کے چند حفّاظِ حدیث جمع ہوئے تو اُن سے کوفہ کے محدّثین نے کہا کہ "تم اسمٰعیل بن عُلَیَّہ کے علاوہ جس کو چاہو سامنے لاؤ ہم کو اُن سے علم وفضل میں کم نہ پاؤگے۔ مگر ابن عُلَیَّہ کے علم وفضل کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔"

امام شعبہؒ اُن کو سید المحدّثین کہتے تھے۔ یزید بن ہارون کہا کرتے تھے کہ میں بصرہ گیا تو مجھ کو وہاں کوئی ایک شخص بھی نہیں ملا جس کو فنِ حدیث میں ابن عُلَیَّہ سے افضل سمجھا جاتا ہو۔ امام یحییٰ بن معینؒ کا قول ہے کہ "ابن علیہ ثقہ، سچے، متّقی اور قابلِ اعتماد تھے۔"

عہدۂ قضاء فقہی مہارت اور تبحّرِ علمی کی وجہ سے متعدد عہدوں پر بھی فائز ہوئے۔ چنانچہ اُن کو سب سے پہلے بصرہ کے صدقات کا انتظام سپرد کیا گیا۔ پھر بغداد کے محکمۂ فوجداری کے ذمہ دار ہوئے۔ اور آخر میں بغداد کے منصبِ قضاء سے سرفراز ہوئے۔ لیکن زیادہ عرصہ تک اِس منصب پر قائم نہیں رہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی ناخوشی کا علم ہوتے ہی اُس

عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔

عبادت اور خوفِ خدا

ابن عُلیہ کو قرآن مجید کی تلاوت اور عبادت سے بے حد شغف بلکہ عشق تھا۔ ابن مدینیؒ نے ایک رات اُن کے ساتھ بسر کی تو اُنھوں نے دیکھا کہ حضرت ابن علیہؒ نے اُس شب میں تہائی قرآن مجید کی تلاوت کی۔

زہد و اِتّقا اور احساسِ آخرت اُس دور کی عام خصوصیت تھی۔ ابن عُلیہ بھی اِن صفات میں زمرۂ تبع تابعین میں نمایاں تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کا اُن کی طرف میلان اور پھر اُن کی مدد کرنا خود اِس کا واضح ثبوت ہے۔ پھر ابن مبارکؒ کی تنبیہ پر اُن کا استعفار غایتِ تقویٰ کی دلیل ہے۔ ابن عُلیہ رح بلا شبہہ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا کی مجسم تصویر تھے۔ اُنکی خشیتِ الٰہی کا عالم یہ تھا کہ برسوں وہ ہنسے نہیں۔ اُن کے تلامذہ کا بیان ہے کہ جب سے وہ بصرہ کے والی بنائے گئے اُنھیں کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

وفات

جمعرات کے دن ۲۵، یا ۲۴، ذیقعدہ ۱۹۳ سنہ ھ کو علم و عمل کی یہ شمع فروزاں گل ہو گئی۔ جنازہ کی نماز اُن کے صاحبزادے ابراہیم نے پڑھائی اور بغداد کے مشہور قبرستان ابن مالک میں تدفین عمل میں آئی۔

نوّر اللہ مرقدہٗ۔

(سیر الصحابہؓ نہم۔ تبع تابعین ص ۹۱)

حضرت حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب حفص نام، کنیت ابو عمر، یمن کے مشہور قبیلہ مذحج کی ایک شاخ نخع کوفہ میں آباد ہوگئی تھی اسی سے خاندانی تعلق کی بنا پر نخعی کہلاتے ہیں ۱۱۷ھ میں ولادت ہوئی۔ آپ تبع تابعی ہیں۔

منصبِ قضاء آپ کی کتابِ زندگی کا سب سے زریں صفحہ قضاء وافتاء کے سلسلہ میں اُن کی خدمات ہیں۔ کوفہ و بغداد میں وہ سالہا سال تک اِس منصب کی زینت بنے رہے۔ بغداد کے مشرقی و مغربی حصوں میں ہمیشہ علیٰحدہ علیٰحدہ دو قاضیوں کا تقرر ہوا کرتا تھا۔ سب سے پہلے خلیفہ ہارون رشید نے اُنھیں مشرقی بغداد کے منصبِ قضاء پر فائز کیا تھا۔ اُس وقت قاضی حفص کی عمر ساٹھ سال تھی۔ دو سال تک وہ بہت شوکت و دبدبہ کے ساتھ بغداد کے قاضی رہے۔ اُس کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر کیے گئے۔

کثرتِ احتیاط کسبِ حلال میں فرطِ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اپنے عہدۂ قضاء کے دوران ایک مرتبہ پندرہ روز تک علالت کی بناء پر فرائض منصبی انجام نہ دے سکے۔ چنانچہ صحت یاب ہونے کے بعد سو درہم یہ کہہ کر عامل کو واپس بھجوا دیئے کہ

"یہ اُن پندرہ دنوں کا خرچ ہے جس میں میں نے مسلمانوں کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اِس لئے اس رقم کو لینے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے۔"

ف: سُبحان اللہ، یہ تھی معاملہ کی صفائی، جو ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔ خصوصًا علماء اور مشائخ کے لئے بہت ضروری ہے تاکہ ان کی اقتداء کی جائے (مرتب)

وفات

۱۰ ذی الحجہ ۱۹۴ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ۔ (سیر الصحابہ نہم، تبع تابعین ص۱۳۲ دوم)

حضرت حمّاد بن سلمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب حمّاد نام، ابو سلمہ کنیت، بنو تمیم کے غلام تھے آپ کا شمار ممتاز تبع تابعین میں ہوتا ہے۔

زہد و عبادت علم و فضل کے ساتھ ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا سا زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت زمرۂ تابعین اور اتباع تابعین کی ایک عام خصوصیت تھی۔ چنانچہ حمّاد بن سلمہ رحمہ اللہ بھی ان صفاتِ ملکوتی کے اعتبار سے اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھے۔ شہاب بن معمر کہتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کے ابدال تھے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ ان کا شمار مستجاب الدعوات عابدین میں ہوتا تھا۔ وہ اپنے زمانہ کے اقران میں فضل و کمال، دین و عبادت میں ممتاز تھے۔ سُنّت کے سخت پابند اور اہلِ بدعت کے اثرات کو ختم کرنے میں انتہائی کوشاں تھے۔

حضرت حمّاد بن سلمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو حدیثِ نبوی غیر اللہ (یعنی عزت و وجاہت) کے لئے حاصل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے فریب کرتا ہے۔

وقت کی قدر: ایک بار موسیٰ بن اسمٰعیل نے اپنے شاگردوں کو مخاطب کرتے ہوئے

کہا کہ "اگر میں یہ کہوں کہ میں نے حماد بن سلمہ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا، تو میں یہ سچ کہوں گا وہ ہر وقت اپنے کام میں لگے رہتے تھے، تلاوتِ قرآن کرتے یا تسبیحات پڑھتے رہتے تھے، یا پھر نماز میں مشغول رہتے۔ اُنھوں نے پورے دن کو اِنہی کاموں کے لئے تقسیم کر رکھا تھا۔"

مقاتل بن صالح الخراسانی کا بیان ہے کہ وہ ایک دن حضرت حماد بن سلمہؒ کے پاس تھے۔ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، اُنھوں نے اپنی لونڈی سے کہا، دیکھو بیٹی! کون ہے؟ وہ واپس آکر بولی، محمد بن سلیمان کا قاصد (غالباً بصرہ کا امیر تھا) فرمایا، جاؤ کہہ دو کہ وہ تنہا میرے پاس آئے۔ وہ قاصد آیا اور اُس نے ایک خط پیش کیا، جس کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد بن سلیمان کی طرف سے حماد بن سلمہ کے نام۔

امّا بعد! اللہ آپ کو اسی طرح سلامت رکھے جس طرح اس نے اپنے اولیاء اور اطاعت گزاروں کو سلامت رکھا ہے۔ ایک مسئلہ درپیش ہے اگر آپ تشریف لائیں تو اس بارے میں آپ سے استفادہ کروں۔ والسلام۔"

آپ نے خط پڑھ کر لونڈی سے کہا کہ قلم دوات لاؤ اور اس کی پشت پر یہ جواب لکھ دو:۔

امّا بعد! آپ کو بھی اللہ اسی طرح سلامت رکھے جس طرح وہ اپنے دوستوں اور فرماں برداروں کو سلامتی عطا کرتا ہے۔ میں نے بہت سے ایسے علماء کی صحبت اختیار کی ہے جو کسی کے پاس جایا نہیں کرتے تھے، اس لئے میں بھی حاضری سے معذور ہوں اگر آپ کو کوئی مسئلہ سمجھنا ہے تو آپ خود تشریف لے آئیں اور جو دریافت کرنا

چاہیں کریں۔ اور ہاں! اگر آنے کا ارادہ ہو تو تنہا تشریف لائیے گا، آپ کے ساتھ خدم و حشم نہ ہوں۔ ورنہ میں آپ کے ساتھ اور اپنے ساتھ خیر خواہی نہ کرسکوں گا۔ والسلام۔

قاصد یہ جواب لے کر واپس چلا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ:۔

ہم ابھی بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ لونڈی کو حکم ہوا کہ دیکھو کون ہے؟ اُس نے آکر کہا، محمد بن سلیمان۔ فرمایا کہہ دو کہ آجائیں مگر تنہا آئیں۔ چنانچہ وہ خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد بولا کہ کیا وجہ ہے کہ جب بھی میں آپ کے سامنے ہوتا ہوں میرے اوپر خوف و دہشت طاری ہو جاتی ہے؟ حماد بن سلمہ نے ثابت البنانی کے واسطہ سے حضرت انسؓ کی زبانی یہ حدیث بیان کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب عالم اپنے دین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہے تو اُس سے ہر چیز ڈرنے لگتی ہے۔ اور جب وہ اُس سے دُنیا کے خزانے چاہتا ہے تو وہ ہر چیز سے ڈرنے لگتا ہے۔

محمد بن سلیمان نے پوری توجہ کے ساتھ یہ باتیں سُنیں۔ اور پھر کہا کہ یہ چالیس ہزار درہم حاضر خدمت ہیں انھیں اپنی ضروریات میں صرف فرمائیں۔ حماد بن سلمہؒ نے کامل استغنار کے ساتھ فرمایا کہ ان کو لے جاؤ اور جن لوگوں پر ظلم کر کے انھیں حاصل کیا ہے اُن کو دے ڈالو۔ وہ بولا کہ واللہ میں یہ اپنے خاندانی ورثہ سے دے رہا ہوں۔ فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے معاف کرو۔ اللہ تعالیٰ تمھیں معاف کرے۔ تم اس رقم کو تقسیم کردو۔ وہ بولا کہ میری تقسیم میں اگر کسی مستحق کو نہ ملا تو وہ ناانصافی کی شکایت کرے گا۔ آپ نے اُس سے پھر یہی فرمایا کہ مجھے

معاف کرو۔

ف: اس طویل واقعہ سے حماد بن سلمہؒ کی زندگی کی کتنی درخشاں اور تابناک تصویر نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ جس سے ہم کو زہد و قناعت اور استغنار کی عملی ہدایت ملتی ہے جو ہماری نصیحت کے لئے کافی ہے۔ (مرتب)

وفات ۱۶۷؁ھ میں بصرہ میں اُن کی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

حافظ ابن حجرؒ نے ابن حبّان کی روایت نقل کی ہے کہ حماد بن سلمہؒ کا انتقال ذی الحجہ کے مہینہ میں ہوا۔ عمر اُسّی سال کے قریب پائی۔ رحمہ اللہ

(سیر الصحابہ نہم، تبع تابعین دوم ص۱۳۴)

حضرت حمزہ بن حبیب زیّاتؒ رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب، پیدائش حمزہ نام، ابو عمارہ کنیت تھی۔ والد کا نام حبیب اور جد امجد کا نام عمارہ تھا۔ زیّات لقب تھا۔ ۸۰؁ھ میں ولادت ہوئی۔ شیخ زیّات کا آبائی وطن کوفہ ہے اور وہیں تاحیات درس و افادہ میں مصروف رہے۔ آپ تبع تابعین میں سے ہیں۔

فضل و کمال اُنھیں قرآن و حدیث، ادب و فرائض وغیرہ علوم میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ بالخصوص علوم قرآن اور فرائض میں اُن کی مہارت اور دقیقہ رسی پر علمار کا اتفاق ہے۔ جن سات ائمہ نے فنِ قرارت میں نام پیدا کیا اور لائق تقلید قرار پائے اُن میں حمزہ بن حبیب زیّات کا نام بہت ممتاز ہے۔

کوفہ میں عاصمؒ اور اعمشؒ کے بعد قرارت میں اُنہی کو منصب امامت حاصل ہے۔

عبادت کثرتِ عبادت وریاضت میں وہ صلحاءِ اُمت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ رات کا بیشتر حصہ عبادت کرتے گزرتا اور بہت کم سوتے تھے۔ امام سفیان ثوریؒ اور شریک بن عبداللہؒ جنھیں اُن سے تلمذ خاص کا شرف حاصل ہے بیان کرتے ہیں کہ ابن حبیب الزیاتؒ کو جب بھی کوئی دیکھتا درس دیتے ملتے، یا نماز پڑھتے ہوئے، درس کے خاتمہ پر پابندی سے چار رکعت نفل ادا فرمایا کرتے تھے۔ ہر ماہ ترتیل کے ساتھ کم از کم پچیس قرآن ختم کیا کرتے۔ ابن فضل کا قول ہے کہ حمزہ کے تدین، جلالت علم اور عبادت گزاری سے کوفہ کی بلا دور ہوتی ہے۔ (میزان الاعتدال ص۲۸۴ ج۱)

کسی سے خدمت لینا گوارہ نہیں فرماتے تھے۔ شدید ترین گرمی کے موسم میں اثنائے درس کبھی پیاس محسوس ہوتی تو اپنے کسی شاگرد سے پانی مانگنا گوارا نہ فرماتے، بلکہ خود اُٹھ کر تشنگی یعنی پیاس دور فرما لیتے۔

قرآن کی تعلیم پر تاحیات اُجرت نہیں لی۔ ذریعۂ معاش تجارت کو بنا رکھا تھا۔ کوفہ سے زیتون لے جاکر حلوان میں فروخت کرتے اور وہاں سے پنیر و اخروٹ لاکر کوفہ میں بیچتے تھے۔ لیکن یہ شغل بھی بقدر کفاف ہی کرتے جس سے روح و جسم کا رشتۂ حیات باقی رہ سکے۔ ورنہ زیادہ تر وقت درس و عبادت میں گزرتا تھا۔

ف: سبحان اللہ! اس سے معلوم ہوا کہ عالم کا تجارت کرنا معیوب نہیں ہے بلکہ محمود ہے۔ ہاں مگر اس میں غلو سے احتراز لازم ہے اور حدیث پاک اجملوا فی الطلب پر عمل پیرا ہونا چاہئے

تاکہ دیگر امور علمیہ اور دینیہ میں خلل انداز نہ ہو۔ (مرتب)

وفات باختلافِ روایت ۱۶۷ھ یا ۱۷۰ھ میں بمقام حلوان وفات پائی۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ (سیر الصحابہ نہم، تبع تابعین حصہ دوم ص ۱۴۲)

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب سعید نام، ابو محمد یا ابو عبدالعزیز کنیت ہے۔ ۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ تبع تابعی ہیں۔

فضل و کمال علمی اعتبار سے وہ شام کے بلند مرتبہ فقہاء و محدثین میں تھے اجلّ تابعین سے اکتسابِ فیض کی سعادت نصیب ہوئی قرآن و حدیث اور فقہ جملہ علوم کے جامع تھے۔ عبادت و ریاضت اور خوف و خشیت اُن کی کتابِ زندگی کے روشن ابواب ہیں۔

حاکم کہتے ہیں کہ تفقہ و دیانت اور علم و فضل کے اعتبار سے سعید بن عبدالعزیزؒ کو شام میں وہی مقام حاصل تھا جو امام مالکؒ کو اہلِ مدینہ میں۔ امام اوزاعیؒ فقہ و افتاء کے مشہور زمانہ امام تھے۔ اُن سے اگر کوئی شخص ابن عبدالعزیزؒ کی موجودگی میں استفتاء کرتا تو فوراً فرماتے "سَلُوْا اَبَا مُحَمَّدٍ" (ابو محمد سے پوچھو)

ف : سبحان اللہ، کیسی تواضع وانکساری کی بات ہے کہ اپنے ہمعصر عالم کے کمالِ علم کا اقرار بلا تکلف فرماتے تھے۔ جو ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل سے نوازے۔ آمین! (مرتب)

خشیتِ الٰہی وہ علم کے ساتھ ساتھ عمل کا بھی مجسّم پیکر تھے۔ نہایت

عبادت گزار تھے، لیکن بایں ہمہ خوف وخشیتِ الٰہی سے ہر آن لرزاں رہتے۔ رات بھر نماز پڑھتے اور ساتھ ہی آنسوؤں کا سیل رواں رہتا۔ ابو الغرا الفرابیسی چشم دید راوی ہیں کہ میں نے ایک بار اُن کو نماز پڑھتے دیکھا، اُن کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ بہہ کر چٹائی پر گر رہے تھے۔ محمد بن مبارک الصوری کا بیان ہے کہ جب بھی سعید بن عبدالعزیز کی کوئی نماز با جماعت فوت ہو جاتی تو بے تحاشا روتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۸)

آپ کا قول ہے کہ "مَا قُمْتُ اِلٰی صَلٰوۃٍ اِلَّا مُثِّلَتْ لِیْ جَھَنَّمُ" (یعنی جب بھی میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، جہنم اپنی اصلی صورت میں میرے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔)

اقوالِ زریں آپ کے جن بعض ملفوظات کا ذکر کتبِ طبقات میں ملتا ہے اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بلند پایہ عالم، فقیہ اور محدّث ہونے کے ساتھ ایک خدا رسیدہ بزرگ بھی تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص کسی مسئلہ میں استفتار کرتا تو جواب دینے سے قبل یہ ضرور فرماتے: لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ھٰذَا رَأْیِیْ وَالرَّأْیُ یُخْطِیُٔ وَیُصِیْبُ" (ترجمہ: تمام طاقت وقوت اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔ یہ میری رائے ہے۔ اور رائے غلط بھی ہوتی ہے اور صحیح بھی ہو سکتی ہے۔)

وفات

سنہ ۱۶۷ھ میں دمشق میں رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(سیر الصحابہ نہم، تبع تابعین دوم ص ۱۷۶)

حضرت شریک بن عبداللہ نخعی رحمہ اللہ

نام، نسب، ولادت شریک نام، ابو عبداللہ کنیت تھی۔ ولادت خراسان کے مشہور مردم خیز شہر بخارا میں ۹۵ھ میں ہوئی۔

علوئے مرتبت قاضی شریک کو فضل و کمال خاندانی ورثہ میں ملا تھا۔ فقہ و حدیث میں آپ کی مہارت مسلّم تھی۔ آپ تبع تابعی ہیں۔

عہدہ قضاء فقہ و افتاء میں آپ کے کمال اور تبحر کے باعث مختلف سلاطین نے آپ کو قضاء کے عہدہ جلیلہ پر فائز کیا۔ چنانچہ مختلف اوقات میں کوفہ، واسط اور اہواز کے قاضی بنے۔

ایک لائق ذکر معمول پورے زمانہ قضاء میں آپ کا یہ مستقل معمول رہا کہ مجلس عدل منعقد کرنے سے پہلے دوپہر کا کھانا تناول فرماتے۔ پھر اپنے موزے میں سے ایک کاغذ نکال کر اسے بغور دیکھتے۔ اُس کے بعد مقدمات کی پیشی کا حکم دیتے۔ آپ کے بعض احباب کو تجسس پیدا ہوا کہ آخر اُس کاغذ میں کیا لکھا ہے جسے روزانہ اتنی پابندی سے دیکھنے کا معمول ہے؟ چنانچہ اُنھوں نے دیکھا تو اُس میں تحریر تھا۔

يَا شُرَيْكَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أُذْكُرِ الصِّرَاطَ وَحِدَّتَهُ يَا شُرَيْكُ بْنَ عَبْدِ اللهِ أُذْكُرِ الْمَوْقِفَ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

اے شریک بن عبداللہ! پل صراط اور اُسکی باریکی کو یاد رکھ! اے شریک! اس دن کو یاد رکھ جب تو خداوند قدوس کے روبرو کھڑا ہو گا۔

یہ درحقیقت اللہ جل شانہ کے سامنے ایک حلف نامہ تھا تاکہ عدالت

کی کارروائی کے ہر موڑ پر اُس ذاتِ کبریا کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین دل کی گہرائیوں میں جاگزیں رہے اور کہیں لغزش وزیادتی نہ ہونے پائے۔

بعض اقوال قاضی شریک کا قول ہے " ترك الجواب في موضعه اذابة القلب" یعنی موقع پر جواب سے چوک جانا دل کی پژمردگی کی دلیل ہے۔ دوسرا قول ہے۔ بھوک بیماری کو چوس لیتی ہے۔

ف: یعنی بھوک سے بیماری میں افاقہ ہو جاتا ہے۔ (مرتب)

وفات یکم ذی تعدہ ۱۷۷ھ کو بمقام کوفہ وفات پائی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ

(سیر الصحابہ نہم، تبع تابعین دوم ص۱۸۷)

حضرت عبد الرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ

نام، نسب و ولادت عبد الرحمٰن نام، ابو عبد اللہ کنیت، مصر کے رہنے والے تھے۔ آپ کے سالِ پیدائش کے سلسلہ میں علماء کا بہت اختلاف ہے۔ ۱۲۸ھ، ۱۳۱ھ اور ۱۳۲ھ تینوں منقول ہیں۔

تبحر و جامعیت فضل و کمال کے اعتبار سے وہ یگانۂ روزگار فقیہ اور حافظِ حدیث تھے۔ تبع تابعین کی جماعت میں ایسی جامع الکمالات شخصیتیں بہت کم ملتی ہیں۔ خصوصاً فقہِ مالکی کی مہارت میں اُن کا ثانی ملنا مشکل ہے۔ امام مالکؒ کی طویل ترین ہمنشینی نے انھیں فقہِ مالکی کا چشمہ بنا دیا تھا مالکی مذہب کی پہلی تدوین اُن ہی سے شروع ہوئی ہے۔ امام مالکؒ کے فتاوی و مسائل کی تقریباً تین سو جلدیں اُن کے پاس تھیں۔ (تہذیب التہذیب ص۲۵۳ ج۶)

مؤطا امام مالکؒ کی روایت

موطأ امام مالکؒ تیس مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ جن میں صرف ۱۶ روایتیں مشہور و معتبر ہیں۔ اُنہی خوش بختوں میں حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم بھی ہیں۔

اقوال زرّیں

آپ کے بہت سے حکیمانہ اقوال آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں

اکثر دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! تو دنیا کو مجھ سے اور مجھے دُنیا سے دور رکھ!

فرمایا کہ حکمرانوں سے تقرب اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

فرمایا کہ زیادہ دوست بنانے سے بچو۔ کیونکہ یہ آزاد لوگوں کو غلام بنانے کے مانند ہے۔

وفات

۷ صفر شبِ جمعہ بمقام مصر انتقال فرمایا۔ باب القرافۃ الصغریٰ کے باہر ان کا مزار ہے۔ وفات کے وقت حسبِ اختلافِ روایت ۵۸، ۶۰ یا ۶۳ سال کی عمر تھی۔ (سیر الصحابہ نہم، تبع تابعین دوم صـ۲۰)

اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے سالِ وفات ۱۹۱ھ لکھا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (تقریب صـ۵۹۵)

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب زفر نام ۔ ابوالہذیل کنیت تھی ۔ بصرہ آبائی وطن تھا ان کے والد اموی دور میں اصبہان کے والی تھے ۔ ہیں سنہ ۱۱۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی ۔ ان کا سلسلۂ نسب عدنان سے مل جاتا ہے ۔

اخلاق و عادات اپنے زہد و اتقاء، اخلاق و کردار کے لحاظ سے بھی اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، ان کی وفات کے بعد لوگوں میں عام چرچا تھا کہ محض خوف آخرت سے ان کا انتقال ہوا ۔ حالانکہ ان کی زندگی بالکل بے داغ تھی خود فرماتے تھے کہ میں نے اپنے بعد کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کی باز پرس کا کوئی خوف ہو ۔

ابراہیم بن سلیمان کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ امام زفر کی خدمت میں بیٹھتے تو کسی کی یہ مجال نہیں تھی کہ وہ دنیادی باتوں کا ذکر کر سکتا اور اگر کوئی شخص دنیا کا تذکرہ چھیڑ ہی دیتا تو وہ مجلس سے اٹھ جاتے تھے ۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے شاگردوں میں داؤد طائی مشہور صاحب زہد و تقوی تھے جن سے امام زفر سے بہت زیادہ اخوت و بھائی چارگی تھی، حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ داؤد طائی تو صرف عبادت میں مشغول ہو گئے مگر امام زفرؒ نے علم و عبادت دونوں کو جمع فرمایا ۔ یحییٰ ابن اکثم فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بعد امام زفرؒ کی مجالس میں اس لئے جانا پسند کرتے تھے کہ وہ علم کے ساتھ صاحب ورع و تقوی بھی تھے ۔ خود فرماتے تھے میں نے دنیا میں رہنے کی کبھی خواہش نہیں کی، اور نہ میرا دل کبھی دنیا کے

زیب و زینت کی چیزوں کی طرف مائل ہوا۔

علم و فضل

علم و فضل میں ان کو جو امتیاز حاصل تھا وہ حضرات اہل علم کے سامنے عیاں ہے۔ اور آپ کو تبع تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے

امام زفرؒ کے متعلق ائمہ فقہ کے اقوال

حضرت امام زفرؒ اس حیثیت سے بھی امام اعظمؒ صاحب کے تلامذہ میں ممتاز ہیں کہ ان کو امام صاحب نے اپنی زندگی ہی میں درس و تدریس کی اجازت دے دی تھی جب کہ حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کو ان کی زندگی میں اس کی اجازت نہیں مل سکی تھی۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایک بار ایک مجمع میں فرمایا کہ :

ھو امام من ائمۃ المسلمین وعلم من اعلام الدین۔	وہ ائمہ مسلمین کے ایک امام اور دین کی سربلندی کے ایک نشاں ہیں۔

وفات

بہت کم عمری یعنی کل ۴۸ سال کی عمر میں ۱۵۸ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وفات کے وقت امام ابو یوسف موجود تھے۔ انہوں نے آخری وصیت کی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے کہا کہ یہ سامان میری بیوی کے لئے ہے اور یہ تین ہزار درہم میرے بھتیجے کے لئے ہے۔ پھر فرمایا کہ نہ مجھ پر کسی کا کوئی حق ہے اور نہ میرا کسی پر کوئی حق ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے کوئی اولاد نہ تھی۔ (سیر صحابہ ج ۸ ص ۲۱۲)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب یعقوب نام، ابو یوسف کنیت تھی۔ سلسلۂ نسب انصار سے مل جاتا ہے۔ ۱۱۳ھ یا ۹۳ھ میں کوفہ میں ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ابراہیم ایک غریب آدمی تھے اور کوفہ میں محنت مزدوری کر کے گزر اوقات کرتے تھے۔

تعلیم کا آغاز ابتدائے عمر ہی سے آپ کو لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ مگر آپ کے والد اپنی غربت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ حصولِ معاش میں اُن کا ہاتھ بٹائیں۔ اِس وجہ سے بہت دنوں تک آپ کو باقاعدہ تحصیلِ علم کا موقع نہ مل سکا مگر آپ کے ذوقِ علم نے آپ کو اتنا اُکسایا کہ اُسی تنگی و ترشی میں اپنے والد سے چھپ کر علمائے کوفہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ کوفہ میں اُس وقت فقہ و حدیث کی بہت سی مجلسیں قائم تھیں، جن میں محمد ابن ابی لیلیٰ رحؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی مجالس درس کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ چنانچہ امام ابو یوسفؒ خصوصیت سے پہلے ابن ابی لیلیٰ رحؒ کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور تقریباً آٹھ نو برس تک اُن سے کسبِ فیض کرتے رہے۔ اُس کے بعد امام ابوحنیفہؒ کی مجلس درس میں شریک ہونے لگے۔ اور آپ کو یہ مجلس ایسی بھائی کہ پھر امام صاحبؒ کی زندگی میں اُس سے علیٰحدہ نہیں ہوئے۔ آپ صاحب فقہ و فتویٰ اور تبع تابعین میں سے ہیں۔

قاضی القضاۃ کا عہدہ امام ابو یوسفؒ خلیفہ مہدی کے عہد خلافت میں بغداد کے مشرقی حصّہ کے قاضی مقرر ہوئے خلیفہ ہادی کے زمانہ میں بھی اُسی عہدہ پر تھے۔ ہارون رشید کے ہاتھوں میں

خلافت کی باگڈور آئی تو سال بھر تو اُس نے اُن کو اُسی حیثیت میں رکھا۔ مگر اُس کے بعد تمام ممالکِ مقبوضہ کا قاضی القضاۃ بنا دیا۔ مقریزی نے لکھا ہے کہ عراق، خراسان، شام، مصر میں اُن کے حکم کے بغیر قضاۃ کے منصب پر کوئی مقرر نہیں ہو سکتا تھا۔ (مقریزی ج ۴ ص ۱۸۱)

حکیمانہ اقوال

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سے حکیمانہ مقولے اور زرّیں اقوال منقول ہیں۔ اُن میں سے چند یہ ہیں:۔

تلامذہ سے فرماتے تھے۔ اے لوگو! صرف رضائے الٰہی کے لئے علم حاصل کرو۔ اُس میں دوسری غرض شامل نہ ہو۔ میرا خود اپنا یہ حال تھا کہ جس مجلس میں متواضع ہو کر شریک ہوا اُس سے بلند ہو کر اُٹھا اور جس مجلس میں علم کے غرور و پندار کے ساتھ گیا اُس میں میری ذلت و فضیحت ہوئی۔ پس خبردار! اللہ ہی کے لئے علم حاصل کرو۔

ف: سبحان اللہ! طلبہ کیلئے کیا ہی خوب نصیحت ہے۔ پس اگر ایسی نصیحتوں پر ہم بھی عمل کریں تو صحیح معنی میں اِن حضرات کے مقلد قرار پائیں گے۔ اور عزت و رفعت سے نوازے جائیں گے۔ (مرتب)

فرمایا: اُس شخص کی صحبت سے بچو جو قیامت کی ذلت و رسوائی سے نہیں ڈرتا۔

ف: ظاہر ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت و رسوائی سے نہیں ڈریگا تو ان کی نافرمانی کی بھی پرواہ نہیں کریگا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا شکار ہوگا تو پھر ذلت و رسوائی ہی ہاتھ آئیگی عزت کا کوئی سوال ہی نہیں۔ فللّٰہ العزۃ جمیعا (مرتب)

فرماتے تھے: تین نعمتیں اصل ہیں۔ ایک اسلام، کہ دُنیا کی کوئی نعمت اُس کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔ دوسری صحت، کہ اُس کے بغیر کوئی راحت خوشگوار نہیں ہوسکتی۔ تیسری فارغ البالی، کہ اُس کے بغیر زندگی پُرسکون نہیں ہوتی۔

ف: پس اِن نعمتوں کی کس قدر شکر گزاری کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ اس کی قدر کے ساتھ اس کے حق کے ادائیگی کی فکر بھی ضروری ہے ورنہ یہی بجائے نعمت کے ذلت و فضیحت کا سبب بنے گی۔ جیسا کہ حدیث پاک ہے

قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ۔ (مشکوٰۃ ص۴۳۹)	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اُس سے متعلق اکثر لوگ گھاٹے میں ہیں۔ صحت اور فراغت۔

محاسنِ اخلاق

عہدۂ قضاء پر رہتے ہوئے آپ نے حسن اخلاق و کردار کا ثبوت دیا وہ اُن کی خصوصیت ہے۔ اُس عہدہ پر پہنچنے کے بعد بڑے بڑے پاکباز لوگوں کا دامن بھی آلودہ ہوجاتا ہے مگر آپ نے اپنا دامن کبھی داغدار نہ ہونے دیا۔ لوگوں سے ملنا جُلنا، تواضع و خاکساری، لوگوں کی امداد و اعانت، اہلِ علم کی عزت و توقیر، فیاضی و سیر چشمی یہ سب چیزیں اس زمانہ میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ سایہ کی طرح تھیں

قاضی القضاۃ ہوئے تو آپ کو دو ہزار درہم سے زیادہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ پھر ہارون رشید کے دربار سے سال میں لاکھوں روپے کے انعامات ملتے تھے۔ اِس لئے وفات کے وقت آپ کے پاس کافی دولت موجود تھی۔

لیکن اِس دارِ فانی سے رُخصت ہونے لگے تو سب کو غربار پر تقسیم کرنے کی وصیت فرما گئے۔ چنانچہ تقریباً چار لاکھ روپئے اہلِ مکہ، اہلِ مدینہ، اہلِ کوفہ اور اہلِ بغداد کو تقسیم کئے گئے۔

ف : سُبحان اللہ، آپ میں کس قدر جود و سخا کی صفت تھی جس کا عشرِ عشیر تو اُن کے مقلّدین میں ہونا ہی چاہیئے۔ ورنہ کیا خاک تقلید ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ علم ایسی چیز ہے کہ جب تم اپنی پوری زندگی اُس کو دیدوگے تب جاکر اُس کا کچھ حصّہ تم کو ملے گا۔ لیکن جب تم کو اُس کا بعض حصّہ ملے تو اُس پر تکیہ نہ کرو۔ بلکہ برابر اُس کے حصول میں لگے رہو۔

ف : اہلِ علم کے لئے نہایت عمدہ نصیحت ہے کہ علم کے کسی درجہ پر پہنچ کر بھی مزید علم کی طلب سے مستغنی نہ ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید طلبِ علم کی دعا کرنے کو فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" (اے میرے رب! میرے علم کو اور بڑھا دیجئے!) (مرتّب)

فرماتے تھے کہ حکومت کے ذمہ داروں کا خستہ حال رہنا اور موٹی جھوٹی زندگی اختیار کرنا ذلّت کا باعث ہے اور قضاۃ و علمار کے لئے سادہ زندگی قابلِ فخر ہے۔

علالت علالت کے ایام میں ان پر عجیب رقّت طاری رہتی تھی۔ عہدۂ قضا کی ذمہ داریوں کو انھوں نے جس دیانتداری سے انجام دیا اسکی تفصیل اوپر آچکی ہے لیکن آخر وقت میں وہ کہتے تھے کہ کاش میں فقر و فاقہ کی حالت میں دنیا سے چلا جاتا اور عہدۂ قضا قبول نہ کرتا پھر بھی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے قصداً کسی پر ظلم کیا ہے نہ کسی فریق کی پاسداری کی ہے اور نہ میری

خواہش ہوئی کہ فلاں فریق کامیاب ہو اور فلاں ناکام۔

جس روز انہوں نے اس دارِ فانی کو چھوڑا ان پر عجیب کیفیت تھی اور زبان پر یہ کلمات تھے "یا الٰہا تو جانتا ہے کہ میں نے کسی فیصلہ میں جو تیرے بندوں کے درمیان تھا خود رائی سے کام نہیں لیا اور نہ خلاف واقعہ فیصلہ کیا، ہمیشہ میری کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو وہ کتاب اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو، جب کسی مسئلہ میں مشکل پیش آتی تھی تو میں امام ابوحنیفہؒ کو اپنے اور تیرے درمیان واسطہ بناتا تھا اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تیرے احکام کو خوب جانتے تھے اور عمداً وہ کبھی حق کے دائرے سے باہر نہیں جاتے تھے اور یہ بھی زبان پر تھا کہ اللہ تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ پاکدامن رہا اور کبھی ایک درہم جان بوجھ کر حرام کا نہیں کھایا۔

تاریخ وفات آپ کا انتقال جمعرات کو ظہر کے وقت ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ کو ہوا۔ خلیفہ ہارون رشید نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اپنے خاندان کے خاص مقبرہ میں دفن کرایا۔ اور اس موقع پر ہارون رشید نے اعلان کیا کہ یہ حادثہ ایک شخص یا ایک خاندان کا نہیں بلکہ پوری ملت کا ہے۔

رحمہ اللہ تعالیٰ۔ رحمۃً واسعۃً۔ (سیر صحابہ تبع تابعین اول صفحہ ۴۹/۸)

حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام، نسب، ولادت نام محمد، والد کا نام حسن، کنیت ابو عبد اللہ آپ کے والد دمشق کے قرستان گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آپ بسلسلۂ ملازمت عراق تشریف لائے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ امام محمد یہیں ۱۳۲؁ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت واسط میں چند ہی سال گزرے تھے کہ آپ کے والد وہاں سے شامی لشکر کے ساتھ کوفہ چلے آئے اور وہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ کوفہ اُس وقت علم و فن کا مرکز اور علماء و مشائخ کا گہوارہ تھا، علمی اعتبار سے اُسے تمام ممالک اسلامیہ میں اُم البلاد کی حیثیت حاصل تھی۔ اسی مادرِ علمی کی آغوش میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا۔ اور اہل علم و فضل و تبع تابعین میں شمار ہونے لگا۔

آپ نے سب سے پہلے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی، اُس کے بعد ادب و لغت کی ابتدا ہوئی۔ اور اسکی ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کوفہ کے بڑے بڑے شیوخ کے درس میں شریک ہونے لگے۔ فطری استعداد و صلاحیت اور کوفہ کے علمی ماحول نے کمسنی ہی میں اُنکو ایک جوہرِ قابل بنا دیا۔

امام ابو حنیفہؒ کے درس میں حاضری آپ کی عمر چودہ ہی سال تھی کہ ایک روز ایک مسئلہ دریافت کرنے کی غرض سے آپ امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ مسئلہ یہ تھا کہ اگر کوئی نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے اور اُسی رات وہ بالغ ہو جائے

تو عشار کی نماز دُہرائے گا یا نہیں ؟ امام صاحبؒ نے اِثبات میں جواب دیا
یہ سوال چونکہ اُنھوں نے اپنے متعلق کیا تھا، اِس لئے وہاں سے فوراً اُٹھے
وضو کیا اور مسجد کے ایک گوشہ میں عشار کی نماز دُہرائی۔ امام صاحبؒ نے
یہ دیکھ کر فرمایا کہ اِنشا اللہ یہ لڑکا رشید ہوگا۔

یہ واقعہ اگرچہ معمولی تھا لیکن یہی واقعہ تحصیل فقہ اور امام صاحبؒ سے
عقیدت اور آپ کے تلمذ کا سبب بن گیا۔ اور کچھ ہی دنوں کے بعد آکر آپ نے
حلقۂ تلمذ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔

امام صاحبؒ کے یہاں حلقۂ تلمذ میں داخل ہونے کی شرط یہ تھی کہ پہلے
وہ قرآن کو مستحضر کرے۔ تو اسی شرط کو امام محمدؒ کے سامنے رکھا۔ لہٰذا امام محمدؒ
ایک ہفتہ کے بعد دوبارہ اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں
نے قرآن کا حفظ کر لیا۔ اُس کے بعد امام محمدؒ نے امام صاحبؒ سے کوئی مسئلہ
دریافت کیا۔ امام صاحبؒ نے پوچھا کہ یہ مسئلہ تم خود سے دریافت کر رہے ہو
یا کسی سے سُن کر؟ امام محمدؒ نے کہا کہ یہ مسئلہ خود میرے ذہن میں آیا ہے۔ تو امام
صاحبؒ نے فرمایا کہ تم بڑوں جیسا سوال کر رہے ہو۔ تم برابر میرے حلقۂ درس
میں شریک ہوا کرو۔ اِس کے بعد امام محمدؒ آپ کے تلامذہ میں مستقل طور پر
شامل ہو گئے اور سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہنے لگے۔ اور امام صاحبؒ
کی حیات تک کسی اور کے درس میں شریک نہیں ہوئے۔

امام ابو یوسف کی شاگردی

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
سے آپ کو صرف چار سال استفادہ
کا موقع ملا۔ یہ مدت فقہ جیسے دقیق اور وسیع فن کے لئے کافی نہیں تھی

اِسی وجہ سے آپ نے امام صاحبؒ کی وفات کے بعد امام ابو یوسفؒ کی طرف رجوع کیا اور اُن کے حلقۂ درس میں جاکر فقہ کی تکمیل کی اور بجز چند آخری سالوں کے اُن سے بہت کم جُدا ہوئے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ امام محمدؒ سے علم وعمر دونوں میں بڑے تھے، اِس کے باوجود وہ امام محمدؒ کا بہت لحاظ کرتے تھے۔ امام محمدؒ کا معمول تھا کہ وہ بالکل سویرے دوسرے شیوخ حدیث کے درس میں چلے جایا کرتے تھے اور وہاں سے جب امام ابو یوسفؒ کے درس میں آتے تھے تو اُس وقت تک بہت سے مسائل بیان ہو چکے ہوتے تھے لیکن جب وہ آجاتے تو امام ابو یوسفؒ اُن تمام مسائل کو دوبارہ اُن کیلئے دُہراتے تھے۔

تحصیل حدیث

فقہ وقرآن کے علاوہ حدیث کا ذوق بھی امام محمدؒ کو شیخین ہی کی صحبت میں پیدا ہو چکا تھا۔ لیکن اس حلقۂ درس کی اصلی خصوصیت فقہ وقرآن تھی، اِس لئے اُن کو کسی ایسے استاذ کی ضرورت تھی جو خالص حدیث کا ذوق رکھتا ہو۔ اس کے لئے آپ نے دربارِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مدینہ منورہ) کا رُخ کیا اور امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور علم حدیث حاصل کیا۔ (تبع تابعین صفحہ ۱۶۱)

امام محمدؒ کی بیداری

محمد بن مسلمہؒ لکھتے ہیں کہ امام محمدؒ نے رات کو تین حِصّوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصّہ سونے کیلئے ایک حصّہ نماز کے لئے اور ایک حصّہ علم کے لئے۔ بہت کم سوتے تھے۔ اُن سے کسی نے پوچھا کہ آپ سوتے کیوں نہیں؟ تو فرمایا، میں کس طرح سوؤں، جبکہ دوسرے لوگ مجھ پر بھروسہ کرکے سو رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر

کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو اُن (محمد بن حسن) کے پاس لے جائیں گے وہ اُسے حل کردیں گے۔ لہٰذا اگر ہم سو گئے تو دین ضائع ہو جائے گا۔

بیس سال کی عمر میں کوفہ کی مسجد میں اُن کا حلقۂ درس شروع ہو گیا تھا بڑے ذکی، سمجھدار، عقلمند تھے۔ تلاوتِ قرآنِ پاک کثرت سے کیا کرتے تھے، روزانہ دن میں دس پارے تلاوت کیا کرتے تھے۔

(مقدمہ المختار شرح کتاب الآثار، از حبیب اللہ مختار، کراچی)

اخلاق وعادات انسان کے شرف کا اصلی معیار اخلاق و کردار ہے اگر اس حیثیت سے اُس میں کوئی کمزوری ہے تو وہ غیر معمولی ہو کر بھی معمولی آدمی ہے۔ اگر اس اعتبار سے اُس میں کوئی خوبی ہے تو وہ ہماری نظروں میں کتنا ہی ادنیٰ کیوں نہ ہو، لیکن حقیقی شرف اُسکو حاصل ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے فضل و کمال کے ساتھ ساتھ اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھے۔ نہایت خلیق، مہذب اور عمدہ روش کے آدمی تھے۔ آپ کی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچی۔ ہر شخص سے مدارات اور محبت کا شیوہ تھا۔

حلم (بردباری) آپ حلم و بردباری کے وہ مجسمہ تھے جس کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد جیسا حلیم آدمی نہیں دیکھا، وہ اپنے مزاج کے خلاف بات سُنتے اور برداشت کر جاتے تھے۔ طلبہ اُن سے ہر قسم کے سوالات اور بحث و مباحثہ کرتے تھے مگر اُن کی پیشانی پر بل نہیں آتا تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے امام محمدؒ ہی کو ایک ایسا آدمی پایا کہ وہ بحث و مباحثہ کے وقت

چین بجبیں نہیں ہوتے تھے۔

فیاضی نہایت کشادہ دست، فیاض اور سیر چشم تھے۔ اُن کو اُنکے والد سے جو دولت ملی تھی سب اپنی تعلیم پر خرچ کر دی۔ طلبہ کے ساتھ حسنِ سلوک کے وقت اُن کا یہ وصف اور نمایاں ہوجاتا تھا۔ امام شافعیؒ اور اسد بن فرات کو متعدد بار اُنھوں نے اسّی اسّی دینار بطور امداد دیئے تھے۔ بسا اوقات اُن کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا تو دوسروں کے ذریعہ اہلِ احتیاج کی ضرورت کو رفع کرا دیا کرتے تھے۔

زہد و عبادت نہایت صالح، عابد اور شب زندہ دار تھے۔ شیخ عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارہا کوشش کی کہ جس خشوع و خضوع کے ساتھ امام محمدؒ نماز ادا کرتے ہیں، میں ایک بار ہی سہی اس طرح نماز پڑھ لوں، لیکن میں اس سے عاجز رہا بکر بن محمد فرماتے ہیں کہ محمد بن سماعہ اور عیسیٰ بن ابانؒ (جو کہ دونوں اپنے وقت کے شیخ و محدّث تھے) اُنھوں نے حسن و خوبی کے ساتھ نماز پڑھنا امام محمدؒ سے سیکھا تھا۔

ف: معلوم ہوا کہ اکابر محدّثین و فقہاء کرام نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھتے اور سکھلاتے تھے۔ مگر اب نماز میں باطنی خشوع و خضوع تو درکنار ظاہری سنّتوں کی رعایت کے ساتھ بھی نماز ادا کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا تو کیا خیال بھی نہیں ہوتا۔ یا اللہ! مجھے اور میری تمام نسلی و روحانی اولاد اور جملہ مسلمانوں کو اس کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین! (مرتّب)

آخرت کا خوف نہایت رقیق القلب اور آخرت کے خوف سے لرزاں رہتے تھے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے آپ پر بے حد گریہ طاری ہوا، لوگوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ جس وقت میں بارگاہِ قدس میں کھڑا کیا جاؤں گا اور مجھ سے سوال ہوگا کہ تم کو مقام رے تک کونسی چیز لائی، رضائے الٰہی کی جستجو یا جہاد فی سبیل اللہ؟ تو میں اُس وقت کیا جواب دوں گا۔

ف : اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اسلاف کسی نیک مقصد کے بغیر گھر سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتے تھے، عہدۂ قضا کی وجہ سے ہارون رشید کے ساتھ ان کو جانا پڑا تھا، مگر وہ دل سے اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اِس لئے حضرت امام پر وفات کے وقت گریہ طاری ہوا۔ (مرتب)

عِلم وفضل اُن کے علم وفضل کا اندازہ تو اُن کی کتابوں کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے، لیکن اِس کا موقعہ ہر شخص کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔ اِس لئے دوسروں نے اُنکی زندگی پر جو روشنی ڈالی ہے اُسے یہاں مختصراً نقل کیا جاتا ہے:۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر امام محمدؒ کی صحبت نصیب نہ ہوئی ہوتی تو مجھ پر علم کا دروازہ نہ کھلتا، وہ کسی مسئلہ پر تقریر کرتے تو اُن کی فصاحتِ لسانی کیوجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ قرآن مجید اُن ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ فرماتے تھے کہ میں نے اُن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ دقیق مسائل

کہاں سے حاصل کئے ہیں؟ فرمایا کہ محمد بن حسن کی کتابوں سے۔

فقہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت اور اُن کا اصلی شرف و امتیاز فقہ سے وابستہ ہے۔ دوسرے علوم میں تو اور اہل فن کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ لیکن اقلیم فقہ کے وہ اُس وقت تنہا تاجدار تھے۔ امام شافعیؒ نے اُن سے تفقہ حاصل کیا تھا۔ اسد بن فرات امام مالکؒ کے شاگرد جنھوں نے فقہ مالکی کی بنیاد رکھی تھی امام محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر چکے تھے۔

حدیث امام محمدؒ نے اس وقت کے تمام ممتاز شیوخ حدیث سے استفادہ کیا۔ خصوصیت سے امام مالک کی روایتوں کے وہ بہترین حافظ تھے۔ اس فن میں ان کی دقت نظر اور وسعت معلومات کا صحیح اندازہ اس فن میں ان کی تصنیفات سے کیا جا سکتا ہے۔

اجتہاد و استنباط اجتہاد و استنباط یعنی براہ راست قرآن و حدیث سے مسائل پیدا کرنا، یہ تفریع سے زیادہ مشکل کام ہے استنباطِ مسائل کے لحاظ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اجتہاد کا درجہ حاصل تھا اور استنباط و اجتہاد کے لئے فقہاء نے جو قیود و شرائط لگائے ہیں وہ اُنہیں پورے اُترتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے کو صاحب مذہب نہیں بلکہ متبع امام ابو حنیفہؒ ہی کہتے رہے۔

وفات امام محمدؒ کی وفات مقام رَے میں ۱۸۹ھ ۵۸ برس کی عمر میں ہوئی اور جبل تبرک جو رے کا مشہور قلعہ ہے اُسی میں امام فقہ کو سپرد خاک کیا گیا۔ (تبع تابعین ص۱۵۷)

حضرت سیدنا موسیٰ الکاظم ابن جعفر الصادق رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب موسیٰ نام، ابوالحسن کنیت اور کاظم لقب ہے۔ حضرت جعفر الصادق کے صاحبزادے ہیں۔ اپنے عہد کے ممتاز ترین مشائخ، اور بلند پایہ علماء میں سے تھے۔ اور آپ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔

ولادت ۱۲۸ھ میں مدینہ کے قریب ابواء نامی ایک مشہور قریہ میں پیدا ہوئے اور پھر تمام عمر مدینہ ہی میں سکونت پذیر رہے۔

فضل وکمال حافظ ذہبی رح لکھتے ہیں: کَانَ صَالِحًا عَابِدًا جَوَادًا حَلِیْمًا کَبِیْرَ الْقَدْرِ (یعنی وہ صالح، عبادتگذار سخی، حلیم الطبع اور جلیل المرتبت تھے۔

عبادت وریاضت کا خاص اہتمام تھا، کثرتِ عبادت کا یہ عالم تھا کہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد شمار ہوتے تھے۔

حافظ ابن جوزی نے "صفۃ الصفوۃ" میں اُن کا بہت نمایاں تذکرہ کیا ہے علامہ ابن کثیر رح رقمطراز ہیں کہ کَانَ کَثِیْرَ الْعِبَادَۃِ (یعنی کثرت سے عبادت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب ہارون رشید نے اس اندیشہ سے ان کو قید خانہ میں ڈال دیا کہ لوگ ان سے بیعت کر رہے ہیں تب بھی اُنکے شب و روز کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا چنانچہ قید خانہ کے ایک عینی راوی نے اُن کے شب وروز کے معمولات یہ بیان کئے ہیں:۔

وہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد برابر ذکر و فکر اور حمد و ثناء میں مشغول رہتے یہاں تک کہ جب کافی رات گزر جاتی تو اُٹھ کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے اور صبح تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر فجر کی نماز پڑھ کر طلوعِ آفتاب تک تھوڑا ذکر

کرتے، پھر کافی دیر تک مراقبہ میں بیٹھتے، پھر مسواک وغیرہ کرتے اور کھانا تناول فرماتے اور زوال سے قبل تک استراحت فرماتے۔ پھر زوال کے بعد وضو کر کے جب نماز پڑھنا شروع کرتے تو ظہر سے عصر تک نماز ہی میں مشغول رہتے۔ عصر کے بعد پھر قبلہ رو ہو کر ذکر اللہ میں مصروف رہتے اور مغرب کی نماز تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر نماز مغرب پڑھنے کے بعد عشاء تک مسلسل نوافل پڑھتے رہتے۔ (سیر صحابہ ج ۹ ص ۲۵۹)

ف: حضرت موسیٰ کاظم رح کی اس قدر عبادت کی کثرت ہم مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے اسلئے جہاں تک ممکن ہو فانی زندگی کو عبادت الٰہی، ذکر و تلاوت، دعا ومناجات، مراقبہ ومحاسبہ وغیرہ اعمال حسنہ میں مشغول رکھنا چاہیئے۔ تاکہ آخرت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز ہوں۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ۔ (مرتب)

سخاوت: حضرت موسیٰ کاظم رح صفت سخاوت میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے ـــــ خیر الدین زرکلی رح لکھتے ہیں:۔

کان احد کبار العلماء الاجواد۔	وہ اُن اکابر علماء میں سے تھے جو سخاوت کی صفت سے متصف تھے۔

امام ذہبی رح رقمطراز ہیں کہ:۔

کان موسیٰ من اجود الحکماء	موسیٰ کاظم بہترین حکماء میں سے تھے۔

(سیر صحابہ ج ۹ ص ۲۶۱)

صاف گوئی قید خانہ ہی سے اُنھوں نے خلیفہ کے نام ایک خط لکھا تھا، جو اُن کی صاف گوئی، جرأت وحق گوئی کا

پورا عکاس و آئینہ ہے۔ اس خط میں تحریر تھا۔

اما بعد! یا امیر المومنین انہ لم ینقص عنی یوم من البلاء الا انقضی عنك یوم من الرخاء حتی یفضی بنا ذالك الی یوم یخسر فیہ المبطلون۔	اے امیر المومنین! جوں جوں میری آزمائش کے ایام گزر رہے ہیں ویسے ویسے تمھارے عیش و راحت کے دن بھی کم ہوتے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم دونوں ایک ایسے دن ملیں گے جب برا عمل کرنے والے خسارہ میں رہیں گے۔

(سیر صحابہ ج ۹ ص۳۶۳)

وفات

سالہا سال تک دنیائے علم و عمل کو منور رکھنے کے بعد ۲۵ رجب سنہ ۱۸۳ھ کو یہ شمع فروزاں گل ہو گئی۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ بغداد کے قید خانہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بغداد میں آج بھی آپ کا مزار مشہور آفاق اور مرجع انام ہے۔

نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ۔

(سیر صحابہ ج ۹ ص۳۶۳)

حضرت ابو اسحٰق ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب نام ابراہیم، والد کا نام ادہم، کنیت ابو اسحاق ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے آپ کو زاہد صدوق کے ساتھ تبع تابعی تحریر کیا ہے۔

فضل و کمال یونس بن سلیمان بلخی فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہمؒ بلخ کے شرفاء میں سے تھے۔ آپ کے والد زیادہ مال اور خدم وحشم والے تھے۔ ایک دن حضرت ابراہیم بن ادہم شکار کے لئے غلاموں اور خادموں کے ساتھ چلے۔ اسی حال میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ گھوڑے کو ایڑ لگا رہے تھے کہ اچانک اوپر سے آواز سنائی دی کہ اے ابراہیم! یہ کیا لغو کام ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝

(ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔)

اللہ سے ڈرو۔ تم پر ضروری ہے کہ حاجت کے دن (قیامت کے دن) کے لئے توشہ تیار کرو۔ یہ سن کر اپنی سواری سے اُتر پڑے اور دُنیا کو ترک کر کے آخرت کے عمل میں مشغول ہو گئے۔

آپ پہلے بلخ سے مکہ آئے اور فضیل بن عیاضؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اُسکے بعد شام منتقل ہو گئے۔

ابن بشار فرماتے ہیں کہ میں ابراہیم بن ادہمؒ کے ساتھ سفر میں تھا، تو دورانِ سفر اُنھوں نے فرمایا کہ اس نعمت و سرور کو جس سے ہم لوگ بہرہ ور

ہیں، اگر بادشاہوں اور ان کی اولاد کو معلوم ہو جائے تو ساری زندگی اُس کو حاصل کرنے کیلئے ہم سے تلواروں سے جنگ کریں۔ تو میں نے کہا اے ابو اسحٰق! قوم نے راحت اور نعمت کو مقصود بنا لیا جس کی وجہ سے طریقِ مستقیم سے بھٹک گئے۔ تو مسکرائے اور فرمایا، کہاں سے تم کو یہ بات معلوم ہوئی۔

ف: حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اِس ملفوظ کو سُنا کر فرماتے تھے کہ مگر یہ دولت و نعمت تلواروں کے ذریعہ نہیں مل سکتی۔ اِس کے لئے تو اپنے آپ کو مٹانا پڑتا ہے اور بزرگوں کی صحبت اختیار کرنی پڑتی ہے، تب کہیں جا کر یہ دستیاب ہوتی ہے۔ (مرتّب)

کثرتِ عبادت

بشیر بن منذر فرماتے ہیں کہ جب میں ابراہیم بن ادہمؒ کو دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بے جان ہیں، اگر ہوا کا جھونکا لگے گا تو گر جائیں گے۔ اور کثرتِ عبادت و ریاضت کی وجہ سے اُن کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا تھا اور نقاہت ظاہر ہوتی تھی۔

آخرت کی تیاری

ابن بشار فرماتے ہیں کہ میں ابراہیم بن ادہمؒ کے ساتھ طرابلس گیا اور میرے پاس دو روٹیوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہ تھا۔ تو ایک سائل نے سوال کیا، تو اُنھوں نے مجھ سے فرمایا کہ وہ روٹیاں اُس کو دے دو۔ میں ذرا رُکا تو مجھ سے فرمایا، کہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ روٹیاں نہیں دے رہے ہو، تو میں نے روٹیاں اُس سائل کو دیدیں۔ اور میں اُن کے اِس معاملہ پر بہت متعجب ہوا۔

تو اُنھوں نے مجھ سے فرمایا۔ جان لو کہ جو کچھ تم خرچ کروگے وہی تم پاؤگے اور جو تم اپنے پیچھے چھوڑ دوگے وہ نہیں پاؤگے، لہذا کل کے دن کیلئے تیاری کرلو کیونکہ تم کو اِس بات کا علم نہیں کہ کب تمھارے رب کا حکم آجائے اور تم تیاری نہ کئے ہوگے تو تمھیں افسوس ہوگا، جس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تو ابن یشار فرماتے ہیں کہ اُن کی اِس بات کی وجہ سے مجھے رونا آگیا، اور دُنیا کی وقعت میرے نزدیک گھٹ گئی۔

ابن بشار فرماتے ہیں کہ ہم ابراہیم بن ادہم رحؒ کے ساتھ ایک قبرستان سے گزرے تو وہ ایک قبر کی طرف آگے بڑھے اور اپنا ہاتھ اُس قبر پر رکھا اور فرمایا، اے فلاں! اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے۔ اور اِسی طرح سات قبروں کے ساتھ کیا۔ پھر قبروں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور نام لے لیکر بلند آواز سے پکارا کہ تم لوگ اِس دُنیا سے رخصت ہوگئے اور ہم لوگ جلد ہی تم لوگوں سے ملنے والے ہیں، پھر روئے اور پوری طرح فکر میں ڈوب گئے۔ پھر کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اِس حال میں کہ آنسو اُن کے چہرے پر موتیوں کی طرح بہہ رہے تھے۔ (صفۃ الصفوہ ص ۱۵۲/۴)

ارشادات

آپ کے منجملہ کلام کے یہ ہے کہ عارف باللہ کی علامت یہ ہے کہ اُس کا زیادہ تر خیال و فکر خیر و عبادت ہو اور اکثر اُس کا کلام مدح و ثنا ہو۔

آپ ایک آدمی کی صحبت میں رہے۔ جب اُس سے جُدا ہونے کا ارادہ فرمایا تو اُس شخص نے کہا کہ اے ابراہیم! اگر مجھ میں آپ نے کوئی عیب دیکھا ہو تو مجھے مطلع فرمادیں! آپ نے فرمایا کہ اے بھائی! میں نے تمکو محبت کی

نظر سے دیکھا، اِس لئے تمھاری ہر چیز کو مستحسن و خوبتر پایا۔ لہذا اِس کے متعلق کسی دوسرے سے دریافت کرو تو بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا	یہ عالمِ آخرت ہم اُنہی لوگوں کیلئے
لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا	خاص کرتے ہیں جو دُنیا میں نہ بڑا بننا
فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا۔	چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں۔

حبِّ علو کے بارے میں آپ فرماتے تھے کہ اپنے جوتے کے تسمہ کو اپنے بھائی کے جوتے کے تسمہ کے مقابلہ میں مستحسن سمجھنا یہ بھی حبِّ علو (حبِّ جاہ) میں شامل ہے۔

فرماتے تھے کہ تین قسم کے آدمیوں کو اُن کی بے چینی و بیتابی پر ملامت نہ کرنا چاہیئے۔ مریضؔ، روزہ دار، مسافر

ف : سبحان اللہ، کیا ہی خوب حقیقت بیان فرمائی۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر اُن میں سے کسی سے خلافِ ادب بات بھی ہو جائے تو اُس کو معذور سمجھ کر درگزر کرنا چاہئیے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ قیامت کے دن بندوں کا محاسبہ اُن کے جان پہچان کے لوگوں کے سامنے ہوگا تاکہ پوری فضیحت ہو۔

ف : اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے وہاں کی رُسوائی سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین! (مرتب)

فرماتے تھے کہ علم کو عمل کے لئے طلب کرو۔ اِس لئے کہ اب اکثر لوگ غلطی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے اُن کا علم تو مثل پہاڑ کے ہو گیا

مگر عمل کے لحاظ سے مثل چیونٹی کے رہ گئے ہیں۔

ف : عمل سے مراد صرف نماز روزہ ہی نہیں بلکہ نبوی اخلاق و شرعی معاملات اور اسلامی معاشرت کے احکام پر بھی عمل پیرا ہونا چاہئے۔ (مرتب)

آپ سے کسی عالم نے نصیحت طلب کی تو فرمایا کہ تم دُم ہو کر رہو، سر نہ ہو اس لئے کہ دُم نجات پا جاتی ہے اور سر ہلاک ہو جاتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ حتی الوسع تابع بن کر رہو، متبوع و مقتدا بننے کی سعی نہ کرو، اس لئے کہ اس میں سراسر ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ (طبقات صـ ۵۹)

ف : سُبحان اللہ، کیسی مفید نصیحت ہے جو لائحہ عمل بنانے کے لائق ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے، جو آرام چاہتا ہو وہ مخلوق کا خیال دل سے نکال دے اُس کو راحت نصیب ہو جائے گی۔

ف : جو مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ کرے گا تو یقیناً راحت پا جائے گا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جب ہم کسی جوان کو مجلس میں باتیں کرتے دیکھتے تھے تو اُس سے مایوس ہو جاتے تھے کہ اُس سے خیر کی توقع نہیں ہے۔

ف : یعنی جوانوں کا کام بزرگوں کی مجلس میں بیٹھ کر اُنکی باتوں کو بغور سُننا اور استفادہ کرنا ہے نہ کہ اظہارِ علم و اظہارِ قابلیت، مگر اب یہ وبا عام ہے کہ ہر چھوٹا اپنے بڑوں کے ہوتے ہوئے بلکہ اُن کی تحقیر کر کے بڑا بننا چاہتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ باطنی دولت سے محروم کے محروم ہی رہ جاتا ہے۔ (مرتب)

ایک بار طواف کی حالت میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک شخص سے فرمایا کہ جب تک چھ گھاٹیوں کو پار نہ کر دگے اُس وقت تک صالحین کا درجہ نہیں پا سکتے۔

(۱) ناز و نعمت میں بسر کرنے کا دروازہ بند کرو اور تنگی و سختی کا دروازہ اپنے اوپر کھولو۔ (۲) عزت و جاہ کا دروازہ بند کرو اور ذلت و گمنامی کا دروازہ کھولو۔ (۳) آرام و راحت طلبی کا دروازہ بند کرو۔ (۴) نیند کا دروازہ بند کرو اور بیداری کا دروازہ کھولو۔ (۵) مالداری و بے نیازی کا دروازہ بند کرو اور فقر و عاجزی کا دروازہ کھولو۔ (۶) دُنیوی منصوبوں اور حوصلوں کا دروازہ بند کرو اور موت کیلئے تیاری کا دروازہ کھولو۔

ف: کم از کم ہم دُعا تو کریں کہ اللہ تعالےٰ حصولِ رشد و صلاح کے اسباب کو اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اُن پر عمل کی سعی بھی کرتے رہیں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو بندہ شہرت و ناموری کا طالب ہے وہ اللہ تعالےٰ سے سچا معاملہ نہیں کر رہا ہے۔

فرماتے تھے کہ بھیک مانگنے والے بھی بڑے اچھے لوگ ہیں، یعنی ہمارے محسن ہیں کہ یہ ہمارا زادِ راہ (توشہ) مُفت میں آخرت تک پہنچا دیتے ہیں۔

ف: یہ الگ بات ہے کہ ان مانگنے والوں کا شرعی حکم کیا ہے، مگر ہمارے لئے تو آخرت میں مفید ہی ہوں گے انشاء اللہ۔ چونکہ اُنھوں نے ہمارا صدقہ قبول کرلیا، جس سے ہم کو آخرت میں اجر و ثواب ملیگا۔

وفات: آپ کی وفات سنہ ۱۶۲ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (اعیان الحجاج صہ ۱۴۴ / ۱)

حضرت ابو سلیمان داؤد بن نصیر الطائی رح

نام، نسب اور فضل و کمال

نام داؤد، والد کا نام نصیر، کنیت ابو سلیمان ہے۔ آپ ارباب تصوف کے پیشوا، سردار اور مشائخ کبار میں سے ہیں۔ آپ امام ابو حنیفہؒ کے مشہور شاگرد اور طریقت میں شیخ حبیب راعی رح کے مرید تھے۔ تمام علوم پر دستگاہ (مہارت) کامل رکھتے تھے۔ ایک بلند پایہ عالم اور فقیہ بلکہ امام الفقہاء، لیکن امارت اور ریاست سے دستبردار ہوکر زہد و ورع اور تقویٰ کا طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رح نے آپ کو ثقہ فقیہ اور زاہد کے ساتھ تبع تابعی بھی تحریر فرمایا ہے۔

زہد

حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو داؤد الطائی رحؒ سے بڑھ کر کسی کو دُنیا کو حقیر اور بے قدر سمجھنے والا نہیں دیکھا۔ دنیا اور دُنیا داروں کی اُن کے نزدیک کچھ قدر و منزلت نہ تھی۔ لیکن فقراء کی طرف گو وہ سخت مصیبت میں ہوتے بنظر کمال محبت و عنایت دیکھتے۔

ف : یہ خود اُن کی بزرگی و درویشی پر دلیل ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "ارحموا علیٰ اھل البلایا" (یعنی مصیبت زدہ لوگوں پر رحم کرو) پر عمل ہے۔ (مرتب)

ارشادات

آپ فرماتے تھے کہ علم تو اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ جیسے جیسے علم حاصل ہو اُس پر عمل کیا جائے۔ اور جب طالب العلم نے اُسکو جمع کرنے ہی

میں اپنی عمر گنوادی تو اُسپر عمل کب کریگا۔ آپ بوجہ شرم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال نہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے آگ سے نجات مل جائے پس میں راکھ کو برداشت کرلونگا۔ فرماتے تھے کہ ہم تو گناہوں کی کثرت کی وجہ سے زندگی ہی سے ملول ہو گئے۔ **ف**: سبحان اللہ! کسقدر انکسار تواضع وخوف آخرت کا حال ہے اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَاہُ (طبقات صفحہ ۶۵)

وفات آپ کی وفات سنہ ۱۶۰ ھ یا سنہ ۱۶۵ ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(تقریب التہذیب صفحہ ۲)

حضرت بشر بن منصور سلیمی بصری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام بشر، کنیت ابو محمد الازدی۔
والد کا نام منصور ہے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے ہیں۔

فضل وکمال آپ نہایت سچے زاہد وعابد تبع تابعی تھے۔ آپ نے اپنے کو عقیدۂ توحید اور اذکار الٰہیہ سے مزین کیا تھا اور ہر قسم کے ظاہری وباطنی خطرات اور وساوس سے مامون ومحفوظ کیا تھا۔

غسان بن مفضل کہتے ہیں کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کو دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا اور ان کا چہرہ دیکھنے سے آخرت کا خیال پیدا ہوتا تھا۔ عربی النسل تھے۔ اپنے لڑکوں کو کھجور کے پتوں سے زنبیل وغیرہ بنانے کا کام سکھایا تھا۔

اہتمامِ عبادت ان کے بھتیجے کہتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ میرے چچا کی تکبیر اولیٰ فوت ہوئی ہو یا کسی سائل کو محروم کیا ہو۔

فکرِ آخرت آپ فرماتے تھے کہ دنیا میں لوگوں سے جان پہچان کم پیدا کرو، اس لئے کہ معلوم نہیں انجام کیا ہو۔ اگر خدانخواستہ قیامت کے دن فضیحت ہوئی تو جتنے کم پہچاننے والے ہوں گے اتنی ہی کم رسوائی ہوگی۔

احتیاط ایک دفعہ کوئی ضرورت پیش آئی تو عبدالرحمٰن بن مہدی کے پاس خود ہی چلے گئے۔ انھوں نے کہا، کہلا کیوں نہیں بھیجا میں خود آجاتا۔ فرمایا، کام تو میرا تھا۔ جب واپس ہونے لگے تو عبدالرحمن نے سواری حاضر کی، فرمایا، میں اپنے نفس کو اس کا عادی بنانا پسند نہیں کرتا۔

ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے اور پورے اطمینان وسکون سے بہت لمبی نماز پڑھ رہے تھے۔ مگر نماز ہی میں ان کو تنبہ ہوا کہ ایک شخص ان کی نماز کو بغور دیکھ رہا ہے، تو نماز سے فارغ ہو کر اس سے کہا کہ تم نے جو دیکھا یہ کوئی بڑے خوش ہونے کی بات نہیں ہے۔ ابلیس نے نہ معلوم کتنے سال ملائکہ کے ساتھ حق تعالےٰ کی عبادت کی تھی۔ (سیر السلف، صفوۃ الصفوۃ، اعیان الحجاج ج۱ ص۱۵۱)

ارشادات

آپ فرماتے تھے کہ اگر فرصت وفراغت ہو تو اپنے علم کو زیادہ کرنے میں خوب جدوجہد کرو۔

ف: اس لئے کہ زیادتیٔ علم مطلوب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو زیادتیٔ علم کی دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔ قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (یعنی آپ کہئے! کہ اے رب! میرا علم بڑھا دیجئے)۔ (مرتب)

محمد بن قدامہ نے کہا کہ جب بشر بن منصور کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اُن سے کہا گیا کہ آپ اپنے قرض کے بارے میں وصیت کر دیجئے (یعنی اسکی

ادائیگی کیلئے) اُنھوں نے کہا کہ میں اپنے رب سے اپنے گناہوں (کی معافی) کے بارے میں امید رکھتا ہوں، تو اپنے قرض کے بارے میں کیوں نہ امید رکھوں۔ چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوگیا تو آپ کے بھائیوں میں سے ایک نے آپ کا قرض ادا کر دیا۔

ف: اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کا ایسا ہی انتظام فرماتے ہیں۔ (مرتب)

وفات: آپ کی وفات سنہ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(اعیان الحجاج صـ ۱۱۲)

حضرت محمد بن صبیح بن سماک رح

نام ونسب نام محمد، کنیت ابو العباس، والد کا نام صبیح بن السماک ہے۔ آپ تبع تابعی ہیں۔

تعارف آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آپ واعظ اور زاہد تھے۔ آپ نے سلیمان اعمش اور ہشام بن عروہ سے احادیث سنی ہیں یحییٰ بن یحییٰ اور امام احمد بن حنبل جیسے حضرات نے آپ سے احادیث لی ہیں۔

ارشادات آپ فرماتے تھے اصول کو تھامے رہنا اور فضول امور کو چھوڑ دینا ذوی العقول کی شان ہے۔

آپ فرماتے تھے: تعجب ہے اس آنکھ پر جو میٹھی نیند سوتی ہے جب کہ موت کا فرشتہ اس کے ساتھ تکیہ پر ہے۔

آپ فرماتے تھے اے ابن آدم! کیا تمھارے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ تم

اس ذات کی فرمانبرداری کر جس نے تمہارے بارے میں تمہارے حاسدوں کی بات نہیں مانی۔ اس کی عزت کی قسم! اگر وہ تمہارے باب میں تمہارے حاسدوں کی بات مان لیتا تو تم سراپا عبرت بن جاتے۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ جو تنگی پر صبر کرے گا وہ عبادت پر قوی ہوگا اور جو خیر سے محبت رکھے گا اس کو اس کی توفیق ہوگی۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ جب مشکیزہ میں سوراخ ہو جاتا ہے تو شہد رکھنے کے قابل نہیں رہتا۔ پس سمجھ لو کہ تمہارے دل سوراخ والے ہو گئے ہیں اس لئے وہ علم و حکمت کے قابل نہیں رہے۔ (حلیۃ الاولیاء صفحہ ۱۷۶ تا ۱۷۸ ج ۸)

ف : کتنی زبردست نصیحت ہے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ زاہد ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اپنے پاس سے دنیا کے رخصت ہونے سے خوش ہو۔

فرماتے تھے کہ اے میرے بھائی! یہ مان لو کہ کُل دُنیا تمہارے قبضہ میں ہو تو کیا ہوا؟ اس پر غور کرو کہ موت کے وقت تمہارے ہاتھ میں یہ دُنیا کتنی رہ جائیگی۔

فرماتے تھے کہ بہت سے ایسے واعظ ہیں جو اللہ کو یاد دلاتے ہیں مگر وہ خود اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے ہیں۔ اور بہت سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں مگر خود اُن سے بھاگ رہے ہیں۔ اور بہت سے کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والے ایسے ہیں جو آیات اللہ سے بالکل الگ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کا ذرا بھی اُن پر اثر نہیں ہے۔ العیاذ باللہ۔

ف : کتنی زبردست نصیحتیں ہیں جو صفحاتِ قلوب پر نقش کئے جانے اور لائحہ عمل بنائے جانے کے لائق ہیں۔ (مرتب)

تحقیق انیق آپ ہی کا قول ہے کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں اگر فائدہ نہیں پہنچاتیں تو وہ نقصان بھی نہیں پہنچاتیں لیکن علم کا معاملہ ایسا ہے کہ اگر وہ نفع نہیں پہنچاتا تو نقصان ضرور پہنچاتا ہے

ایک بار آپ نے وعظ کہا تو ہارون رشید کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا ایک اہم مقام و مرتبہ ہے مگر وہی آپ کو اس مقام و مرتبہ سے محروم کرنے والا ہے۔ تو آپ اپنے معاملہ میں غور کیجئے کہ آپ اس کے بعد کس مقام پر رہیں گے۔ تو ہارون رشید اپنے انجام کو سوچ کر بہت روئے۔

ف: سبحان اللہ! امیر المومنین ہارون رشید کے خوف و خشیت کا کتنا عالی مقام تھا جو ہم سب کے لئے موجب عبرت ہے۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (طبقات)

حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز العمری رحمہ اللہ

نام و نسب نام عبداللہ، والد کا نام عبدالعزیز، دادا کا نام عبداللہ کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ آپ تبع تابعی ہیں۔

فضل و کمال زاہدوں اور عابدوں کے امام و پیشوا تھے۔ ابن عیینہ نے حضرت عمری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا ہے کہ وہ مدینہ کے عالموں میں سب سے زیادہ حدیث کا علم رکھنے والے تھے۔

ارشادات ابو یحییٰ زہری نے بیان کیا کہ عمری نے اپنی موت کے وقت کہا کہ

میں اللہ کے فضل سے حدیث بیان کرتا ہوں۔ اگرچہ دُنیا میرے قدموں کے نیچے ہو تو بھی مجھ کو حدیث کے حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی۔

(سیر اعلام النبلاء، ص۳۷۳ ج۸)

آپ عابد تھے اور مقابر میں رہتے تھے۔ لوگوں کی مجالست کے تارک تھے اور فرماتے تھے کہ میرے نزدیک قبر سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں ہے اور وحدت و خلوت سے بڑھ کر دین کا کوئی محافظ نہیں ہے۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے غفلت کی علامت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیز سے گزر و اور لوگوں کے خوف سے اُس پر نکیر نہ کرو۔ اور جو شخص مخلوق کے خوف سے امر بالمعروف نہ کرے گا تو اُس سے اللہ تعالیٰ کی ہیبت سلب کر لی جائے گی۔

فرماتے تھے کہ جب آدمی اپنے ذاتی مال میں اِسراف کرتا ہے تو اُس کو اس سے روکا جاتا ہے، تو جو شخص مسلمانوں کے اموال میں اِسراف کرے گا تو کیونکر منع نہ کیا جائے گا۔

ف: اِس سے معلوم ہوا کہ بیت المال، دینی ادارے، مدارس، خانقاہیں، جن میں عام مسلمانوں کے اموال جمع ہوتے ہیں، اگر اُن میں کا کوئی شخص (ناظم و ذمہ دار) اِسراف سے کام لے گا تو اُس سے اُس کو ضرور منع کیا جائے گا۔ (مرتب)

وفات

آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۸۴ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(طبقات ج ۱ ص۵۵)

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد الفزاریؒ

نام ونسب نام ابراہیم ، کنیت ابواسحاق ، والد کا نام محمد ہے۔

تعارف آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اہلسنت والجماعت کے امام اور اہل بدعت کے لئے زمام دان کو لگام دینے والے تھے آپ کا شمار بڑے علماء میں ہے۔ آپ ہر وقت جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار رہتے تھے۔ آپ ثقہ تھے۔ آپ سے بکثرت اصاغر تابعین نے روایات لی ہیں۔ اسی طرح امام اوزاعی، حضرت عبداللہ بن مبارک، امام سفیان ثوری جیسے حضرات نے بھی آپ سے احادیث روایت کی ہیں جس سے آپ کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ صاحب علم وفضل تبع تابعی ہیں۔

بشارت نبوی حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی درآنحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک جگہ خالی تھی۔ میں وہاں بیٹھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابواسحاق فزاری کے لئے ہے۔

ارشادات ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے آپ سے فرمایا: اے شیخ آپ میرے مقرب ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: آپ کا تقرب مجھے قیامت کے دن کچھ نفع نہیں دے گا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ بعض لوگ اپنی تعریف چاہتے ہیں. حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے "الحمد للہ علیٰ کلّ حالٍ" کہا پس اگر وہ نعمت میں ہوا تو وہ اس کے لئے کلمۂ شکر ہوگا۔ اور اگر وہ مصیبت میں ہوا تو یہ کلمہ اس کے لئے باعث تسلی ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۱۹)

ف: سبحان اللہ کیسی معرفت کی بات ارشاد فرمائی جو انہیں عارفین کا حصہ ہے۔ اللہم ہم سب کو اس علم و معرفت کا ایک شمہ نصیب فرمائے۔ آمین اور اس کلمۂ مبارکہ "الحمد للہ علیٰ کلّ حالٍ" کو ہر حال میں کہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

وفات آپ کا انتقال ۱۸۵ھ یا ۱۸۶ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۴۸۹)

حضرت ابو عمرو عیسیٰ بن یونس رح

نام و نسب نام عیسیٰ، والد کا نام یونس اور کنیت ابو عمرو ہے۔

فضل و کمال حافظ حدیث اور نہایت باوقار عالم اور تبع تابعی تھے دنیاوی دولت و عزت کی کوئی قدر و قیمت ان کی نگاہ میں نہ تھی سلاطین و امراء سے بالکل بے نیاز تھے، ہارون رشید کی طلب پر بھی امین و مامون کو حدیث سنانے نہیں آئے، آخر ہارون نے شاہزادوں کو خود ان کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ حدیثیں سنا چکے تو شاہزادہ مامون نے حکم دیا کہ آپ کی خدمت میں دس ہزار درہم بطور نذرانہ پیش کئے جائیں مگر انہوں نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میں ایک چلّو پانی بھی قبول نہیں کر سکتا۔

زہد ایک بار دولت عباسیہ کے وزیر جعفر نے ایک لاکھ درہم ان کی

خدمت میں پیش کئے تو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ واللہ میں اہل علم کو یہ کہنے کا موقع نہیں دے سکتا کہ عیسیٰ نے تعلیم و روایتِ حدیث کی قیمت وصول کر کے کھایا ہے۔

ان کا معمول تھا کہ ایک سال جہاد میں جاتے اور ایک سال حج کے لئے سفر کرتے۔ اس طرح انہوں نے پینتالیس لڑائیوں میں شرکت کی اور پینتالیس حج کئے۔

ف: سبحان اللہ یہ تھے سعید (خوش نصیب) اور موفّق من اللہ حضرات۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِھٰذَا۔ (مرتب)

وفات ۱۸۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور علامہ ابن الجوزیؒ نے "صفۃ الصفوۃ" میں تاریخ وفات ۱۸۸ھ یا ۱۹۱ھ یا ۲۰۷ھ نقل کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (اعیان الحجاج ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب تبع تابعین میں جن بزرگوں کا زہد واتقاء ضرب المثل تھا ان میں فضیل بن عیاض بھی تھے۔ ان کا خاندان صوبہ خراسان کی ایک بستی طالقان کا رہنے والا تھا، جو بعد میں فندین میں آباد ہوگیا تھا۔ اس فندین کے قریب ایک بستی ابیورد تھی وہیں ان کی ولادت ہوئی۔

ابتدائی حالات فضیل کو ایک شریف مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے مگر ان کو سازگار ماحول نہیں ملا جس کی وجہ سے ان کی عادتیں بگڑ گئیں۔ اور کچھ دنوں میں وہ ایک مشہور ڈاکو کی حیثیت سے مشہور ہوگئے۔ ان کی ڈاکہ زنی کا اتنا چرچا تھا کہ خراسان کے آس پاس سے قافلے گذرتے ہوئے ڈرتے تھے۔

توبہ ان کی زندگی کے یہی شب وروز تھے کہ یکایک فضلِ ایزدی نے ان کا دامن پکڑا اور ان کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ ان کی توبہ کی داستان میں کتنوں کے لئے سامان بصیرت ہے چنانچہ ان کو کسی لڑکی سے عشق ہوگیا تھا۔ مگر خواہش نفس کی تکمیل کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہورہی تھی ایک دن موقع پاکر اس کے گھر کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہونا چاہتے کہ خدا کے کسی بندے نے یہ آیت تلاوت کی :۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ۔ (الحدید ۱۶) کیا ابھی اہل ایمان کیلئے وقت نہیں آیا ہے کہ انکے دل اللہ کی یاد کیلئے جھک جائیں۔

کلام الٰہی کی یہ موثر آواز ان کے کانوں میں پہنچی اور کانوں کے ذریعہ دل میں اتر گئی۔ ایمان کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں، بے اختیار بول

اٹھے" یا رَبِّ اِٰن وَحَانَ۔ اے پروردگار! وہ وقت آگیا کہ میں بحرِ معاصی سے نکل کر تیرے دامن رحمت میں پناہ لوں"۔ وہاں سے وہ اسی وقت واپس ہوئے رات کا وقت تھا اس لئے ایک خرابہ (ویرانے) میں ٹھہر گئے پاس ہی کوئی قافلہ پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ اہل قافلہ آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ رخت سفر کب باندھا جائے۔ بعضوں کا خیال تھا کہ اسی وقت چل دینا چاہئے۔ مگر اہل تجربہ نے رائے دی کہ صبح سے پہلے سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اسی راستے پر فضیل قافلوں پر ڈاکے ڈالتا ہے۔ فضیل کا بیان ہے کہ میں نے دل میں سوچا کہ میں رات بھر معاصی میں غرق رہتا ہوں اور اللہ کے بندے مجھ سے ڈرتے ہیں حالانکہ خدا نے ان کے درمیان مجھے اس لئے نہیں بھیجا ہے۔ پھر صدق دل سے توبہ کی اور یہ دعا کی :۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ	اے پروردگار میں تیری طرف پلٹتا ہوں اور
وَجَعَلْتُ تَوْبَتِیْ مُجَاوَرَةَ	اس توبہ کے بعد اپنی زندگی کو تیرے گھر کی خدمت
الْبَیْتِ الْحَرَامِ ۔	کیلئے مخصوص کرتا ہوں ۔

اس توبۂ نصوح کے بعد ان کو علم دین کی تحصیل کا شوق دامنگیر ہوا۔ اور اسی شوق میں وہ ترک وطن کر کے کوفہ آئے۔ یہاں امام اعمشؒ، شیخ منصور اور اور بعض دوسرے ائمۂ حدیث سے اکتساب فیض کیا پھر حسب وعدہ جوار حرم کو اپنا مسکن بنایا اور پھر اسی کے سایہ میں پوری زندگی بسر کر دی۔

ان کے صحیفۂ زندگی کا سب سے تابناک باب زہد و اتقاء ہے۔ ابن مبارکؒ جن کا زہد و اتقاء خود ضرب المثل تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ فضیلؒ اس زمانہ کے سب سے متقی آدمی تھے۔ دوسری روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میرے نزدیک

زمین پر اس وقت ان سے زیادہ افضل آدمی کوئی دوسرا نہیں ہے۔ خلیفۂ وقت ہارون رشید کہا کرتے تھے کہ علماء میں امام مالکؒ سے زیادہ بارعب اور فضیل بن عیاضؒ سے زیادہ متقی آدمی میں نے نہیں دیکھا۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ اکل حلال کے سلسلہ میں حد درجہ محتاط تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے نہ تو امراء و خلفاء کی مدد قبول کی اور نہ عوام کی۔ اپنے ہاتھ کی کمائی سے جو کچھ مل جاتا تھا وہ کھا لیتے تھے۔

ان کو قرآن پاک کے ساتھ عشق تھا۔ نماز میں قرآن کی ایک آیت کو بار بار دہراتے تھے اور قرآن پڑھتے وقت ان کی آواز نہایت غمگین اور پسندیدہ ہو جاتی تھی۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کو مخاطب کر رہے ہیں۔

(تبع تابعین ج ۱ صہ ۴۵۳)

حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام

حضرت فضیل بن عیاضؒ کے توبہ کا واقعہ تو مشہور ہی ہے مگر انہوں نے توبہ کے بعد حقوق العباد کی ادائیگی کا جو اہتمام فرمایا تھا وہ ہر مسلمان کے لئے قابل علم و عمل ہے۔ اس لئے کہ توبہ سے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ بلکہ توبہ کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ حقوق العباد جو اس کے ذمہ واجب ہیں اسے ادا کرے یا صاحبِ حق سے معاف کرالے۔ تو اس کو فضیل بن عیاضؒ نے پوری طرح ادا فرمایا جس کا ذکر مشہور بزرگ حضرت شاہ العالمین شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی المتوفی ۹۴۹ھ نے اپنی کتاب "صحائف معرفت" میں فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ایم اے۔ پی، ایچ، ڈی (علیگ) نے نہایت سلیس زبان

میں فرمایا ہے ۔ اسی سے توبہ کے بعد کا حال نقل کرتا ہوں ۔

" توبہ کرنے کے بعد وہ گھر آئے اور اپنا معمول بنا لیا کہ اپنے دفتر میں دیکھتے، جو چیز جس سے چھینی تھی وہ اسے واپس کرتے ۔ اسی طرح انہوں نے اپنے تمام دشمنوں اور مخالفوں کو اپنے سے خوش کر لیا، اور دنیا کے اموال میں سے کوئی چیز ان کے پاس باقی نہ رہی ۔

ایک دن انہوں نے رجسٹر میں دیکھا تو انھیں پتہ چلا کہ ایک وقت نیشاپور کے ایک یہودی سے انہوں نے چالیس ہزار دینار چھینے تھے ۔ ابھی تک اُس کی یہ رقم نہیں لوٹائی گئی اور اسے خوش نہیں کیا گیا ۔

چنانچہ اُس یہودی کے پاس آکر آپ نے کہا میں فضیل ہوں ۔ اتنے سال پہلے فلاں مقام پر میں نے چالیس ہزار دینار تجھ سے چھینے تھے ۔ اب میں نے ڈاکہ زنی سے توبہ کر لی ہے اور جس کا جو مال و متاع میرے پاس تھا وہ میں نے اُسے لوٹا دیا ہے لیکن تجھے لوٹانے کے لئے میرے پاس کچھ بھی باقی نہیں ہے ۔ میں تیرے پاس آیا ہوں اور تجھ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب تو جو چاہے میرے بارے میں فیصلہ کر لے ۔ خواہ مجھ سے اس کے بدلے میں مزدوری کرا لے خواہ معاف کر دے ۔ یہودی نے کہا کہ میرا حق مجھے دے تاکہ میں تجھ سے خوش ہو جاؤں ۔

فضیلؒ یہودی کے یہاں ملازم ہو گئے اور اس کی خدمت کرنے لگے ۔ یہودی نے توریت میں کہیں پڑھا تھا کہ امت محمدی میں سے جو شخص صدق دل سے توبہ کر لے گا وہ اگر خاک میں ہاتھ ڈالے گا تو وہ سونا ہو جائے گا ۔ اس نے سوچا کہ اب موقع ہے کہ اس کا امتحان کیوں نہ کر لیا جائے ۔

یہودی اپنے گھر میں گیا اور ہمیانی کو مٹی سے پُر کیا اور ایک طاق میں رکھ دیا اور باہر آیا۔ فقیل ؒ سے بولا میں نے قسم کھائی ہے میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا۔ لیکن ایک کام کر۔ میرے گھر میں جا، فلاں طاق میں میری ہمیانی رکھی ہوئی ہے اسے اُٹھا لا، تاکہ میں تجھ سے خوش ہو جاؤں۔ فقیل ؒ نے اس کے گھر میں جاکر اس طاق سے وہ ہمیانی اٹھائی اور لاکر یہودی کے سامنے ڈال دی۔ قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ جتنی اشرفیاں یہودی سے انھوں نے کبھی چھینی تھیں اتنی ہی اشرفیاں یہودی کو اس میں مل گئیں۔

یہودی کے دل پر اس بات کا گہرا اثر ہوا۔ اس نے کہا کہ تو نے میرے کفر کے تانبہ کو ایمان کے زرِ خالص سے بدل دیا۔ اب تو مجھے اسلام کی دعوت دے۔ بیشک تمہارا دین سچا ہے۔ اسی وقت وہ یہودی ستّر دوسرے آدمیوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ یہ مثنوی اس کے حسب حال کہی گئی ہے ؎

گر رخِ تو زگریہ تر گردد خاک اندر کف تو زر گردد

یعنی اگر تیرا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو جائے تو مٹی بھی تیری مٹھی میں سونا ہو جائے۔ (صحائف معرفت صـ۱۷۶)

ارشادات فرماتے تھے کہ ہماری صحبت میں اس نے کچھ نہیں پایا جس نے نماز اور روزہ کی کثرت سیکھی، بلکہ اس کے لئے طبیعت کی سخاوت قلب کی سلامت اور امت کی خیر خواہی کی ضرورت ہے۔

ف : اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی صحبت میں جس طرح نماز روزہ کی پابندی اور اس کا اہتمام سیکھا جاتا ہے اسی طرح قلب میں اخلاق حمیدہ کے سیکھنے اور پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور یہی اصل اصلاح ہے (مرتب)

فرماتے تھے جس نے انسانوں کو پہچان لیا وہ راحت پا گیا (مقصد یہ ہے کہ یہ حقیقت جس نے پالی کہ کوئی انسان کچھ بنا بگاڑ نہیں سکتا تو پھر اس سے بالکل بے پرواہو جائے گا اور اپنی ساری توجہ اللہ کی طرف مبذول کر دے گا۔) (مرتب)

فرماتے تھے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی کر بیٹھتا ہوں تو میں اپنے گدھے اپنے خادم اور اپنی بیوی میں اس کا اثر محسوس کرتا ہوں، یعنی یہ سب میرے نافرمان ہو جاتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ اگر دنیا اپنی ساری آسائشوں اور زینتوں کے ساتھ مجھے دی جائے اور اس کے استعمال میں محاسبہ کا بھی کوئی خوف نہ ہو، تب بھی میں اس سے اسی طرح بچوں گا جس طرح تم لوگ مردار کھانے سے بچتے ہو۔

فرماتے تھے کہ اگر مجھے مقبولیت دعا کی سعادت ملتی تو میں صرف امام وقت کے لئے دعا کرتا، کیونکہ امام وقت کی صلاح پر رعیت کی صلاح کا مدار ہے جب یہ صالح ہو جائے گا تو ملک اور اہل ملک دونوں امن وسلامتی پا جائیں گے۔

اپنے ہم نشینوں سے ملاطفت اور حسن خلق کا برتاؤ کرنا رات بھر نفل نماز پڑھنے اور دن بھر نفل روزہ رکھنے سے زیادہ ثواب کا کام ہے۔ ایک بار ہارون رشید نے ان سے کہا کہ آپ کے زہد کا کیا کہنا۔ جواب میں فرمایا کہ آپ تو مجھ سے بھی بڑے زاہد ہیں۔ کیونکہ میں نے تو دنیا سے بے رغبتی اختیار کی ہے، اور یہ ایک مچھر کے پر سے بھی کم درجہ کی چیز ہے۔ لیکن آپ نے اس آخرت سے بے نیازی اختیار کی ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی قیمت نہ ہو گی۔ میں تو فانی کا زاہد ہوں اور آپ باقی کے زاہد ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ بات آپ نے سلیمان بن عبد الملک سے کہی تھی۔

فرمایا کہ دوسروں کو دکھاوے کے لئے کوئی عمل کرنا شرک ہے اور دوسروں کی وجہ سے کوئی عمل چھوڑ دینا ریاء ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے محفوظ رکھے۔

فرماتے تھے کہ جب تم رات کو اٹھ کر نفل پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو سمجھ لو کہ محروم ہو اور تم کو تمھارے گناہوں نے گھیر لیا ہے

فرماتے تھے کہ کوئی صاحب فضل و کمال اسی وقت تک صاحب فضل و کمال ہے جب تک وہ خود اپنے کو صاحب کمال نہ سمجھے

ف: اس لئے کہ خود کو صاحب فضل و کمال سمجھنا عُجب و خود بینی ہے جو ایک رذیلہ ہے جس سے آگے کی ترقی رک جاتی ہے۔ اسی کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں

ے اونمی پرد بسوئے ذوالجلال کو گماںتے می برد خود را کمال

یعنی وہ اللہ کی طرف اس لئے پرواز نہیں کر رہا ہے کہ اپنے فضل و کمال کا دعویدار ہے بخلاف اس کے کہ جو اپنے نقص و کوتاہی کو دیکھتا ہے وہ اللہ کی طرف تیزی سے دوڑتا ہے۔ بقول مولانا روم ے

ہر کہ نقص خویش را دید و شناخت سوئے استکمال خود دو اسپہ تاخت (مرتب)

فرماتے تھے کہ ہر چیز کا ایک دیباچہ ہوتا ہے۔ علماء کا دیباچہ یہ ہے کہ سب سے پہلے غیبت ترک کر دیں۔

ف: سبحان اللہ کیا خوب دیباچہ ہے جس پر ہر عالم کیلئے عمل لازم ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ حامل قرآن کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنی کوئی ضرورت امراء و اہل دولت کے پاس لے جائے۔ بلکہ اس کا منصب یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق اپنی حاجتیں اس کے پاس لے جائیں۔ (تبع تابعین ج ۱ صفحہ ۲۵۶)

اب چند اقوال "طبقات کبریٰ" سے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کے کلام میں سے ایک یہ ہے کہ اہل فضل وہی لوگ ہیں جو کہ اپنے فضل کی طرف نظر نہ کریں۔ (یعنی بہ نظر عُجب و فخر نہ دیکھیں) فرماتے تھے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ ہماری بات سنی جائے تو وہ زاہد نہیں ہے۔ فرماتے تھے کہ جب کوئی دشمن تمھاری غیبت کرے تو وہ دوست سے زیادہ نفع بخش ہے اس لئے کہ جب جب وہ تمھاری غیبت کرے گا اس کی نیکیاں تم کو ملتی رہیں گی۔

فرماتے تھے کہ یہ زمانہ خوشی کا نہیں ہے بلکہ حُزن و غم کا زمانہ ہے۔ آپ ہمیشہ آبپاشی کرتے تھے۔ اور اسی سے اپنا ذاتی اور اہل و عیال کا خرچ چلاتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو اسکے لئے دنیوی غموں کو زیادہ کر دیتے ہیں اور جب کسی کو مبغوض رکھتے ہیں تو اس کی دنیا کو وسیع فرما دیتے تاکہ اس میں پھنس کر رہ جائے بخلاف اپنے اولیاء کے کہ ان کو اللہ تعالیٰ ایسی مشغولیت سے بچاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تعلق و نسبت میں خلل انداز ہو۔

فرماتے تھے کہ اپنے ریاکار ہونے کی قسم کھانا مجھ کو زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں قسم کھاؤں کہ میں ریاکار نہیں ہوں۔

ف: غور فرمائیں کہ ایسے مخلص شخص اپنے ریاکار ہونے کا اقرار فرمارہے ہیں یہ کس قدر تواضع و انکسار کی بات ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے حامل قرآن کے لئے زیب نہیں دیتا کہ اس کی ضرورتیں کسی غنی و امیر سے متعلق ہوں بلکہ مناسب یہ ہے کہ مخلوق کی حاجات حاملین قرآن سے متعلق ہوں۔

فرماتے تھے کہ (دنیادار) قُرّاء و علماء سے حتی الوسع دور ہی رہو اس لئے کہ

اگر تم سے محبت کریں گے تو تعریف میں ایسی باتیں کہیں گے جو تم میں نہ ہوں گی اور اگر (خدانخواستہ) ناراض ہوگئے تو تمھارے خلاف جھوٹی شہادتیں دیں گے اور ان کی باتیں قبول کرلی جائیں گی (جس سے تم کو نقصان پہونچے گا) ایک مرتبہ حضرت سفیان ابن عیینہؒ آپ کی خدمت میں تشریف فرماتھے تو ان سے فرمایا کہ اے علماء کی جماعت تم شہروں کے چراغ تھے جن سے روشنی حاصل کی جاتی تھی مگر تم لوگ سراپا ظلمت ہوگئے اور تم لوگ ستارے تھے جن سے ہدایت حاصل کی جاتی تھی مگر تم لوگ تو خود ہی حیرت کے شکار ہوگئے کیا اللہ تعالیٰ سے تم میں کا وہ عالم شرم نہیں کرتا جو امراء کے پاس جاکر ان سے مال حاصل کرتا ہے اور اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ مال ان لوگوں نے (جائز یا ناجائز) کس طریقہ سے حاصل کیا ہے پھر اس کے بعد اپنی پشت کو اپنے محراب سے ٹیک لگا کر کہتا ہے حدثنی فلانٌ عن فلانٍ یہ سنکر حضرت سفیان نے اپنے سر کو جھکا لیا اور فرمایا نستغفر اللہ ونتوب الیہ۔

ف: سبحان اللہ یہ تھے ہمارے مشائخ و علماء کہ شیخ وقت حضرت فضیلؒ نے بلا رو رعایت حق بات فرمادی پھر فقیہ عصر حضرت سفیانؒ کا خلوص ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے بے چون وچرا تسلیم فرمایا اور ندامت سے سرنگوں ہوگئے اور توبہ واستغفار فرمایا۔

اب ہم ان حضرات سلف کے احوال سے اپنے حالات کا موازنہ کریں تو معلوم ہوگا کہ نہ اس قدر حق بات کہنے کی ہمیں جرائت وہمت ہے اور نہ بے دریغ اس کے قبول کرنے کا داعیہ وجذبہ بلکہ بارخاطر نہ ہوجائے یہی غنیمت ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ غیبت علماء کا (لذیذ) میوہ ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص دنیا میں بلا عیب دوست چاہے گا تو وہ بلا دوست کے رہ جائے گا۔

ف: اس لئے کہ ہر ہی آدمی میں الّا ماشاء اللہ کوئی نہ کوئی عیب رہتا ہے اس لئے ایسے دوست کی تلاش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دوست سے محروم ہو جائے گا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ آج کل اخوت تو ختم ہو چکی ہے اس لئے کہ پہلے کے لوگ اپنے بھائی کی اولاد کی اس کے نہ رہنے کے بعد مثل اپنی اولاد کے نگرانی و کفالت کرتے تھے یہاں تک کہ وہ سن رشد کو پہنچ جاتی تھی۔

ف: مگر اب معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے اس لئے کہ بھائی کا حق اس کی زندگی ہی میں ادا کریں یہی بڑی بات ہے نہ کہ اس کے اولاد کی رعایت وکفالت ؟ اِلّاماشاءاللہ۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ تمہارا وہ بھائی نہیں ہے جس نے تم سے کوئی چیز مانگی اور تم نے کسی وجہ سے نہ دی تو وہ تم سے ناخوش ہو جائے۔ فرماتے تھے کہ حضرت باوجود حبشی غلام ہونے کے بنی اسرائیل کے قاضی تھے اس وجہ سے کہ ان میں بات کی سچائی اور لایعنی باتوں کے ترک کی خو د عادت تھی۔

فرماتے تھے کہ جس نے علم قرآن حاصل کیا تو قیامت کے دن اس سے ویسے ہی سوال ہوگا جیسے کہ انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کے بارے میں سوال ہوگا۔ اس لئے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ فرماتے تھے کہ اگر اہل علم زہد اختیار کرتے تو متکبرین کی گردنیں انکے سامنے جھک جاتیں اور لوگ ان کے منقاد ہو جاتے مگر ان لوگوں نے علم کو دنیا داروں پر صرف

کیا تاکہ ان کے ہاتھوں میں جو مال و دولت ہے اس کو حاصل کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے نزدیک ذلیل و خوار ہو گئے۔

فرماتے تھے کہ زاہد ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ جب امراء اور ان کے مقربین کے سامنے ان کو جاہل کہا جائے تو خوش ہو (کہ چلو ان سے فرصت ملی اور ہم کو اپنے رب کے ساتھ مشغولیت کا موقع میسر ہوا۔)

ف: مگر آج تو یہ حال ہے کہ امراء کے سامنے مزید اظہار علم و عمل کیا جاتا ہے تاکہ یہ لوگ معتقد ہوں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے پیٹ میں جانے والی غذا سے واقف ہے تو وہ عند اللہ صدیق ہے پس اے مسکین! غور کرو کہ تمہارا کھانا کہاں سے آرہا ہے ف: سبحان اللہ اکل حلال کی کیسی تعلیم و ترغیب ہے جو منجملہ اصول طریق کے ہے۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات حرم شریف میں ۱۸۷ھ میں ہوئی۔
رحمہ اللہ تعالیٰ (طبقات ص ۱/۵۸)

حضرت ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ

نام و فضل و کمال نام شعبہ، والد کا نام عیاش، دادا کا نام سالم اسدی کنیت ابوبکر ہے۔ قاری اور فقیہ و محدث تھے۔ لقب شیخ الاسلام تھا۔

ولادت: آپ کی ولادت ۹۵ھ میں ہوئی۔

زہد: یحییٰ بن ایوب نے عبداللہ النخعی سے روایت کی ہے کہ ابوبکر بن عیاش کیلئے پچاس سال تک بستر نہیں بچھایا گیا (یعنی رات میں بستر پر نہیں سوئے۔)

خواب: سفیان بن عیینہ نے کہا کہ مجھ سے ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ میں نے خواب میں دُنیا کو ایک بوڑھی بدشکل عورت کی شکل میں دیکھا۔ (سیر اعلام النبلاء ج۸ ص۴۹۵)

ارشادات

فرماتے تھے کہ مسکین محب دُنیا کا ایک درہم گر جاتا ہے تو اُس کے لئے دن بھر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہتا پھرتا ہے مگر اُسکی عمر اور دین کم ہوتا جا رہا ہے اور اُس پر غمگین نہیں ہوتا۔

فرماتے تھے کہ بولنے کا ادنیٰ ضرر شہرت ہے اور یہ بلا و مصیبت ہونے کے لئے کافی ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (طبقات ص۵۳)

حضرت شعیب بن حرب مدائنیؒ

نام ونسب نام شعیب، والد کا نام حرب، کنیت ابو صالح۔ آپ اپنے عہد کے امام وپیشوا شیخ الاسلام تبع تابعی تھے۔

تعارف حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں اور ابوخیثمہ شعیب کے پاس آئے تو میں نے ابوخیثمہ سے کہا کہ آپ حضرت شعیب سے سوال کیجئے تو وہ ان کے قریب ہوئے اور سوال کیا، تو دیکھا کہ ان کی آستین لمبی ہے، تو کہا جو شخص حدیث لکھتا ہے تو کیا اس کی آستین لمبی ہونی چاہیے؟ انہوں نے کہا اے غلام مجھ کو تنہا رہنے دو۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگ وہاں سے اٹھ گئے۔ اور انہوں نے ہم سے کوئی حدیث بیان نہ کی۔

ف: میرا خیال ہے کہ اس سوال کو لغو ولایعنی سمجھ کر نہ اس کا جواب دیا نہ کوئی کلام کیا اسلئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ یعنی انسان کا بہترین اسلام ہے کہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔ (مرتب)

احمد بن حسین فرماتے ہیں کہ میں نے سری سقطیؒ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چار لوگ ایسے ہیں جنہوں نے صرف حلال روزی حاصل کی اور صرف حلال ہی کھائی۔ (۱) وہیب بن ورد۔ (۲) شعیب بن حرب (۳) یوسف بن اسباط (۴) سلیمان خواص۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۱۸۸/۹)

زہد وورع زہد وورع اور عبادت وتقویٰ میں یکتائے روزگار تھے سفیان وشعبہ سے حدیثیں سنی تھیں، پہلے مدائن (عراق) میں رہتے تھے۔

بعد میں مکہ آئے اور مجاور ہو گئے اور وہیں پیوند خاک ہو گئے۔ ان کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ جب مدائن میں تھے تو دجلہ کے کنارے ایک جھونپڑی بنا رکھی تھی۔ اس میں چھینکے پر روٹی اور وضو کا لوٹا لٹکا رہتا تھا۔ جب رات ہوتی تو ایک روٹی لوٹے میں بھگو کر کھا لیتے تھے، بدن صرف ہڈی چمڑا رہ گیا تھا۔ پھر بھی اپنے بدن کا کوئی حصہ پکڑ کر کہتے تھے کہ یہاں ابھی گوشت معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس کو بھی گلانے کی کوشش کروں گا تاکہ قبر میں جاؤں تو صرف ہڈی ہی ہڈی رہ جائے۔ بھلا میں کیڑے مکوڑوں کو کھلانے کے لئے موٹا تازہ قبر میں جاؤں گا۔

ف: یہ ان کا حال تھا جو حسن تھا مگر سب کے لئے اس کی اتباع ضروری نہیں ہے۔ اس لئے اگر کوئی ایسا نہ کرے تو از روئے شرع کوئی ملامت نہیں۔ (مرتب)

ارشادات

جب آپ مکہ میں تھے ایک شخص آیا۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے ہو، اس نے کہا اس لئے آیا ہوں کہ تنہائی میں آپ کا مونس بنوں، انہوں نے فرمایا کہ تم مونس بننے آئے ہو، اور یہاں چالیس سال سے تنہا رہنے کی مشق کی جا رہی ہے۔ فرماتے تھے دو آدمیوں کے سوا کسی کے پاس نہ بیٹھو۔ ایک وہ جس کے پاس بیٹھو تو وہ تم کو کوئی بھلی بات بتائے اور تم اس کو قبول کر لو۔ دوسرا وہ جس کو تم بھلی بات بتاؤ تو وہ قبول کرے، ان دونوں کے سوا تیسرا کوئی ہو تو اس سے دور رہا کرو۔

فرماتے تھے کہ تم اپنے گھر کی دیواروں میں اندر کی طرف تو مٹی لگا سکتے ہو لیکن باہر کی طرف مٹی لگانے کا حق نہیں ہے اس لئے کہ اس سے راستہ کا حق دینے

سکا اندیشہ ہے ، تھوڑا ہی سا سہی۔

ف : مگر افسوس کہ اب تو عموماً راستہ کی طرف ایک بالشت دو بالشت بڑھ کر مکان کی تعمیر کرنے میں کوئی حرج ہی نہیں سمجھتے۔ خواہ راستہ کتنا ہی تنگ ہو جائے (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو ریاست (عزت و منصب) کا طالب ہوگا اس کو میں ڈھوں (دوسرے امیدداروں) سے لڑنا پڑے گا۔ اور جو آدمی دُم بن کر رہنا چاہے گا اس کو خواہی نخواہی اللہ سر بنا کر چھوڑے گا۔

ف : یعنی اللہ تعالیٰ اس کو سرداری تک پہونچا دے گا۔ اس لئے کہ حدیثِ پاک میں ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرمائے گا۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات مکہ میں ۱۹۷ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(اعیان الحجاج ج ۱ ص۱۹۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ

نام، نسب، ولادت عبدالرحمٰن نام، ابوسعید کنیت تھی، والد کا نام مہدی تھا۔ خلافت عباسیہ کے آغاز ۱۳۵ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت ابو عامر عقدی کہتے ہیں کہ وہ قصہ گو کے پاس جایا کرتے تھے، ایک دن میں نے ان سے کہا کہ ان قصہ گویوں کی صحبت سے تمھارے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ چنانچہ میری یہی نصیحت اُن کو علم حدیث کی طرف مائل کرنے کا سبب بن گئی۔ پھر یہ طلب اتنی بڑھی کہ بصرہ سے

سینکڑوں میل دور دیارِ نبویؐ یعنی مدینہ منورہ پہنچے اور امام مالک رحؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر طلبِ علم کی پیاس بجھائی۔ امام مالک رحؒ کے مجلسِ درس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ نہایت باوقار اور سنجیدہ ہوتی تھی۔ جب تک درس کا سلسلہ جاری رہتا تھا کوئی شخص اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا اور نہ خود پہلو بدلتے تھے۔

سیرت واخلاق

اپنی سیرت واخلاق کے اعتبار سے بھی وہ ممتاز تھے ابن جوزیؒ نے اُن کو صاحبِ زہد وتقویٰ اتباعِ تابعین میں شمار کیا ہے۔ اُن کے ورع وتقویٰ کا حال یہ تھا کہ اگر اُن کو کسی چیز میں حرام ہونے کا شبہہ بھی ہو جاتا تھا تو اُس کو اپنے استعمال میں نہ لاتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ جو چیز تم اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے چھوڑ دوگے، اللہ تعالےٰ اُس کو تمھارے پاس ضرور واپس کرے گا۔

نصیحت

اہلِ علم کو وہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ جب آدمی اپنے سے زیادہ صاحبِ فضل وکمال سے ملے تو اُس کی صحبت کو غنیمت سمجھے، اگر اپنے برابر سے ملے تو اُس سے استفادہ اور مذاکرہ کی کوشش کرے اور اپنے کمتر سے ملے تو اُس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے اور اُس کو اپنے علم وفضل سے فائدہ پہنچائے۔

علم وفضل اور اخلاق وسیرت کے ساتھ عبادت وریاضت میں بھی وہ ممتاز تھے۔ اُن کے صاحب زادے کا بیان ہے کہ وہ اکثر اوقات پوری رات نفل نماز، تلاوتِ قرآن میں گزار دیتے تھے۔ اُن کا معمول یہ تھا کہ ہر روز نصف قرآن تلاوت کرتے تھے۔ وہ ایک بار پوری رات جاگتے رہے، مگر عین صبح کے

وقت آنکھ لگ گئی اور نمازِ فجر قضا ہوگئی۔ اُن کو اِس کا اتنا رنج ہوا کہ اُسکی تلافی کے لئے بہت دنوں تک زمین سے پیٹھ نہیں لگائی۔ (سیر صحابہ ج۸ ص۲۹۷)

آپ کے درس کا حال آپ کے اصحاب جو (درس کے لئے) آپ کے پاس بیٹھتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہیں۔

ف : یہ تھا اساتذہ کا ادب جس کی وجہ سے طلبہ بانصیب ہوئے (مرتب)

ارشادات آپ کے حلقۂ علم میں ایک دن ایک شخص کو ہنسی آگئی تو فرمایا کہ تم علم کے طالب ہو اور ہنس رہے ہو، لہذا ہمارے ساتھ دو مہینہ تک نہ بیٹھو۔ پس دو مہینہ تک حاضری سے منع کر دیا۔ اُس نے معافی طلب کی تو فرمایا کہ بندے کو چاہئے کہ طلب علم کرے مگر روتا رہے اِس لئے کہ اپنے نفس پر حجت قائم کر رہا ہے۔ اور یہ تو بہت کم ہوگیا ہے کہ آدمی علم سے عمل کا ارادہ کرے۔

فرماتے تھے کہ میں کسی پر رشک نہیں کرتا، مگر اُس مومن پر جو قبر میں جا چکا ہے۔

ف : ماشاء اللہ کیا خوب حال تھا کہ دنیا کے فتنوں سے ڈر کر ان سے بچنے کیلئے موت کو ترجیح دیتے تھے۔ مگر اکثر اہل اللہ زندگی میں اسی دنیا میں رہ کر عمل کر کے اللہ کا قرب و قبول حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے سامنے یہ حدیث ہے من طال عمرہ وحسن عملہ (مشکوٰۃ ص۴۰۵) یعنی بہتر آدمی وہ ہے جسکی عمر طویل ہو اور عمل اچھا ہو۔ (مرتب)

وفات

آپ کی وفات سنہ ۱۹۸ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

(طبقات ج۱۲ ص۵۴)

حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ

نام ونسب آپ غلام خاندان سے تھے، مگر علم وفضل کے لحاظ سے آپ کا شمار ممتاز تبع تابعین میں ہوتا ہے۔ بصرہ آبائی وطن تھا۔ وہیں ۱۲۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت شیخ ابن سعید نے جس زمانہ میں آنکھ کھولی اُس وقت مملکتِ اسلام کا ہر قصبہ اور ہر قریہ قال اللہ وقال الرسول کی آواز سے گونج رہا تھا۔ اللہ کو اُن سے حدیثِ نبویؐ کی تدوین کا کام لینا تھا اِس لئے اللہ نے اُنھیں بزرگوں کی خدمت میں جانے کی توفیق عطا فرمائی، جو اِس فن کے امام تھے۔ اُن کے شیوخ کے ناموں پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کے تمام محدّثین سے خواہ وہ کسی خطہ کے ہوں انھوں نے استفادہ کیا تھا۔ خصوصیت سے امام شعبہؒ جو اُس وقت مرجعِ خلائق تھے اُن کی خدمت میں آپ بیس برس متواتر سماعِ حدیث کرتے رہے۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ یحییٰ بن سعید نے پچاس ایسے شیوخ سے سماعِ حدیث کیا تھا جو سفیان ثوریؒ جیسے محدّثِ روزگار کے اساتذہ میں تھے۔ وہ اپنی غیر معمولی ذہانت اور قوتِ حافظہ میں زمانہ طالبعلمی سے ممتاز تھے امام شعبہؒ اور سفیان ثوریؒ جو خود اِن اوصاف میں فائق تھے وہ انکی ذہانت اور قوتِ حافظہ پر حیرت کرتے تھے۔ اُن کے اِن اوصاف کی شہرت ہوئی تو حدیثِ نبویؐ کے پیاسے ہر طرف سے اُن کے گرد جمع ہونے لگے۔

علم وفضل آپ اپنے علم وفضل اور زہد واتقا کے لحاظ سے زمرۂ تبع تابعین کے گوہر شب چراغ تھے۔ تمام ائمہ حدیث وفقہ نے اُن کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے ایک بار پوچھا گیا کہ وکیع بن جراحؒ اور یحییٰ بن سعیدؒ میں کون زیادہ صاحبِ علم ہے؟ فرمایا کہ "میں نے یحییٰ جیسا صاحبِ علم نہیں دیکھا"۔ اُن کے علم وفضل کا اندازہ اِس سے لگائیے کہ جب کسی مسئلہ میں ائمہ حدیث کے درمیان اختلاف ہوتا تو آپ حَکَم مقرر ہوتے تھے۔

ایک بار امام شعبہؒ کے سامنے کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا۔ اختلاف کرنے والوں نے اُن سے کہا کہ آپ کسی کو حَکَم بنا دیجئے۔ امام شعبہؒ کی نظرِ انتخاب حضرت یحییٰ بن سعید پر پڑی۔ چنانچہ اُن کے سامنے وہ مسئلہ رکھا گیا۔ اُنھوں نے امام شعبہؒ جیسے امامِ وقت اور اُستاذ کے خلاف فیصلہ دیا۔ مگر اُستاذ کی حق پرستی بھی دیکھئے کہ شاگرد کے فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے یحییٰ! تمھاری غیر موجودگی کیسے برداشت کی جائے گی۔؟

ف: معلوم ہوا کہ استاذ شاگرد کی برملا تعریف کرسکتا ہے۔ (مرتب)

عبادت اور اخلاق وکردار یحییٰ بن سعیدؒ اپنے اخلاق وکردار اور اتقاء وپرہیزگاری میں اسلام کی زندہ تصویر تھے

اُن کی ہر ادا سے اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کا اظہار ہوتا تھا، اُن کی زندگی میں اللہ کی نافرمانی کی کوئی مثال ڈھونڈھنے سے نہیں ملتی۔ اُن کے ایک شاگرد جو اُن کی خدمت میں بیس سال مسلسل رہے فرماتے تھے "میں نے

بیس برس تک ابن سعید کی خدمت میں آمد و رفت رکھی۔ میرا گمان ہے کہ اس مدت میں کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا جسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کہا جاسکے۔

ف: بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے " اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ " پس بیس برس تک یحییٰ بن سعید قطانؒ سے کسی معصیت کا صدور نہ ہونا ہی استقامت ہے جو ہزار کرامت سے فائق ہے۔ (مرتب)

سنجیدگی، سادگی و قناعت پسندی

متانت و سنجیدگی و قناعت پسندی کے وہ پیکر تھے۔ اُن کے پوتے کا بیان ہے کہ میرے دادا نہ کبھی مذاق و ہنسی کرتے تھے اور نہ قہقہہ لگاکر ہنستے تھے نہ زیبائش و آرائش کے لئے تیل و سُرمہ لگانے کے عادی تھے۔ ایک بار کسی پڑوسی سے کچھ بات چیت ہوگئی، پڑوسی نے اُن کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ یحییٰ بن سعیدؒ اُس کی بدزبانی کا جواب نہ دے سکتے تھے اِس لئے رونے لگے اور فرمایا "اِس نے سچ کہا میں کون ہوں اور کیا ہوں"۔ غالباً اُس نے اُن کے غلام ہونے پر طعن و تشنیع کی ہوگی۔

ابن عماد کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعیدؒ بظاہر بالکل معمولی آدمی معلوم ہوتے تھے۔ مگر جب حدیث نبوی کا درس دینے لگتے تو بڑے بڑے فقہاء کو زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

وفات: ۷۸ برس کی عمر میں ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ (سیر الصحابہ، ہشتم، تبع تابعین اول ص۳۶)

حضرت یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ تعالیٰ

نام ونسب نام یوسف، والد کا نام اسباط، مشائخ کے سردار تھے۔ آپ سے بہت سی حکمت ونصیحت کی باتیں ثابت ہیں۔

حرام سے بچنے کا طریقہ حضرت مسیب نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت یوسفؒ سے زہد کے بارے میں سوال کیا تو اُنھوں نے کہا کہ حلال مال کے لینے میں بھی زہد اختیار کرو۔ رہا حرام، تو اگر تم نے اُس کے لینے میں زہد اختیار نہ کیا تو عذاب دیئے جاؤ گے۔

ارشادات

حضرت یوسفؒ سے مروی ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ دل تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے پیدا کئے گئے تھے، مگر افسوس کہ اب وہ نفسانی خواہشات کی آماجگاہ بن گئے ہیں۔ اور نفسانی شہوات بے قرار کر دینے والے ہیں جو خوفِ الٰہی ہی سے ختم ہو سکتے ہیں۔ دُنیا میں منصب وجاہ سے زہد اختیار کرنا سب سے مشکل کام ہے۔

ف: اسی لئے کہا گیا ہے کہ صدّیقین کے قلب سے سب سے آخر میں حبِ جاہ ہی کا مرض جاتا ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ غایتِ تواضع یہ ہے کہ جب تم اپنے گھر سے نکلو تو جس کو بھی تم دیکھو اُس کو اپنے سے بہتر سمجھو۔

ف: اس لئے کہ انجامِ کار سے کوئی واقف نہیں۔ لہٰذا کوئی اپنے کو کسی سے افضل کیسے سمجھ سکتا ہے۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جس نے قرآن پڑھا اور دنیا کی طرف مائل ہوا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق بنایا۔

فرماتے تھے کہ عالم کو تو اس بات کا خوف رہتا ہے کہ اُس کے بہترین اعمال گناہوں سے بھی زیادہ مضر نہ ثابت ہوں۔

ف : یہ خوف وخشیت عالم کے علم ومعرفت کا ثمرہ ہوتا ہے۔ (مرتب)

"اعیان الحجاج" میں ہے کہ: نہایت عالی شان بزرگ تھے. فرماتے تھے کہ مال ودولت سے بے نیازی وبے رغبتی سے کہیں سخت ریاست اور عزت وجاہ سے بے نیازی وبے رغبتی ہے۔

فرماتے تھے کہ جس عمل میں ایک دانہ کے برابر بھی ریاکاری ہو گی اللہ تعالیٰ اُس کو قبول نہ کریں گے۔

ف : حدیث پاک میں ہے: اِنَّ یَسِیْرَ الرِّیَاءِ شِرْکٌ (یعنی تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے) پھر کیسے قبول ہو گی۔ (مرتب)

وفات

آپ کی وفات سنہ ۱۹۹ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

(صفۃ الصفوۃ، سیر السلف)

حضرت عمر بن سعد رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب نام عمر، کنیت ابو داؤد، والد کا نام سعد ہے۔ ابو داؤد حضرمی سے مشہور رہیں۔

علم و فضل علمی حیثیت سے باکمال ہونے کے ساتھ عبادت، انابت الی اللہ اور فقر و استغنار میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ اپنے عہد کے اکابر تابعین کی صحبت سے مشرف اور اُن کے خزانۂ علم سے مستفید ہوئے تھے۔ دُنیائے دل کی آبادی کا یہ عالم تھا کہ جس مقام پر وہ تھے وہاں کے لوگ اُس جگہ کو ہر آفت و بلا سے مامون تصور کرتے تھے۔ حافظ وکیعؒ جیسے جلیل القدر امام فرماتے ہیں :-

ان کان یدفع البلاء باحد فی زماننا فبابی داؤد الحضرمی۔	اگر ہمارے زمانہ میں کسی کے ذریعہ بلائیں دور کی جاتی ہیں تو وہ ابو داؤد حضرمی ہیں۔

امام ابو نعیم جب اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تو غایت تعظیم و احترام سے خاموش بیٹھے رہتے اور فرماتے ہ امام حسین الجعفی کے بعد کوفہ میں اُن سے بڑا فاضل کوئی تبع تابعی نہ تھا۔

فقر و درویشی بایں ہمہ تبحرِ علم و فن اُن کی زندگی قرونِ اُولیٰ کی سادگی تواضع اور درویشی و قلندری کا مثالی نمونہ تھی۔ امام احمد بن حنبل رحؒ فرماتے ہیں: میں نے ابو داؤد حضرمی کو اِس حال میں دیکھا کہ وہ پھٹا پرانا جُبہ پہنے ہوئے ہیں جس کی روئی باہر نکلی پڑ رہی ہے۔ وہ مغرب

وعشاء کے درمیانی وقفہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور بھوک سے نڈھال تھے۔

حضرت عمر بن سعد ابو داؤد حفری رح اُون کات کر اُسے فروخت کرتے اور اُس سے حلال روزی فراہم کرتے تھے۔

ابن عبد ربہ فرماتے ہیں، ہم سے ابو داؤد حفری نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور تم اُن کو اگر دیکھتے تو ایسا شخص پاتے جس نے گویا آگ کے اندر جھانک کر اس کی حقیقت کو دیکھ لیا ہو۔

ف: یہ تھا حال اپنے اکابر کا کہ خوف آخرت اور خشیت الٰہی سے ہمہ وقت لرزاں رہتے تھے۔ اللہ ہم سب کا یہ حال بنائے بلکہ اعلیٰ مقام تک پہنچائے۔ (مرتب)

وفات

جمادی الاخریٰ ۲۰۳ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(سیر الصحابہ نہم، تبع تابعین دوم ص۲۶۵)

حضرت سیدنا امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ

نام ونسب | نام محمدؒ والد کا نام ادریس اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔

ولادت | آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی۔

تعلیم | حضرت حمیدی نے امام شافعیؒ سے روایت کی ہے کہ میں یتیم تھا اور میری ماں کے پاس اُستاذ کو دینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ لیکن اِس کے باوجود استاذ مجھے تعلیم دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ نیز فرمایا کہ جب میں نے قرآن پورا کر لیا تو مسجد میں داخل ہوا اور علماء کی مجلسوں میں بیٹھنے لگا اور احادیث و مسائل کو یاد کرنے لگا۔ خود امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب میں سات سال کا تھا تو قرآن حفظ کر لیا تھا اور دس سال کی عمر میں مؤطا امام محمد یاد کر لی تھی۔ (صفۃ الصفوۃ) علامہ ابن حجرؒ نے آپ کو تبع تابعی تحریر کیا ہے۔

تبحّرِ علمی | امام شافعیؒ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنی توجہ جس طرف بھی پھیری اُس میں کمال حاصل کر لیا۔ امام صاحبؒ علم وفن کے ہر شعبہ سے بہرہ وافر رکھتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اُنھیں کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، کلام صحابہؓ، آثارِ سلفؒ اور اختلافِ اقوالِ علماء، کلامِ عرب، لغت اور اشعار وغیرہ میں علم عمیق عطا فرمایا تھا۔

حدیث | علمِ حدیث اور اُس کے متعلقات میں امام صاحبؒ کے تبحُّر کا اعتراف خود اُن کے اساتذہ کو بھی تھا۔ بیک وقت سات سات سو تشنگانِ علوم کا ہجوم رہتا تھا۔ صاحب روضات لکھتے ہیں کہ بلاشبہہ امام شافعیؒ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مختلف الحدیث کے بارے میں

کلام کیا۔

فقہ: اسی طرح امام صاحبؒ فقہ میں بھی مجتہدانہ مقام رکھتے تھے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ فقہ فقیہوں کے لئے ایک قفل تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے امام شافعیؒ کے ذریعہ کھولا۔

شیوخ: امام صاحبؒ کے شیوخ کی تعداد علامہ ابن حجرؒ نے اسی بتائی ہے۔ آپ کے مشہور شیوخ میں امام مالکؒ، امام محمدؒ، سفیان بن عیینہؒ اور فضیل بن عیاضؒ کے نام شمار کرائے جاتے ہیں۔ (تبع تابعین)

امام صاحبؒ کے فضل و کمال کا اعتراف مسلم بن خالد زنجی نے امام شافعی رحمۃ اللہ سے کہا: اے ابو عبداللہ اب وقت آگیا ہے کہ آپ لوگوں کو فتوی دیجئے۔ جبکہ انکی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد بھیجتا ہے جو اس دین کی تجدید کرتا ہے۔ تو ہم نے پہلے سو سال میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مجدد پایا۔ اور دوسرے سو سال میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو پایا۔

میمونی نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں تہجد میں چھ حضرات کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اُن میں سے ایک امام شافعیؒ ہیں۔

تقسیم اوقات روایت ہے کہ امام شافعیؒ رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ثلث اول میں لکھتے تھے اور ثلث ثانی میں نمازیں پڑھتے تھے اور تیسرے ثلث میں سوتے تھے۔

قرآن سے شغف

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں ساٹھ ختم قرآن کرتے تھے۔ اور جو نماز میں پڑھتے تھے اُس کا شمار اِس میں نہیں ہے۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص۲۴۸)

ارشادات

آپ فرماتے تھے کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مسلک ہے

آپ فرماتے تھے کہ طلبِ علم نفل نماز سے افضل ہے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے لئے خیر کا فیصلہ ہو تو اُس کو لوگوں کے ساتھ حُسنِ ظن رکھنا چاہیئے۔

فرماتے تھے کہ علماء کے لئے سب سے زیادہ زینت بخش چیز فقر و قناعت ہے اور اِن صفات پر راضی رہنا ہے۔

فرماتے تھے کہ انسان کے اندر سب سے ظاہر چیز اُس کا ضعف ہے بس جو شخص اپنے ضعف کا مشاہدہ کر لے گا تو وہ استقامت مع اللہ کے ساتھ فائز ہو جائے گا۔

فرماتے تھے کہ رئیس بننے سے پہلے علم حاصل کر لو۔ اِس لئے کہ جب صاحبِ ریاست ہو جاؤ گے تو پھر اُس کے تحصیل کا کوئی راستہ نہ رہ جائے گا۔

فرماتے تھے کہ علماء کا جمال شرافتِ نفس ہے اور علم کی زینت ورع اور حلم ہے۔

فرماتے تھے کہ علم وہ نہیں ہے جس کو یاد کر لیا جائے، بلکہ علم وہ ہے جو نفع دے۔

فرماتے تھے کہ سورۂ "والعصر" سے لوگ عام طور سے غافل ہیں (یعنی اُس کی اہمیّت کو نہیں سمجھتے کہ دین کے سب ضروری احکام اِس چھوٹی سی

سورت میں بیان کردیئے گئے ہیں۔)

آپ عصا لے کر چلا کرتے تھے، اس کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا، اس لئے کہ مجھے اپنے ضعف و کمزوری کا استحضار رہے کہ میں دُنیا سے کوچ کرنے والا ہوں۔

فرماتے تھے کہ جس پر دُنیا کی محبت کا غلبہ ہو جائے گا تو پھر اُس کے لئے دُنیاداروں کی غلامی لازم ہو جائے گی۔

فرماتے تھے کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اُس پر نورِ قلب مفتوح ہو تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ خلوت اور قلتِ طعام اختیار کرے اور سفیہوں سے علیحدگی کو اور طالبِ دُنیا علماء سے دوری کو لازم پکڑے۔

فرماتے تھے کہ عالم کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا کوئی ایسا ورد و وظیفہ ہو جو اُس کے اور اللہ کے درمیان ہو۔

فرماتے تھے کہ اگر تم پوری پوری کوشش اس لئے کرو کہ سب لوگ تم سے راضی ہو جائیں تو اُس کی کوئی صورت نہیں ہے۔ پس چاہیئے کہ بندہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کے عمل کو خالص کرے۔

ف: سبحان اللہ، کیا ہی خوب نصیحت فرمائی جو عین حقیقت ہے جس پر عمل سے ہی قلبی اطمینان نصیب ہوگا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ریا کی معرفت مخلصین ہی کو ہوتی ہے۔

ف: اس لئے کہ اُن کو اُس سے بچنے کی فکر رہتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی معرفت سے نوازتے ہیں تاکہ اخلاص کی دولت نصیب ہو جائے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اگر مجھ کو معلوم ہو جائے کہ ٹھنڈا پانی میری صفتِ مروّت

کو کم کردے گا، تو پھر میں اُس کو نہ پیوں گا۔ نیز فرماتے تھے کہ اصحابِ مروت ہمیشہ جہد میں رہتے ہیں۔ ف: بہت ہی تجربہ کی بات ارشاد فرمائی ہے (مرتب)۔

فرماتے تھے کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ تعالےٰ اُس کا خاتمہ بالخیر فرمائے تو اُس کو لوگوں کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا چاہیئے۔

ف: معلوم ہوا کہ حسنِ ظن ہی حسنِ عمل کا مصداق ہے نیز حسنِ ظن کیلئے دلیل کی بھی ضرورت نہیں ہے تو پھر اس پر عمل میں کیا دشواری ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ بھائیوں اور دوستوں کی صحبت سے زیادہ کوئی چیز سرور کی نہیں، اِسی طرح اُن کے فراق کے غم سے بڑھ کر کوئی غم نہیں۔

فرماتے تھے کہ جو تمھارے سامنے کسی کی چغلخوری کرے، سمجھ لو کہ وہ تمھاری چغلخوری دوسروں سے ضرور کرے گا۔ اور وہ شخص جس کو تم نے خوش کیا جس سے متأثر ہو کر اُس نے ایسی بات کہی جو تم میں نہیں ہے، تو سمجھ لو کہ جب اُس کو کسی وجہ سے ناخوش کروگے تو وہ ایسی بات کہے گا جو تم میں نہ ہوگی۔

ف: یعنی ایسے آدمی کی تعریف کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے، بلکہ اُس سے پُر حذر رہنا چاہیئے کہ معلوم نہیں کب کیا کہہ بیٹھے یا کر بیٹھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جس نے پوشیدہ طور سے کسی کو کوئی خیر کی بات بتلائی تو اُس نے نصیحت کی اور زینت بخشی۔ اور جس نے علانیہ زجر و توبیخ کی تو اُس نے اس کو رُسوا کر دیا اور عیب لگایا۔

فرماتے تھے کہ تکبّر کمینوں کے اخلاق میں سے ہے۔ اور قناعت موجبِ راحت ہے۔ فرماتے تھے کہ لوگوں میں زیادہ صاحبِ قدر و منزلت وہ ہے جو اپنی کوئی قدر نہ جانے اور بڑا صاحبِ فضل و شرف وہ ہے

جو اپنا کوئی فضل و شرف نہ پہچانے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے راز کو پوشیدہ رکھے گا، تو وہ اپنے معاملہ کا مالک رہے گا۔ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں سے بہت زیادہ انبساط اور بے تکلفی برتنا بُرے ساتھیوں کا جالب (کھینچنے والا) ہے۔ اور اُن سے بہت زیادہ انقباض اور بیزاری اُن کی عداوت کا موجب ہے۔ لہٰذا تم اُن لوگوں سے انقباض وانبساط کے درمیان معاملہ رکھو۔

ف: سبحان اللہ! ہمارے اکابر کی تعلیم و تربیت کس قدر اعتدالی ہے جس پر عمل کرنے ہی میں خیر و سلامتی ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو شخص علم و معرفت کی باتوں کو اپنے کانوں سے سنے گا تو وہ اُن کا حکایت کنندہ ہو جائے گا، اور جو شخص اپنے دل کو متوجہ کر کے سُنے گا تو وہ اُن کا حافظ ہو جائے گا۔ اور جو شخص اُن پر عمل کرے گا اور عمل کے ساتھ لوگوں کو وعظ کرے گا تو وہ ہادی ہو جائے گا۔

ف: چنانچہ ایسے ہی واعظین سے لوگوں کو ہدایت ملتی ہے ورنہ تو لوگ اس کان سے سنتے ہیں اور دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو شخص خدمت کرے گا تو وہ مخدوم ہو جائے گا۔

فرماتے تھے کہ میں ہر مسلمان کے لئے یہ بات پسند کرتا ہوں کہ وہ کثرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجے۔ فرماتے تھے کہ اگر میں کسی بدعتی کو دیکھوں کہ وہ ہوا میں اُڑ رہا ہے تو اُس کو میں قبول نہ کروں گا۔

ف: یعنی اُس کو صاحبِ کرامت نہ سمجھوں گا اور نہ اُس کو ولی سمجھوں گا اس لئے کہ بدعت کے ساتھ ولایت جمع نہیں ہو سکتی۔ (مرتب)

تذکرۂ وفات

حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس رات حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، تو میں نے پوچھا کہ کیسا مزاج ہے؟ تو فرمایا کہ اب دُنیا سے کوچ کرنے والا ہوں، اور احباب سے جُدا ہونے والا ہوں، اور موت کا جام پینے والا ہوں اور اپنی بداعمالیوں سے ملنے والا ہوں اور ربِ کریم کی جناب میں حاضر ہونے والا ہوں۔ یہ کہہ کر رونے لگے۔

ف: یہ حال تھا حضرت امام شافعی رح کا جن کی ساری زندگی اجتہاد اور مسائل کے استنباط اور طاعات و عبادات میں گزری، مگر اس قدر خوفِ آخرت تھا۔ یہ اللہ والوں کا خصوصی حال و مقام ہے، بلکہ طغرائے امتیاز ہے۔ مگر افسوس کہ ہم اُن کے اقوال کی تو تقلید کرتے ہیں، مگر اُن کے باطنی احوال کی اقتدار نہیں کرتے جب کہ اُسکی بھی ضرورت ہے۔ تاکہ ظاہر و باطن کی جامعیت نصیب ہو۔ (مرتب)

آپ صرف چوّن ۵۴ سال باحیات رہے۔ جس میں چار سال سے کچھ زیادہ مصر میں قیام پذیر رہے۔ پھر مصر ہی میں جمعہ کی رات بعد مغرب ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ونوّر اللہ مرقدہٗ۔

(طبقات ص۱۲۲)

حضرت ابو سلیمان عبدالرحمٰن بن عطیہ دارانی رحمہ اللہ

نام ونسب نام عبدالرحمٰن، کنیت ابوسلیمان، اسی سے مشہور ہیں، والد کا نام احمد اور دادا کا نام عطیہ ہے۔ اصلاً واسط کے رہنے والے تھے مگر داریا میں مستقل سکونت اختیار کرلی، اسی وجہ سے دارانی کہلائے جو دمشق کے علاقہ میں ہے۔

فضل وکمال اتباع تابعین کے زمرہ میں جہاں اقلیم علم وفن کے بہت سے تاجدار شامل تھے وہیں بکثرت ایسے صاحب کمال بزرگ بھی تھے جو علمی اعتبار سے خواہ زیادہ بلند مرتبہ نہ ہوں لیکن زہد واتقاء، رشد وہدایت اور بلند روحانی مدارج میں غیر معمولی حیثیت کے مالک تھے عمل صالح ان کی زندگی کا زیور اور عبادت وریاضت ان کا طغرائے امتیاز تھا۔ ابوسلیمان دارانیؒ کا شمار ایسے ہی صلحاء امت میں کیا جاتا ہے۔ وہ یقیناً علم وعمل میں بھی بلند مرتبہ اور مقام عالی رکھتے تھے لیکن اس سے کہیں زیادہ وہ ایک عظیم المرتبت صوفی، شیخ طریقت اور بزرگ دین کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے۔ ان کا سینہ شریعت وطریقت کا مجمع البحرین تھا۔ انہوں نے اپنی تعلیم وتربیت اور تزکیہ وہدایت سے ایک عالم کو مستفید کیا۔

تحصیل علم

آپ نے علم حدیث عراق کے نامور محدثین سے حاصل کیا انھیں حضرت سفیان ثوریؒ اور ربیع بن صبیح جیسے منتخب علماء حدیث سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ (تبع تابعین)

اصلاح وتزکیہ اُن کے صحیفۂ زندگی کا زیادہ درخشاں باب سلوک و تصوّف سے متعلق ہے۔ بقول حافظ ذہبیؒ: "وہ روحانیت اور معرفت کے بحرِ ناپیدا کنار کے ایک کامیاب شناور تھے"۔

حضرت سمعانیؒ نے لکھا ہے کہ "وہ اپنے زمانہ کے بڑے فاضل اور عبادت گزار اور شام کے بہترین لوگوں اور زاہدوں میں سے تھے۔

(تبع تابعین ص ۲/۴)

ارشادات

ایک موقع پر فرمایا: بہترین عمل خواہشاتِ نفسانی کی مخالفت کرنا ہے۔ اولاد، دولت اور گھربار میں سے جو چیز تم کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے وہ نحوست کا باعث ہے۔

فرمایا: میں رات کو محراب میں دعا کرنے میں مصروف تھا، میرے دونوں ہاتھ اللہ کے حضور میں پھیلے ہوئے تھے، اِس اثنا میں مجھے زیادہ ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ تو میں نے ایک ہاتھ سمیٹ لیا پھر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ اتنے میں ایک ہاتفِ غیبی نے آواز دی، اے ابوسلیمان! ہم نے پھیلے ہوئے ہاتھ میں وہ سب کچھ رکھ دیا جو تمھیں مطلوب تھا۔ اور اگر تم دوسرا ہاتھ بھی اسی طرح پھیلائے رکھتے، تو اسے بھی ہم بھر دیتے۔

ابوسلیمان فرماتے ہیں کہ اِس واقعہ کے بعد میں نے قسم کھائی تھی کہ خواہ کیسی ہی گرمی یا سردی ہو دعا کے وقت دونوں ہاتھ پھیلائے رکھوں گا۔

احمد ابن ابی الحواری سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوسلیمان الدارانی کو گرم گرم روٹی نمک سے کھانے کی خواہش پیدا ہوئی، میں نے

ان کو لا کر دی، شیخ نے اُس میں سے تھوڑا سا ٹکڑا توڑا، اور پھر پوری روٹی پھینک دی۔ اُس کے بعد زار و قطار رونے لگے اور کہتے جاتے :-

یَارَبِّ عَجَّلْتَ لِیْ شَهْوَتِیْ خداوندا! میری خواہش نفسانی نے مجھے مغلوب کر دیا۔ میں صدق دل سے اپنی اِس لغزش کی توبہ کرتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر تاحیات اُنھوں نے نمک نہیں چکھا۔ (سیر صحابہ ص۱۴۵/۹)

فرمایا: قیامت کے دن خدائے رحمٰن کی ہمنشینی کا شرف اُن لوگوں کو حاصل ہوگا جو کرم، حلم، علم، حکمت، نرم خوئی، رحمدلی، عفو و درگزر، احسان، نیکی، لطف و مروت اور رافت و محبت کی صفات سے متصف ہوں گے۔ (سیر صحابہ ص۱۴۶/۹)

فرمایا: جس شخص نے استغناء کے ساتھ اور حلال ذریعہ کے ساتھ دُنیا کو طلب کیا تو قیامت کے روز اللہ سے اِس عالم میں ملے گا کہ اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں ہوگا۔ (سیر صحابہ ص۱۴۷/۹)

ف : سبحان اللہ! اِس سے توکّل و استغنار کی کیسی کچھ فضیلت ثابت ہوئی۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ درویش کو زیب نہیں دیتا کہ کپڑوں کی صفائی کا بہ نسبت قلب کی صفائی کے زیادہ اہتمام کرے۔ بلکہ اُس کا باطن اس کے ظاہر کے ہمشکل ہونا چاہیئے۔ احمد بن الحواری فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان سے ایک دن سُنا کہ فرما رہے تھے کہ اے کاش میرا قلب مثل میرے کپڑے کے ہوتا۔ احمدؒ فرماتے ہیں کہ اُس وقت اُن کا کپڑا اوسط درجہ کا تھا (یعنی بہت عمدہ نہ تھا تب بھی اِس طرح فرما رہے تھے)۔

احمد بن الحواری رحؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابوسلیمان سے کہا

کہ میں نے کل خلوت میں نماز پڑھی تو اُس میں لذّت محسوس کیا۔ تو اُنھوں نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ لذیذ چیز کیا ہے؟ میں نے کہا، یہ کہ کوئی مجھ کو نہ دیکھے۔ پس فرمایا کہ اے احمد! ابھی تم ضعیف ہو، اس لئے کہ تمھارے دل پر مخلوق کے ذکر کا خطرہ گزرنا یہ ضعف کی دلیل ہے۔

ف: سبحان اللہ، مخلوق سے قطع نظر کی کیسی تعلیم و تربیت ہے کہ مخلوق کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہو جانا چاہئے۔ اِسی طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے اپنے باطنی حال کے تذکرہ کے سلسلہ میں اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو تحریر فرمایا ہے کہ "مخلوق کی مدح و ذم یکساں ہو گئی ہے۔" اللّٰھمّ ارزقنا ھٰذا الحال الرفیع۔ (مرتّب)

حضرت احمد بن الحواریؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو سلیمان نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کے کھانے کو اسے خوش کرنے کے لئے کھاتا ہے، تو وہ کھانا اس کو ذرا بھی مضر نہیں ہوتا۔ اور اگر اس کھانے کو شہوت نفس سے کھایا جائے تو مضر ہوتا ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد ہوتا ہے تو اس کا انجام خیر و عافیت ہی ہوتا ہے۔ (طبقات ص۶۸)

احمد ابن ابی الحواریؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے اُستاذ کی زبان سے بارہا یہ ارشاد سنا ہے کہ دنیا و آخرت میں خیر و نیکی کی جڑ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کا خوف ہے۔ یاد رکھو کہ دنیا کی کنجی یہ ہے کہ انسان شکم سیر ہو کر زندگی گزارے اور آخرت کی کنجی بھوکا رہنا ہے۔

عہ اس کا مطلب علامہ ابن الجوزیؒ نے صفۃ الصفوۃ میں یہ لکھا ہے کہ اگر انسان آخرت میں کامیابی چاہے تو اسے

ابن الحواریؒ ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے شیخ ابو سلیمانؒ کے سامنے یہ آیت پڑھی "اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ" (مگر جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے) تو شیخ نے فرمایا کہ قلب سلیم صحیح معنی میں وہ ہے جو اللہ سے اس حال میں ملے کہ اُس میں سوائے ذاتِ حق کے غیر کا وجود نہ ہو۔ یہ کہہ کر شیخ ابن الحواریؒ رونے لگے اور فرمایا کہ جب سے میں نے شام میں اقامت اختیار کی ہے حضرت شیخ دارانی کے اس مقولہ سے بہتر کوئی بات نہیں سنی اور بلاشبہ حضرت شیخ کی ذات انہی خاصانِ الٰہی میں سے تھی، جو اپنے پروردگار سے اس حال میں ملے کہ بجز اللہ جل شانہ کے کسی کا وجود ان کے قلب میں نہ تھا۔

فرمایا کہ بلاشبہ چور کسی ویران مکان میں نقب زنی کرنے نہیں جاتا بلکہ وہ صرف ایسے گھر کا قصد کرتا ہے جو مال وزر سے معمور ہو۔ بعینہٖ یہی حال ابلیس لعین کا ہے کہ وہ اُنہی قلوب پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے جو خشیتِ الٰہی، انابت الی اللہ اور ذکر و فکر سے معمور رہتے ہیں۔

ف: کتنی حکمت و معرفت کی بات فرمائی جو ہر مسلمان کو پیش نظر رکھنے کے لائق ہے کہ وساوس وغیرہ سے گھبرانا نہ چاہئے اور دل تنگ نہ ہونا چاہئے، بلکہ اس کی طرف توجہ ہی نہ کرنا چاہئے۔ (مرتب)

فرمایا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرکے اہل ثروت بننا چاہتے ہیں،[1]

---

[1] اسکو مزخرفاتِ دنیا (آرائش و زیبائش) میں نہ پڑنا چاہئے۔ فقر و فاقہ کے عالم میں خشیت و انابت الی اللہ کا غلبہ ہوتا ہے اور فراغت و خوشحالی اللہ تعالیٰ سے غافل کردیتی ہے۔ (حاشیہ تبع تابعین ص۲۴۹)

حالانکہ اُن کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ دولت کثرتِ مال کا نام ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اصل غنی (دولتمند) وہ ہے جو قناعت کی دولت رکھتا ہو۔ اسی طرح راحت خوشحالی میں نہیں، بلکہ تنگی میں ہے۔ لوگ عام طور پر نرم اور باریک لباس، عمدہ غذا اور آرام دہ مکان میں آسائش تلاش کرتے ہیں، حالانکہ راحت و آسائش دراصل اسلام و ایمان، عمل صالح اور ذکر اللہ میں پوشیدہ ہے۔

ف: سبحان اللہ، کیسی ایمان افروز حقیقت بیان فرمائی۔ (مرتب)

ابن الحواری کہتے ہیں کہ میرے شیخ برابر فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ النَّفْسَ إِذَا جَاعَتْ	نفس جب بھوکا اور پیاسا ہوتا ہے
وَعَطِشَتْ صَفَا الْقَلْبُ وَرَقَّ	تو دل میں صفائی اور نرمی پیدا ہوتی ہے
وَإِذَا شَبِعَتْ عَمِيَ الْقَلْبُ۔	اور شکم سیری کی حالت میں قلب اندھا ہو جاتا ہے

فرمایا جس شخص نے استغنار کے ساتھ اور حلال کے ذریعہ سے دنیا کو طلب کیا تو وہ قیامت کے روز اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں ہوگا۔ (تبع تابعین ص ۵۱/۲)

ف: سبحان اللہ، کیسے حقائق ہیں جو نہ صرف پیش نظر رکھنے کے لائق ہیں، بلکہ ان حالات و مقامات تک پہنچنے کی سعی کرنی چاہیے۔ (مرتب)

وفات حضرت ابو سلیمان دارانی رح کی وفات کے سلسلہ میں علامہ ابن الجوزی رح نے دو قول نقل کیے ہیں، ۲۰۵ھ اور ۲۱۵ھ اور اول کو اصح کہا ہے۔ (صفۃ الصفوۃ ص ۲۳۴/۴)

حضرت محمد بن یوسف بن معدان البنّاءؒ

نام ونسب نام محمد، کنیت ابو عبد اللہ، والد کا نام یوسف بن معدن البنّاء ہے۔

تعارف کہا جاتا ہے کہ آپ نے تین سو مشائخ (محدثین) سے حدیث شریف کی کتابت کی ہے، حدیث شریف کی سماعت کی ہے، مراد یہ ہے کہ آپ ایک زبردست محدث تھے۔ اس کے بعد آپ پر مخلوق سے قطع تعلق اور خلوت نشینی کا شوق غالب آگیا اور مکہ معظمہ کے سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور تن تنہا جنگل کا سفر طے کیا۔ آپ کو تبع تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

کہتے ہیں کہ وہ دن میں معماری کا کام کرتے اور جو کچھ اجرت اس کام سے حاصل ہوتی اس میں سے تھوڑی سی اپنے لئے رکھتے اور باقی رقم فقیروں پر خرچ کر دیتے۔ اس کسب وعمل کے باوجود ہر روز ایک قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ جب عشاء کی نماز سے فراغت حاصل کر لیتے تو پہاڑ کی طرف نکل جاتے اور تمام رات وہاں بسر کرتے۔

ارشادات آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی! یا تو مجھے اپنی معرفت اور آشنائی عطا فرمادے ورنہ پہاڑ کو حکم دے کہ وہ مجھ پر گر پڑے۔ کیونکہ تیری معرفت اور آشنائی کے بغیر میں زندگی نہیں چاہتا۔ آپ کا کہنا ہے کہ جب میں مکہ میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ کچھ بزرگ حضرات مقام ابراہیم علیہ السلام پر بیٹھے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ ایک قاری نے پڑھا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ میرے دل میں ایک جذبہ پیدا ہوا اور میں چلّا اٹھا، ان

بزرگوں نے قاری سے کہا، ذرا خاموش رہنا (ابھی آگے نہ پڑھنا) اور مجھ سے کہا کہ اے نوجوان تجھے کیا ہوا، ابھی تو قاری نے ایک آیت بھی نہیں پڑھی ہے اور تم شور کرنے لگے۔ میں نے کہا:۔

"اس نام سے یہ تمام آسمان اور زمین قائم ہے اور اسی کے نام سے تمام چیزیں قائم ہیں۔ پس بسم اللہ سن لینا کافی ہے"۔

پس یہ سن کر وہ تمام حضرات کھڑے ہوئے اور مجھے اپنے درمیان میں بٹھا لیا اور میری بہت عزت و توقیر کی۔

فرماتے ہیں کہ میں یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ "الٰہی! میرے دل کو اپنی معرفت عطا فرمادے یا میری جان لے لے۔ کیونکہ تیری معرفت کے بغیر مجھے جان کی ضرورت نہیں ہے"۔ پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو یہ چاہتا ہے تو ایک مہینہ روزہ رکھ لے اور اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کر اس کے بعد زمزم پر آنا اور اپنی حاجت طلب کرنا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب ایک مہینہ پورا ہو گیا تو میں زمزم پر آیا اور میں نے دعا مانگی۔ ہاتف نے چاہ زمزم سے مجھے پکار کر کہا۔

يَا ابْنَ يُوسُفَ اِخْتَرْ مِنَ الْاَمْرَيْنِ وَاحِدًا اَيُّهُمَا، اَحَبُّ اِلَيْكَ اَلْعِلْمُ مَعَ الْغِنٰى وَالدُّنْيَا اَمِ الْمَعْرِفَةُ مَعَ الْقِلَّةِ وَالْفَقْرِ	اے ابن یوسف! ان دونوں باتوں میں سے ایک بات پسند کرلو جو تم کو زیادہ محبوب ہو، علم ظاہری تونگری اور دنیا کے ساتھ یا معرفت الٰہی قلتِ مال اور فقر کے ساتھ۔

میں نے جواب دیا کہ "اَلْمَعْرِفَةُ مَعَ الْقِلَّةِ وَالْفَقْرِ"۔ یعنی میں معرفت الٰہی

تھوڑے مال اور فقر کے ساتھ چاہتا ہوں۔ اس کے بعد چاہ زمزم سے آواز آئی " قَدْ أُعْطِيتَ قَدْ أُعْطِيتَ " یعنی بیشک تم کو یہی دیا گیا، یہی دیا گیا جس کے تم طالب ہو۔

کہتے ہیں کہ شیخ جنید قدس سرہٗ بھی ان کے فضل و کمال کے معترف تھے اور شیخ جنید قدس سرہٗ نے وہ نامہ جو شیخ علی بن سہل اصفہانی رحؒ کو تحریر کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ تم اپنے شیخ سے دریافت کرو کہ " آپ پر کیا چیز غالب ہے؟ " چنانچہ اس کے بموجب شیخ علی بن سہل رحؒ نے اپنے شیخ سے دریافت کیا تو ان کے شیخ نے کسی خادم سے کہا کہ اس کو لکھ دو، اَللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ (یعنی اللہ ہی اپنے امر پر غالب ہے۔

وفات

آپ کا انتقال ۲۰۶ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(البدایہ والنہایہ ص۱/۱۳۲)

حضرت یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب

یزید نام، ابو خالد کنیت تھی۔ اصل وطن واسط (عراق) تھا۔ بنو اسلم کے غلام ہونے کے باعث اسلمی اور وطن کی نسبت سے واسطی کہلائے۔ واسط میں ہی ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

زندگی کا بیشتر حصہ وہیں گزرا۔ اس لئے اغلب ہے کہ ابتدائی تعلیم بھی وہیں ہوئی ہوگی۔ اُس وقت واسط میں امام شعبہ بن الحجاج اور امام مالکؒ وغیرہ کے حلقہ ہائے درس قائم تھے۔ امام یزید بن ہارون نے اُن ائمہ سے اکتساب فیض کے بعد دوسرے مقامات کا سفر

کیا اور ہر خرمنِ علم سے خوشہ چینی کی کوشش کی۔

آپ کے واسطہ سے باہر جانے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ حاسدوں کی وجہ سے واسط میں رہ کر علم و فضل میں امتیاز پیدا کرنا نہایت مشکل تھا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ یہاں رہ کر کوئی بھی علم میں امتیاز پیدا نہ کرسکا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا، کیا آپ بھی واسط میں رہ کر بلند پایہ عالم نہ ہو سکے؟ فرمایا۔ ہاں!

مَا عَرَفْتُ حَتّٰی خَرَجْتُ مِنْ وَاسِطٍ۔ میں بھی اُس وقت تک معرفت حاصل نہ کرسکا جبتک واسطہ سے باہر نہیں آیا۔

فضل وکمال گو امام یزید فقہ میں بھی بلند پایہ مقام رکھتے تھے لیکن اُن کا اصل طغرائے کمال فنِ حدیث تھا اور بلا شبہہ اسمیں اُنھوں نے غیر معمولی کمال بہم پہنچایا۔ اور آپ تبع تابعی بھی ہیں۔

زہد وعبادت علم وفضل کے ساتھ زہد و اتقا اور عبادت و ریاضت کی صفات بھی آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھی۔ وہ نماز نہایت خشوع وخضوع سے ادا کرتے تھے اور خوفِ الٰہی سے ہر وقت لرزتے رہتے تھے۔ احمد بن نسان کا بیان ہے کہ میں نے کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو یزید بن ہارون سے زیادہ بہتر طریقہ پر نماز ادا کرتا ہو۔ وہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی ستون ہے جو بے حس وحرکت اپنی جگہ پر نصب ہے۔

فرصت ہوتی تو وہ مغرب عشاء اور ظہر وعصر کے درمیان نوافل پڑھا کرتے تھے۔ اُس عہد میں یزید بن ہارون اور ہیثم رحؒ دونوں طویل نماز پڑھنے میں مشہور تھے۔

عاصم بن علی کا بیان ہے کہ میں اور یزید بن ہارون رح مدت تک ابن الربیع رح کے پاس رہے۔ اس اثنار میں میں نے یزید بن ہارون کو دیکھا کہ وہ عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے اور تمام رات نمازیں کھڑے ہی کھڑے گزار دیتے تھے۔

یزید بن ہارون رح پر خشیتِ الٰہی کا غلبہ اس درجہ ہوتا تھا کہ اُن کی آنکھیں ہر وقت پُرنم رہتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بینائی سے محروم ہو گئے۔ فرمایا:۔

ذهب بهما بكاء الاسحار — سحر کی گریہ وزاری نے میری دونوں آنکھیں لے لیں۔
(تہذیب التہذیب ص۳۶۹ ج۱)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ عہدِ صحابہ رض اور تابعین رح میں عام تھا یزید بن ہارون رح بھی اُسی کا مجسم نمونہ تھے۔ مامون جیسا باجبروت خلیفہ بھی اس بارے میں شیخ سے خوف زدہ رہتا تھا۔

محمد بن احمد رح نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ یزید بن ہارون رح اُن بزرگوں میں تھے جنھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا

وفات

۲۰۶ھ میں واسط ہی میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر اٹھاسی ۸۸ برس تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (سیر الصحابہ نہم تبع تابعین دوم ص۲۴۳)

حضرت حذیفہ بن قتادہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ

نام وفضل وکمال

نام حذیفہ، والد کا نام قتادہ ہے، وطن مرعش، اپنے وقت کے اولیار میں سے ہیں۔ آپ نے سفیان ثوری رح کی صحبت

اختیار کی اور اُن سے روایت بھی کی ہے۔

قابلِ تقلید اُسوہ آپ کے ایک دوست یوسف بن اسباط نے کہا کہ میں نے حذیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ، اگر مجھے کسی کے بارے میں یہ بات معلوم ہو کہ وہ مجھ سے اللہ کے لئے بغض و دشمنی رکھتا ہے تو میں اس کی محبت کو اپنے اوپر لازم کرلوں۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص۲۸۳)

ف: اس سے حضرت حذیفہؒ کی للٰہیت وحقانیت کو تو ملاحظہ فرمائیں کہ اس کے لئے مخالفت وعداوت رکھنے والے شخص سے بھی محبت فرماتے تھے اسی کو حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ یوں فرماتے ہیں:

گلشن سے عشق ہے مجھے گل ہی نہیں عزیز کانٹوں کو دل سے پیار کئے جارہا ہوں میں

مگر آج ہم اپنی نفسانیت کو دیکھ لیں کہ اپنے خلاف حق بات سننے کو بھی تیار نہیں۔ (اعاذ اللہ تعالیٰ) (مرتب)

ارشادات آپ فرماتے تھے! اگر تم کو اس کا خوف نہ ہو کہ تمہارے بہترین اعمال پر اللہ تعالیٰ عذاب دے گا، تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

ف: یعنی اپنے اعمال صالحہ پر بھی نظر نہ ہونی چاہئے بلکہ ہمہ وقت ترساں ولرزاں رہنا چاہئے کہ معلوم نہیں اللہ کو یہ پسند ہیں یا نہیں۔ (مرتب)

فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک اعمالِ خیر میں سب سے افضل عمل آدمی کا اپنے گھر میں بیٹھ جانا ہے۔ اور اگر میرے لئے فرض نمازوں کے لئے نہ جانے میں کوئی حیلہ ہوتا تو گھر سے نہ نکلتا۔ ف مگر افسوس کہ آج فتنوں کا دور دورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ (مرتبؒ)

وفات آپ کی وفات ۲۰۷ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

(طبقات ص۲۵۲)

حضرت عبداللہ بن زبیر حمیدی رحمہ اللہ

نام و نسب عبداللہ نام، ابوبکر کنیت، والد کا نام زبیر ہے۔
امام حمیدی رح نسلاً خالص عرب تھے۔ مکہ معظمہ کی خاک پاک سے اُٹھے اور آخر میں اُسی کا پیوند بنے۔ قریش کے مشہور خاندان اسد بن عبدالعزیٰ کی ایک شاخ بنو حمید سے نسبی تعلق رکھتے تھے۔

فضل و کمال امام حمیدی رح اُن نامور اہل علم اتباع تابعین میں تھے جنھوں نے نہ صرف علم و عمل کے چراغ روشن کیے بلکہ قرطاس و قلم کے ذریعہ زر و جواہر کے انبار لگا دیئے۔ اُن کی شہرۂ آفاق مسند حمیدی حدیث کے قدیم ترین اور مستند ذخیروں میں شمار کی جاتی ہے۔ امام بخاری جیسے محتاط محدث اُن کی روایت اپنی جامع کا سرآغاز بناتے ہیں۔ حدیث میں خصوصی فیضان رکھنے کے ساتھ انھیں فقہ و افتاء پر کامل عبور حاصل تھا اپنے گوناگوں علمی کمالات کی وجہ سے عَالِمُ أَهْلِ مَكَّةَ (اہلِ مکہ کے عالم) اُن کا لقب ہی پڑ گیا تھا۔

فقہ میں خصوصی مہارت امام شافعی رح سے پیدا کی۔ وہ جب مصر تشریف لے گئے تو حمیدی بھی اُن کے ہمراہ رہے۔ اِس طرح وہ امام شافعی رح کے بکثرت اجتہادات کے امین تھے۔ مصر میں اپنے شیخ کی وفات کے بعد مکہ واپس آگئے۔

شمائل و مناقب زہد و ورع و پاکبازی اور نیک طینتی اُن کی سیرت کے روشن پہلو ہیں۔ سُنّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے غایت درجہ متبع تھے۔

"اصول السُّنّۃ" کے نام سے امام حمیدی رح کا ایک مختصر رسالہ پایا جاتا

ہے اُس میں ذکر کردہ چند اصول وعقائد یہ ہیں :۔

ہمارے نزدیک سُنّتِ ثابتہ یہ ہے کہ انسان خیر و شر اور تلخ و شیریں کے بارے میں تقدیر پر کامل ایمان رکھے اور یقین رکھے کہ ہر راحت و مصیبت اللہ جل شانہ کے فیصلہ کے مطابق ہوتی ہے ۔

ایمان کے بارے میں کہتے ہیں :۔

وہ قول وعمل دونوں کا نام ہے جس میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ قول بغیر عمل کے بیکار ہے۔ اور قول وعمل بغیر نیت کے غیر مفید ہیں۔ اِسی طرح اگر قول، عمل اور نیت سب ہو لیکن اتبّاع سُنّت نہ ہو تو اُس سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔

فرماتے ہیں ؛ صحابۂ کرام رضؓ کا احترام نہایت ضروری ہے۔ ہر مومن کو ان کے لئے استغفار و دعا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ خداوند قدوس نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے

وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ	اور جو اُن کے بعد آئے۔ دعا کرتے ہیں کہ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ	اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے
لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا	بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں
بِالْاِيْمَانِ ۔ (حشر ع ۴)	گناہ معاف فرما۔

اِس میں مسلمانوں کو صحابۂ کرام کے لئے استغفار کا حکم دیا ہے۔ پس جو کوئی اُن کو بُرا بھلا کہے وہ سُنّت سے منحرف ہے۔ اور ایسا شخص مالِ غنیمت سے محروم کر دیا جائیگا

ف ؛ مگر افسوس کہ بعض ایسے پڑھے لکھے لوگ ہیں جو اپنے نظریہ کے مطابق جس صحابی کو چاہتے ہیں موردِ طعن و تشنیع بنالیتے ہیں ۔ العیاذ باللہ۔ (مرتب)

وفات ربیع الاول ۲۱۹ھ میں اپنے وطن مکہ ہی میں رحلت فرمائی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ۔ (تبع تابعین ص۲۳۶ ج۹)

حضرت آدم بن ابی ایاس رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و ولادت نام آدم اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے مرو (خراسان) کے رہنے والے تھے۔ لیکن نشو و نما بغداد میں پائی۔ پھر علم و فضل میں باکمال ہونے کے بعد عسقلان کو وطن ثانی بنا کر وہیں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی۔ آپ تبع تابعی ہیں۔

علمی سفر وہ تمام عمر فنا فی العلم رہے۔ چنانچہ انھوں نے کوفہ، بصرہ، حجاز اور شام کی راہ نوردی کر کے وہاں کے ماہرین فن اساتذہ کے باغ علم سے خوشہ چینی کی۔ امام زمانہ شعبہ بن الحجاج سے تلمذ خاص کا شرف رکھتے تھے۔

فضل و کمال وہ نہ صرف علمی حیثیت سے صاحب کمال تھے بلکہ زہد و عبادت ضبط و حفظ میں بھی جلیل المرتبت تھے۔ امام شعبہ کی مجلس درس میں جو سات علماء روایات کو ضبط و تحریر میں لاتے تھے ان میں حضرت آدم ابن ابی ایاس سب سے ممتاز تھے۔ حافظ ذہبیؒ انھیں "المحدث الامام الزاہد" لکھتے ہیں۔

عبادت اور اتباع سنت جلالتِ علم کے ساتھ صلاح و تقویٰ کے بھی پیکر مجسم تھے۔ ابن عمادؒ نے لکھا ہے کہ وہ صالح اور اللہ کے فرمانبردار تھے۔ خطیب بغدادیؒ رقمطراز ہیں کہ "کان احد عباد اللہ الصالحین" (یعنی وہ اللہ کے نیک بندوں میں سے ایک تھے) عجلی کا قول ہے "وہ اللہ کے بہترین بندے تھے۔" علامہ ابن جوزیؒ انھیں "صاحب صلاح اور متبع سنت" قرار دیتے ہیں۔ ابن ابی ایاسؒ اتباع سنت کا مثالی نمونہ تھے، ان کا ہر عمل اسی سانچہ میں ڈھلا ہوتا تھا خطیب رقمطراز ہیں:

كَانَ آدَمُ مَشْهُوْرًا بِالسُّنَّةِ شَدِيْدَ التَّمَسُّكِ بِهَا۔ آدم ابن ابی ایاسؒ اتباع سنت میں شدت کے لئے مشہور رہیں۔

فتنۂ خلق قرآن میں ان کا موقف مامون اور معتصم کے عہد خلافت کا بدنام زمانہ فتنۂ خلق قرآن ابن ابی ایاس کی وفات سے دو سال قبل ہی شروع ہوچکا تھا۔ مرکز خلافت سے بہت دور عسقلان میں گوشہ گیر ہونے کی وجہ سے وہ اس فتنہ سے محفوظ رہے۔ لیکن اس مسئلہ میں ان کا موقف بہت واضح تھا۔ بلکہ اپنے عقیدہ میں ان کا تشدد اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ خلق قرآن کے قائلین کو سلام کرنا اور جواب دینا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔

ف: جیسے الحبُّ لِلّٰہ مومن کی خاص صفت ہے ویسے ہی البغضُ لِلّٰہ بھی مومن کی امتیازی شان ہے۔ مگر کبر اور بغض لِلّٰہ میں بہت اشتباہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے بہت سوچ سمجھ کر معاملہ کرنا چاہیئے، جیسا کہ ہمارے اکابر کرتے تھے۔ (مرتب)

ابوبکر اعین اسی قسم کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بغداد سے ابن ابی ایاس کی خدمت میں عسقلان حاضر ہوا اور عرض کیا کہ لیث بن سعد کے کاتب عبداللہ بن صالح نے آپ کو ہدیۂ سلام پیش کیا ہے۔ فرمایا میری طرف سے سلام کا جواب نہ کہنا۔ عرض کیا "کیوں، ایسی کیا بات ہے۔" فرمایا "اس لئے کہ وہ خلق قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں۔" راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے انھیں ابن صالح کی ندامت وشرمندگی، عذرخواہی اور رجوع کی خوش خبری سنائی تو ابن ابی ایاس نے فرمایا کہ "اب میری جانب سے بھی ان کو بہت بہت سلام کہنا۔" **ف**: یہ تھی ہمارے اکابر کی لِلّٰہیت۔ (مرتب)

اس کے بعد راوی مذکور بیان کرتے ہیں کہ میں عسقلان میں کچھ دنوں قیام کے بعد بغداد واپس ہونے لگا تو ابن ابی ایاس نے فرمایا "احمد بن حنبلؒ سے سلام کے بعد کہنا کہ آپ اس وقت جس سخت ابتلاء سے گذر رہے ہیں اسے آپ تقرب الی اللہ کا وسیلہ بنایئے۔ بلاشبہ اس وقت آپ جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں نیز ان سے میری طرف سے یہ حدیث بھی بیان کر دینا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من ارادکم علی معصیۃ اللہ فلا تطیعوہ۔ — جو تم سے اللہ کی معصیت کا خواہاں ہو اس کی اطاعت نہ کرو۔

چنانچہ راوی کہتے ہیں کہ میں بغداد کے قید خانہ میں امام احمد بن حنبلؒ سے ملا اور ابن ابی ایاسؒ کا پیغام اور حدیث ان تک پہنچا دی۔ اسے سن کر امام موصوف تھوڑی دیر سر جھکائے رہے اور فرمایا:-

رحمہ اللہ حیا ومیتا فلقد احسن النصیحۃ — اللہ ان پر زندگی میں اور موت کے بعد رحم فرمائے۔ انہوں نے بڑی اچھی نصیحت کی۔

وفات جمادی الاخری ۲۲۰ھ بمقام عسقلان رحلت فرمائی۔ یہ معتصم باللہ عباسی کی خلافت کا زمانہ تھا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۸ سال تھی۔ ابو علی المقدسیؒ کہتے ہیں کہ جب امام موصوف کا وقت آخر نزدیک آگیا تو انھوں نے قرآن پاک کا ایک ختم کیا اور موت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تو آج کے دن کا شدت سے منتظر تھا اور تمھاری راہ دیکھ رہا تھا پھر لا الٰہ الا اللہ پڑھا اور قفس عنصری سے روح پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

(تبع تابعین ج ۲ ص ۱۶)

حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب یحییٰ نام، ابوزکریا کنیت۔ آپ کے والد کا نام معین۔ آپ کی ولادت ۱۵۱ھ میں ہوئی۔ آپ کا وطن بغداد کے مضافات میں موضع نقیا میں تھا۔ آپ کا شمار صاحب علم تبع تابعین میں ہوتا ہے۔

تحصیلِ علم ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے اپنی ساری توجہ علم حدیث کی تحصیل کی طرف مرکوز کر دی اور اُس کے لئے اپنی جان و مال کا پورا سرمایہ لگا دیا۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰ بن معین نے اپنے والد کی تمام متروکہ رقم جس کی تعداد ڈیڑھ لاکھ درہم تھی علم حدیث کی تحصیل پر صَرف کر ڈالی، یہاں تک کہ وہ اِس قدر مفلس ہو گئے کہ پہننے کے لئے جوتے نہیں رہ گئے تھے۔

یحییٰ بن معین کا اصل کارنامہ حدیثِ نبوی کی تحدیث روایت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔ اس لئے عہدِ صحابہؓ تک اُس پر قانونی اور اخلاقی دونوں طرح کی پابندی عائد تھی اس لئے ہر شخص اِس کی جرأت نہیں کرتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی نئی حدیث بیان کی جاتی تو وہ اکابر صحابہؓ تک سے شہادت طلب کرتے تھے۔ اِس قانونی پابندی کے ساتھ عہدِ صحابہؓ تک روایتِ حدیث کی اہمیت اور اس کی ذمہ داری کا احساس بھی عام تھا۔ بعض جلیل القدر صحابہ تک اِس احساسِ ذمہ داری کی بنا پر

تحدیثِ روایت سے گریز کرتے تھے کہ مبادا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات نہ منسوب ہو جائے۔

ان ہی اخلاقی اور قانونی بندشوں کا اثر یہ تھا کہ بہت کم لوگ روایتِ حدیث کی جرأت کرتے تھے۔ مگر بعد میں نہ تو قانونی گرفت باقی رہی اور نہ وہ پہلا سا اخلاقی اثر ہی رہا۔ پھر رواۃِ حدیث کو معاشرہ میں عزّ و شرف کی نگاہ سے بھی دیکھا جاتا تھا، اس لئے اہل اور صاحبِ کمال لوگوں کے ساتھ بہت سے نااہل بھی اِس مجد و شرف میں سہیم و شریک بننے کے لئے اِس منصب پر متمکن ہو گئے اور انھوں نے نہایت غیر ذمہ دارانہ طور پر حدیثِ نبویؐ کی روایت شروع کر دی۔ خصوصیت سے پیشہ ور واعظوں اور قصّہ گویوں نے گرمیٔ مجلس کی خاطر نہ جانے کتنی بے سر و پا روایتیں بیان کرنی شروع کر دیں۔

اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار غلط باتیں یا صحیح باتیں غلط طریقہ پر رواج پا کر زباں زدِ خاص و عام ہو گئیں۔ یہ ایسا فتنہ تھا کہ اگر اِس کے سدِّ باب کی فوری طور پر فکر نہ کی جاتی تو نہ جانے اِس کے نتائج کتنے برے نمودار ہوتے۔ حکومتِ وقت اِس فتنہ کو بڑی آسانی سے دبا سکتی تھی، مگر اُس کو اِس کی بہت زیادہ فکر نہیں تھی۔

اُمتِ محمدیہ، محدّثین اور علماء کے احسان سے کبھی سُبکدوش نہیں ہو سکتی جنھوں نے اپنی خداداد فہم و بصیرت سے اس فتنہ کی اہمیت کو بروقت سمجھ لیا اور ہمت و جرأت کر کے مقابلہ کے لئے میدان میں آ گئے۔ یہ کام پہلی صدی کے آخر ہی میں شروع ہو گیا تھا مگر دوسری صدی میں محدّثین نے جس کے سرخیل حضرت یحییٰ بن معینؒ تھے باقاعدہ ایک نئے فن کی بنیاد ڈال کر اِس فتنہ کا

بڑی حد تک سدِّ باب کر دیا۔ اِس فن کو "فن اسماء الرّجال" کہتے ہیں۔ اِس میں اُنھوں نے سندِ حدیث کے کچھ اُصول و قوانین مرتّب کئے۔ رواۃ کے سیرت وکردار کا ایک معیار مقرر کیا۔ اب جو لوگ اُس معیار پر پورے اُترتے تھے اُن کی روایتیں قبول کی جاتی تھیں، اور جو لوگ اُس میزان پر پورے نہیں اُترتے تھے اُن کی روایتیں رد کر دی جاتی تھیں۔

لیکن صرف اصول و قوانین مرتّب کر دینے سے بھی اس فتنہ کا پورے طور پر سدّ باب نہیں ہو سکتا تھا، بلکہ ضرورت تھی کہ اُن غلط روایتوں کو جو عوام میں رواج پا چکی تھیں اُن میں سے ایک ایک روایت نیز اُس کے راوی کو پڑھ کر دیکھا جائے کہ روایت کا کتنا حصہ صحیح اور کتنا غلط ہے؟ وہ راوی ذمہ دار ہے یا غیر ذمہ دار؟ ظاہر بات ہے کہ یہ کام آسان نہ تھا، اس کے لئے غیر معمولی فہم و بصیرت اور قوتِ حافظہ کے علاوہ کتاب وسُنّت سے غیر معمولی ذوق وشغف کی بھی ضرورت تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جن بزرگوں سے یہ مہتم بالشان کام لیا اُن کو فہم وبصیرت کے ساتھ ایسا غیر معمولی حافظہ بھی بخشا کہ اُن کے حفظ کے واقعات سُن کر حیرت ہوتی ہے۔ اُن ہی میں ایک اہم شخصیت حضرت یحییٰ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تھی۔ آپ نے اس سلسلہ میں جو غیر معمولی محنت ومشقت کی ہے اُس کی تفصیل یہ ہے کہ:۔

اُنھوں نے صحیح اور غیر صحیح روایتوں کی تمیز اور رواۃ کے سیرت وکردار کے معلوم کرنے میں اپنی پوری ذہنی وعملی قوت صَرف کر دی تھی۔ وہ ایک حدیث کو پچاس پچاس بار اِس لئے لکھتے تھے کہ اُس کے عیوب ونقائص

معلوم ہوجائیں۔

وہ واعظوں، کاذب راویوں کی روایتوں کو بھی اِس لیئے لکھ لیا کرتے تھے کہ اُن کی پھیلائی ہوئی غلط روایتوں کے انبار سے صحیح باتیں اخذ کرلی جائیں وہ خود فرماتے ہیں :۔

"میں کاذبین کی روایتیں لکھ لیتا ہوں اور اُنھیں تنور میں ڈال کر اُن سے پکی پکائی روٹیاں نکال لیتا ہوں"

مقصد یہ ہے کہ روایت و درایت کے معیار پر ان روایتوں کو پرکھتا ہوں اُن میں جو صحیح ہیں اُنھیں لے لیتا ہوں اور جو غلط ہیں اُن کی غلطی کو واضح کرکے اُن کی حدیثِ نبوی ہونے کی حیثیت کو ختم کر دیتا ہوں۔

عجلی رح جو خود اِس فن کے امام ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ ابن معینؒ کے سامنے بہت سی ملتبس اور مختلط احادیث لائی جاتیں تو سب کی حیثیت واضح کر دیتے تھے۔

جن روایتوں کی غلطی پر بڑے بڑے ائمہ حدیث کی نظر نہیں جاتی تھی یحییٰ بن معین رح بیک نظر ان کو پالیتے تھے۔ ابوسعید حداد کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب کسی محدث کی خدمت میں جاتے تو اُن کی کتابوں میں جو احادیث درج ہوتیں اُن کو صحیح سمجھ کر قبول کرلیتے۔ مگر جب وہی روایتیں ابن معین کے سامنے پیش کی جاتیں تو اُن کی نظر فوراً غلطیوں پر پڑجاتی، اور وہ غلطی اتنی باریک ہوتی تھی کہ اگر وہ توجہ نہ دلاتے تو ہم کو اُس کا احساس بھی نہ ہوتا۔

قبولِ روایت میں حد درجہ محتاط ہونے کے باوجود کسی راوی کی کوئی غلطی دیکھتے تو اُسے حتیٰ الامکان چھپاتے تھے کہ وہ خود اُس کو مان لے۔ اگر وہ نہیں مانتا تھا تو پھر اُس کی غلطی کو برملا بیان کرتے تھے۔ اور پھر اس کی دوسری روایت

قبول نہیں کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ :۔

• میں جب کسی شخص کی کوئی غلطی دیکھتا ہوں تو اُس کو پوشیدہ رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ حسن وخوبی سے اُس کی غلطی اُس پر واضح ہو جائے۔ اور کبھی میں ایسے راوی سے ملتا ہوں جس کے چہرے سے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غلطی ایسی ہے جس کے اظہار کو وہ پسند نہیں کرتا تو میں اُس کی غلطی اُس پر واضح کرتا ہوں، اگر وہ اپنی غلطی تسلیم کر لیتا ہے تو اُس کو اپنے تک محدود رکھتا ہوں، ورنہ پھر اُس کو متروک قرار دیتا ہوں "۔

وفات امام نے متعدد حج کئے تھے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینۃ النبیؐ کا قیام بھی اُن کا معمول تھا۔ ۲۳۳ھ میں آخری بار یہ موقع نصیب ہوا تو حسب معمول حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد واپس ہونا چاہتے تھے مگر جوارِ نبیؐ کا شرف ہمیشہ کے لئے ان کا مقدر تھا اِس لئے پھر رک گئے۔ ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ پیغامِ اجل آ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مدینہ میں جب آپ کی وفات کی خبر عام ہوئی تو جنازہ میں شرکت کیلئے ایک مخلوق ٹوٹ پڑی۔ سب سے بڑی سعادت یہ نصیب ہوئی کہ آپ کا جنازہ اُسی تابوت میں اُٹھایا گیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک اُٹھایا گیا تھا۔ جس وقت آپ کا جنازہ اُٹھایا گیا تو لوگوں کی زبان پر عام طور پر یہ جملہ تھا

" یہ اُس شخص کا جنازہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو کذب بیانی سے بچاتا تھا "

جنت البقیع جہاں ہزاروں گنجہائے گراں مایہ مدفون ہیں اُسی میں آپ بھی سپرد خاک کئے گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(سیر الصحابہ ہشتم، تبع تابعین اول ص ۳۶۶)

سعادت وبشارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ کہ ابتک خیر القرون کے اکابر دین و اساطین ملت کے اقوال بلیغہ اور احوال رفیعہ کا آپ مطالعہ فرما رہے تھے جو یقیناً ازدیادِ معرفت الٰہیہ وتقویتِ نسبت قلبیہ کا سبب ہوا ہوگا۔

اِن مقدس حضرات کی عبادت و ریاضت اور فکرِ عقبیٰ و آخرت اور امت کی اصلاح کیلئے جدوجہد پڑھ کر اپنے حالِ زار پر شرمساری اور اپنی کوتاہی عمل کا کافی احساس ہوتا ہے اور دل میں اپنی اصلاح کی فکر دامنگیر ہوتی ہے اور دل سے دعا ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے دلوں کی اصلاح فرمائیں اور اِن پاکباز حضرات کی تعلیمات و ہدایات پر خود عمل کرنے اور امت کو پہنچانے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین!

میں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے اِن مقدس حضرات کے اقوال و احوال کو اُمت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت و توفیق بخشی جس کو انصاف والے عوام و خواص سبھی نے پسند فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے اس معمولی جدوجہد کو قبول فرمائیں۔ آمین!

اب آئندہ صفحات میں خیر القرون کے بعد کے اولیاء اللہ اور ورثۃ الانبیاءُ والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نیز دیگر اسلاف صالحین و مصلحین کے اقوال واحوال واخلاق پیش کئے جا رہے ہیں۔ انشاء اللہ ان کے مطالعہ سے بھی امت کو ایمانی وروحانی غذا و دوا حاصل ہوتی رہے گی۔

خیر القرون کے بعد آنے والی امت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

چنانچہ ان حضرات کے متعلق حدیث پاک ہے کہ: عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اُمَّتِيْ مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهُ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهُ (رواہ الترمذی)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کا حال بارش جیسا ہے، نہیں معلوم کہ شروع کی بارش بہتر ہے یا آخر کی۔

ف: بارش کبھی شروع کی بابرکت ہوتی ہے اور کبھی آخر کی۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کونسی بارش بابرکت ہے۔ یہی حال کمالات کے تعلق سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور اس حدیث میں آخر اُمت کی جزوی فضیلت ہے، کلی فضیلت قرون مشہود لہا بالخیر کیلئے ثابت ہے۔ اور مظاہر حق میں ہے خلاصۂ کلام یہ کہ اُمت محمدیؐ اپنے کسی دور میں خیر سے خالی نہیں رہے گی۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری اُمت کو "امت مرحومہ" فرمایا ہے۔ اور یہ ثمرہ ہے اس بات کا کہ اس امت کا نبی "نبی رحمت" ہے۔ بخلاف دوسری اُمتوں کے کہ اُن کے ہاں "خیر" کا وجود صرف ابتدائی دور میں رہا اور پھر بعد والوں میں شر آگیا۔ اور اس طرح آیا کہ انھوں نے اپنی مقدس آسمانی کتابوں تک کو بدل ڈالا اور تحریفیں کرکر کے اپنے دین کا حلیہ ہی بگاڑ دیا جس پر اُن کے دور اوّل کے لوگ تھے۔

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِيْ سُنَّةٍ وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ لَكَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ قَالَ وَسَيَكُوْنُ فِيْ قُرُوْنٍ بَعْدِيْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حلال رزق کھایا اور سنت کے مطابق عمل کیا اور اسکی زیادتیوں سے لوگ امن میں رہے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ایسے لوگ تو آجکل بہت ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اور میرے بعد بھی ایسے لوگ ہوتے رہیں گے (جو ان مذکورہ اعمال کو اپنا کر جنت میں داخل ہوں گے)۔ غور فرمائیے کہ ہم سب کیلئے کتنی بڑی بشارت ہے۔ اللہ اس کا ہمکو مصداق بنائے۔

ہمیشہ ایک جماعت منصورین کی رہے گی

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَسَدَ أَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيكُمْ وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ، قَالَ ابْنُ الْمَدِينِي هُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ۔ (رواہ الترمذی) وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شام والوں میں بگاڑ آجائے تو تم میں کوئی خیر نہیں اور میری اُمّت کا ایک گروہ ہمیشہ مدد کیا جاتا رہے گا۔ ان کو ضرر نہیں پہنچا سکیں گے وہ لوگ جو اُنکو رسوا کرنا چاہیں گے تا آنکہ قیامت قائم ہوجائے۔

اس لئے ان اولیاء متأخرین کے اقوال و ارشادات، احوال و کیفیات کو بغور پڑھیں اور اپنے ظاہر و باطن کو انہی کے سانچہ میں ڈھالیں تاکہ دین و دنیا کی سُرخروئی اور اللہ تعالٰی کی رضا و خوشنودی سے سرفراز ہوں۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ اللہ تعالٰی مجھے اور میرے تمام اہل و عیال و متعلقین کو مذکورہ ظاہری و باطنی تعلیمات و ہدایات پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین!

محمد قمر الزماں الٰہ آبادی ۷ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ، دار المعارف الاسلامیہ الٰہ آباد

قال اللہ تعالیٰ

واللہ ولی المتقین

(سورۃ الجاثیہ)

اولیاءِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ

انبیاء، صحابہ وصحابیات، تابعین وتابعات اور تبع تابعین کے مختصر حالات وارشادات لکھے جاچکے ہیں۔ اب ان اولیاءِ کرام کے حالات وارشادات لکھے جائیں گے جو ورع وتقویٰ، ذکر اللہ کی کثرت اور روحانی قوت میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ اعتصام بالکتاب والسنۃ میں قدم راسخ رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وما ذالک علی اللہ بعزیز

حضرت بہلول المجنون رحمۃ اللہ تعالیٰ

نام ونسب

نام بہلول، کنیت ابو وہیب، والد کا نام عمرو الصیرفی ہے۔

تعارف

آپ کا شمار عقلاء میں ہوتا تھا۔ آپ سے بہت سے اخبار و نوادرات اور اشعار وغیرہ منقول ہیں۔ آپ کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما ہوئی۔ خلیفہ ہارون رشیدؒ وغیرہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ کی باتوں کو بغور سنتے تھے۔ آپ اپنی عمر کے ابتدائی زمانے میں ادب لوگوں کو سکھاتے تھے اور تعلیم وتزکیہ کا کام انجام دیتے تھے۔ لیکن عمر کے آخری مرحلہ میں آپ کو وسوسہ آنے لگا۔ بڑھتے بڑھتے مجنون کی حد تک پہونچ گیا جس کی وجہ سے آپ مجنون کہلانے لگے۔ (الاعلام ص۲ج۲)

ہارون رشید کا آپ سے نصیحت طلب کرنا

ایک دفعہ ہارون رشید سے حضرت بہلولؒ کی ملاقات ہو گئی تو ہارون رشید نے کہا کہ میں تو آپ کی زیارت کا کافی عرصہ سے مشتاق تھا۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تو آپ سے ملنے کا کبھی شوق نہیں ہوا۔ پھر ہارون رشید نے کہا کہ مجھے آپ نصیحت کیجئے تو فرمایا کہ کیا نصیحت کروں، یہ جن لوگوں کے محلات ہیں انھیں کی یہ قبریں ہیں۔

ف: یعنی اس سے بڑھ کر نصیحت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس کو دیکھو اور غور کرو اور اس سے نصیحت حاصل کرو۔ (مرتب)

پھر فرمایا کہ اے امیر المومنین! تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ

تم کو اپنے سامنے کھڑا کر دے گا اور تم سے چھوٹی چھوٹی چیزوں کا سوال کرے گا جبکہ تم بھوکے پیاسے ننگے ہوگے اور اہل موقف سب کے سب تمہاری طرف دیکھ رہے ہوں گے اور ہنستے ہوں گے۔ یہ سُن کر ہارون رشید اتنا روئے کر ہچکی بندھ گئی۔

آپ مستجاب الدعوات تھے۔ ہارون رشیدؒ نے ان کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تو اس کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ اسے ان لوگوں کو واپس کر دو جن سے لیا ہے قبل اس کے کہ وہ آخرت میں تم سے مطالبہ کریں جب کہ تمہارے پاس کچھ نہ ہوگا کہ ان کو راضی کر سکو یہ سنکر ہارون رشید رونے لگے۔

آپ کے اشعار حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار کو پڑھا کرتے تھے۔ ؎

دع الحرص علی الدنیا   وفی العیش لا تطمع

یعنی دنیا کی حرص کو چھوڑ دو اور یہاں کے عیش کی امید نہ کرو۔

ولا تجمع من المال   فما تدری لمن تجمع

مال کو جمع نہ کرو اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ کس کیلئے جمع کر رہے ہو۔

فان الرزق مقسوم   وسوء الظن لا ینفع

اس لئے کہ رزق تقسیم ہو چکا ہے پھر بدگمانی سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

فقیر کل ذی حرص   غنی کل من یقنع

ہر حریص فقیر ہے اور ہر قناعت والا غنی ہے۔ (طبقات ص۵۸)

وفات: آپ کا انتقال ۱۹۰ھ میں ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (الاعلام ص ۷۷ج ۲)

خلیفہ ہارون رشید عباسی رحؒ

نام ونسب تام ہارون رشید کنیت ابوجعفر والد کا نام مہدی بن منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ ہے۔

ولادت آپ کی ولادت ۱۴۸ھ میں بمقام رے، خیزرانؒ کے بطن سے ہوئی۔

حالات ہارون رشید خلفاء عباسیہ میں پانچویں خلیفہ ہیں۔ عباسیوں کو اپنے خاندان کی عظمت اور اہل عرب میں نسب کے اعتبار سے اشرف ہونے کا فخر تھا۔ ہارون رشید بادشاہ ہونے کے باوجود علماء اور اہل اللہ کی مجلسوں میں جاتے تھے اور فضیل بن عیاض، ابن سماک اور سفیان ثوری جیسے بزرگوں کی صحبت میں رہے۔ (تاریخ اسلام ص۲۴۴)

محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب الاعظمیؒ نے اپنی مشہور کتاب "اعیان الحجاج" میں آپ کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے اس کو لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

۱۷۰ھ میں اپنے بھائی ہادی عباس کے بعد ہارون رشید تخت نشین ہوا۔ خلفاء میں نہایت ممتاز اور دنیا کے بادشاہوں میں عالی شان بادشاہ تھا۔ بہت ہی حسین وجمیل، نہایت فصیح وبلیغ تھا اور علم وادب میں بھی اس کا کافی دخل تھا عیش وعشرت کے ساتھ ساتھ اسکو آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کا خوف بھی تھا۔ روزانہ نفل کی سو رکعتیں پڑھتا تھا۔ اور اپنی آمدنی سے روزانہ ہزار درہم خیرات کرتا تھا۔ علم اور اہل علم کا قدردان اور محب تھا۔ شعائر اسلام کی عظمت اور حرمت

کا پورا لحاظ رکھتا تھا، قرآن و حدیث پر اعتراض سننے کی تاب نہیں لا سکتا تھا بزرگوں کی صحبتوں میں خود حاضر ہوتا تھا اور ان کی نصیحتوں کو دل سے سنتا تھا۔ اور گریہ وزاری کرتا تھا۔ اس کی یہی خوبیاں تھیں جن کی بنا پر حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں اور میرے نزدیک اس سے زیادہ عزیز روئے زمین پر کوئی نہیں ہے۔ علماء کا بڑا احترام کرتا تھا۔ ایک دفعہ ابن السماک واعظ اُس کے دربار میں گئے تو اس نے ان کا بیحد احترام کیا، ابن السماک نے کہا کہ اس شرف کے ساتھ آپ کا یہ تواضع سب سے بڑا شرف ہے۔ اس کے بعد انھوں نصیحتیں کیں تو ہارون خوب رویا۔ ابو معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے ہارون رشید کے سامنے جب کوئی حدیث نبوی بیان کی ہے تو اس نے یہ ضرور کہا ہے "صلی اللہ علی سیدی"۔

ایک بار معاویہ محدث نے ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھایا، کھانے کے بعد جب ہاتھ دھلایا جانے لگا تو ان سے ہارون رشید نے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں آپ کا ہاتھ کون دھلا رہا ہے، یہ نابینا تھے، کہا میں نہیں جانتا، ہارون رشید نے کہا علم کی تعظیم میں آپ کا ہاتھ میں دھلا رہا ہوں

آپ کے محاسن مؤرخین نے ہارون کے محاسن میں اس کو بہت اہمت دی ہے کہ جس وقت امام عبداللہ بن المبارک کی وفات ہوئی اور ہارون رشید کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک مجلس تعزیت ترتیب دی اور امرار واعیان سلطنت کو حکم دیا کہ وہ ابن المبارک کے حادثۂ وفات پر ہارون کو صبر کی تلقین کریں۔

مورخین لکھتے ہیں کہ وہ ایک سال جہاد میں جاتا تھا اور ایک سال حج کو

جب حج کو جاتا تو فقہاء کرام اور ان کی اولاد میں سے سو افراد کو بھی اپنے ساتھ لے جاتا اور جس سال حج کو نہیں جاتا تھا اس سال تین سو آدمیوں کو کافی مصارف سفر دیکر حج کے لئے روانہ کرتا تھا

آپ کا حضرت فضیل بن عیاض کے یہاں جانا اور نصیحت طلب کرنا

ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن الجوزی نے صفة الصفوة میں نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید رات کے وقت حضرت فضل بن ربیعؒ کو ساتھ لے کر پہلے ابن عیینہ اور عبدالرزاق کے پاس گیا اس کے بعد حضرت فضیل بن عیاضؒ کے دروازہ پر دستک دی حضرت فضیلؒ اس وقت نماز میں کسی آیت کی تکرار فرما رہے تھے۔ فارغ ہو کر پوچھا کون؟ جواب ملا امیر المومنین، تو حضرت فضیل نے فرمایا مجھ کو ان سے کیا مطلب؟ جواب ملا کہ کیا آپ پر ان کی اطاعت لازم نہیں ہے؟ تو حضرت فضیل نے آکر دروازہ کھولا اور فوراً بالاخانہ پر جا کر چراغ گل کر کے ایک کونے میں بیٹھ گئے، جب ہارون اور فضل اوپر پہونچے تو ان کو ٹٹولنا شروع کیا۔ اتفاق سے ہارون کا ہاتھ ان پر پڑا تو وہ بولے کہ یہ ہاتھ کتنا نرم و نازک ہے۔ اگر کل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے، اس کے بعد ہارون نے کہا ہم جس کام سے آئے ہیں وہ شروع کیجئے، حضرت فضیل نے فرمایا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کو خلافت ملی تو انہوں نے سالم بن عبداللہ اور محمد بن کعب اور رجاء بن حیوۃ کو بلا کر کہا کہ میں اس بلا میں مبتلا ہو گیا ہوں، آپ لوگ مجھے کوئی نیک مشورہ دیجئے (دیکھو انہوں نے خلافت کو بلا سمجھا لیکن تم اور تمہارے ساتھی اس کو نعمت سمجھ رہے ہو۔)

خیر! اب آگے سنو کہ حضرت سالم نے عمر بن عبدالعزیز کو جواب دیا کہ اگر آپ

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو بڑے بوڑھے مسلمان کو اپنا باپ، درمیانی کو اپنا بھائی اور چھوٹوں کو اپنی اولاد سمجھے۔ پس باپ کی توقیر بھائی کا اکرام اور اولاد پر مہر و شفقت کیجئے۔ پھر رجاء نے کہا کہ اللہ کے عذاب سے بچنا ہے تو مسلمانوں کے حق میں اسی بات کو پسند کیجئے جو اپنے حق میں پسند کرتے ہیں اور جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہوں اس کو مسلمانوں کے لئے ناپسند کیجئے۔ اور میں تم کو کہتا ہوں کہ مجھ کو تمہاری بابت قیامت کے دن زبردست اندیشہ ہے پس بتلاؤ کہ کیا تمہارے ساتھ بھی کوئی اس طرح کا مشورہ دینے والا ہے۔ یہ سن کر ہارون کا پتہ پانی ہو گیا اور روتے روتے بیہوش ہو گیا۔

ربیع کا بیان ہے کہ میں نے یہ حال دیکھ کر فضیل سے کہا کہ امیر المومنین کے حال پر رحم فرمائیے اور ذرا نرمی کیجئے، تو حضرت فضیل بولے جی ہاں تم اور تمہارے اصحاب تو ان کی جان لے لیں اور میں نرمی کروں، اس کے بعد جب ہارون کو ہوش آیا تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، کچھ اور فرمائیے حضرت فضیل نے فرمایا۔ امیر المومنین! ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھ کو کہیں کا حاکم بنا دیجئے، تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکومت کا انجام قیامت کے دن حسرت و ندامت ہے اس لئے اگر ہو سکے تو کبھی امیر و حاکم نہ بنئے۔ ہارون یہ سنکر خوب رویا، اس کے بعد کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے کچھ اور نصیحت فرمائیے۔ حضرت فضیل نے فرمایا کہ اے خوبصورت چہرے والے انسان! قیامت کے دن ان مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ تجھ ہی سے باز پرس کریگا۔

پس اگر اپنے چہرہ کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہے تو کوئی صبح یا شام ایسی نہ آئے کہ رعیت کے کسی آدمی کی طرف سے تمہارے دل میں کھوٹ اور خیر خواہی کے خلاف کوئی بات ہو۔ پس اگر تمہارے دل میں خیر خواہی کے خلاف کوئی بات پائی گئی تو یاد رکھو کہ جنت کی مہک تک نہ پاؤ گے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

ہارون رشیدؒ نے پھر رونا شروع کیا، اس کے بعد پوچھا۔ آپ کے ذمہ کسی کا کوئی مطالبہ ہے؟ کہا ہاں! میرے ذمہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے مطالبات ہیں تو ہارون رشید نے کہا یہ نہیں بلکہ میں بندوں کے مطالبات کو پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا اللہ نے مجھ کو اس کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ اس کی وحدانیت کا یقین واقرار کروں اور اس کا حکم بجالاؤں۔ اس نے ارشاد فرمایا ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝

”اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں میں ان سے (مخلوق) کی رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں، اللہ خود ہی سب کو رزق پہونچانے والا اور نہایت قوت والا ہے۔“

اس کے بعد ہارون رشیدؒ نے کہا کہ اچھا یہ ہزار دینار ہیں ان کو قبول فرما لیجئے، بیوی بچوں پر خرچ کیجئے گا تو حضرت فضیل نے فرمایا سبحان اللہ! میں تم کو نجات کا راستہ بتا رہا ہوں اور تم مجھ کو اس کا بدلہ دے رہے ہو! جاؤ اللہ تعالیٰ تم کو سلامت رکھے اور نیک توفیق دے۔ اس کے بعد کوئی بات نہیں کی۔

ہارون رشید جب وہاں سے نکل کر دروازہ پر پہونچا ہے تو فضل سے کہا کہ پس

ایسے آدمی کے پاس لایا کرد، یقیناً یہ تو سید المومنین ہیں۔ اتنے میں گھر کی کوئی عورت حضرت فضیل کے پاس گئی، اور کہا کہ جیسی تنگی و عسرت میں ہماری زندگی گذر رہی ہے معلوم ہے اگر یہ مال لے لئے ہوتے تو کیا حرج تھا؟ فضیل نے اس کا جواب دیا کہ تمہاری مثال تو ان لوگوں کی سی ہے جن کے پاس ایک اونٹ تھا۔ جب تک اس میں قوت تھی تو اس سے کام لیکر پیسہ پیدا کرتے رہے، اور جب بوڑھا ہو گیا تو اس کو ذبح کر کے کھا گئے۔ (البتر المسبوک ص۳۴)

ف: سبحان اللہ کیا خوب واقعہ ہے جو یاد رکھنے کے قابل ہے اسلئے کہ اس میں علماء، و امراء سب کیلئے نصیحت ہے کہ علماء بید دریغ بادشاہوں تک کو سخت الفاظ میں نصیحت کرتے تھے اور امراء و ملوک اس کو بسر و چشم قبول فرماتے تھے۔ (فنعم العلماء والامراء۔)

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس مملکت میں بھی ایسے علماء و ملوک پیدا فرماویں تاکہ دنیا کا بگڑا ہوا انتظام درست ہو جائے اور دنیا کو مثل جنت کے بنادیں وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ (مرتب)

مؤرخین نے ہارون رشید کے حج کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔ از انجملہ ایک قابل عبرت واقعہ تاریخ کامل میں مذکور ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہارون رشید ایک بار کعبہ کے اندر داخل ہوا تو کعبہ کے کلید برداروں میں سے کسی نے دیکھا کہ ہارون رشید کعبہ کے اندر انگلیوں کے بل کھڑا ہو کر دعا مانگ رہا ہے۔

وفات ہارون رشید کی وفات خراسان کے شہر طوس (مشہد) میں ۱۹۳ھ میں ہوئی۔ اور طوس ہی میں مدفون ہوا۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

(اعیان الحجاج ج ۱ ص ۲۱۲)

حضرت منصور بن عمار الواعظ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام منصور، کنیت ابوالسری ہے، والد کا نام عمار ہے۔

فضل وکمال طبقہ اول کے مشائخ میں سے ہیں۔ مرو کے رہنے والے تھے بصرہ میں اقامت اختیار کیا تھا۔ آپ بہترین واعظ تھے۔

احمد بن ابی الحواری بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مطرف کو بیان کرتے سنا کہ منصور بن عمار کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو ان سے کہا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کردی اور حق تعالیٰ شانہ نے مجھ سے کہا کہ اے منصور میں نے تیرے بکثرت خلط ملط رہنے کے باوجود مغفرت کردی اس لئے کہ تو میرے ذکر کے لئے لوگوں کو اکٹھا کرتا تھا۔

ف: معلوم ہوا کہ ذکر کے لئے لوگوں کو جمع کرنا موجب رضائے الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کار ثواب کو کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (مرتب)

قحط کا واقعہ: منصور بن عمار بیان کرتے ہیں، جب لوگ قحط میں مبتلا تھے تو میں مصر پہنچا۔ سب نے نماز جمعہ ادا کی اور خوب رو رو کر دعائیں کی۔ میرے دل میں ارادہ ہوا تو میں صحن میں چلا گیا اور میں نے کہا اے لوگو! صدقہ اور اس جیسی چیزوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ پھر میں نے اپنی چادر پھینک دیا اور کہا۔ یہ میرا کسب ہے۔ تم لوگ صدقہ کرو تو عورتوں نے اپنا کنگن اور انگوٹھی ڈالنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ چادر بھر گئی پھر آسمان جم کر برسا اور لوگ کیچڑ

یں نکلے اور میں لیثؒ اور ابن لہیعہؒ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے غور سے مال کثیر دیکھا۔ اسی دوران میں اسکندریہ کے قلعہ کے ارد گرد گھوم رہا تھا اور ایک شخص غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا تجھے کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا! آپ ہی جمعہ کے دن خطاب کر رہے تھے۔ میں نے کہا! ہاں۔ پھر اس نے کہا آپ تو فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ چونکہ لوگ کہہ رہے تھے آپ خضر علیہ السلام ہیں دعا کی اور قبول ہو گئی۔ میں نے کہا! میں تو ایک گنہ گار بندہ ہوں۔

بشر نے منصور بن عمار کو لکھا اور ان سے اللہ تعالیٰ کا قول "الرحمن علی العرش استویٰ" کے سلسلے میں سوال کیا کہ استویٰ کس طرح کا ہے تو منصور بن عمار نے بشر کو لکھا۔ اللہ تعالیٰ کا استویٰ غیر محدود ہے اور اس کا جواب دینا تکلف سے خالی نہیں ہے۔ اور آپ کا اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اور ان تمام چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۹۳ ۹۴)

ارشادات فرماتے تھے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے عارفین کے قلوب کو ذکر کے ظروف (برتن) بنائے۔ اور اہل دنیا کے قلوب کو طمع کے برتن، اور فقراء کے دلوں کو قناعت کے ظروف بنائے۔

فرماتے تھے کہ: مجھے فقراء سے تعجب ہے کہ اپنے بھائیوں سے ایک لغزش ہو جانے پر ان کو سالوں تک چھوڑ دیتے ہیں اور توبہ کر لینے پر محمول نہیں کرتے۔ اور جب کسی ظالم کو ناحق مال لیتے دیکھتے ہیں تو ایک دیوار کے آڑ ہو جانے پر بھی کہتے ہیں کہ یہ مال حلال ہے اس لئے کہ احتمال ہے کہ اس نے دوسرے مال سے بدل لیا ہو۔ مگر اپنا بھائی جو ایک معمولی لغزش میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق تاویل نہیں کرتے کہ ممکن ہے کہ اس نے کچھ

دنوں کے بعد توبہ کرلیا ہو۔ اور قاعدہ تو ایک ہی ہوتا ہے۔ (طبقات ص۸)

ف: یعنی جس طرح ظالم کے توبہ کے متعلق تاویل کی جاتی ہے تو اسی قاعدہ سے اپنے بھائیوں کی لغزشوں کے بارے میں بھی تاویل کرنی چاہیئے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ بندہ کا بہترین لباس تواضع وانکساری ہے اور عارفین کے لئے بہترین لباس تقوی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ولباس التقوی ذالك خیر"، یعنی تقوی کا لباس ہی بہتر ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کے توبہ کا سبب یہ ہوا کہ انھیں راستہ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا ملا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ انھوں نے اسے اٹھالیا اور جب اس کو رکھنے کی کوئی جگہ نہیں ملی تو انھوں نے اسے کھا لیا۔ اس کے بعد انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ان سے کہہ رہا ہے کہ اس ٹکڑے کی تعظیم کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے حکمت کا دروازہ کھولدیا۔ (تصوف کا انسائیکلوپیڈیا)

وفات

سیر اعلام النبلاء کے مصنف نے لکھا ہے کہ مجھے آپ کے وفات کا سال نہیں ملا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰۰ھ کے اندر رہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ (سیر اعلام النبلاء ص۹۳/۹)

حضرت ابو محفوظ معروف ابن فیروز کرخی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام معروف، کنیت ابو محفوظ، والد کا نام فیروز ہے آپ کرخی کے لقب سے مشہور ہیں۔

ولادت آپ کی ولادت ربیع الاول ۱۵۶ھ میں ہوئی۔

فضل وکمال آپ ان مشائخ میں سے ہیں جو زہد و ورع، جوانمردی میں مشہور و معروف ہیں۔ آپ مستجاب الدعوات بزرگ ہیں۔ آپ کے قبر کے پاس استسقاء کے وقت دعاء کی جاتی ہے۔ آپ داؤد طائی کی صحبت میں رہے ہیں۔

محبت کی تعریف کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ محبت کیا چیز ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ محبت لوگوں کے سکھلانے اور تعلیم دینے سے نہیں آتی بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا عطیہ ہے۔ جب تک وہ نہ عطا فرمائیں تو انسان کے بس کا کام نہیں کہ وہ اپنے اختیار سے حاصل کرے۔ (نفحات الانس ص ۱۸۶)

ف: ہاں آدمی جب اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر اور اتباع سنت کا اہتمام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی محبت سے نوازتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔ (مرتب)

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کیلئے عمل خیر کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور بحث ومباحثہ کا باب بند فرما دیتے ہیں بخلاف اس شخص کے جس کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو عمل کا دروازہ بند کر دیتے

ہیں اور بحث و مباحثہ کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ اگر قلوبِ عارفین سے حُبِّ دنیا کا اخراج نہ ہوا ہوتا تو وہ فعل طاعات پر قادر نہ ہوتے اور اگر حُبِّ دنیا کا ایک ذرہ بھی انکے قلب میں رہتا تو ان کا ایک سجدہ بھی صحیح نہ ہوتا۔

ف: اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اس بلاء سے محفوظ رکھے۔ آمین! (مرتب)

فرماتے تھے کہ عارف دنیا کی طرف اضطراری طور پر مائل ہوتا ہے اور جو فتنہ کا شکار ہوتا ہے وہ دنیا کی طرف باختیار خود متوجہ ہوتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جب عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو مومنین کے قلوب اس کے لئے ہموار ہو جاتے ہیں۔ اور اس کو وہی شخص ناپسند کرتا ہے جس کے دل میں کوئی مرض ہوتا ہے۔

ف: یعنی جو حسد و کبر جیسے مرض کا شکار ہوتا ہے وہی ایسے عالم کو ناپسند کرتا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے جس بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس سے ذلت و رسوائی کو دور فرما دیتے ہیں اور اس کو سچے فقراء کی خدمت میں رہنے کی سعادت نصیب فرما دیتے ہیں اور جب کسی کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو اعمال صالحہ سے معطل فرما دیتے ہیں یہاں تک کہ عمل صالح اسکے لئے پہاڑوں سے بھی زیادہ ثقیل ہو جاتا ہے اور اس کو اغنیاء کے درمیان رکھ چھوڑتے ہیں۔

ف: ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی صحبت میں رہنے سے دنیا کے حرص و ہوس میں مبتلا ہوتا ہی چلا جائے گا، یہاں تک کہ ہلاک ہو جائے گا۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات سنہ ۲ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (طبقات صفحہ ۶۲)

حضرت فتح بن علی موصلی المعروف بہ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام فتح، والد کا نام علی، آپ فتح موصلی سے مشہور ہیں۔ آپ موصل (عراق) کے مشائخ عظام میں سے ہیں حضرت بشر حافی قدس سرہٗ کے ہمعصر تھے۔

حضرت بشر حافی رح کے یہاں مہمانی ایک بار حضرت بشر حافی رح کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا اگر کچھ کھانا ہو تو لاؤ چنانچہ کھانا حاضر کیا گیا۔ آپ نے کچھ کھایا اور کچھ کھانا اٹھا کر گدڑی میں رکھ لیا اور چلے گئے۔ حضرت بشر حافی رح کی اس مجلس میں ایک کم عمر لڑکا موجود تھا اس نے شیخ فتح رح کے اس فعل پر تعجب کیا اور شیخ بشر حافی رح سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ شیخ فتح رح متوکلین کے امام ہیں مگر آپ نے دیکھا کہ وہ تو کھانا گدڑی میں رکھ کر لے گئے، یہ کیسا توکل ہے؟ حضرت بشر حافی رح نے فرمایا کہ وہ تم کو یہ سکھا گئے ہیں کہ جب توکل اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس قسم کی باتوں سے اس کو نقصان نہیں پہنچتا۔

ف: سبحان اللہ، توکل کی کیسی حقیقت بیان فرمائی۔ (مرتب)

شیخ الاسلام رح فرماتے ہیں کہ جب تجرید (بے غرض اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا) کا وصف درست ہو جاتا ہے تو اس وقت ملکِ سلیمان بھی فقیر کو ہیچ نظر آتا ہے اور جب تجرید درست نہ ہو، ناتمام ہو تو اس وقت تو ہاتھ سے بڑھی ہوئی آستین کا بھی احساس ہوتا ہے۔

وفات آپ کی وفات ۲۲۰ھ میں بشر حافی رح کے انتقال سے سات سال قبل ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (نفحات الانس صفحہ ۱۹۹)

حضرت محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام محمد، والد کا نام اسلم، کنیت ابوالحسن۔ آپ امام اور حافظ اور اللہ والے تھے

ولادت آپ کی ولادت قریب ۱۸۰ھ میں ہوئی۔

اتباع سنت اسحاق بن طارق نے کہا کہ میں نے پچاس سال کی مدت میں محمد بن اسلم سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو شدت کے ساتھ اختیار کرنے والا نہیں پایا۔ احمد بن سلمہ نے کہا کہ محمد بن اسلم اہل طوس کے ایک آدمی کے گھر میں بیمار ہوئے۔ تو اس نے کہا کہ تم رات میں مجھ سے الگ نہ ہونا کیونکہ صبح ہونے سے پہلے میرے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے گا۔ (یعنی موت) جب میں مرجاؤں تو کسی کا انتظار نہ کرنا اور اسی وقت میری تجہیز وتکفین کر دینا۔

ف: یہ بھی اتباع سنت کے تقاضے کے تحت تھا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجہیز وتکفین میں جلدی کرنے کا امر فرمایا ہے۔ (مرتب)

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۹۵)

آپ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو اس قدر روتے کہ پڑوس والوں کو رحم آتا اور جب نکلتے تو چہرہ دھولیتے اور سرمہ لگالیتے اور رات میں صدقہ کے لئے نکلتے تو ڈھاٹا باندھ کر نکلتے تاکہ ان کو کوئی نہ پہچانے۔

ف: سبحان اللہ کس قدر اہتمام تھا اخلاص کا جس کی وجہ سے انفاق مال اور کثرت عبادت اور باطنی حال کا اخفا فرماتے تھے جو امت کے لئے بہترین

اسوہ ونمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

ارشادات

آپ فرماتے تھے کہ سواد اعظم کی اتباع کرو۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ سواد اعظم سے کون لوگ مراد ہیں تو فرمایا ایک عالم دین ہو یا دو جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وطریقہ کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہوں۔ اس سے مراد مطلق مسلمانوں کی جماعت نہیں ہے پس جو شخص ان دو عالم کے ساتھ یا ایک عالم کے ساتھ ہوگا اور اس کی اتباع کرے گا تو وہی جماعت ہے اور جس نے اس کی مخالفت کی اس نے گویا جماعت کی مخالفت کی۔

ف : سبحان اللہ! سواد اعظم کی کیسی عمدہ تعریف فرمائی۔ (مرتب)

آپ اپنے اعمال نافلہ کو چھپاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر مجھے قدرت ہوتی کہ دونوں فرشتوں سے بھی چھپاؤں تو ایسا کرتا۔

ف : یہ سب غایت اخلاص کی علامت ہے۔ (مرتب)

وفات

آپ کی وفات ۲۲۶ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(طبقات ص ۵۴)

حضرت ابونصر بشر ابن حارث الحافی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام بشر، کنیت ابونصر والد کا نام حارث ہے۔ آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے اور حافی سے مشہور تھے۔

ولادت آپ کی ولادت ۱۵۲ھ میں ہوئی۔ آپ مرو کے رہنے والے تھے بعد میں بغداد کے اندر سکونت اختیار فرمائی۔

فضل وکمال آپ زبردست عالم اور محدث تھے۔ امام اور مقتدا سمجھے جاتے تھے اور حضرت فضیل ابن عیاضؒ کی صحبت میں رہے اور نہایت پرہیزگار کبیر الشان عالم تھے۔ علم وحال میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ نے طلب علم میں سفر کیا اور حضرت امام مالکؒ وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ وہ آدمی آخرت کی حلاوت نہ پائے گا جو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کو پہچانیں یعنی چاہتا ہو کہ اس کے صفاتِ کمال پر لوگ مطلع ہوں۔ فرماتے تھے کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ عاقلوں اور شریف لوگوں پر احمقوں اور رذیل لوگوں کی حکومت ہوگی۔ فرماتے تھے کہ تمہارے لئے وہ جماعتیں کافی ہیں جن کے ذکر سے قلوب زندہ ہو جاتے ہیں اور یقیناً اب کچھ ایسے لوگ زندہ رہ گئے ہیں جن کے دیکھنے سے قلوب مردہ ہو جاتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ کل گذشتہ تو مر چکا، رہا آج کا دن تو وہ نزع میں ہے، رہا آنے والا دن تو ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ لہٰذا اعمال صالحہ میں جلدی کرو۔

ف: اسی کو کہا گیا ہے کہ الماضی لایذکر والاستقبال لاینتظر

والحال یعتبر۔ ماضی کا ذکر نہیں مستقبل کا انتظار نہیں بس حال کا ہی اعتبار ہے۔ اس لئے اس میں جو کچھ اعمال صالحہ کر سکو کر دا ور اسے کار آمد بناؤ۔ (مرتب)

محمد ابن یوسفؒ فرماتے تھے کہ میں نے ایک آدمی کو حضرت بشرؒ سے یہ سوال کرتے سنا کہ آپ حدیث بیان فرمایئے تو انہوں نے انکار فرمایا تو وہ آدمی بہت زیادہ خوشامد و اصرار کرنے لگا تاہم انہوں نے قبول نہ فرمایا۔ جب ناامید ہو گیا تو کہا کہ اے ابو نصر! قیامت کے دن جب آپ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے اور اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے کہ لوگوں سے حدیث کیوں نہیں بیان کی تو آپ کیا جواب دیں گے ؟ تو حضرت بشرؒ نے فرمایا کہ میں یہ عرض کروں گا، اے میرے رب! آپ نے مخالفت نفس کا حکم دیا تھا اور میرا نفس حدیث بیان کرنے سے ریاست کا طالب تھا اس لئے میں نے اس کی مخالفت کی۔ اور اس کے مقصد کو پورا نہ ہونے دیا۔

ف: غور فرمایئے کہ باوجود اتنے بڑے عالم و بزرگ ہونے کے اپنے نفس سے ایک آن کے لئے غافل نہ تھے اور جس عمل خیر میں نفس کی شرکت کا خطرہ تھا اس سے بھی باز رہے پس اس میں ہم سب کے لئے کتنی زبردست نصیحت ہے کہ نیک کام میں نفس کی شرکت سے کس قدر احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

فرماتے تھے کہ جس کو عورتوں کی ضرورت نہ ہو تو بس اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور ہرگز ہرگز عورتوں کی رانوں کا عادی نہ بنے ہاں اگر بضرورت چار بیوی بھی رکھے تو وہ مسرف یعنی فضول کام کرنے والا نہیں ہے۔ لوگوں نے استفسار کیا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے تاکہ آپ مخالفت

سنّت سے نکلیں تو فرمایا کہ میں سنّت کو چھوڑ کر فرض کی ادائیگی میں مشغول ہوں ۔

ف : پس آپ نے فرض سے مراد نفس کا مجاہدہ اور اخلاق ردیہ سے اس کو پاک صاف کرنا لیا ہے یعنی تزکیہ نفس جو ہر شخص پر فرض عین ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قد افلح مَنْ زکّٰھَا یعنی فلاح پائی اس نے جس نے نفس کو برائیوں سے صاف و پاک کیا ۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ برے لوگوں کی صحبت سے نیکیوں کے ساتھ بدظنی پیدا ہوگی اور نیک لوگوں کے ساتھ رہنے سے بروں کے ساتھ حسن ظن پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ حُسنِ ظن کرنے پر عتاب نہ فرمائے گا ۔ اس لئے کہ حُسنِ ظن کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے ۔ بخلاف بدظنی کے کہ اس کے بعض کو اللہ تعالیٰ نے اثم و گناہ قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یعنی بعض بدگمانی گناہ ہے ۔ (مرتب)

جب آپ کسی فقیر کو دیکھتے کہ وہ ہنس رہا ہے اور غافل ہے تو فرماتے کہ اللہ سے ڈرو کہ اس حال پر تمہاری گرفت نہ فرمائے ۔ فرماتے تھے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں قصور کرتا ہے تو اس کی سزا میں جو چیز اس کی مونس ہوتی ہے اسی کو اس سے سلب فرما لیتے ہیں ۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ (طبقات صہ ۶۳ ج ۱)

وفات آپ کی وفات بروز جمعہ ماہ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں خلیفہ معتصم باللہ سے ایک سال قبل ہوئی اور آپ اس دار فانی میں ۷۵ سال قیام پذیر رہے ۔ رحمۃ اللہ علیہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ صہ ۴۶۹)

حضرت سعید ابن منصورؒ صاحب السنن رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام سعید کنیت ابوعثمان، والد کا نام منصور ہے

ولادت اور علمی اسفار آپ کی ولادت خراسان کے ایک مقام جوزجان میں ہوئی۔ بچپن کا زمانہ بلخ میں گذرا دہیں سے تعلیم کا آغاز بھی ہوا اور پھر سن شعور کے بعد دور دراز کے مختلف علاقوں میں جاکر اس زمانہ کے مشہور محدثین سے حدیثوں کا سماع کیا اور استفادہ کیا۔

شیوخ حدیث آپ کے مشہور شیوخ حدیث میں امام دار الہجرت حضرت مالک بن انس صاحب موطا، عبداللہ ابن المبارک اور اسماعیل بن علیہ وغیرہم ہیں۔

مشہور تلامذہ امام ابن حنبل صاحب المسند، امام ابوداؤد السجستانی صاحب السنن، احمد بن نجدہ ابن العریان الہروی۔ یہی احمد بن نجدہ سعید ابن منصور سے ان کی کتاب السنن کے راوی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک دوسرے محدث محمد بن علی بن زید الصائغ بھی سعید بن منصور سے ان کی کتاب السنن کی روایت کرنے والے ہیں اور آج علمی دنیا کے سامنے کتاب کا جو مطبوعہ نسخہ ہے وہ انہیں مؤخر الذکر راوی کی روایت سے ہے (اذکار عالم ص۴۹)

کتاب السنن مستند کتاب ہے یہ کتاب دنیا میں پہلی بار ۱۹۶۶ء میں محدث جلیل مولانا حبیب الرحمن صاحب الاعظمیؒ کی تحقیق تعلیق وتحشیہ کے بعد مجلس علمی ڈابھیل ضلع نوساری

نے شائع کی جب کہ یہ کتاب دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے آغاز میں تصنیف کی گئی ہے۔ (افکار عالم ص ۹۹) مرتبہ مولانا نظام الدین اسیرادروی

آپ کی عظمت شان کے متعلق ائمۂ فن کی رائیں

چنانچہ مولانا اسیر وردی نے افکار عالم میں آپ کی عظمت شان کے متعلق بہت سے ائمۂ فن کی رائیں نقل فرمائی ہیں۔ ہم ان میں سے چند اکابر کی رائیں نقل کرتے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ نے سعید بن منصور کی عظمت وجلالت علمی کے سلسلہ میں اکابر محدثین اور ائمۂ اسماء الرجال اور ائمۂ جرح و تعدیل کے بہت سے اقوال اور رائیں بھی نقل کی ہیں وہ لکھتے ہیں:

سلمہ بن شعیب کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد ابن حنبلؒ کے سامنے سعید ابن منصور کا تذکرہ کیا تو انہوں نے ان کی بڑی تعریف کی اور ان کی عظیم علمی خدمات کا ذکر کیا مشہور محدث ابو حاتم رازی نے بیان کیا کہ "ھو ثقۃ المتقنین الاثبات ممن جمع وصنف"۔ (تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی)

حرب الکرمانی سعید بن منصور سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، ان کا بیان ہے کہ سعید بن منصور نے لوگوں کو دس ہزار حدیثیں زبانی املا کرائیں

مشہور مورخ اسلام اور محدث و مفسر حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اپنی کتاب "البدایۃ والنہایۃ" میں سعید بن منصور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

سعید بن منصور مشہور کتاب السنن کے مصنف ہیں۔ اُن کے فضل و کمال میں یہ بھی لوگ اُنکے دور میں ان کے شریک وسہیم ہیں۔

وفات: آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۲۲۷ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

آپ سے روایت کرنے والے دو محدث ہیں

اسماء الرجال کی متعدد مستند کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ کتاب السنن کی سعید بن منصور سے روایت کرنے والے دو محدث ہیں۔
علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں نے صراحتاً یہ نام لکھے ہیں
ایک احمد بن نجدۃ بن العریان ہیں اور دوسرے راوی محمد بن علی بن زید الصائغ
ہیں۔ چونکہ بعد کا سلسلہ سند مؤخر الذکر راوی سے چلتا ہے۔ اس لئے ہم اسماء الرجال
کی کتابوں سے ان کا تعارف پیش کرتے ہیں۔

رجال سند

مطبوعہ کتاب السنن نے آغاز میں جو سند مذکور ہے وہ
اس طرح ہے:

اخبرنا الشیخ الحافظ ابو البرکات عبد الوهاب بن المبارك بن
احمد، ابن الانماطی، قال، انبانا الثقة ابو طاهر احمد بن الحسن
الباقلانی الکرخی، قال انبانا ابو علی الحسن بن احمد بن ابراهیم
بن الحسن بن محمد بن شاذان قراءۃ علیه وانا اسمع، فقال اخبرنا
ابو محمد دعلج السجستانی قال، اخبرنا محمد بن علی بن زید
الصائغ، قال، حدثنا سعید بن منصور، قال، باب الحث علی تعلیم
الفرائض...... الی آخرہ۔

اس کے بعد مولانا اسیر ادروی نے دونوں راویوں کا تعارف ارقام فرمایا ہے جسکو ہم
بغرض اختصار حذف کرتے ہیں۔ اخیر میں عبد الوہاب ابن المبارک کا تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ
تحریر فرماتے ہیں کہ، ان کا نام عبد الوہاب، کنیت ابو طاہر، والد کا نام مبارک بغدادی ہے
آپ امام ابن الجوزیؒ کے استاذ ہیں، علامہ ذہبیؒ نے اُن کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"الشیخ الامام الحافظ المفید الثقۃ المسند بقیۃ السلف ابو البرکات عبدالوہاب ابن المبارک بن احمد بن الحسن بن بندار البغدادی الانماطی۔"

ان کو جن شیوخ سے حدیث کا سماع حاصل ہے ان کے نام یہ ہیں۔ ابو محمد الصریفینی، ابو الحسن بن النقور، ابو القاسم ابن البسری، ابو نصر الزینبی وغیرہم ان کے علاوہ دوسرے شیوخ حدیث سے بھی ان کو سماع حاصل ہے۔ بہت ہی متقی صاحب زہد و ورع تھے۔ اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ رکھتے تھے۔ ابن الجوزی ان کے بارے میں صحیح السماع، ثقہ ثبت کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کا بیان ہے، میں ان کے سامنے حدیث کی قرأت کرتا تھا تو وہ روتے جاتے تھے مجھے ان کے بیان سے[ع] زیادہ ان کے رونے سے علمی فائدہ پہونچا۔ میں نے ان سے اتنا استفادہ کیا کہ اس کے مقابلے میں دوسروں سے کچھ حاصل نہیں کیا۔ میں ان کی خدمت میں ان دنوں حاضر ہوا جب وہ انتہائی لاغر ہو چکے تھے۔ ان کی وفات ۱۱ محرم ۵۳۸ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ف : حضرت مولانا نظام الدین اسیرادروی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انھوں نے سعید بن منصور صاحب السنن کے متعلق افکار عالم میں تفصیلی معلومات فراہم کیں اس کے ضمن میں مزید چند محدثین کا بھی تذکرہ لکھا جو نہایت اہم اور بصیرت افروز ہیں۔ (مرتب)

ع اس ارشاد کو حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کسی کتاب سے نقل فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ علامہ ابن الجوزی بظاہر خشک سمجھے جاتے رہیں اور صوفیہ پر نکیر کرنے میں مشہور رہیں مگر ان کا بھی باطنی حال یہ تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ ان کے بیان سے زیادہ ان کے رونے سے علمی فائدہ پہنچا۔

(محمد قمر الزماں الہ آبادی)

حضرت ابوالحسن احمد بن ابی الحواری رح

نام و نسب نام احمد، والد کا نام میمون، کنیت ابوالحسن ہے

فضل و کمال آپ مشائخ کے طبقہ والے میں سے ہیں اور آپ شیخ ابو سلیمان دارانی اور ابو عبداللہ بناجی کے ہم صحبت تھے۔ آپ کا سارا خاندان ہی عابد و پرہیز گار تھا۔

حضرت جنید رح فرماتے تھے کہ احمد ابن ابی الحواری ریحانۃ الشام ہیں۔ ریحانہ تلسی کو کہتے ہیں جو خوشبو دار درخت ہوتا ہے۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ مجھ کو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک رقیہ سکھلایا اور فرمایا کہ جب تم کسی درد میں مبتلا ہو تو درد کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر یہ پڑھو" وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ "۔ پس جب کبھی میں نے اس کو پڑھا تو درد فی الفور کافور ہو گیا۔

اور آپ کے اخلاق حسنہ میں سے کسی چیز پر کوئی مطلع ہو جاتا تو اپنے کو ملامت کرتے اور فرماتے کہ کس قدر غفلت کی بات ہے کہ تمھارے محاسن لوگوں پر ظاہر ہو جائیں۔ (طبقات)

ف: سبحان اللہ کس قدر اخفاء حال کا اہتمام تھا جو غایت درجہ اخلاص پر دال ہے۔ (مرتب)

آپ نے فرمایا کہ دنیا ایک مزبلہ یعنی گھورا ہے جس پر کتے اکٹھے ہوتے ہیں پس وہ شخص کتے سے بھی کمتر ہے جو اس سے دور نہیں رہتا کیونکہ کتا تو گھورے

سے اپنی ضرورت لے کر چلا جاتا ہے لیکن دنیا کو دوست رکھنے والا انسان وہ دنیا سے کسی حال میں جدا نہیں ہوتا ہے۔ (نفحات الانس صـ ۲۲۴)

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ میں آپ کا قول یوں تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا کی طرف حسن ارادت و محبت سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور یقین اور زہد نکال دیتے ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر کوئی کام کیا اس کا وہ عمل باطل ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ سب سے بہتر رونا یہ ہے کہ بندہ ان اوقات پر روئے جن میں اس نے (شریعت سے) موافقت نہیں کی یعنی شریعت کے موافق عمل نہ کیا۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کو غفلت اور سنگدلی سے بڑھ کر سخت چیز میں مبتلا نہیں کیا۔ (تصوف کا انسائیکلوپیڈیا صـ ۸۱)

ف: اس سے اللہ کے ذکر سے غفلت اور دل کی قساوت و سخت دلی کی کیسی مذمت ثابت ہوئی۔ اس لئے اللہ سے ذکر کثیر کے توفیق کی دعا کرنی چاہئے اور کسی شیخ کی تربیت میں رہ کر ذکر کی۔ تمرین و مشق کر کے اسمیں رسوخ و کمال پیدا کرنا چاہئے۔ واللہ الموفق (مرتب)

وفات

آپ کی وفات سنہ ۲۳۰ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(طبقات)

حضرت ابو علی احمد بن عاصم انطاکیؒ

نام و نسب نام احمد، والد کا نام عاصم، کنیت ابو عبداللہ دوسری کنیت ابو علی ہے۔

تعارف آپ امام و پیشوا اور دمشق کے واعظ تھے (سیر اعلام النبلاء ص۴۰۹ ج۱۱) آپ بشر حافی بن حارثؒ اور سری سقطیؒ اور حارث محاسبیؒ کے ہم عصروں میں سے تھے اور آپ کی فراست کے زیادہ ہونے کی وجہ سے ابو سلیمان دارانی نے آپ کا نام جاسوس القلب رکھدیا تھا۔ (طبقات ص۸۳)

ارشادات آپ فرماتے تھے جب معاملہ قلب تک پہنچ جاتا ہے تو اعضاء کو آرام نصیب ہو جاتا ہے۔

ف: ظاہر ہے کہ اعضاء کو قلب کی اصلاح کیلئے مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ جب قلب درست ہو جائے گا تو اعضاء کو راحت مل جائے گی۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ اپنے حالیہ امور کی اصلاح کر لو، تمھارے گذشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی۔

آپ فرماتے تھے کہ یقین شک کو دل سے نکال دیتا ہے۔ اسلئے کہ دونوں میں تضاد ہے۔ دونوں یعنی شک و یقین جمع نہیں ہو سکتے۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۱ ص۴۰۹)

آپ فرماتے تھے کہ میں کسی پر رشک نہیں کرتا ہوں مگر جس نے اپنے خالق تعالیٰ کو صحیح طور پر پہچان لیا۔

ف: بیشک معرفت باری تعالیٰ قابل رشک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو معرفت الہیہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ میں اس وقت تک مرنا نہیں چاہتا ہوں جب تک کہ اللہ تعالیٰ

کو عارفین کے پہچاننے کی طرح میں کبھی پہچان نہ لوں۔

آپ فرماتے تھے کہ تم دنیا کو اپنے سے دور کر دو تو اللہ تعالیٰ تم پر قناعت کے ذریعہ احسان کرے گا (یعنی صفت قناعت سے نوازے گا) اور اپنی رضا کے ذریعہ احسان کرے گا۔ (یعنی اپنی رضا و خوشنودی سے شاد فرمائے گا۔) (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۴۲۱)

فرماتے تھے کہ: مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک پہنچوں گا جسمیں اسلام پھر غریب و اجنبی ہو کر لوٹ آئے گا۔ تو آپ سے دریافت کیا گیا، کہ کیا اسلام پھر غریب و اجنبی ہو گیا؟ تو فرمایا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں اگر کسی عالم کے پاس جاؤگے تو اس کو دنیا کے معاملہ میں مفتون اور حبِ جاہ و ریاست میں مبتلا پاؤ گے۔ اپنے علم کے ذریعہ کماتا ہوگا اور کہتا ہوگا کہ میں اس دنیا کا زیادہ حقدار ہوں۔ اور اگر کسی عابد کے پاس جانے کی خواہش کروگے جو پہاڑ میں عزلت نشین ہے تو اس کو بھی اپنی عبادت میں جاہل اور اپنے نفس اور ابلیس کے خداع و مکر میں پڑا ہوا پاؤ گے۔ عبادت کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکا ہے مگر اس کے ادنیٰ سے بھی ناواقف ہے چہ جائیکہ اس کے اعلیٰ سے۔ (یعنی عبادت ہوگی معرفت نہ ہوگی۔)

پس علماء اور عابدین سبھی پھاڑ کھانے والے درندے اور اُچک لینے والے بھیڑیے ہو گئے ہیں۔ پس یہ تمھارے زمانہ کے اہل علم اور حامل قرآن اور حکمت کے راعیوں کا حال ہے۔ پس اے اہل بصیرت عبرت حاصل کرو۔

فرماتے تھے کہ: جب سچے فقراء کے ساتھ بیٹھو تو صدق کے ساتھ بیٹھو اس لئے کہ یہ لوگ قلوب کے جاسوس ہیں، تمھارے قلوب میں داخل ہوتے ہیں

وفات صحیح طور سے معلوم نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ سنہ ۲۳۰ھ تک زندہ رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۷)

حضرت ابو عبد الرحمن حاتم بن عنوان الاصم رح

نام ونسب نام حاتم، کنیت ابو عبد الرحمن، حاتم اصم سے مشہور ہیں۔ والد کا نام عنوان ہے۔ آپ خراسان میں بلخ کے مشائخ متقدمین میں سے تھے۔ آپ حضرت شقیق بلخی رح کی صحبت میں رہے ہیں۔

تربیت کا نرالا انداز حضرت حاتم اصم رح محمد بن مقاتل کے پاس گئے جو رے کے عالم تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ ان کا گھر وسیع اور فرش سے آراستہ ہے، اور بہت سے غلام و خادم سامنے حاضر ہیں اسلئے ان کو سلام نہیں کیا۔ اور ان سے کہا کہ اے محمد! تم نے اپنے اس گھر کی تعمیر اور ان فرشوں اور ان سامانوں میں کس کی پیروی کی ہے؟ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہؓ وتابعین اور ائمہ وصالحین کی، یا فرعون ونمرود کی؟ محمدؒ نے سکوت اختیار کیا۔ پھر حاتمؒ نے کہا کہ اے بُرے عالمو! تمھاری مثال تو اُن جاہلوں کی ہے جو دُنیا میں پنجے گھسائے ہوئے ہیں اور اس کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔ تم لوگ عوام کو بگاڑنے والے ہو، کیونکہ وہ کہیں گے کہ محمد جو کہ عالم ہیں جب ان کا یہ حال ہے تو ہم تو ان کے مقلد و پیرو ہیں۔

حضرت حاتم رح کے اس کلام سے محمد بن مقاتل کی بیماری اور زیادہ ہو گئی اس کے بعد حاتمؒ نے ان عالم سے کہا کہ میں عجمی آدمی ہوں، چاہتا ہوں کہ تم مجھے نماز کے لئے وضو کرنا سکھا دو۔ عالم نے کہا کہ تم وضو کرو، میں دیکھتا ہوں، چنانچہ حاتم رح نے تین تین بار کلیاں کیں، ناک میں پانی ڈالا۔ اور داہنا ہاتھ دھویا، مگر جب بائیں ہاتھ کی باری آئی تو اس کو چار مرتبہ دھویا۔ ان عالم

نے کہا کہ تم نے جو چار مرتبہ ہاتھ دھویا تو اسراف کیا۔ اس پر حضرت حاتم نے فرمایا کہ سبحان اللہ، ایک چلّو پانی میں تو میری فضول خرچی کو تم نے ناپسند کیا، اور ان سب چیزوں میں جو فضول خرچی خود تم نے کی ہے اسکو ناپسند نہ کیا۔ وہ سمجھ گئے کہ تعلیم وضو کی درخواست سے ان کا مقصود صرف تنبیہ کرنا تھا۔ چنانچہ اس سے ان کو تنبیہ ہوا۔ اور گھر بار، نوکر، چاکر سب کو چھوڑ دیا اور فقیروں میں شامل ہوگئے۔ (طبقات)

آپ کے توکّل کی بنیاد

محمد ابن ابو عمران کہتے ہیں کہ میں نے حاتم اصم سے سنا، جبکہ ایک آدمی نے ان سے یہ سوال کیا کہ آپ کے توکل علی اللہ کی کیا اساس (بنیاد) ہے؟ آپ نے جواب دیا، چار خصلتوں پر:۔

۱۔ جب میں نے جان لیا کہ میری روزی کوئی دوسرا نہیں کھائے گا، تو میرا نفس روزی کی طرف سے مطمئن ہوگیا۔

۲۔ جب میں نے جان لیا کہ میرا کام کوئی دوسرا نہیں کرے گا، تو میں کام میں لگ گیا (کہ کسی دوسرے سے اپنے کام کی کیوں امید رکھوں)۔

۳۔ جب میں نے جان لیا کہ موت اچانک آئے گی، تو میں نے اس کی تیاری میں جلدی کی

۴۔ جب میں نے یہ بات جان لی کہ اللہ تعالیٰ ہمہ وقت مجھ کو دیکھ رہے ہیں تو میں اس سے حیا کرنے لگا۔

ف: سبحان اللہ، شیخ حاتم اصمؒ نے کتنی واضح چیزوں پر اپنے توکّل کی بنیاد رکھی، جس کا پیش نظر رکھنا سب کے لئے لازم ہے۔ (مرتب)

کیفیتِ نماز

عاصم بن یوسف، حاتم اصمؒ کے پاس گئے، جبکہ وہ اپنی مجلس میں کچھ بیان فرما رہے تھے۔ تو عاصم بن یوسف نے سوال کیا کہ آپ کیسے نماز ادا کرتے ہیں؟ تو حضرت حاتم اصم نے فرمایا: میں تیار ہوتا ہوں اور اطمینان کے ساتھ چلتا ہوں، اور نیت کے ذریعہ نماز میں داخل ہوتا ہوں اور عظمت کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں۔ اور ترتیل و تفکر کے ساتھ قرآن پڑھتا ہوں، اور خشوع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں اور تواضع کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں، اور سنت کے مطابق سلام پھیرتا ہوں اور خلوص نیت کے ساتھ اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں، اس بات کے خوف کے ساتھ کہ ایسا نہ ہو کہ میری نماز جناب الٰہی میں قبول نہ ہو۔ تو انھوں نے کہا تم نماز اچھی طرح ادا کرتے ہو۔

ارشادات

عبداللہ بن سہل کہتے ہیں کہ میں نے حاتم اصمؒ کو کہتے ہوئے سنا، میں شفیق کے پاس تیس سال تک رہا۔ تو ایک دن مجھ سے فرمایا کہ تم نے کیا سیکھا؟ میں نے کہا: (۱) میں نے سمجھ لیا کہ میری روزی میرے رب کے ذمہ ہے، اس لئے میں اپنے رب کے ذکر میں مشغول ہوگیا۔

(۲) جب مجھے اس بات کا علم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر دو فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے جو میری ہر بات کو محفوظ کر رہے ہیں، تو میں صرف سچ ہی بولتا ہوں۔

(۳) اور جب میں نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ میرے باطن کو دیکھتے ہیں، اور لوگ میرے ظاہر کو، تو میں نے سمجھ لیا کہ باطن کی اصلاح ضروری اور اہم ہے

تو پھر لوگوں کے دیکھنے کا خیال میرے دل سے پوری طرح نکل گیا۔

(۴) جب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنے پاس بلانے والے ہیں تو میں نے اس کی تیاری شروع کر دی کہ معلوم نہیں کب موت آجائے۔

تو مجھ سے فرمایا اے حاتم! تمھاری کوشش بیکار نہیں ہوئی۔

حامد اللقاف فرماتے ہیں کہ میں نے حاتم الاصم کو کہتے ہوئے سُنا کہ ہر صبح شیطان مجھ سے کہتا ہے کہ تم کیا کھاؤ گے؟ تم کیا پہنو گے؟ اور کہاں رہو گے؟ تو میں اس سے اس کے جواب میں کہتا ہوں: میں موت کھاؤں گا، کفن پہنوں گا۔ قبر میں رہوں گا۔

ف: سبحان اللہ، کیا ہی خوب جواب ہے جو شیطان کی زبان کو بند کرنے والا ہے۔ کاش کہ اس حال کا استحضار ہوتا۔ (مرتب)

ایک آدمی نے حضرت حاتم الاصمؒ سے پوچھا کہ آپ کسی چیز کی تمنا رکھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ "دن سے رات تک کی عافیت۔

حضرت حاتم الاصم رحؒ سے کہا گیا کہ کیا تمام دن عافیت نہیں ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ عافیت سے مراد یہ ہے کہ میں اُس دن اللہ کی نافرمانی نہ کروں۔

ف: سبحان اللہ، عافیت کی کیسی عمدہ توضیح فرمائی۔ سنا ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ نے بھی "خیریت" کی بابت یہی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو تو سمجھو کہ خیریت ہے۔ (مرتب)

اور آپ فرماتے تھے کہ تم اپنے آپ کو تین چیزوں کے لئے تیار کرو۔

۱۔ جب تم کوئی کام کرو تو اس بات کا خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہے ہیں۔ ۲۔ جب تم بات کرو تو یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ تمھاری باتوں کو

سُن رہے ہیں۔ ۳۔ اور جب تم خاموش رہو تو اس بات کا خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو تمھارے ظاہر و باطن ہر حال کا علم ہے۔ (صفۃ الصفوۃ ص۱۶۱)

ف : سبحان اللہ کیسے مفید نصائح ہیں جو نقش قلوب کئے جانے کے لائق ہیں۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ جو شخص تین چیز کے بغیر تین چیز کا دعویٰ کرے تو وہ کذّاب ہے

۱۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خشیت کا دعویٰ کرے اور اللہ تعالیٰ کے محارم سے پرہیز نہ کرے تو وہ کذّاب ہے۔

۲۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طاعت میں بغیر انفاق مال کے جنّت کی محبت کا دعویٰ کرے تو وہ کذّاب ہے۔

۳۔ اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرے اور فقر سے محبت نہ کرے تو وہ کذّاب ہے۔

آپ کی خدمت میں عصام بن یوسفؒ نے کوئی ہدیہ بھیجا تو اس کو قبول فرمالیا تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اِس ہدیہ کو کیوں قبول فرمایا؟ فرمایا کہ اِس کے قبول کرنے میں میرے نفس کی ذلت تھی اور اس کے رد میں عزت، اِس لئے اپنی ذلت کو گوارا کرلیا۔

ف : اسی طرح حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی کسی نواب کے ہدیہ کو خلاف اصول ہونے کے باوجود سب کے سامنے تو قبول فرمالیا، تاکہ نواب صاحب کی ذلت نہ ہو، مگر اس کو تنہائی میں جاکر واپس فرمادیا، تاکہ اپنے اصول کے خلاف نہ ہو۔ (مرتّب)

وفات آپ کی وفات ۲۳۷ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً (طبقات ص۶۹ ج۱)

حضرت ابوحامد احمد بن خضرویہ بلخی رح

نام ونسب نام احمد، ابوحامد کنیت، خضرویہ والد کا نام، بلخ کے رہنے والے تھے۔

فضل وکمال آپ کا شمار مشائخ خراسان کے اکابر میں کیا جاتا ہے۔ ابوتراب نخشبی رح اور حاتم اصم رح کی صحبت میں رہے ہیں۔ ابویزید بسطامی کے پاس سفر کر کے گئے، ابوحفص حداد رح کی زیارت بھی کی۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ اللہ کا ولی نہ اپنا کوئی نشان مقرر کرتا ہے جس سے اس کا پتہ لگے اور نہ اس کا کوئی نام ہوتا ہے جس سے موسوم ہو۔ (طبقات صـ۱)

ف: سبحان اللہ یہ ہے خلوص وللہیت کہ باوجود باکمال ہونے کے نام آوری اور شہرت کو پسند نہ فرماتے تھے جبکہ آجکل اہل طریق بھی اس کے طالب نظر آتے ہیں ـــــ العیاذ باللہ۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ راستہ روشن و واضح ہے اور داعی نے بھی پوری بات سنادی ہے، اب اس کے بعد حیرانی صرف اندھے پن کی وجہ سے ہے (نفحات الانس صـ۲۱)

ف: اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح بصیرت مرحمت فرمائے تاکہ حق سمجھنا آسان ہوجائے۔ آمین (مرتب)

وقت نزع محمد بن حامد فرماتے ہیں کہ احمد بن خضرویہ کی نزع کی حالت تھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت ان کی عمر پنچانوے سال ہوچکی تھی۔ اس حالت میں ان کے ایک مرید نے ان سے کوئی

مسئلہ دریافت کیا تو ان کی آنکھوں سے آنسو آگئے اور فرمایا بیٹا پنچانوے سال سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا اور اب وہ کھلنے کو ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس کا کھلنا میرے لئے سعادت مندی کا سبب ہوگا یا بدبختی کا۔ میرے پاس جواب دینے کا موقع کہاں ؟

اس وقت ان کے ذمہ سات سو دینار قرض تھا۔ قرض خواہ بھی اس وقت موجود تھے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھ کر کہا اے اللہ تو نے مال کے مالکوں کے لئے رہن کو دستاویز قرار دے رکھا ہے اور تو (قیامت کے دن) دستاویز ان سے لے گا لہٰذا میرا قرضہ ادا کر دے اسی وقت کسی نے دستک دی اور کہا احمد کے قرض خواہ کہاں ؟ اور پورا قرضہ ادا کر دیا اس کے بعد ان کی روح نکل گئی۔ (تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ص۸)

وفات آپ کی تاریخ وفات طبقات میں ۲۴۰ھ ہے اور نفحات الانس میں ۲۶۴ھ ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ (نفحات الانس ص۲۱)

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام احمد، والد کا نام محمد، دادا کا نام حنبل، کنیت ابو عبد اللہ ہے۔

ولادت وخاندان امام احمد بن حنبل ۳ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ وہ خالص عربی النسل قبیلہ شیبان میں سے تھے۔ صبر وہمت، استقامت وعزیمت اس قبیلہ کے تاریخی خصائص میں سے ہیں۔

آغازِ تعلیم بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا، اور ادب ولغت کی تعلیم حاصل کی۔ حدیث شریف کی طرف خصوصی توجہ تھی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں بعض دن حدیث سننے کے لئے اتنے سویرے جانے کا ارادہ کرتا کہ میری ماں میرا دامن پکڑ لیتیں اور فرماتیں کہ اتنا تو ٹھہر جاؤ کہ فجر کی اذان ہو جائے اور کچھ اُجالا ہو جائے۔

چار برس تک بغداد میں امام حدیث ہشیم بن بشیر ابن ابو حازم الوسطی سے استفادہ کرتے رہے۔ بغداد سے فارغ ہو کر اُنھوں نے بصرہ، حجاز، یمن، شام اور جزیرہ کا سفر کیا اور ہر جگہ کے نامور محدثین سے استفادہ کیا۔ اس بلند ہمتی، جفاکشی، کثرتِ اسفار، فطری اور غیر معمولی قوتِ حافظہ کا نتیجہ تھا کہ ان کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

درسِ حدیث چالیس سال کی عمر میں غالباً ۲۰۴ھ میں اُنھوں نے حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ یہ بھی اُن کا کمالِ اتباعِ سنت تھا کہ اُنھوں نے

عمر کے چالیسویں سال جو سن نبوت ہے تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔

اخلاق و عادات

علامہ ذہبی حضرت امام احمدؒ کے ایک رفیق اور ہمعصر کا بیان یوں نقل کرتے ہیں:۔

آپ بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ طمانینت اور وقار آپ کے چہرے سے عیاں تھا۔ عصر کے بعد جب درس کے لئے بیٹھتے تو جب تک آپ سے سوال نہ کیا جاتا، گفتگو نہ فرماتے تھے۔

آپ کی زندگی ائمہ سلف کی طرح فقر و زہد اور قناعت کی زندگی تھی، اور آپ کا یہ فقر اختیاری تھا۔ آپ نے کبھی خلفاء اور سلاطینِ وقت میں سے کسی کا کوئی عطیہ قبول نہیں کیا۔

آپ محنت کر کے یا اپنی آبائی جائداد کی آمدنی سے گزارا کرتے تھے۔ اس فقر و تنگی کے باوجود بڑے فیاض اور عالی حوصلہ تھے۔

آپ صرف مال کے بارے میں نہیں، بلکہ اپنی ذات کے بارے میں بھی بڑے فراخ دل اور عالی ظرف تھے۔ ایک شخص نے ایک موقع پر آپ کو بہت سخت سُست کہا، تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کو ندامت ہوئی اور اس نے آکر معذرت کی اور کہا کہ آپ مجھے معاف کر دیں۔ فرمایا جس جگہ یہ ناخوشگوار بات ہوئی تھی وہاں سے قدم اُٹھانے سے پہلے ہی میں تم کو معاف کر چکا تھا۔

آپ نے فتنۂ خلقِ قرآن میں اپنے سب دشمنوں کو، حتیٰ کہ خلیفۂ وقت کو جس کے حکم سے آپ کو سخت ترین اذیت پہنچی تھی، معاف کر دیا۔ فرماتے تھے کہ میں صرف داعیٔ بدعت کو تو معاف نہیں کرتا۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ بدعت کی قباحت معصیت سے بڑھ کر ہے اسلئے کہ بدعت

کو بدعتی طاعت سمجھتا ہے اسلئے اس سے توبہ بھی نہیں کرتا۔ اللّٰھم احفظنا۔ (مرتب)

تواضع

ہروزی کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز ان سے کہا کہ آپ کیلئے بڑی کثرت سے دعائیں ہو رہی ہیں۔ فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہیں منجانب اللہ استدراج یعنی ڈھیل نہ ہو۔

بعض مرتبہ ان کو دیکھنے کے لئے غیر مسلم بھی دُور دور سے آتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک عیسائی طبیب علاج کے لئے آیا اس نے کہا کہ میں کئی سال سے آپ کی زیارت کا آرزومند تھا۔ آپ کی زندگی صرف اسلام ہی کیلئے خیر و برکت کا باعث نہیں بلکہ ساری مخلوق کے لئے خیر و برکت کا سبب ہے اس لئے ہم آپ کی ذات بابرکات سے خوش ہیں۔ ہروزی کہتے ہیں کہ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا کہ میرا خیال یہ ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں آپ کے لئے دعائیں ہوتی ہوں گی۔ انہوں نے فرمایا کہ بھائی! انسان پر جب اپنی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے تو کوئی کچھ کہے اسکو دھوکہ نہیں ہوتا۔

ف: کیونکہ اپنی کمی کوتاہی کا علم یقینی ہوتا ہے اس لئے دوسروں کی تعریف اسکے یقین پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ (مرتب)

آزمائشوں کا دور

مامون، معتصم اور واثق کا دور آن کیلئے اس حیثیت سے آزمائش کا دور تھا کہ وہ تینوں ان کے درپئے آزار تھے، متوکل کا دور اسلئے آزمائش کا تھا کہ وہ ان کا عقیدت مند اور نہایت قدر داں تھا ان کو اس دور کی آزمائش زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی اور اس سے ہمیشہ خائف رہتے تھے۔ کبھی کبھی فرماتے تھے کہ ان لوگوں کی ایذاء و تعذیب کے باوجود میرا دین سلامت رہا اب اس بڑھاپے میں اس

دوسری آزمائش میں مبتلا ہوں لیکن جس طرح معتصم کے تازیانے ان کے اعتصام بالسنہ اور استقامت میں فرق نہ کر سکے اسی طرح متوکل کی عقیدتمندی ان کے استغناء و توکل میں تغیر پیدا نہ کر سکی ۔

ف : اس سے معلوم ہوا کہ آپ مقام توکل سے مشرف تھے ۔ (مرتب)

آپکی بے نظیر عزیمت واستقامت

محمد بن اسمٰعیل کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ایک کوڑا ہاتھی پر پڑتا تو چیخ مار کر بھاگتا صاحبزادہ کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت میرے والد کے جسم پر ضرب کے نشان تھے ۔ ابو العباس الرقی کہتے ہیں کہ امام احمد جب رقہ میں محبوس تھے تو لوگوں نے ان کو سمجھانا چاہا اور اپنے بچاؤ کرنے کی حدیثیں سنائیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا کیا جواب ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پہلے بعض بعض لوگ ایسے تھے جن کے سر پر آرا رکھ کر چلا دیا جاتا تھا پھر بھی اپنے دین سے ہٹتے نہ تھے ۔ یہ سن کر لوگ ناامید ہو گئے اور سمجھ گئے کہ وہ اپنے مسلک سے نہیں ہٹیں گے اور سب کچھ برداشت کریں گے ۔ (اسکی وجہ سے) امام احمد کی شان دوبالا ہو گئی ۔ ان کی محبت اہلسنت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کا شعار و علامت بن گئی ۔ ان کے ایک معاصر قتیبہ کا مقولہ ہے کہ :

اِذَا رَاَیْتَ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلَ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ صَاحِبُ سُنَّۃٍ ۔ یعنی جب تم کسی کو دیکھو کہ اسکو احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے محبت ہے تو سمجھ لو کہ وہ سنت کا متبع ہے ۔

فضل وکمالات

ابوعصمہؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں رات گذاری تو آپ نے میرے پاس پانی لاکر رکھ دیا اور صبح کو دیکھا کہ پانی بعینہ موجود ہے تو فرمایا سبحان اللہ ایک آدمی جو علم کو طلب کر رہا ہے اور اسکے لئے رات میں کوئی ورد نہیں (تعجب کی بات ہے) آپ زمانۂ آزمائش میں درّے لگانے والوں کے سامنے پیش کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ابوالہیثم کے ذریعہ فریاد رسی فرمائی اس طرح کہ وہ حضرت امام کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے احمد! میں فلاں چور ہوں جس کو اٹھارہ ہزار کوڑے چوری کے اقرار کیلئے لگائے گئے مگر میں نے اقرار نہ کیا اور جبکہ میں جانتا ہوں کہ میں حق پر نہیں ہوں اس لئے تم کوڑوں کی اذیت سے قلق و اضطراب میں پڑنے سے اپنے کو بچانا اس لئے کہ تم یقیناً حق پر ہو۔ پس جب ضرب شدید کی وجہ سے آپ دردمند ہوتے تو اس چور کی نصیحت یاد کر لیتے۔ اس واقعہ کے بعد پھر حضرت امام کے ساتھ رحم کا معاملہ کیا گیا۔

چنانچہ حضرت امام جب متوکل کے یہاں تشریف لے گئے متوکل نے اپنی والدہ سے کہا اے اماں! اس شخص کی آمد سے پورا گھر منور و روشن ہو گیا پھر آپ کے لئے لوگ عمدہ عمدہ جوڑے لائے اور نہلایا تو آپ رونے لگے اور فرمایا کہ امراء سے زندگی بھر صحیح سالم رہا مگر جب موت قریب آئی تو ان امراء اور ان کی دنیا میں مبتلا کر دیا گیا۔ پھر جب باہر نکلے ان کپڑوں کو اتار دیا۔ حضرت بشیر ابن الحارثؒ فرماتے تھے کہ حضرت امام احمدؒ کی آزمائش بھٹی میں ڈال کر کی گئی اس وجہ سے وہ خالص سرخ سونا ہو کر نکلے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت صـ۹۳ مؤلفہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

کمال زہد حضرت امام احمدؒ کا زہد ضرب المثل تھا چنانچہ آپکی خدمت میں ایک مرتبہ متوکل نے ایک ایسی بھاری تھیلی بھیجی جو خچر پر رکھ کر لائی گئی تھی، انہوں نے صاف کہہ دیا کہ مجھے حاجت نہیں! لانے والے نے کہا کہ آپ کو واپس کرنا مناسب نہیں بڑی مشکل سے خلیفہ کا دل صاف ہوا ہے اس کو پھر بدگمانی ہو جائے گی۔ انہوں نے ایک جگہ ڈلوادی، آدھی رات کو انہوں نے اپنے چچا کو بلایا اور کہا کہ مجھے اس تھیلی کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی میں اسے لیکر بڑا پشیمان اور اور پریشان ہوں۔ (اُنھوں نے کہا کہ اس وقت تو آدھی رات ہے، لوگ غافل سو رہے ہیں۔ صبح جیسا آپ کی سمجھ میں آئے کیجئے گا۔

صبح ہی انہوں نے بعض معتمد اور بعض واقف کار لوگوں کو بلایا اور ان لوگوں کی فہرست تیار کرائی جو صالح اور مستور الحال تھے اور مال تقسیم کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ تھیلی میں ایک درہم بھی نہیں بچا پھر تھیلی بھی ایک مسکین کو خیرات کر دی۔

تواضع و مسکنت مسئلہ خلق قرآن میں ان کی ثابت قدمی کی وجہ سے تمام عالم اسلام ان کی شہرت سے معمور تھا اور ہر طرف ان کی تعریف اور دعا کا غلغلہ تھا مگر وہ برابر خائف رہتے اور ان کو اپنی طرف سے اطمینان نہیں تھا۔

ارشادات فرماتے تھے کہ مبارکباد ہو اس کو جس کو اللہ نے گمنام رکھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ رب العزت کو خواب

میں دیکھا تو عرض کیا کہ اعمال میں سب سے افضل عمل کون ہے جس کے ذریعہ اصحاب قرب نے آپ سے قرب حاصل کیا تو ارشاد فرمایا کہ میرے کلام کے ذریعہ تو میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے تو فرمایا کہ سمجھ کر ہو یا بلا سمجھے

فائدہ: اس خواب کو حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے بھی اپنی مشہور تصنیف تلاوت قرآن میں درج فرمایا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہم الصلوٰۃ والسلام نے نظر کی حفاظت کیلئے نکاح کیا۔ ف: سبحان اللہ اس سے نظر بد سے بچنے کا کس قدر اہتمام معلوم ہوا جب کہ آپ نبی تھے۔ (مرتب) فرماتے تھے کہ اگر کسی کے اندر سو خصلتیں اچھی ہوں مگر ایک خصلت شراب پینے کی ہو تو سب کو مٹا دے گی۔ طبقات)

ف: اسی وجہ سے حدیث شریف میں شراب کو ام الخبائث کہا گیا ہے اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: لَاتَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّہٗ رَاسُ کُلِّ فَاحِشَۃٍ۔ (رواہ احمد مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۰) یعنی شراب ہرگز ہرگز نہ پیو کیونکہ یہ تمام گناہوں کی بنیاد ہے۔ (مرتب)

علالت و وفات ۷۷ سال کی عمر ہوئی تھی کہ بیمار ہوئے عیادت کرنے والوں کا اتنا ہجوم تھا کہ لوگ فوج در فوج داخل ہوتے تھے اور گھر بھر جاتا تھا۔ جب وہ چلے جاتے تو دوسری جماعت آتی۔ سڑک آدمیوں سے بھر جاتی تھی نو روز آپ بیمار رہے ہجوم دم بدم بڑھتا جاتا تھا، یہاں تک کہ گلی بند کر دی گئی، لوگ سڑک اور مسجدوں میں بھر گئے۔ یہاں تک کہ بازار میں خرید و فروخت مشکل ہو گئی۔

جمعرات کو طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ ان کے شاگرد مروزی

کہتے ہیں کہ میں نے وضو کرایا تو انہوں نے تکلیف کی حالت میں بھی مجھے ہدایت کی کہ انگلیوں میں خلال کراؤں۔ شب جمعہ میں حالت زیادہ نازک ہو گئی اور بروز جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ کو اس امام سنت نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (دعوت و عزیمت ص ۱۱۹)

ف: اللہ اس امام اہل سنت کی عزیمت کا ایک شمہ ہم ضعیفوں کو نصیب فرمائے اور سنت کے نور سے سینہ کو منور فرمائے اور آخرت کی فوز و کامرانی سے مشرف فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین (مرتب)

حضرت ابراہیم بن احمد بن مولد الصوفی الرقی رح

نام و نسب ابراہیم نام، والد کا نام احمد ہے، کنیت ابو اسحاق ہے۔

تعارف آپ مشائخ کے طبقہ چہارم میں سے ہیں، آپ رقہ کے اکابر مشائخ اور ان کے جوانمردوں میں سے ہیں۔ آپ نے شیخ ابو عبداللہ جلاء، اور شیخ ابراہیم قصار سے فیض صحبت حاصل کیا۔

ارشادات شیخ ابو الحسن علی بن احمد فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جس نے یہ پہچان لیا کہ اس کا راستہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے پھر اس کے غیر کے ساتھ زندگی بسر کرے جبکہ خود اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: وَاَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کا حکم بجا لاؤ۔

فرماتے ہیں کہ میں نے ابتدائے حال میں (سلوک کی ابتدائی زندگی میں) شیخ مسلم مغربی رح کی زیارت کا ارادہ کیا جب میں ان کی مسجد میں پہنچا تو اس

وقت وہ امامت فرما رہے تھے۔ انہوں نے سورۂ الفاتحہ کو کئی جگہ غلط پڑھا! میں نے دل میں کہا ہائے میری اتنی محنت اکارت گئی (کہ ایسے ناقص شخص سے ملاقات کے لئے اس قدر سفر کی مشقت برداشت کی) اس رات تو میں وہاں رہا۔ دوسرے روز میں ضروری حاجت کے لئے اٹھا اور چاہا کہ فرات کے کنارے پر جاؤں۔ دیکھا کہ راستے میں ایک شیر سو رہا ہے میں آگے نہ جا سکا اور واپس آیا تو دیکھا کہ ایک شیر میرے پیچھے پیچھے آ رہا ہے، میں سخت پریشان اور عاجز ہوا اور میں چلانے لگا! میری چیخ سن کر شیخ مسلم مغربیؒ اپنے حجرے سے باہر آئے۔ انہوں نے دونوں شیروں کے کان پکڑ لئے اور ان کے کانوں کو خوب مروڑا اور فرمایا اے اللہ کے کتو! کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میرے مہمانوں سے تعرض نہ کیا کرو۔ پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو اسحاق! تم ظاہری حالت کی درستی میں مشغول ہو، یہاں تک کہ اللہ کے مخلوق سے ڈرتے ہو اور ہم باطن کے درست کرنے میں مصروف ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہم سے ڈرتی رہے۔ (نفحات الانس ص۴۲۵)

ف: اسی قسم کا واقعہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بوستاں میں نقل فرمایا ہے کہ میں نے رودبار کے میدان میں ایک شخص کو دیکھا کہ چیتے پر سوار ہو کر میرے سامنے آیا۔ اتنی گھبراہٹ اس حال سے مجھ پر ہوئی کہ میرا پیر خوف کی وجہ سے چلنے سے رک گیا، مسکراتے ہوئے ہاتھ کو منھ پر رکھ دیا اور کہا کہ اے سعدی یہ جو کچھ دیکھا اس سے تعجب مت کرو۔ تو بھی گردن کو اللہ کے حکم سے مت موڑ، تاکہ کوئی چیز گردن نہ موڑے تیرے حکم سے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ (مرتب)

وفات آپ کا انتقال ۳۴۲ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (حوالہ بالا)

حضرت ابوعبداللہ الحارث بن اسد المحاسبیؒ

نام و نسب نام حارث، والد کا نام اسد محاسبی، کنیت ابوعبداللہ۔

ولادت آپ کی ولادت بصرہ میں ہوئی ان کی حتمی تاریخ ولادت تو معلوم نہ ہوسکی البتہ ان کے بعض شیوخ واساتذہ کی تاریخ ہائے وفات کی روشنی میں ان کی ولادت ۱۶۵ھ کے آس پاس معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

فضل و کمال معروف امام عارف باللہ۔ حکمت کے ترجمان اپنے زمانے میں ورع وصلاح علم ومعاملہ اور حال میں بے نظیر تھے۔ مشہور زاہد وعابد، متکلم واعظ اور مذکّر تھے۔ اپنے نفس کے بکثرت محاسبہ کے سبب محاسبی کے نام سے معروف ہیں۔

حالات زندگی حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا جو حضرت محاسبی کے شاگرد تھے۔ حضرت محاسبی کے یہاں بڑی غربت اور بدحالی رہتی تھی۔ ایک روز میں اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت شیخ وہاں سے گذرے اس روز مجھے ان کے چہرے پر انتہا سے زیادہ بھوک کے سبب ضعف اور کمزوری محسوس ہوئی۔ میں نے ان سے عرض کیا چچا جان اگر ہمارے ساتھ اندر تشریف

عہ حضرت محاسبیؒ کے مشہور رسالہ "رسالۃ المسترشدین" کا اردو ترجمہ اس حقیر نے کیا ہے اور اس کی تشریح وتعلیق حضرت العلامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے فرمائی ہے اور اسکے شروع میں محاسبیؒ کی سوانح لکھی ہے جس کا ترجمہ مولانا عبدالرشید بستوی نے کیا ہے۔ اسی سے اقتباسات نقل کرتا ہوں (مرتب)

لے چلیں تو کھانے کی کوئی چیز مل جائے گی تو کمزوری دور ہو جائے گی تو فرمایا کیا تم اس کا نظم کر دو گے میں نے عرض کیا جی ہاں ضرور کر دوں گا جس سے مجھے دلی مسرت ہو گی اور اپنی سعادت سمجھ کر آپ کا ممنونِ کرم ہونگا۔ چنانچہ ان کو لے کر اپنے گھر کے اندر داخل ہوا پھر میں نے فوراً اپنے چچا کے گھر کا رخ کیا اس لئے کہ ان کا گھر میرے گھر سے زیادہ کشادہ بھی تھا اور نہایت عمدہ کھانے پینے کی چیزیں ہمہ وقت ان کے گھر موجود رہا کرتی تھیں جو میرے گھر نہ ہوتی تھیں چنانچہ کھانے پینے کی بہت چیزیں شیخ کے سامنے میں نے پیش کیں۔ حضرت شیخ نے ہاتھ بڑھا کر ایک لقمہ لیا اور منھ تک لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اسے چبا رہے ہیں مگر نگل نہیں رہے ہیں۔ اتنے میں تیزی سے گھر سے نکلے اور تشریف لے گئے اور مجھ سے کچھ نہ فرمایا۔ اگلے روز جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا میرے چچا! پہلے تو آپ نے میرے دل کو خوش کیا لیکن بعد میں جو صورت اختیار فرمائی اس سے رنج ہوا۔ فرمایا عزیزم فاقہ یقیناً بڑا سخت تھا اور میں نے کوشش بھی کی جو کھانا تم نے پیش کیا تھا اسی کو کھا لوں لیکن میرے اور اللہ کے مابین ایک علامت ہے اگر کھانے میں ذرا بھی شک و شبہ ہو تو اس میں سے ایک معمولی سی بو نکل کر میری ناک میں پہنچتی ہے جس کی وجہ سے میری طبیعت اس کو قبول نہیں کرتی اس لئے میں نے وہ لقمہ تمہاری چوکھٹ پر ہی ڈال دیا اور باہر نکل گیا۔ علامہ قشیری نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ پھر میں نے عرض کیا آپ آج میرے گھر تشریف لے چلیں چنانچہ تشریف لے گئے تو میں نے اپنے گھر میں موجود روٹی کے کچھ سوکھے ٹکڑے پیش کئے اور انہوں نے تناول کیا اور مجھ سے فرمایا جب کسی درویش کو کھانے کی کوئی چیز پیش کیا کرو تو اسی جیسی پیش کیا کرو۔

ف: سبحان اللہ طبیعت میں کیسی ایمانی کیفیت ولطافت تھی کہ مشتبہ کھانا آپ کا شکم قبول نہ کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے متعلق سُنا ہے کہ بچپن ہی سے مشتبہ کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا۔ (مرتب)

ملفوظات وارشادات

۱- ہر چیز کا ایک جوہر ہوتا ہے۔ انسان کا جوہر اسکی عقل ہے۔ عقل کا جوہر توفیق خیر ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ عقل کا جوہر صبر ہے۔

۲- حسن خلق نام ہے تکلیف برداشت کرنے کا غصہ ضبط کرنے اور خندہ پیشانی کے اختیار کرنے اور پاکیزہ کلام کرنے کا۔

۳- زاہد کا زہد اس کے معرفت کے بقدر ہوتا ہے اور معرفت عقل کے بقدر ہوتی ہے اور عقل قوت ایمانی کے بقدر ہوتی ہے۔

۴- ظالم آدمی شرمندہ رہتا ہے اگرچہ لوگ اس کی تعریف کریں (یعنی دل اس کو ملامت کرتا ہے) مظلوم مطمئن ہوتا ہے خواہ لوگ اس کی مذمت کریں (یعنی اس کا دل مطمئن رہتا ہے) قانع شخص ہر حال میں غنی ہوتا ہے خواہ وہ بھوکا ہی کیوں نہ ہو اور لالچی آدمی فقیر ہوتا ہے خواہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

۵- جس نے نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر نہ ادا کیا اس نے نعمت کے زوال کو دعوت دی۔

ف: ناشکری پر کتنی بڑی وعید ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین (مرتب)

۶- کوئی بندہ صالح نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے صلاح کے سبب دوسروں کو صالح بنا دیتے ہیں۔ اور کسی بندہ میں فساد نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ

اس کے فساد سے دوسروں کو بھی فساد میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اعاذنا اللہ۔

۷۔ عبودیت وبندگی کی شان یہ ہے کہ تم اپنے نفس کے لئے کوئی ملکیت نہ سمجھو اور یہ یقین رکھو کہ تم اپنے نفس کے نہ کسی نقصان کے مالک ہو نہ نفع کے۔

۸۔ اخلاص مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ سے نکالتا ہے اور انسان کا نفس اولین مخلوق ہے۔ (نصیحۃ المسلمین ترجمہ رسالۃ المسترشدین صـ۴۷)

فرماتے تھے کہ جو اپنے باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے مزین کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور اتباع سنت سے آراستہ فرمادیتے تھے۔ (طبقات کبریٰ)

آپ فرماتے تھے کہ امت کے بہترین لوگ وہ ہیں کہ ان کی آخرت دنیا سے باز نہ رکھے نہ ان کی دنیا آخرت سے غفلت میں ڈال دے۔

ف: سبحان اللہ کیسی اعتدالی بات ارشاد فرمائی یہی شریعت کی تعلیم ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ بندے پر سب سے پہلی مصیبت یہ ہے کہ اس کا قلب ذکر اللہ سے معطل ہو جائے جس کی وجہ سے غفلت اس کے قلب میں سرایت کر جائے۔

ف: مگر افسوس کہ ہم لوگ اس کو مصیبت ہی نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم مصیبت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین (مرتب)

(آپ کی خدمت میں حضرت امام احمد بن حنبل تشریف لے گئے تھے آپ کی باتیں سنکر فرمایا) میں تو صوفیہ کی طرف سے اس کے خلاف باتیں سنتا تھا۔ استغفر اللہ العظیم۔

وفات آپ کی وفات بغداد میں ۲۴۳ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ ونور اللہ مرقدہٗ۔ (طبقات صـ۶۴)

حضرت ابو الفیض ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب نام ثوبان، والد کا نام ابراہیم، کنیت ابو الفیض لقب ذو النون ہے۔

فضل و کمال آپ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا پڑھی ہے۔ اور فقہ کا درس بھی آپ ہی سے لیا ہے اور فقہ میں آپ ہی کے مذہب کو اختیار کر لیا تھا یعنی آپ مسلکاً مالکی تھے۔ آپ تو امام وقت اور یگانۂ روزگار تھے اور جماعت صوفیہ کے پیشوا تھے۔ اور تمام مشائخ کو ان کی طرف نسبت ہے اگرچہ آپ سے قبل بہت سے مشائخ گزرے ہیں لیکن یہ شرف صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ آپ نے دن رات کو عبادت کا لباس پہنایا اور تصوف کے رموز کی تشریح کی۔ (نفحات الانس ص۱۷۰)

ارشادات آپ علماء کو خطاب کر کے فرماتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگوں کو پایا ہے کہ ان میں کا کوئی جب علم کے اعتبار سے ترقی کرتا تو اس کا دنیا سے زہد و بغض بڑھ جاتا اور آج کل جتنا علم بڑھتا جا رہا ہے اسی قدر دنیا کی محبت و طلب میں ترقی اور باہم مزاحمت میں اضافہ ہو رہا ہے اور ہم نے پہلے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ اپنے اموال کو تحصیل علم کیلئے صرف کرتے تھے اور آجکل تم لوگ علم کو تحصیلِ مال کے لئے صرف کر رہے ہو۔

ف: دیکھئے کس قدر تھوڑے ہی دنوں میں فرق آ گیا تھا رہا اب حال تو نہ پوچھئے کہ کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ الامان والحفیظ (مرتب)

فرماتے تھے کہ فقراء و درویشوں سے لوگ جو ہر زمانہ میں سخریہ و استہزاء کرتے ہیں تو یہ اس لئے ہے کہ اس معاملہ میں بھی ان کو انبیاء علیہم السلام کی تاسی و اقتداء کا شرف حاصل ہو جائے۔

ف: سبحان اللہ درویشوں کے لئے کیسی تسلی کی بات ارشاد فرمائی چنانچہ جب حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آباد تشریف لائے تو یہاں بھی لوگوں نے سخت ترین مخالفت کی۔ آپ غمگین و ملول ہوئے کہ جہاں جاتا ہوں وہاں لوگ مخالفت و عداوت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات دل میں القاء ہوئی کہ جب کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کر رہے ہو تو یہ بلا و آزمائش لازم ہے۔ اس سے حضرت والا کو بڑی تسلی ہوئی۔ یہ بات حضرت خود بیان فرماتے تھے کہ آپ کو اس کام ہی کی بناء پر تو اذیت و کلفت پہونچائی گئی پھر اس سے ملول ہونے کی کیا بات ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ بندہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی علامت یہ ہے کہ وہ فقر و فاقہ سے خوف زدہ رہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہ رہے۔

فرماتے تھے کہ ہر چیز کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار سے بندہ کے طرد و رد کی علامت یہ ہے کہ وہ ذکر اللہ سے منقطع ہو جائے۔

فقراء نے ایک دن ان کے پاس محبت کے بارے میں مذاکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے بیان سے باز رہو اس لئے کہ بوالہوس لوگ سن لیں گے تو وہ بھی محبت کا دعویٰ کرنے لگیں گے۔

فرماتے تھے کہ بعض قلب ایسے ہوتے ہیں کہ گناہ کرنے سے پہلے ہی استغفار کرنے لگ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ انعام ملتا ہے

کہ) طاعت کرنے سے پہلے ہی ان کو ثواب دیا جاتا ہے۔ فرماتے تھے کہ جب ہم سنتے کہ کوئی جوان آدمی مجلس میں کلام کر رہا ہے تو ہم اس کی خیر سے ناامید ہو جاتے تھے

ف : اسی لئے کہا گیا ہے کہ سردار بننے سے پہلے علم حاصل کر لو۔ جب علم و عمل میں پختگی آجائے گی تو مجلس میں کلام کرنا اس کے لئے نقصان دینے والا نہ ہوگا۔ ورنہ ترقی کی راہیں اس کے لئے مسدود ہو جائیں گی اور وہ کمالات سے عاری رہ جائے گا۔ (مرتب)

ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضرت! میری بیوی نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا کہ عورتوں کی طرف سے ہم کو سلام نہ پہنچایا کرو۔

فرماتے تھے کہ عمل میں تو ہم نے خطا کیا اور نہ کلام کو خوب عمدہ بنایا تو پھر ہم کیسے فلاح یاب ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم رح فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنے قرب سے علامہ شعرانی ۱۲ بہرہ ور و مانوس فرمالیتے ہیں تو اس کو بغیر طلب کے علم عطا فرماتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ جس نے علم و معرفت حاصل کی اس کے باوجود عمل پر اپنی خواہش نفسانی کو ترجیح دیا وہ عاقل نہیں ہے۔ اسی طرح وہ بھی عاقل نہیں ہے جو اپنی ذات کے لئے تو دوسروں سے انصاف کا طالب ہو اور خود دوسروں کے ساتھ انصاف نہ کرے۔ اسی طرح وہ شخص بھی عقلمند نہیں ہے جو طاعت کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کو فراموش کرے مگر اپنی حاجات کے مواقع میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔

فرماتے تھے کہ جملہ خلائق کے ساتھ تواضع کا معاملہ کرو لیکن جو شخص تم سے تواضع کا طالب ہو اس کے ساتھ تواضع کا برتاؤ نہ کرو اس لئے

کہ تم سے اس کی طلب وسوال اس کے باطن میں تکبر ہونے پر دلالت کرتا ہے پس ایسی صورت میں اس کے لئے تواضع اختیار کرنا اس کے مرضِ تکبر کے بڑھانے میں اعانت ہے۔

ف: سبحان اللہ اس میں بھی صاحب تکبر کی خیر خواہی و رعایت ہی مقصود ہے کہ اس کا مرضِ تکبر بڑھنے نہ پائے تاکہ خائب و خاسر نہ ہو۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ گناہوں کی بے وقعتی کا غلبہ ہوگیا ہے یہاں تک کہ اپنے شکم اور شرمگاہ کی شہوت میں غرق ہوگئے ہیں اور اپنے عیوب کے دیکھنے سے حجاب میں پڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ہلاک ہوچکے ہیں مگر ان کو اس کا پتہ بھی نہیں ہے۔ حرام کھانے پر جری ہوگئے ہیں اور حلال روزی کو طلب بھی نہیں کرتے۔ اور علم بغیر عمل پر راضی ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ جو بات نہیں جانتے اس کے متعلق اپنے عدم علم کے اظہار میں ان کو شرم وحیاء دامنگیر ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ علمائے شریعت نہیں ہیں بلکہ دنیا کے بندے ہیں اس لئے کہ اگر شریعت کے عالم ہوتے تو شریعت ان کو برائیوں سے روکتی۔ ان کا یہ عجیب حال ہے کہ جب خود کسی شئے کا سوال کرتے ہیں تو الحاح کرتے ہیں اور جب ان سے کوئی دینی و دنیوی خیر طلب کی جاتی ہے تو بخل سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے بھیڑیوں کے قلوب پر انسانی لباس پہن رکھا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مساجد کو جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند ہوتا تھا اس کے بجائے اپنی بیہودہ اور جنگ وجدال کی باتوں اور قیل وقال کی آوازوں کے بلند کرنے کا میدان بنا رکھا ہے اور انہوں نے علم دین کو دنیا کے شکار کا جال بنا رکھا

ہے۔ تو تم لوگ ایسے لوگوں سے آگاہ ہو جاؤ اور ان کی مجالست سے احتیاط کرو۔

فرماتے تھے کہ بندہ سے اللہ تعالیٰ کے اعراض کی یہ علامت ہے کہ تم اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے بھولنے والا، لہو کرنے والا، لغو کرنے والا، اعراض کرنے والا پاؤ گے۔ فرماتے تھے کہ میں نے جب کبھی پیٹ بھر کر کھایا پس یا تو معصیت کیا یا اس کا وسوسہ دل میں گزرا۔

ف: کیسی مفید نصیحتیں ہیں جن پر عمل کرنا سعادت حقیقیہ کے حصول کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل آسان فرمائے۔ آمین (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

(طبقات۔ ص ۶۰-۶۱)

حضرت ابو تراب عسکر ابن الحسین نخشبیؒ

نام و نسب نام عسکر، کنیت ابو تراب، والد کا نام حسین ہے۔

تعارف آپ خراسان کے مشائخ کبار میں سے ہیں۔ شیخ ابو عطار مصری اور حضرت حاتم اصمؒ کی صحبت سے فیض حاصل کیا شیخ ابو عبد اللہ جلاء اور شیخ ابو عبید بسری کے استاد ہیں۔ آپ نے کافی دنوں تک جنگل میں ریاضت کیا ہے۔ کافی دنوں تک ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر آپ نے عبادت کی ہے۔ (نفحات الانس ص ۶۲)

عجیب واقعہ یوسف بن حسین ابو تراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے نفس نے سفر میں انڈا اور روٹی کھانے کی خواہش کی۔ لہٰذا میں راستہ سے ہٹ کر بستی میں چلا گیا۔ ایک آدمی مجھ سے جھٹ گیا اور کہا کہ یہ چوروں کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے مجھے اوندھا لٹا دیا اور ستّر ڈنڈے مارے۔ اس وقت ایک صوفی ادھر سے نکل آیا۔ دیکھا تو چیخ کر کہا یہ تو ابو ترابؒ نخشبی ہیں۔ لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا اور معذرت چاہی۔ ایک آدمی مجھے اپنے گھر لے گیا اور اس نے میرے سامنے انڈے اور روٹی لاکر رکھ دیا۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ ستّر کوڑوں کے بعد اب کھالو۔ **ف:** اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اپنے خاص بندوں کے ساتھ خاص ہی ہوتا ہے۔ (مرتب)

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ جب بندہ صدق دل سے کوئی کام کرتا ہے تو اسے کرنے سے پہلے ہی اس کی حلاوت محسوس ہو جاتی ہے اور جب خلوص سے وہ کام کرتا ہے تو کام کرتے ہوئے اس کی حلاوت اور لذت محسوس ہوتی ہے

شیخ اسماعیل بن نجید فرماتے ہیں جب آپ اپنے مریدوں میں کوئی ناپسندیدہ بات دیکھتے تو از سر نو ان کو توبہ کراتے اور ان کو اور زیادہ مجاہدہ کا حکم دیتے اور فرماتے یہ میری بد قسمتی ہے کہ ان سے اس قسم کی بات سرزد ہوئی

(تصوف کا انسائیکلوپیڈیا صـ۸۲)

ف: سبحان اللہ کس قدر تواضع اور فنائیت کی بات ہے۔ اللہ ہم سب کو اس حال سے آراستہ فرمائے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں علماء سے ایسی باتیں کہلاتے ہیں

جو اس زمانہ کے اعمال کے مناسب ہوتے ہیں۔ **ف**: بالکل صحیح ہے (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو شخص کسی مشغول باللہ کو اللہ سے پھیرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی ناراضی فی الفور لاحق ہو جاتی ہے

ف: معلوم ہوا کہ اللہ کے ذاکر کو بلا وجہ اپنی طرف متوجہ نہ کرنا چاہیئے یہی حکم معلم اور واعظ کا بھی ہے۔ مگر افسوس ان آداب کا لحاظ عوام تو کیا خواص بھی نہیں کرتے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ مریدین کے لئے سب سے مضر چیز ان کا اپنے نفس کی متابعت میں بغیرِ اذنِ شیخ کے سفر کرنا ہے۔ اور جب بھی کسی مرید کے اندر فساد آیا تو اس کا سبب بظاہر یہی سفر اور ناجنسوں کا اختلاط ہوا۔ (طبقات ج ۱ ص ۱۷)

ف: اس سے بلا ضرورت سفر اور ناجنسوں سے احتیاط کی کیسی کچھ ضرورت ثابت ہوئی۔ چنانچہ صوفیاء کرام کے اصول میں سے قلتِ اختلاط مع الانام بھی ہے یعنی لوگوں کے ساتھ بلا ضرورت میل جول نہ رکھا جائے اصول صوفیاء چار ہیں۔ قلت طعام، قلت منام، قلت کلام، قلت اختلاط مع الانام یعنی کم کھانا، کم سونا، کم بولنا اور لوگوں سے کم ملنا جلنا۔ حضرت مجدد الملت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے فرمایا کہ اب قلت طعام اور قلت منام کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اس میں حرج ہے تاہم اعتدال اور میانہ روی کا لحاظ لازم و ضروری ہے مگر قلت کلام اور قلت اختلاط مع الانام کی ضرورت اب بھی ہے۔ واللہ الموفق (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(طبقات)

حضرت ابوالحسن سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام سری سقطی، والد کا نام المفلس، کنیت ابوالحسن۔

فضل وکمال آپ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے ماموں اور استاذ اور دوسرے تمام صوفیائے بغداد کے استاذ ہیں۔ آپ حضرت معروف کرخیؒ کی خدمت میں بھی رہے ہیں آپ ورع واحوال رفیعہ اور علم توحید میں یکتائے زمانہ تھے اور اول شخص ہیں جنہوں نے علم توحید پر کلام فرمایا ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ مکان میں جھاڑو لگا رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

لا فی النہار ولا فی اللیل فرح   فلا ابالی اطال اللیل ام قصرا

ترجمہ: نہ دن میں مجھ کو چین وسکون نہ رات میں فرح وسرور۔ رات خواہ لمبی ہو یا چھوٹی مجھے اس سے کیا سروکار۔

ارشادات فرماتے تھے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا دین سالم رہے اور اس کا بدن آرام سے رہے اور رنج وغم میں ڈالنے والے کلام کے سننے سے بچا رہے تو اس کو چاہئے کہ لوگوں سے الگ تھلگ ہو جائے اس لئے کہ یہ زمانہ عزلت و وحدت کا ہے۔

ف: جب تیسری صدی ہجری کا یہ حال تھا تو اب پندرھویں صدی کے

متعلق خود فیصلہ کر لیجئے۔ یقیناً آج زمانہ خاموش رہنے اور گھروں کو لازم پکڑنے کا ہے۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ نجات کیسے حاصل ہوگی تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ ۔

(ترمذی ص۶۶ ج۲) یعنی اپنی زبان پر نگرانی رکھو اور تمہارا گھر تمہارے لئے کشادہ رہے (یعنی گھر میں رہو) اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ سب سے بڑی قوت یہ ہے کہ تم اپنے نفس پر غالب آجاو اسلئے کہ جو شخص اپنے نفس کی تادیب سے عاجز ہے تو پھر اپنے غیر کی تادیب سے بدرجہ اولیٰ عاجز ہوگا۔

فرماتے تھے کہ منجملہ علامات استدراج کے ایک علامت یہ ہے کہ بندہ اپنے عیب سے تو اندھا ہو اور لوگوں کے عیوب سے مطلع ہو۔

ف : اس حقیقت سے ہر سالک راہ کو آگاہ رہنا چاہئے بلکہ ڈرتے رہنا چاہیئے تاکہ طریق حق پر ثابت رہے۔ (مرتب)

علی ابن حسینؒ نے فرمایا کہ میرے والد نے سری کو جب کہ وہ کھانسی میں مبتلا تھے حب سعال (کھانسی کی گولی) بھیجا تو مجھ سے انہوں نے دریافت فرمایا کہ اس کی قیمت کتنی ہے ؟ تو میں نے کہا مجھے انھوں نے اس سے آگاہ نہیں فرمایا۔ تو فرمایا کہ جاکر ان کو سلام کہنا اور یہ بھی کہدینا کہ مجھے معلوم ہے کہ پچاس سال سے بزرگوں نے اپنے دینوں کے ذریعہ دنیا نہیں کمایا نہ کھایا۔ تو کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے دین کے عوض کھاؤں اور دنیا حاصل کردں۔ یہ کہہ کر اس کو واپس کر دیا اور اس میں سے ایک گولی بھی استعمال نہ فرمایا۔

فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے متعلق لوگوں کے اس کہنے سے راحت محسوس کرے کہ وہ ولی اللہ ہے تو وہ اپنے نفس کے ہاتھ میں اسیر ہے۔

ف: مطلب یہ ہے کہ وہ عجب کے مرض میں مبتلا ہے جو انسان کے باطن کو برباد کرنے والا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی علامات ہیں (۱) لہو و لعب کی کثرت (۲) ہنسی مذاق (۳) غیبت و شکایت۔

فرماتے تھے کہ دو آدمیوں میں محبت صحیح نہ ہوگی جب تک ہر ایک اپنے محبوب کو اے تو کے بجائے اے میں نہ کہے۔

ف: مطلب یہ ہے کہ باہم ایسی موافقت اور مودت و محبت ہو جائے کہ دوری ختم ہو جائے۔ ع تا کس نگوید تو دیگری من دیگرم (مرتب)

فرماتے تھے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے بندے کو دور کر دیتی ہیں۔ اول فریضہ کو چھوڑ کر نفل کو ادا کرنا۔ دوسرے بغیر صدق قلب کے جوارح سے عمل کرنا۔

ف: سبحان اللہ اس سے فریضہ کے ادائیگی کی کیسی اہمیت معلوم ہوئی۔ اسی لئے حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اس پر بہت کلام فرماتے تھے جو ان کے رسالہ معرفت حق میں طبع ہو چکا ہے، اس کو ضرور دیکھا جائے کہ اس لئے کہ نہایت بصیرت افروز ہے۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات بغداد میں ۲۵۱ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ علیہ
(طبقات صہ ۶۴)

حضرت ابوعبداللہ سعید بن یزید بناجی رح

نام ونسب وتعارف آپ کا نام سعید بن یزید ہے اور ابوعبداللہ کنیت! قدیم مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری رح کے ہمعصر تھے، آپ شیخ احمد بن الحواری کے اساتذہ میں سے ہیں؛

ارشادات آپ فرماتے ہیں کہ "الادب حلیۃ الابرار" ادب نیکوں کا زیور ہے۔ یہ مقولہ بھی آپ ہی کا ہے "لکل شئ خادم وخادم الدین الادب" ہر شے کا خادم ہوا کرتا ہے اور دین کا خادم ادب ہے۔

ف: یعنی جب آداب کی رعایت کی جائے گی تو اس کے صلہ میں دین حاصل ہوگا۔ ورنہ تو مالدار بن سکتے ہو مگر دیندار نہیں بن سکتے۔ العیاذ باللہ (مرتب)

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ بناجی رح فرماتے تھے کہ امید رکھے کہ کوئی نشان اللہ سے بڑھ کر روشن نہیں ہے۔ حضرت ابوعبداللہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: یا اللہ میں تجھے کہاں پاؤں گا۔ تو ان کو جواب ملا کہ جب تم صحیح (سچا) ارادہ کروگے تو مجھ کو پالوگے! شیخ کتانی رح فرماتے ہیں کہ جب تو نے ارادہ درست کرلیا تو اس کو اسی دم پالیا۔ (نفحات الانس صـ۲۵۵)

ف: معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے طلب صادق وعزم مصمم کی ضرورت ہے۔ بغیر اس کے اللہ کو چاہنا اور ان تک پہنچنا محض وہم وہوس ہے۔ (مرتب)

وفات آپ کا انتقال ۲۵۴ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(سیر اعلام النبلاء صـ۱۲)

اَمیرُ المؤمنین فی الحدیث

حضرت محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب امام بخاریؒ کا نام محمد، کنیت ابو عبداللہ، لقب امیر المومنین فی الحدیث، والد کا نام اسمٰعیل اور دادا کا نام ابراہیم بن مغیرہ ہے۔ بخارا شہر کی طرف نسبت کر کے بخاری کہلاتے ہیں۔

ولادت امام بخاریؒ کی سنہ ۱۹۴ھ میں ۱۳ شوال المکرم بعد نماز جمعہ بخارا میں ولادت ہوئی اور وہیں سکونت اختیار کی۔

تعلیم امام بخاریؒ کمسن ہی تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تعلیم وتربیت کی ساری ذمہ داری والدہ پر آگئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی عبادتگزار اور خدا رسیدہ خاتون تھیں۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کو مکتب کے سپرد کر دیا، دس سال کی عمر میں آپ درس حدیث کے مختلف حلقوں میں بیٹھنے لگے۔

علم حدیث ابو جعفر محمد بن حاتمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام بخاریؒ سے سوال کیا کہ حدیث میں آپ اس شان کو کیسے پہنچے؟ تو امام صاحبؒ نے جواب دیا کہ ابھی میں مکتب ہی میں تھا کہ میرے دل میں حفظِ حدیث کے اہتمام کا القا کیا گیا، جبکہ میری عمر قریب دس سال تھی۔ حدیث کے لئے امام صاحبؒ نے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ امام صاحبؒ کو ان سفروں میں فاقہ بھی کرنا پڑا، درخت کے پتے اور گھاس بھی کھانی پڑی۔ مگر اُن کے پائے استقلال میں ذرا بھی تذبذب نہ پیدا ہوا

قوت حفظ اللہ تعالیٰ نے امام صاحبؒ کو غیر معمولی قوت حافظہ سے نوازا تھا۔

علامہ قسطلانی رح نے نقل کیا ہے کہ امام صاحب رح کو بچپن میں ہی ستّر ہزار احادیث یاد تھیں۔ (مقدمہ نصر الباری ص۳۵)

فضل و کمال آپ کا شمار اُن علماء عاملین میں ہوتا ہے جن کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ آپ صائم الدہر تھے۔ بھوکے رہتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی خوراک گھٹ کر ایک کھجور یا ایک بادام رہ گئی تھی اور یہ قلّتِ خوراک بسبب ورع اور بار بار بیت الخلاء جانے میں اللہ تعالیٰ سے حیاء کی بناء پر تھی۔ (طبقات)

امام بخاری رح کی نماز مؤرخ بخاری غنجار لکھتے ہیں کہ بکر بن منیر نے کہا ہے کہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رح ایک رات نماز میں مشغول تھے۔ بچھو نے سترہ بار ڈنک مارا۔ جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا، دیکھو کس چیز نے مجھے کاٹا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ص۴۴۱/۱۲)

اور "طبقات الشافعیہ" میں ہے کہ نہ تو حضرت امام رح نے نماز توڑی اور نہ متغیر ہوئے، بلکہ بدستور نماز میں مشغول رہے۔ (طبقات الشافعیہ ص۲۲۳/۲)

سخت سردی کا زمانہ ہوتا یا بارش وغیرہ کا، سفر ہو یا حضر، ہر حال میں امام بخاری رح تہجد پڑھا کرتے تھے۔ اور رات کے وقت خود بیدار ہوتے، مگر اپنے خادم کو بیدار نہ کرتے۔ (سیر اعلام النبلاء ص۴۴۱/۱۲)

بغیر تنخواہ کے خدمتِ حدیث سلیم بن مجاہد کہتے ہیں کہ امام بخاری رح خالص اللہ پاک کی رضا جوئی کے لئے لوگوں کو علمِ حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے، اس تعلیم پر وہ لوگوں سے کچھ لیا نہیں کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں نے امام بخاری جیسا فقیہ و محدّث

اور تقویٰ و پرہیزگاری میں کامل انسان نہیں دیکھا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخارا کے قریب ایک رباط (سرائے) بنوائی تھی جس کے تعاون کے لئے آپ کے بہت سے متعلقین و محبین جمع ہو گئے تھے اور اس کی تعمیر میں امام نے بنفس نفیس شرکت فرمائی، اینٹیں وغیرہ خود لگاتے تھے اور جب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت ہم کرلیں گے، تو آپ نے فرمایا کہ اس کا نفع ہمیں بھی درکار ہے۔ پھر آپ نے سب کی دعوت فرمائی جو سو سے زیادہ افراد تھے۔ جس میں آپ کا کافی مال خرچ ہوا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء صفحہ ۴۵۰ ج ۱۲)

عفو و درگزر

عبد اللہ بن صارفی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام بخاریؒ کے پاس تھا، ان کے گھر میں باندی آئی، وہ گھر میں داخل ہونا چاہتی تھی۔ حضرت امام کے سامنے روشنائی کی دوات رکھی تھی وہ اس کے پاؤں سے گر گئی۔ آپ نے غصہ کی حالت میں فرمایا، کیسے چلتی ہو؟ اس نے جواب دیا جب جگہ ہی نہ ہو تو کیسے چلوں "اِذَا لَمْ یَکُنْ طَرِیْقٌ کَیْفَ اَمْشِیْ" آپ نے بجائے غصہ کرنے کے فرمایا کہ جاؤ، ہم نے تم کو آزاد کر دیا۔ لوگوں نے کہا، اس نے آپ کو غصہ میں ڈالا اور آپ نے اس کو آزاد کر دیا۔ فرمایا، جو میں نے کیا ہے میں اس پر خوش اور راضی ہوں۔ کیونکہ معاف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (سیر اعلام النبلاء صفحہ ۴۵۲ ج ۱۲)

امام کا کمال اخلاق

محمد ابن ابی حاتم وراق کہتے ہیں کہ میں حضرت امامؒ کے ساتھ ایک سفر میں بطور خادم شریک تھا۔ آپ رات میں ۱۵، ۲۰ مرتبہ بیدار ہوئے، ہر مرتبہ خود ہی آگ جلاتے تھے اور احادیث شریفہ پر نشان لگا دیتے تھے اور درمیان میں کچھ کچھ آرام بھی فرمالیا کرتے تھے۔ اور پھر اخیر شب میں تہجد بھی پڑھتے تھے۔ مگر مجھے بیدار

نہ فرماتے۔ حضرت امام بخاریؒ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "کوئی چیز ایسی نہیں جس کی ضرورت ہو اور وہ کتاب و سنت میں موجود نہ ہو"

ف: اسی وجہ سے اب کسی نبی کی ضرورت نہیں، اسلئے کہ دین کامل ہو چکا (مرتب)

امام بخاریؒ نہایت حیادار، شجاع، سخی، عابد و زاہد اور شریف النفس انسان تھے۔ اُمراء و سلاطین سے ہمیشہ دور رہے۔ (تاریخ حدیث و محدثین)

اہتمام قرآن آپ نمازیں اپنے اصحاب کو رمضان شریف کی راتوں میں تہائی قرآن مجید سناتے تھے اور ہر تین دن کے بعد قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ قرآن مجید کے ختم پر دعا قبول ہوتی ہے۔

آپ نے جب بھی کوئی حدیث اپنی صحیح بخاری میں درج فرمائی تو اس سے پہلے غسل فرمایا اور دو رکعت نماز شکر ادا فرمائی۔

ف: جبھی تو صحیح بخاری کی اتنی مقبولیت ہوئی۔ (مرتب)

حلال کھانے کا اہتمام آپ اپنے والد ماجد کے مال سے کھاتے پیتے تھے اس لئے کہ وہ مال حلال تھا۔ ان کے والد فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے مال میں ایک درہم بھی حرام یا مشتبہ نہیں سمجھتا ہوں۔ (طبقات)

ارشادات

فرماتے تھے کہ میرے نزدیک مدح و ذم کرنے والے برابر ہیں۔

ف: سبحان اللہ، کس قدر رضا بالقضاء کا بلند مقام حاصل تھا جو طریق صوفیاء میں سب سے عالی مقام ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو لکھا ہے یہ حال لکھا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ میں اللہ تعالےٰ سے اس حال میں ملاقات کروں گا کہ مجھ سے کسی کی غیبت کے متعلق سوال نہ فرمائے گا۔

ف : یہ امام بخاری رح کے کمالِ تقویٰ اور غایت ورع پر دال ہے کہ اہل زمانہ سے انتہائی اذیت پہنچنے کے بعد بھی کسی کی غیبت نہ فرمائی۔ یہ آپ کے صدیق ہونے کی علامت ہے۔ علامہ شعرانی رح نے فرمایا ہے کہ غیبت سے بچنا منجملہ اخلاقِ صدیقین کے ہے۔ (مرتب)

آپ سے لوگ عرض کرتے کہ آپ ان مخالفین پر بد دعا کر دیجئے جو آپ پر ظلم کر رہے ہیں اور غلط تہمتیں لگا رہے ہیں۔ آپ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صبر کرو، یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اپنے ظالم پر بد دعا کرتا ہے اس نے اس سے ایک طرح کا بدلہ وصول کر لیا۔ لہٰذا میں ایسا نہیں کرتا، اللہ تعالےٰ ہی کے حوالہ کرتا ہوں۔

ف : سبحان اللہ، کس قدر متمسک بالسنۃ تھے، جس کی بنا پر آپ کو صدیقیت کا مقام نصیب ہوا۔ اور آپ کی کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا شرف حاصل ہوا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ (مرتب)

امام بخاری کا امتحان اور وفاتِ حسرت آیات

امام صاحب رح جب نیشاپور سے وطن کے لئے روانہ ہوئے اور بخارا والوں کو معلوم ہوا تو مسرت کی لہر دوڑ گئی اور کئی میل تک شامیانے اور خیمے نصب کئے گئے۔ پورے شہر والے استقبال کے لئے نکلے اور بڑے تزک و احتشام اور شان و شوکت سے امام صاحب رح کو لیکر شہر آئے۔

امام صاحبؒ نے بخارا میں درس حدیث شروع کر دیا۔ تشنگانِ علم حدیث جوق در جوق شریکِ درس ہونے لگے۔ مگر حاسدوں نے یہاں بھی امام بخاریؒ کا پیچھا نہ چھوڑا، جن کے مشورہ سے خالد بن احمد ذہلی والیٔ بخارا نے امام صاحبؒ کے پاس درخواست بھیجی کہ آپ دربار شاہی میں تشریف لاکر مجھے اور صاحبزادوں کو بخاری شریف اور تاریخ کا درس دیں، لیکن امام صاحبؒ نے اُسی قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ " لَا اُذِلُّ الْعِلْمَ وَلَا اَحْمِلُهُ اِلٰی اَبْوَابِ السَّلَاطِیْنِ " (میں علم کو سلاطین کے دروازوں پر لے جاکر ذلیل نہیں کروں گا۔) جسے پڑھنا ہو میرے پاس آکر پڑھے۔

والیٔ بخارا نے دوبارہ کہلایا، اگر تشریف نہیں لاسکتے تو شہزادوں کیلئے کوئی مخصوص وقت عنایت فرمادیں کہ اُن کے ساتھ دوسرے لوگ شریک نہ ہوں۔ امام صاحبؒ نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور فرمادیا کہ احادیثِ رسولؐ پوری اُمت کے لئے یکساں ہیں، اس کی سماعت سے میں کسی کو محروم نہیں کرسکتا۔ اگر میرا یہ جواب ناگوار ہو تو حکماً میرا درس روک دو، تاکہ میں اللہ کے دربار میں عذر پیش کرسکوں۔

اس جواب سے حاکم بخارا سخت ناراض ہوگیا۔ حاسدوں نے حاکمِ وقت کے اشارہ پر امام صاحبؒ کو دین و عقائد کے بارے میں متہم کیا، بدعتی ہونے کا الزام لگایا، پھر حاکم نے بخارا سے نکلنے کا حکم دیا۔ امام صاحبؒ نے انتہائی کبیدہ خاطر ہوکر اپنے مخالفین کے لئے بد دعا کی " اللّٰھم ارھم ماقصدونی فی انفسھم واولادھم واھالیھم " اے اللہ! جس طرح اس امیر نے مجھے ذلیل کیا ہے، اسی طرح ان کو انکی ذات، انکی اولاد اور انکی اہل کی

بے عزتی وذلت دکھادے۔) (مقدمہ فتح الباری پاکستانی ص۴۹۳)

چنانچہ ابھی ایک ماہ بھی نہیں گزرا تھا کہ خلیفۃ المسلمین اس امیر سے کسی وجہ سے سخت ناراض ہوا اور اُس کو معزول کردیا۔ اس کی جگہ دوسرا حاکم بھیجا اور حکم دیا کہ معزول امیر کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے پورے شہر میں اس کی تذلیل کرو پھر قید کر دیا گیا، جہاں وہ انتہائی ذلت ورسوائی سے چند دن گزار کر مرگیا۔ نیز حاکم بخارا کے معاونین حریث بن ورقاء وغیرہ مختلف بلاؤں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے۔ اسی لئے حدیث قدسی ہے۔ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔

بہرحال امام بخاریؒ وہاں سے نکل کر بیکند پہنچے۔ لیکن امام کے بارے میں وہاں بھی اختلاف ہو گیا، اس لئے وہاں قیام مناسب نہیں سمجھا۔ اتنے میں اہل سمرقند نے آپ کو دعوت دی۔ آپ نے قبول فرمالیا اور سمرقند کا ارادہ بھی فرمالیا۔ لیکن راستہ میں خرتنگ تھا جہاں کچھ اعزہ واقربا تھے۔ ماہ مبارک کی وجہ سے وہیں قیام کیا۔ اسی دوران سمرقند سے اطلاع آئی کہ یہاں فضا سازگار نہیں ہے۔ یہاں بھی لوگوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔ اس لئے امام صاحبؒ نے عشرۂ اخیرہ میں تہجد کی نماز کے بعد دعا کی،۔

اَللّٰھُمَّ ضَاقَتْ عَلَیَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ۔

(اے اللہ! میرے اوپر زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو گئی ہے۔ اس لئے مجھے اپنے پاس بُلالے۔) اہل سمرقند نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ الزام غلط ہے۔ پھر متفقہ طور سے دعوت پیش کیا۔ امام نے سواری طلب کی، دو آدمی کے سہارے چند قدم چلے تھے کہ فرمایا، ضعف بڑھتا جارہا ہے۔ پھر کچھ دعا کی اور لیٹ گئے۔ جسم اقدس سے پسینہ نکلنا شروع ہوا اور آپ نے جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

اس طرح تیرہ دن کم باسٹھ[۶۲] سال کی زندگی گزار کر شب عید الفطر ۲۵۶ھ میں علم وفضل کا وہ عظیم آفتاب غروب ہوگیا جس کے علم وفضل کی روشنی سے بخارا، سمرقند، بغداد اور نیشاپور کے بے شمار عوام وخواص اپنے دل ودماغ کو منور کر رہے تھے۔

ف: اور آج تو سارا عالم ہی منور ہو رہا ہے۔ (مرتب)

عید الفطر کے دن شنبہ کے روز بعد نماز ظہر مقام خرتنگ میں اس مجسمۂ نورانی گنجینۂ کرامت کو سپرد خاک کیا گیا۔

(مقدمہ نصر الباری ص۴۲)

تصانیف آپ کی تصانیف میں سب سے اہم تصنیف "بخاری شریف" ہے۔ اس کا پورا نام "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ" ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب کو مسجد حرام میں تصنیف کیا اور ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرکے دو رکعت نماز پڑھتا تھا اور جب اس کی صحت پر پوری طرح انشراح ہوجاتا تھا اس وقت حدیث کو کتاب میں جگہ دیتا تھا۔

بخاری شریف کے محاسن وفضائل بے شمار ہیں چنانچہ ابو زید مروزیؒ فرماتے ہیں کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپؐ نے فرمایا کہ اے ابو زید! امام شافعیؒ کی کتاب کا درس کب تک دوگے؟ میری کتاب کا درس آخر کب دوگے؟ عرض کیا حضورؐ آپ کی کون سی کتاب ہے؟ ارشاد فرمایا محمد بن اسمٰعیل البخاری

کی الجامع الصحیح۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بخاری شریف کے پڑھنے سے قحط سالی ختم ہوجاتی ہے۔ اور قحط کے زمانہ میں اس کے ختم کی برکت سے بارش کا نزول ہوتا ہے۔ (محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص۱۲۳)

(مولفہ مولانا تقی الدین ندوی مظاہری)

حضرت ابوزکریا یحییٰ ابن معاذ الواعظ الرازی رح

نام ونسب نام یحییٰ، والد کا نام معاذ، کنیت ابوزکریا، لقب واعظ ہے۔ آپ یکتائے زمانہ تھے۔ مدتوں بلخ میں رہے پھر نیشاپور آئے اور وہاں تادم آخر قیام کیا۔

ارشادات فرماتے تھے کہ گنہگاروں کا انکسار ومسکنت اطاعت کرنے والوں کے دبدبہ وشان وشوکت سے زیادہ محبوب ہے۔

فرماتے تھے کہ گناہ کو حقیر جاننے سے زیادہ اور کوئی چیز بری نہیں ہے پس گناہ کو حقیر سمجھنے کا خیال دل میں مت لاؤ۔ بلکہ یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو دوست رکھتا ہے ان کے دلوں کو اپنی طرف مشغول کر دیتا ہے اور فرمایا جس شخص نے اپنے دوست میں دوست کے سوا کچھ اور دیکھا تو گویا اس نے دوست کو نہیں دیکھا۔ یعنی دوست کے سوا کسی اور دوست کو دیکھا۔ (نفحات الانس ص۲۱)

اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ تین قسم کے لوگوں سے اجتناب کرو۔

غافل عالموں سے اور مداہن قرّاء سے۔ جاہل صوفیوں سے جو اپنے دین کے فرائض کو سیکھنے سے پہلے ہی عبادت میں مشغول ہو گئے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے شیخ کے افعال سے منتفع نہیں ہوتا تو وہ ان کے اقوال سے بھی منتفع نہیں ہو گا۔ فرماتے تھے کہ بندے کا دین پارہ پارہ یعنی ناقص ہی رہے گا جب تک کہ اس کا قلب حُبِّ دنیا سے متعلق رہے گا۔

فرمایا کرتے تھے کہ مخلص دوست نہ تو ریا کرتا ہے اور نہ نفاق مگر بہت کم ایسے دوست ہیں جن کے یہ اخلاق ہوں۔

فرماتے تھے کہ علمائے عاملین اُمّت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ہوتے ہیں۔ تو دریافت کیا گیا کہ یہ کیسے؟ تو فرمایا کہ ان کے ماں باپ تو دنیوی آگ سے حفاظت کرتے ہیں مگر یہ حضراتِ علماء تو ان کو نارِ آخرت اور اس کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ عوام تو جنت میں بھی اہل علم کے محتاج ہوں گے تو ان سے سوال کیا گیا کہ یہ کیسے؟ تو فرمایا کہ جنت میں عوام سے کہا جائے گا کہ اپنی پسندیدہ چیزوں کی خواہش کرو تو ان کی سمجھ ہی میں نہ آئے گا کہ کیا کریں، تو عرض کریں گے کہ ہم اپنے علماء کے پاس جاتے ہیں ان سے ان کے بارے میں دریافت کریں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ اہل علم کی غایت عظمت و کرامت پر دال ہے۔

ف: یعنی عوام جس طرح اس دنیا میں اپنے مسائل میں علماء کے محتاج ہیں ویسے ہی آخرت میں بھی وہاں کی جزاؤں اور نعمتوں کے سلسلہ میں علماء کی رہبری کے محتاج ہوں گے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ذاکرین کی صحبت اختیار کرو اس لئے کہ یہ حضرات بادشاہ

کے دروازے کے ملازم اور دربان ہیں۔

ف: یعنی جب ان کی صحبت میں رہو گے اور ان کو خوش رکھو گے تو کبھی نہ کبھی وہ تم کو بادشاہ تک پہونچا دیں گے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ جس نے در پردہ اللہ تعالیٰ سے خیانت کی اللہ تعالیٰ اعلانیہ طور سے اس کا پردہ چاک کر دیں گے۔ (تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ص۹۷)

وفات آپ کی وفات نیشاپور میں ۲۵۸ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب نام مسلم، والد کا نام حجاج، لقب عساکر الدین کنیت ابوالحسین۔ آپ کا سلسلۂ نسب عرب کے مشہور قبیلہ قشیر سے ملتا ہے۔

ولادت آپ کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص۵۵۸)

ابن اثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں ۲۰۶ھ کو راجح قرار دیا ہے۔ (محدثین عظام ص۱۴۳)

سماعت حدیث کیلئے سفر حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جب شعور کی آنکھیں کھولیں تو ہر جانب علم حدیث کا غلغلہ تھا۔ خوش قسمتی سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور جیسے شہر میں پیدا ہوئے جسے اُس زمانے میں مرکزیت حاصل تھی۔

آپ نے چودہ برس کی عمر سے سماعت حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سے پہلے بھی سماعت حدیث کے مواقع حاصل تھے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس وقت کے لئے محفوظ رکھا جو ہر قسم کی اہلیت کا زمانہ

ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فن کے نشیب و فراز اور نکات کو پیش نظر رکھ کر اس میدان میں قدم رکھا۔

شیوخ واساتذہ

امام رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہو سکے ہیں۔ لیکن خراسان اور نیشاپور میں اسحٰق بن راہویہ اور امام ذہلی جیسے امام فن موجود تھے۔

آپ بغداد بھی متعدد بار تشریف لے گئے اور بغداد میں درس بھی دیا۔ بغداد کا آخری سفر ۲۵۹ھ میں ہوا جس کے دو سال بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ وہاں کے محدثین محمد بن مہران اور غسان وغیرہ سے سماعت کی اور عراق میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن مسلمہ سے استفادہ کیا۔ حجاز میں سعید بن منصور وغیرہ سے روایتیں حاصل کیں اور نیشاپور میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بہت کچھ استفادہ کیا۔

امام مسلمؒ کے فضل کا اعتراف

اس زمانے میں سیکڑوں امام فن پیدا ہوئے تھے جس میں بہت سے شیوخ کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی استاذی کا شرف حاصل ہے۔ تاہم امام صاحب کی فطری قابلیت اور قوت حافظہ نے لوگوں کو اس قدر گرویدہ بنالیا تھا کہ اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن نے ان مختصر الفاظ میں پیشین گوئی فرمائی

ای رجل یکون ھذا۔ خدا جانے کس بلا کا یہ شخص ہوگا۔

اخلاق وعادات، زہد و تقویٰ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی میں نہ کسی کی غیبت کی اور نہ سب و شتم کیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ و شیوخ کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ نیشاپور کے سفر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بکثرت

حاضر ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی تبحرِ علمی اور زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر بے ساختہ ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بے خودی میں پکار اٹھے، اقبل رجلیک یا استاذ الاستاذین وسید المحدثین وطبیب الحدیث فی علله۔ (اے استاذوں کے استاذ اور محدثین کے سردار اور حدیث کی علتوں کے طبیب! اپنے قدموں کو بڑھائیے!)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تعیین میں بڑی دشواری ہے۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب معلوم نہیں۔ چونکہ صحیح مسلم کے ابواب مؤلف نے بذات خود قائم نہیں کئے ہیں اس لئے ان کے مذہب کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اور نواب صدیق حسن خاں صاحب نے انہیں شافعی فرمایا ہے۔۔۔ (محدثین عظام ص۱۹۳)

سبب وفات ایک مرتبہ کسی مجلس میں آپ سے کسی نے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا۔ اتفاق سے وہ حدیث آپ کو یاد نہ آئی، گھر تشریف لائے اور تلاش و جستجو میں محو ہو گئے۔ اسی درمیان کھجور کا ٹوکرا پیش کیا گیا۔ خرما بھی تناول فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ پورا ٹوکرا صاف ہو گیا۔ اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ اس کا احساس بھی نہ ہوا۔ خیر حدیث تو مل گئی، مگر زیادہ تناول کی وجہ سے طبیعت ناساز ہوئی اور بالآخر وہی مرض موت کا سبب بنا۔ اور ۲۵ رجب ۲۶۱ھ بروز یکشنبہ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے اور نیشاپور کے باہر نصیر آباد میں مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

(نفع المسلم شرح صحیح المسلم ص۶۵)

حضرت عبداللہ بن خبیق انطاکی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام عبداللہ، کینت ابو محمد، والد کا نام خبیق ہے۔
صاحب طبقات کبریٰ علامہ شعرانی نے حنیف نام لکھا ہے۔

تعارف آپ صوفیہ کے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ بڑے زاہد اور مال حلال کھانے والے اور ہر حال میں کامل متقی تھے۔ آپ کا وطن کوفہ تھا لیکن انطاکیہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ تصوف میں آپ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ پر عامل تھے۔ آپ کے اوقات حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں گزرتے تھے۔

ارشادات فتح بن شخرف روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن خبیق نے روایت فرمایا کہ اے خراسانی صرف چار چیزیں قابل توجہ ہیں، ان کے سوا کچھ نہیں۔ (۱) آنکھ (۲) زبان (۳) دل (۴) خواہش نفس۔ اپنی آنکھوں کی طرف دیکھو، کسی ایسی طرف نگاہ نہ اٹھاؤ جو جائز نہ ہو، زبان کو دیکھو کہ اس سے کوئی ایسی بات نہ کہو جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم ہو کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ تمھارے دل میں نہیں ہے۔ دل کو دیکھو اس میں کسی مسلمان کے لئے کینہ و بغض نہ ہونا چاہیے۔ اپنی خواہش کو دیکھو اور کسی قسم کی برائی کی خواہش نہ کرو۔ اگر تم میں یہ چار خصلتیں نہیں پائی جائیں تو سمجھ لو کہ تم بدبخت ہو لہٰذا اپنے سر پہ خاک ڈالو۔

ف: مگر افسوس کہ اب انھیں خصلتوں کی طرف توجہ نہیں ہے جس کی وجہ سے حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ چونکہ بندہ اللہ تعالیٰ سے مانوس نہیں اس لئے لوگوں کے دل اس سے مانوس نہیں، اگر لوگ اپنے رب کے ساتھ مانوس ہوجائیں تو سب لوگ ان سے مانوس ہوجائیں گے۔

آپ فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ نفع پہونچانے والا خوف وہ خوف ہے جو تجھے گناہوں سے روکے اور سب سے زیادہ مفید وہ امید ہے جو تیرے لئے عمل کو آسان کردے۔

(تصوف کا انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۸۴) (رسالۃ القشیریہ)

آپ فرماتے تھے کہ: جب قاری قرآن پاک معصیت کے قریب جاتا ہے تو قرآن اس کے سینہ سے پکار کر کہتا ہے کہ کیا اسی لئے تم نے مجھ کو رکھ چھوڑا ہے؟ پس اگر گنہگار اس آواز کو سن لے تو اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کی وجہ سے مرجائے۔

ف: کس قدر عبرت ونصیحت کی بات ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کسی معزز ومقتدا شخص کو گھر میں بٹھلا کر اس کی نافرمانی کرکرکے اس کی توہین وبے ادبی کی جائے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک عالم کہتا تھا کہ اے میرے رب! میں تیری کتنی زیادہ معصیت کرتا ہوں، مگر تو مجھے سزا نہیں دیتا۔ تو بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ فلاں سے کہہ دیجئے کہ میں تجھ کو کس قدر سزا دے رہا ہوں مگر تو سمجھتا ہی نہیں۔ کیا میں نے تیری مناجات کی حلاوت کو سلب نہیں کرلیا؟ کیا یہ سزا کم ہے؟۔

ف: افسوس کہ اب اس زمانہ میں تو اس سزا کو کوئی سزا سمجھتا ہی نہیں بلکہ اگر ہزاروں معصیت کے ساتھ ناجائز طریقہ سے ہی سہی مال و دولت میں

ترقی ہو جائے اور دین و دیانت بالکل رخصت ہو جائے تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر کسی بزرگ سے اعتقاد ہے تو اس کی دعا کی قبولیت اور توجہ خصوصی کی برکت و کرامت سمجھی جاتی ہے۔ ڈرتے نہیں کہ ممکن ہے کہ یہ استدراج و ڈھیل ہو۔ پس ان بزرگوں کے ساتھ اس قسم کے اعتقاد کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے۔ آمین!

(مرتب)

فرماتے تھے کہ: جب تم اپنے محسن کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کا معاملہ نہیں کرتے تو بھلا جو شخص بدسلوکی و برائی کر رہا ہے، اس کے ساتھ تم کیسے اچھا سلوک کرو گے؟ (طبقات ج۱ ص۱۷)

وفات آپ کا انتقال سنہ ۲۶۰ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ
(تاریخ الاسلام صفحہ ۴۹۹ للعلامہ الذہبیؒ)

حضرت ابویزید طیفور ابن عیسیٰ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب نام طیفور، والد کا نام عیسیٰ، دادا کا نام شروسان کنیت ابویزید ہے۔

فضل و کمال عارفین کے سردار اور اس وقت کے زاہدوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ لوگوں میں زبردست مقبولیت حاصل تھی۔

آپ کے دادا شروسان مجوسی تھے لیکن بعد میں شرف باسلام ہو گئے تھے۔

ارشادات وہ فرماتے تھے میری خوشی یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے خوف کروں اس لئے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی سزا سے مامون نہیں تو کیسی خوشی۔

ف: یعنی خوشی تو اللہ سے ڈرنے میں ہے۔ نہ کہ بے خوف ہونے میں (مرتب)

اور فرماتے تھے کہ اے اللہ میری آپ کے ساتھ محبت کوئی تعجب کی بات نہیں کیوں کہ میں فقیر و مسکین بندہ ہوں لیکن آپ کی محبت میرے ساتھ تعجب کی بات ہے کیونکہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ آپ ہوا پر پرواز کرتے ہیں تو جواب دیا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس وجہ سے کہ پرندہ جو مردار کھاتا ہے وہ بھی ہوا میں اڑتا ہے پھر میری کیا خصوصیت و کرامت ہے۔ اور آپ سے کسی نے کہا کہ ہم کو اسم اعظم بتلا دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی کوئی حد نہیں وہ صرف تمہارے قلب کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے لئے خالی ہونا ہے پس جب تمہاری ایسی حالت ہو جائے تو تم اس کے ناموں میں سے جس نام

سے چاہو دعا کرو قبول ہو گی۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے پانی پر چلتے ہیں۔ لیکن اللہ کے نزدیک ان کا کوئی مرتبہ نہیں اور جیسا کہ تم جانتے ہو کہ بعض لوگوں کو اڑنے کی کرامت عطا کی گئی تم انکی کرامت سے دھوکے میں نہ پڑو جب تک کہ ان کو اوامر اور نواہی اور حدود شرعیہ کی حفاظت میں نہ آزما لو۔ (سیر اعلام النبلاء)

ف: سبحان اللہ ولایت و بزرگی کی کیسی علامت بیان فرمائی جس کو خاص طور سے اس زمانہ میں پیش نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ ولی اور غیر ولی میں فرق ہو سکے۔ اس لئے کہ جب وہ شریعت کے اوامر کا متبع نہیں ہے تو اس کا اڑنا کرامت ہے ہی نہیں بلکہ استدراج ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے میں نے مجاہدہ میں تیس سال گذارے تو میں نے بندہ پر سب سے زیادہ شاق علم اور اس کی متابعت کو پایا۔

ف: اس سے علم کی کتنی عظمت معلوم ہوئی جب کہ لوگوں کے ذہن میں اس کی اہمیت کم ہو گئی ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اس لئے نعمتیں عطا فرمائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں مگر افسوس کہ یہ لوگ اسی میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گئے۔

فرماتے تھے کہ اے اللہ! آپ نے اس مخلوق کو بغیر ان کے کسی عمل کے پیدا فرمایا اور ان کو بغیر ان کے ارادہ و طلب کے ایک عظیم امانت کا پابند بنا دیا تو اگر آپ انکی اعانت نہ فرمائیں گے تو کون کرے گا۔

ف: سبحان اللہ کیسی عبدیت کی بات فرمائی جو غایت علم و معرفت کا ثمرہ ہے (مرتب)

آپ سے سنت و فریضہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ سنت تو دنیا کو بالکلیہ ترک کرنا ہے اور فریضہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں رہنا ہے۔ اس لئے کہ سنّت کُل کی کُل ترکِ دنیا پر دلالت کرتی ہے اور کتاب اللہ کُل کی کُل صحبتِ مولیٰ کی طرف ہدایت کرتی ہے۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت پر ہر دم یقین رکھنا چاہیئے۔

فرماتے تھے کہ رب العزت کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ آپ تک کیسے پہنچوں۔ تو فرمایا کہ "دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالْ" یعنی اپنے نفس سے علیحدہ ہو جاؤ اور میرے پاس آجاؤ۔

آپ سے سوال کیا گیا کہ عارف کی صفت کیا ہوتی ہے تو فرمایا کہ اہل نار کی کیفیت ہوتی ہے کہ اس میں نہ مریں گے اور نہ زندہ رہیں گے۔

ف: مطلب یہ ہے کہ عارف بین الخوف والرجاء رہتا ہے۔ (مرتب)

نیز آپ سے متواضع کے متعلق استفسار کیا گیا تو فرمایا کہ متواضع وہ ہے جو اپنے لئے نہ کسی مقام کو دیکھے نہ کسی حال کو اور مخلوق میں اپنے سے زیادہ کسی کو برا نہ پائے۔

ایک روز حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شہر کے ایک عالم و فقیہ تشریف لے گئے اور کہا کہ آپ نے یہ علم کس سے اور کہاں سے حاصل کیا تو فرمایا کہ میرا یہ علم اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس طریق سے ہے جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ایسے علم کا وارث بنا دیتا ہے جس کو وہ نہیں جانتا اس جواب سے وہ فقیہ خاموش ہو گئے۔

وفات | آپ کی وفات ۲۶۱ھ میں ہوئی۔ (طبقات ج ۱ ص ۶۶)

حضرت ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانیؒ

نام ونسب نام شاہ ، کنیت ابوالفوارس ، والد کا نام شجاع کرمانی ہے ۔

تعارف آپ شیخ طریقت ابوحفص قدس سرہٗ کے رفقاء میں سے ہیں اور شیخ ابوتراب نخشبی و شیخ ابوعبداللہ وغیرہم کے ہم نشین رہے ہیں اور آپ کو ابوعثمان حیریؒ کے استاذ ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ آپ ہمیشہ قبا پہن کر چلتے تھے اور کبھی منقش چادر بھی پہن لیا کرتے تھے ۔ شاہ شجاع کرمانی بڑی بزرگی کے مالک تھے ۔ خواجہ یحییٰ عمار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ شاہ اس زمانے میں صاحب تخت و مالک تھے ۔ ایک دن شیخ ابوحفصؒ نیشاپور میں موجود تھے ۔ شاہ شجاع ان کے سامنے کھڑے ہوگئے اور وہ اس وقت قبا پہنے ہوئے تھے ان سے کچھ دریافت کرنے لگے ۔ شیخ ابوحفصؒ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ قبا پہنے ہوئے ہیں تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم تو شاہ شجاع ہے ۔ آپ نے جواب دیا میں شاہ ہوں اس سوال سے انہوں نے اپنا شاہ ہونا تسلیم کرلیا ۔

ایک دن شاہ شجاع مجلس میں تشریف فرما تھے ۔ ایک درویش وہاں آیا اور اس نے دو من (من عراقی) روٹیاں مانگیں ۔ کسی نے اس کو نہ دیں ۔ شاہ شجاع نے فرمایا ، کوئی ایسا شخص ہے جو میرے پچاس حج دو من روٹیوں کے بدلے خرید لے اور اس کو دیدے ۔ اتفاق سے ایک فقیہہ بھی وہاں پر موجود تھے ۔ انہوں کہا کہ اے شیخ آپ شریعت کی بے عزتی کر رہے ہیں ۔ آپ نے جواب دیا کہ جب میں

نے اپنی ہی کوئی قدر و قیمت نہیں کی تو اپنے اعمال کی قدر قیمت کیا کروں گا۔ وہ فقیہ یہ جواب سُنکر خاموش ہو گئے۔

ارشادات آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے محارم سے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا اور اپنے نفس کو شہوت سے روک لیا اور اپنے باطن تمام عمر ہر لحظہ مراقبہ میں گزارا اور اپنے ظاہر کو اتباع سنت کا پابند رکھا تو اس کی دانائی اور عقل کبھی خطا نہ کرے گی۔ (نفحات الانس ص۲۴۸)

آپ فرماتے تھے کہ جو شخص تمہاری صحبت اختیار کرے اور اپنی پسندیدہ چیزوں میں تمہاری موافقت کرے اور ناپسندیدہ امور میں تمہاری مخالفت کرے تو سمجھ لو کہ اس نے اپنی خواہش نفسانی کے لئے تمہاری صحبت اختیار کی اور تمہاری صحبت سے فقط راحت دنیا کا طالب ہے نہ غیر کا۔

فرماتے تھے کہ: اہل فضل کا فضل اسی وقت تک ہے جبتک کہ اس کی نظر اس پر نہ ہو، اسی طرح اہل ولایت کی ولایت بھی اسی وقت تک ہے جبتک کہ اس کی نظر اس پر نہ ہو۔ اور جب اپنی ولایت کی طرف کسی کی نظر ہو گئی اور اپنے کو ولی سمجھنے لگا تو اب اس کی ولایت برقرار نہ رہی۔

فرماتے تھے کہ: اولیاء اللہ سے محبت بڑی عبادت ہے۔ اس لئے کہ جس نے اولیاء اللہ سے محبت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی، اور جس سے اولیاء اللہ نے محبت کی اس سے اللہ تعالیٰ نے محبت فرمائی۔ (طبقات ج۱ ص۲)

وفات آپ کا انتقال ۳۲۷ھ یا ۳۳۰ھ سے پہلے ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (نفحات الانس ص۲۴۹)

حضرت ابوحفص عمرو بن السالم الحداد نیشاپوریؒ

نام ونسب نام عمرو، والد کا نام سالم الحداد، کنیت ابوحفص ہے۔

فضل وکمال آپ کبار مشائخ میں سے نہایت زاہد وعابد ومتقی وپرہیزگار تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے تو آپ کی حالت بالکل بدل جاتی تھی۔ یہاں تک کہ جو لوگ ان کے پاس ہوتے تھے وہ اس کا مشاہدہ کرتے تھے۔

غصہ کا علاج سلمی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کو کہتے ہوئے سنا کہ جب ابوحفص غصہ ہوتے تو حسنِ خُلق کے بارے میں گفتگو شروع کر دیتے۔ یہاں تک کہ ان کا غصہ فرو ہوجاتا پھر پہلی بات کی طرف لوٹ آتے تھے۔

ف: سبحان اللہ کیا خوب علاج فرماتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جو طالب صادق اپنی اصلاح چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جو مربی حقیقی ہیں اس کی تدبیر وعلاج کی طرف رہنمائی فرما دیتے ہیں۔ (مرتب)

ارشادات ابوحفص فرماتے تھے جس شخص نے اپنے اعمال واحوال کا موازنہ کتاب وسنت کی تعلیمات سے نہ کیا اور جس کا قلب اپنی اصلاح کے لئے مغموم ومتفکر مند نہیں ہوا تو تم اس کو نیک لوگوں کی فہرست میں نہ شمار کرو۔

ابوحفص کہتے تھے کہ ظاہری آداب حسنہ باطنی اخلاق حسنہ کا پتہ دیتا ہے۔

(صفۃ الصفوہ ص۱۱۱ ج۴) (صفۃ الصفوہ ص۱۱۱ ج۴)

ف: اسی لئے کہا جاتا ہے کہ "الظاہر عنوان الباطن" یعنی ظاہر باطن کا

پتہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن دونوں کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین (مرتب)

ایک مرتبہ آپ سے آدابِ فقراء کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا حرماتِ مشائخ کی حفاظت، اور بھائیوں کے ساتھ حسنِ معاشرت، چھوٹوں کو نصیحت، نفع کے موقع پر ترکِ خصومت، ایثار پر ملازمت، جمع کرنے سے مجانبت، اور جو اہل طریق میں سے نہیں ہیں ان سے ترکِ صحبت، اور دنیا و آخرت کے معاملات میں اپنے بھائیوں کی مدد و نصرت

پس اِن صفات کو سامنے رکھ کر موازنہ کرو اگر تم پورے اترو تو سمجھو کہ تم واقعی فقیر ہو۔ (طبقات صفحہ ۷)

ف: سبحان اللہ یہ آداب ہشتگانہ خوب بیان فرما دیئے جن کو ہر سالک بلکہ ہر مسلمان کو پیش رکھنا لازمی و ضروری ہے۔ اب ذرا ان اصول پر غور فرمایئے کہ اس میں کون سا ادب خلاف شرع ہے؟ ہر ایک کی طرف ترغیب کتاب و سنت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان آدابِ طریق سے متادب ہونے کی توفیق دے اور اپنے قرب و قبول سے نوازے۔ آمین (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ گناہ کفر کا پیش خیمہ ہے جس طرح بخار موت کا پیش خیمہ ہے۔

آپ فرماتے تھے ظاہری آداب کا اچھا ہونا باطنی آداب کے اچھا ہونے کی علامت ہے

آپ فرماتے تھے کہ جوانمردی یہی ہے کہ لوگوں سے انصاف کرو مگر ان سے انصاف کا مطالبہ نہ کرو۔ (تصوف کا انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۸)

وفات

آپ کی وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(طبقات صفحہ ۷)

حضرت حمدون ابن احمد القصار نیشاپوریؒ

نام ونسب نام حمدون، کنیت ابوصالح، والد کا نام احمد القصار ہے۔ اور وطن نیشاپور ہے۔

فضل وکمال جماعت صوفیہ کے شیخ اور مقتدا ہیں۔ آپ ظاہر کو پراگندہ اور باطن کو آراستہ رکھتے اور شریعت پر کاربند تھے۔
آپ نے ابوتراب اور ابوحفص نیشاپوری کی ہمنشینی اختیار کی۔ آپ ابدال میں سے تھے۔

ارشادات فرماتے تھے کہ جو شخص مصیبت پر جزع وفزع کرتا ہے وہ اپنے رب کو متہم کرتا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۴/۵)

ف: ظاہر ہے کہ مصیبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پھر شکوہ کس کا؟ اور جزع وفزع کیوں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین (مرتب)

فرمایا کرتے تھے کہ: جس نے اپنے نفس کو فرعون کے نفس سے بہتر سمجھا تو اس نے کبر کا اظہار کیا۔

فرماتے تھے کہ: جو سلف کی سیرت کا مطالعہ کرے گا تو اس کو اپنی تقصیر اور مردانِ راہ کے درجات سے پیچھے رہ جانے کی معرفت نصیب ہوگی۔

ف: ظاہر ہے کہ سیرتِ سلف کے مطالعہ کا یہ کتنا اہم فائدہ ہے کہ اپنے نقص وقصور کا علم ہو جاتا ہے جو ترقیٔ درجات کا زینہ ہے۔ اسی کو مولانا رومؒ نے فرمایا ہے ؎

ہر کہ نقصِ خویش را دید و شناخت　　سوئے استکمالِ خود دو اسپہ تاخت

(یعنی جس نے اپنے قصور و نقصان کو جانا پہچانا وہ بہت تیزی سے اپنے کمال کی طرف دوڑا۔) (مرتب)

آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیا بات ہے کہ سلف کا کلام زیادہ نافع ہوتا تھا بہ نسبت ہمارے کلام کے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: انھوں نے اسلام کی عزت، نفوس کی نجات اور رحمٰن کی رضا و خوشنودی کے لئے کلام فرمایا، اور ہم اپنے نفسوں کی عزت اور دنیا کی طلب اور مخلوق کو اپنا معتقد بنانے کے لئے کلام کرتے ہیں۔

ف: پس ظاہر ہے کہ جیسی نیت ہوگی ویسا ہی ثمرہ واثر مرتب ہوگا۔ چنانچہ حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہاں پوریؒ نے حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ سے یہی سوال کیا تھا کہ اب وعظ و بیان بہ نسبت پہلے کے زیادہ ہوتا ہے مگر فائدہ نظر نہیں آتا۔ تو معاً جواب دیا کہ اخلاص نہیں ہے یعنی پہلے بیان کم تھا مگر اخلاص تھا اس لئے مؤثر تھا، مگر اب ایسا نہیں ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: درویش کا جمال اس کی تواضع میں ہے اور جب اس نے تکبر کیا تو اغنیاء کے تکبر سے بھی اس کا تکبر بڑھ گیا۔ (طبقات)

آپ سے عبداللہ بن منازل نے نصیحت کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ جہاں تک ہوسکے کسی دنیاوی چیز کی خاطر غصہ میں نہ آؤ۔

وفات آپ کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(تصوف کا انسائیکلوپیڈیا صہ۸۶)

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام سلیمان، والد کا نام اشعث، کنیت ابوداؤد۔

ولادت آپ کی ولادت ۲۰۲ھ میں سیستان میں ہوئی۔

تحصیل علم کیلئے سفر ان کی زندگی کے ابتدائی حالات بہت کم ملتے ہیں لیکن جس زمانے میں انہوں نے آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا اس لئے امام موصوف نے مختلف ملکوں کا سفر کیا۔ اس زمانے کے تمام مشاہیر اساتذہ اور شیوخ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

اساتذہ وشیوخ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ جن اکابر وشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ ایک اندازے کے مطابق تین سو اساتذہ وشیوخ سے استفادہ کیا ان میں سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ بھی ہیں۔

زہد وتقویٰ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فقہ وعلم اور حفظ حدیث، زہد وعبادت یقین وتوکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتہ کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ اس کا راز معلوم کیا گیا تو بتایا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتہ رکھ لیتا ہوں اس لئے اسے کشادہ بنا لیا ہے اور دوسری کشادہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ اس میں کوئی فائدہ تھا۔ اس لئے اس کو تنگ ہی رکھا۔ آپ اپنے

رفتار وگفتار میں اپنے استاذ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مشابہ تھے۔

آپ کے فضل کا اعتراف

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو علم وعمل میں جو امتیازی مقام حاصل تھا، اس زمانے کے علماء ومشائخ کو بھی اس کا پورا اعتراف تھا۔ چنانچہ حافظ موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اور امام ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بہت مشہور ہے کہ حدیث کو ان کے لئے اس طرح نرم کر دیا گیا تھا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے لوہا۔

امام ابوداؤد رح کا مسلک

آپ کے مسلک کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ حنبلی تھے اور بعض نے کہا کہ شافعی تھے مگر ان کی سنن کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ حنبلی مسلک کے پیرو تھے۔ آپ کی تصانیف میں سنن کی زیادہ اہمیت ہے۔

سنن ابوداؤد رح کا صحاح ستہ میں رتبہ

صحاح ستہ کے مولفین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اپنی کتابوں کا انتخاب کیا ہے تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ کے مستدلات کو موضوع قرار دیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں کتب حدیث کے طبقات بیان کئے ہیں وہاں سنن ابوداؤد کو دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے۔ لیکن صاحب مفتاح السعادۃ نے سب سے اونچا درجہ صحیح بخاری کا اس کے بعد صحیح مسلم کا اس کے بعد سنن ابی داؤد کا اور یہی زیادہ مناسب ہے۔

تعداد روایات امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے صرف چار ہزار آٹھ سو کا اپنی کتاب میں انتخاب کیا ہے۔ مزید برآں چھ سو مراسیل بھی ہیں۔ نیز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا مراسیل احادیث جمہور کے نزدیک قابل حجت ہے۔

وفات آپ کی وفات ۲۷۱ھ میں بغداد میں ہوئی اور ایک قول کے مطابق بغداد میں بروز جمعہ ۲۷۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(محدثین عظام کے علمی کارنامے ص۱۶۳)

حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب سلسلۂ نسب یہ ہے۔ نام محمد، والد کا نام یزید، ابو عبداللہ کنیت الربعی القزوینی نسبت اور ابن ماجہ عرف ہے۔ ماجہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ شاہ صاحبؒ یعنی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ آپ کی والدہ کا نام ہے۔ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ماجہ نام کی آپ کی والدہ تھیں۔

ولادت امام ابن ماجہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔

سماع حدیث کیلئے سفر قیاس ہے کہ امام صاحبؒ نے ۲۳۰ھ کے بعد سفر کا آغاز کیا ہوگا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ علم حدیث انتہائی عروج پر تھا۔ امام صاحبؒ نے طلب حدیث میں مختلف شہروں کی خاک چھانی۔ مورخ ابن خلکان کا بیان ہے، حدیث لکھنے کے لئے عراق

بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام و مصر اور رے کا سفر کیا۔

شیوخ وتلامذہ

ان کے شیوخ کا استقصاء دشوار ہے۔ خصوصیت سے ابوبکر بن شیبہ سے استفادہ کیا۔ ان کے شیوخ میں حضرت امام مالکؒ اور حضرت لیث کے تلامذہ بھی ہیں۔ ان کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے۔

علماء کا اعتراف کمال

امام صاحبؒ کے فضل و کمال اور جلالت شان، حفظ حدیث کا اعتراف ہر دور کے علماء اور تذکرہ نویسوں نے کیا ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں: ۔

"کان اماماً فی الحدیث"	وہ علم حدیث کے امام تھے۔
عارفاً بعلومه وجميع ما يتعلق۔	اور حدیث سے متعلق تمام علوم پر دسترس رکھتے تھے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "وہ صاحب سنن مشہورہ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ ہیں اور یہ کتاب ان کے تبحر علمی اور آگاہی عمل پر اور اصول و فروع میں اتباع پر دلیل ہے۔"

محدث ابویعلی الخلیلی لکھتے ہیں کہ "ابن ماجہ متفق علیہ بہت بڑے ثقہ ہیں اور علم حدیث کی حفظ و معرفت پر قابل حجت ہیں"

علامہ ذہبیؒ کی رائے ہے کہ "آپ حافظِ حدیث اور صدوق اور کافی وسیع علم رکھتے تھے۔"

حافظ ابن حجرؒ نے "احد الائمۃ حافظ" لکھا ہے۔ یعنی منجملہ اماموں کے تھے اور حافظ حدیث تھے۔

مسلک علامہ طاہر جزائری فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ وغیرہ علماء و ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کے مقلد نہیں تھے۔ بلکہ ائمۂ حدیث امام شافعیؒ احمدؒ، اسحاق اور ابو عبیدہ کے قول کی طرف میلان رکھتے تھے۔ یعنی اہل عراق کے مذہب کے مقابل میں اہل حجاز کی طرف زیادہ مائل تھے جس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے۔

وفات آپ کی وفات ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص۲۲۶)

حضرت فتح بن شخرف مروزیؒ

نام و نسب آپ کا نام نامی فتح ہے۔ آپ کی کنیت ابو النصر ہے۔ آپ خراسان کے مشائخ متقدمین میں سے ہیں (شہر مرو کے رہنے والے تھے جو خراسان کا ایک شہر ہے) شیخ عبداللہ بن احمد حنبلؒ کہتے ہیں کہ خراسان کی سرزمین سے فتح جیسا کوئی صاحب فقر و حال پیدا نہیں ہوا۔ آپ تیرہ سال تک بغداد میں رہے لیکن بغداد کی پیدا کردہ خوراک نہیں کھائی۔ انطاکیہ سے آپ کے لئے ستو آیا کرتے تھے، اسی پر آپ گزر اوقات کرتے تھے۔

ایک عجیب گفتگو جب آپ کا نزع کا عالم تھا تو آپ چپکے چپکے باتیں کرنے لگے۔ لوگوں نے کان لگا کر سنا تو آپ کہہ رہے تھے:۔

"اِلٰهِیْ اِشْتَدَّ شَوْقِیْ اِلَیْكَ فَعَجِّلْ قُدُوْمِیْ عَلَیْكَ"

یعنی الٰہی میرا شوق بڑھ گیا ہے کہ تیری طرف پہنچوں، پس اپنی طرف میرے پہنچنے

میں جلدی فرما۔

جب آپ کو غسل دیا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کی پنڈلی کی شہ رگ جو اٹھی ہوئی تھی وہ اس عبارت میں تبدیل ہو گئی "الفتح للہ" یعنی فتح اللہ کیلئے ہے۔

یشخ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابراہیم حربیؒ نے مجھ سے کہا کہ میں اس موقع پر موجود تھا اور میں نے یہ تحریر پڑھی تھی۔ آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی جنازے کی نماز ۳۲ بار پڑھی گئی۔ تقریباً تیس ہزار آدمی جمع تھے۔

تاریخ وفات ۱۵ شعبان ۲۷۱ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ (نفحات الانس صفحہ ۱۹۹)

حضرت ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل المغربی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب محمد نام۔ کنیت ابو عبداللہ۔ والد کا نام اسماعیل ہے۔

فضل وکمال آپ علی بن رزین کی صحبت میں رہے اور حضرت ابراہیم خواص اور ابراہیم بن شیبان کے استاذ تھے۔ (طبقات صفحہ ۹۹)

آپ نے بہت سے پیادہ پا حج کئے تھے۔ اندھیری راتوں میں ننگے پیر اس طرح بے دھڑک چلتے تھے جیسے کوئی دن کی روشنی میں چلتا ہے۔ پیدل چلنے والے لوگ ان کے پیچھے چلتے تھے۔ وہ ان کو راستہ بتاتے تھے کہ میں نے مدتوں سے تاریکی دیکھی ہی نہیں اس کثرت سے پیدل چلنے کے باوجود ان کے پیر اتنے نرم ونازک تھے جیسے دلہن کے پیر ہوں مگر اللہ کی رضا کے واسطے یہ مجاہدہ وریاضت فرماتے تھے۔ (اعیان الحجاج صفحہ ۱۵)

آپ اپنے عصر کے محققین میں تھے۔ آپ نے عمدہ اور قابل اعتماد نکتے

بیان کئے ہیں اور طریقت و شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا، و مدد طلب کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کے تین مرتبے ہیں:

۱۔ ایک ان لوگوں کا مرتبہ ہے جن سے مصیبت و بلا کو دور رکھا جاتا ہے تاکہ مصیبت ان کے صبر پر غالب نہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ناگوار سمجھے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بارے میں کسی طرح کا تکدر نہ پیدا ہو جائے

۲۔ دوسرے ان لوگوں کا ہے جن کو گنہگاروں سے دور رکھا جاتا ہے تاکہ ان کے کے قلوب دنیا کے باب میں صحیح (مطمئن) رہیں اور آرام و استراحت میں مشغول رہیں اور گنہگار لوگوں کی ملاقاتوں سے ملول و رنجیدہ نہ ہوں۔

۳۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جن کو مصائب اور پریشانیوں میں پوری طرح مبتلا کر دیا جاتا ہے تو ان لوگوں نے ان پر صبر کیا اور راضی رہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہو گئی اور وہ اس کے حکموں پر راضی ہو گئے۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن پر اللہ نے انعام و اکرام کیا اور بار بار کیا اور ان کو ظاہری اور باطنی علوم سے نوازا اور ان کو اپنے ذکر کا حامل بنا دیا۔

آپ فرماتے تھے کہ بہترین عمل اوقات کو شریعت کے مطابق عمل میں مشغول رکھنا ہے۔

ف:۔ سبحان اللہ یہ خوب فیصلہ فرمایا اللہ تعالیٰ اس بہترین عمل کی زیادہ سے زیادہ ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔ علامہ محی الدین نووی نے بھی کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ بندہ کا سب سے افضل وہ حال ہے کہ وہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ اس لئے کہ اللہ کا ذکر بہترین عمل ہے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وہ فقیر ہے جس نے ریا اختیار کیا مالداروں کے لئے، یا مالداروں کے لیئے تواضع اختیار کی اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ باعزت وہ مالدار ہے جو فقیر کے سامنے جھکا اور اس فقیر کے حرمت کی حفاظت کی۔

ف: اسی مضمون کو حدیث میں کہا گیا ہے "نعم الامیر علی باب الفقیر" یعنی بہترین امیر وہ ہے جو غریبوں کے دروازے پر جائے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ فقر پر راضی رہنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں اور اس کے بندوں پر حجت ہیں اور ان کی وجہ سے مخلوق سے بلا ومصیبت دور کی جاتی ہے (حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۵۷)

آپ فرماتے تھے کہ درویش و فقیر وہ شخص ہے جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف التجا کے سوا کائنات میں کوئی دوسرا سہارا نہ ہو۔ (اعیان الحجاج)

ف: یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ حالت رفیعہ عطا فرمائے۔ آمین! (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری وباطنی علوم سے مالا مال فرما دیا ہے مگر ان کو ایسا گمنام رکھا ہے کہ علماء کے ساتھ ان کا ذکر کبھی نہیں ہوتا۔ پس اُن ہی کے لئے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت یاب ہیں اور فتنوں سے مامون ہیں۔

وفات آپ نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی اور ۲۷۹ھ میں وفات پائی اور اپنے استاذ علی ابن رزین کے ساتھ مدفون ہوئے۔

رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ (طبقات ص ۷۹)

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام محمد، والد کا نام عیسیٰ، کنیت ابو عیسیٰ۔

ولادت امام ترمذی ۲۰۹ھ میں مقام ترمذ میں پیدا ہوئے۔

علمی سفر امام ترمذی نے جب شعور کی آنکھیں کھولیں تو انہیں علم حدیث کی تحصیل کا شوق دامن گیر ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کے حصول کیلئے مختلف حصوں، علاقوں اور ملکوں کا سفر کیا۔

شیوخ آپ کے شیوخ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

آپ نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" تَفَقَّہَ فی الحدیث بالبخاری"
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تفقہ فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔

آپ کا شمار امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مائیہ ناز تلامذہ میں سے ہوتا ہے۔ حاکم نے موسیٰ بن علک کا یہ قول نقل کیا ہے:

مَاتَ البُخَارِیُّ فَلَمْ یُخَلِّفْ بِخُرَاسَانَ مِثْلَ اَبِیْ عِیْسٰی فِی العِلْمِ وَالحِفْظِ وَالوَرَعِ وَالزُّھْدِ۔

ترجمہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے رخصت ہوئے تو ابو عیسیٰ جیسا عالم اور حافظ اور پرہیزگار اور زاہد نہیں چھوڑا۔

خود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے لائق شاگرد پر ناز تھا۔

انھوں نے ان کے کمال علم کی ان الفاظ میں سند عطا فرمائی تھی:

مَا انْتَفَعْتُ بِكَ اَكْثَرَ مِمَّا انْتَفَعْتَ بِيْ - میں نے تم سے زیادہ نفع حاصل کیا جتنا کہ تم نے مجھ سے حاصل کیا۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذہین شاگرد جب استاذ سے سوال کرتا ہے تو اس کی نگاہ دیگر علوم کی طرف جاتی ہے جس کی وجہ سے ان سے منتفع ہوتا ہے۔

حافظہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جب کسی سے کوئی بڑا کام لینا چاہتا ہے تو اسکے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ آپ کو جس طرح اکابر محدثین سے استفادہ کا موقع ملا ویسے ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قوت حافظہ بھی عطا کی تھی ابو سعید ادریسی فرماتے ہیں کہ ابو عیسیٰ کی قوت حفظ بھی مثالاً بیان کی جاتی ہے۔

زہد و تقویٰ زہد و تقویٰ اس درجہ کا حاصل تھا کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اور خوف الٰہی سے بکثرت گریہ وزاری کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔

تصانیف امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بکثرت تصانیف کی ہیں۔ آپ کو فقہ اور تفسیر پر بھی کافی دستگاہ حاصل تھی سب سے زیادہ مشہور آپکی تصنیف ترمذی شریف ہے جو مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ بھی کتابیں ہیں مثلاً العلل، المفرد، التاریخ، الزہد، الشمائل۔

وفات آپ کا انتقال ۲۷۹ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص۱۸۳)

حضرت ابو سعید احمد بن عیسیٰ الخزاز رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام احمد، والد کا نام عیسیٰ، کنیت ابو سعید ہے۔

فضل وکمال آپ اہل بغداد میں سے تھے۔ ذوالنون مصری کی صحبت میں رہے۔ علم فنا و بقاء میں سب سے پہلے آپ نے ہی کلام فرمایا ہے۔ آپ اپنے زمانے کے صوفیوں کے شیخ اور تمام علوم میں قوم کے امام اور پیشوا تھے اور اس وقت حضرت جنید بغدادی کے سوا سب سے عمدہ اور فصیح کلام کرنے والے تھے۔

ف: معلوم ہوا کہ عمدہ فصیح کلام میں ما فی الضمیر کو ادا کرنا عیب نہیں بلکہ کمال ہے۔ اس لئے کہ اس سے قارئین کو کلام کے پڑھنے وسننے کی طرف مزید توجہ و رغبت ہو جاتی ہے۔ (مرتب)

ارشادات فرماتے تھے جس کا باطن اس کے حُسنِ ظاہر کے خلاف ہو تو وہ شخص باطل و بیکار ہے۔

ف: اس لئے ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ ان دونوں میں یکسانیت پیدا کرے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہی کے خیر ہونے کی دعا فرمائی ہے "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً"۔ ترجمہ: اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے اچھا بنا دے اور میرے ظاہر کو صالح بنا دے۔ آمین۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ توبہ کے شروع میں سب سے پہلے انسان کے اندر خوف پیدا ہوتا ہے پھر وہ مقام رجاء کی طرف منتقل ہوتا ہے پھر مقام صالحین

کی طرف پھر مقام مریدین کی طرف پھر مقام مطیعین کی طرف پھر اس کے بعد مقام محبین کی طرف پھر مقام مشتاقین کی طرف اس کے بعد مقام اولیاء کی طرف پھر اس کے بعد مقام مقربین تک اس کی رسائی ہوتی ہے (سیر اعلام النبلاء ص۱۴۹ ج۱۴)

شیطانی چال علامہ قشیری نے رسالہ قشیریہ میں نقل کیا ہے کہ ابوالعباس الصیاد ابوسعید خزار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شیطان کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے دور ایک کنارے سے گذر رہا ہے میں نے اُس سے کہا ارے ادھر آ، کیا بات ہے دور ہو کر گذر رہا ہے شیطان نے جواب دیا میں تم لوگوں کا کیا کر دں گا؟ جس چیز کے ساتھ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہوں اسے تم لوگوں نے اپنے سے دور کر رکھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون سی چیز ہے؟ جواب دیا دُنیا، پھر کہا ہاں البتہ ایک لطیف بات تم لوگوں کے اندر میرے حق میں پائی جاتی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون سی ہے؟ کہا نوعمروں کی صحبت۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ نوعمر لڑکوں کی صحبت سے بیحد اجتناب کرنا چاہیئے (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ میں کافی دنوں تک صوفیاء کی صحبت میں رہا مگر اس عرصہ میں میرے اور ان کے درمیان کبھی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ پوچھا وہ کیسے؟ جواب دیا اس لئے کہ میں ان کے ساتھ رہتا مگر اپنے نفس کی مخالفت کرتا رہتا۔ (تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ص۹۹)

فرماتے تھے کہ، میں ایک مرتبہ ایک شخص سے ملا جو بظاہر مجنون معلوم ہوتا تھا، تو میں نے اس سے کہا کہ اے مجنون! تو اُس نے میری طرف توجہ کی اور کہا کہ جانتے بھی ہو کہ مجنون کِسے کہتے ہیں؟ تو میں نے کہا نہیں! تو اُس نے کہا کہ

درحقیقت مجنون وہ ہے جو کوئی قدم ایسا رکھے جس میں اپنے رب کا ذکر نہ کرے۔

فرماتے تھے کہ: آدمی اُس وقت تک فضل و شرف سے مشرف نہیں ہوتا، جبتک کہ اذکار اُس کی غذا نہ ہو جائیں اور خاک اس کا فراش و بستر نہ ہو جائے۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ آخر یہ کیا بات ہے کہ فقراء بھی آپسمیں بغض و عداوت رکھتے ہیں؟ حالانکہ ان کے نزدیک جاہ و ریاست کی کوئی وقعت نہیں ہوتی، تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے درمیان یہ چیز غیرت کی وجہ سے مقدر فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک دوسرے سے سکون و تسلی حاصل نہ کریں۔ مگر جب انکو کمال سلوک نصیب ہو جاتا ہے تو ان کا یہ بغض ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ کامل شخص اپنے غضب کو مخلوق میں سے کسی پر جاری کرنے کو جائز نہیں سمجھتا۔ (طبقات صـ۷۹)

ف: سبحان اللہ کیسی معرفت کی بات فرمائی جو عین صواب و حق ہے اور یہ اشکال تو عموماً ہوتا ہے کہ درویشوں اور فقیروں میں ایک دوسرے سے کیوں بغض و عداوت کا صدور ہوتا ہے مگر اس کا جواب شیخ نے اپنے الہامی ارشاد سے دیا۔ جزاہم اللہ (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (طبقات) مگر سیر اعلام النبلاء میں ۲۸۶ھ یا ۲۷۷ھ تحریر فرمایا گیا ہے۔

حضرت علی بن سہل بن الاظہر اصفہانیؒ

نام و نسب نام علی، والد کا نام سہل، دادا کا نام الاظہر کنیت ابوالحسن ہے۔

تعارف آپ طبقۂ دوم کے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ اصفہان کے بڑے شیوخ میں سے ہیں۔

آپ شیخ محمد بن یوسف النہار کے شاگرد تھے۔ اور شیخ جنیدؒ کے ہم عصر تھے۔ دونوں کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ اور آپ نے حضرت ابوتراب نخشبی کی صحبت سے بھی فائدہ حاصل کیا۔ آپ بڑے مرتاض یعنی ریاضت کرنے والے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ بیس بیس دن کھانا پینا ترک کر دیتے تھے اور حیرانی کے عالم میں ساری ساری رات کھڑے رہ کر گذار دیتے تھے۔ آپ کی پرورش بہت ہی ناز و نعمت میں شریف زادوں کی طرح ہوئی تھی۔

آپ کی فراخ دلی کا واقعہ ایک بار شیخ عمرو بن عثمان مکی پر تیس ہزار ۳۰۰۰۰ کا قرضہ ہو گیا۔ اصفہان میں شیخ علی بن سہل اصفہانی کے پاس آئے تاکہ ان سے کچھ رقم حاصل کریں۔ شیخ علی بن سہل رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے قرضہ کی رقم معلوم کر کے خفیہ طور پر مکہ قرض خواہ کے پاس روانہ کر دی اور ان کو خبر تک نہ دی اور بعد میں ان کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔ جب وہ اصفہان سے واپس ہوئے تو قرض واپس ہو چکا تھا لیکن ان کو اس کی خبر نہ ہونے کی وجہ سے سارے راستہ

اس قرض کی ادائیگی کی فکر میں مبتلا رہے۔ جب مکہ معظمہ پہنچے تو ان کو اس بات کا علم تو ان کا اضطراب دور ہوا۔ (نفحات الانس صـ۲۷۲)

طبقات میں ہے کہ اصفہان کے قدیمی مشائخ میں سے ہیں حضرت جنیدؒ سے خط و کتابت رکھتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ جب آپ کو معلوم ہوتا کہ فلاں مسلمان کے ذمہ قرض ہے، تو اُس کو بغیر بتلائے ادا فرما دیتے۔ پھر قرض خواہ آتا اور قرضدار سے کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری طرف سے تمھارا قرض ادا فرما دیا۔ اور کمال کی بات یہ ہے کہ اِس کو اُن کی موت کے بعد ہی لوگوں نے جانا۔

ف: سبحان اللہ، یہ تھی ہمارے اکابر کی شفقت و عنایت اپنے مسلمان بھائیوں پر۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اس کا احسان رکھیں اور اس کو جتلاتے پھریں نیز اللہ تعالیٰ سے بھی کس قدر صدق و خلوص کا معاملہ تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے اس عمل کے لئے کافی ہے مخلوق جانے یا نہ جانے اللہ تعالیٰ اجر و ثواب مرحمت فرمائیں گے۔ اور یہی بس ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو شخص ابتدائے ارادت میں صحیح نہ ہوگا تو انجام کار میں بھی صحیح سالم نہ ہوگا

فرماتے تھے کہ عارف باللہ کے قلب کے لئے حرام ہے کہ غیر اللہ کے ذریعہ سکون حاصل کرے۔ اس لئے کہ اگر ایسا کرے گا تو سزا دیا جائے گا

اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ باطن کے فساد کے ساتھ اعمال صالحہ سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو۔ (طبقات ج ۱ صـ۸۰)

ف: اس ڈر سے کہ معلوم نہیں اللہ کے یہاں قابل قبول ہے یا نہیں۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اتنے دنیاداروں کو عمدہ لباس عطا فرمایا ہے تو درویشوں کو ان کے لباس میں رونق و صفائی عطا فرمائی ہے جو دنیادار کو

کے زرق برق لباس میں نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا داروں کو عمدہ ونفیس کھانا دیا ہے مگر کھانے کی حقیقی لذت درویشوں کو عطا فرمائی ۔

ف : چنانچہ جہانگیر بادشاہ جب حضرت مجدد الف ثانی رحؒ کے یہاں سربند گیا اور حضرت مجدد صاحب نے کھانا کھلایا تو جہانگیرؒ نے کہا کہ اس خانقاہ کے کھانے میں وہ لذت محسوس ہوئی جو اپنے شاہی دسترخوان پر نصیب نہیں ہوئی۔ اسی لئے حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اپنے پاس آنے والوں سے فرماتے تھے کہ خانقاہ کا کھانا کھاؤ اس میں نورانیت ہوتی ہے ۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اچھے اعمال کی وجہ سے باطنی حالات کے فساد سے پناہ میں رکھے گا۔ ف : یعنی عجب وغرور سے بچائیگا۔ (مرتب)

آپ توحید کے متعلق یوں بیان فرماتے تھے کہ اَللّٰہُ قَرِیْبٌ مِنَ الظُّنُوْنِ وَبَعِیْدٌ مِنَ الْحَقَائِقِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ گمانوں کے اعتبار سے قریب ہے لیکن حقائق کے اعتبار سے دور ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ میری موت تمھاری جیسی موت نہیں وہ صرف ایجاب وقبول کرنا ہے۔ پس ایسا ہی ہوا وہ ایک دن جماعت صوفیہ میں بیٹھے تھے کہ اچانک انھوں نے لبیک کہا اور مردہ ہو کر گر پڑے یعنی رحلت فرما گئے ۔

ف : یعنی اچانک اُدھر سے یہ دعوت دی گئی کہ آجاؤ تو انھوں نے لبیک یعنی حاضر ہوں فرمایا اور رحلت فرما گئے۔ وما توفیقی الا باللہ (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۳۸۰ھ میں اصفہان کے اندر ہوئی۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (نفحات الانس ص۲۷۲)

حضرت ابومحمد سہل بن عبداللہ تستریؒ

نام ونسب نام سہل ، والد کا نام عبداللہ تستری۔ کنیت ابومحمد آپ سید الطائفہ شیخ جنید قدس سرہٗ کے معاصرین میں سے تھے اور اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔ آپ نے اخلاص وریاضات اور باطنی افعال میں کلام فرمایا ہے۔

ولادت آپ کی ولادت سنہ ۲۰۳ھ میں ہوئی اور آپ نے اسّی (۸۰) سال کی عمر پائی۔

ارشادات آپ سے لوگوں نے دریافت کیا بدنصیبی اور بدبختی کی کیا علامت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے علم عطا کرے اور عمل کی توفیق نہ دے اور عمل دے تو اس میں اخلاص نہ دے جس کی وجہ سے وہ عمل بیکار اور رائیگاں ہو جائے۔ اور صالحین کی صحبت اور زیارت کا موقع تجھے بخشے لیکن تجھ کو قبول کرنے کی توفیق نہ دے۔

آپ فرماتے ہیں مادمت تخاف الفقر فانت منافقٌ۔ جبتک تو فقر سے خوف زدہ رہے گا اس وقت تک تو منافق رہے گا۔

ف: یعنی اللہ کی جود وبخشش پر قانع ومطمئن رہنا ایمان واخلاص کی بات ہے۔ اور اس کے خلاف نفاق ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے وہ درویش جس کے دل سے وہ شیرینی جو لوگوں کی مدح سے اس کو حاصل ہوتی ہے اگر زائل نہ ہو تو وہ ہرگز کامیاب نہ ہوگا۔

ف: کیونکہ وہ خود پسندی وریاکاری کی علامت ہے اور ظاہر ہے کہ

خود پسندی اور ریاکاری کے ہوتے ہوئے کیسے کوئی کامیابی اور فوز و کامرانی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ (مرتب)

شیخ کی کرامت منقول ہے کہ شیخ سہل کے مریدوں میں ایک نوجوان تھا جس کے داڑھی نہیں نکلی تھی۔ اس نے شیخ سہلؒ سے داڑھی کے لئے درخواست کی۔ آپ نے اس سے کہا ہاتھ سے بتا کہ کتنی لمبی داڑھی چاہتا ہے جب اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو اس کے اتنی لمبی داڑھی نکل آئی۔ (نفحات الانس ص۲۲۵)

ف: سبحان اللہ یہ شیخ کی کھلی کرامت تھی جو عین صواب اور حق ہے۔ اس لئے کہ شرح عقائد نسفی میں مذکور ہے کہ کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ یعنی اولیاء کرام کی کرامت برحق ہے۔ (مرتب)

آپ کے کلام سے یہ بات ہے کہ لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہوں گے اور جب بیدار ہوں گے تو نادم ہوں گے اور اس وقت ندامت سے کچھ نفع نہ ہوگا۔

ف: بہت نصیحت آمیز ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مطابق عمل کی توفیق دے۔ آمین (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو سوئے ظن سے سالم رہا وہ تجسس سے محفوظ رہا اور جو تجسس سے بچا رہا وہ غیبت سے سالم رہا۔ اور جو غیبت سے سالم رہا وہ زُور یعنی جھوٹ ۱۲ سے محفوظ رہا اور جو زُور سے بچا رہا وہ بہتان سے سالم رہا۔

ف: سبحان اللہ کیا ہی عمدہ ترتیب بیان فرمائی ہے اور ان سب کی اصل سوء ظن کو قرار دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی سورۂ حجرات میں تجسس اور غیبت سے پہلے سوء ظن ہی سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ

اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۔ امام غزالیؒ نے بھی اس ترتیب کو سراہا ہے اور فرمایا ہے کہ پہلے سوء ظن ہوتا ہے اسکے بعد تجسس ہوتا ہے اسکے بعد غیبت کا صدور ہوتا ہے۔ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ امام غزالیؒ کی اس تحقیق کو بہت پسند فرماتے تھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ آدمی ریاست کا اس وقت تک مستحق نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ اپنے جہل سے لوگوں کو محفوظ نہ رکھے اور خود اُن کی جہالت اور اجڈپن کو برداشت نہ کرے اور جب تک ان کے قبضہ میں جو مال و دولت ہے اس کو نہ چھوڑ دے اور جو ہاتھ میں ہے ان پر صرف نہ کر دے۔

ف: مگر آج کل ان صفات سے خالی ہونے کے باوجود ہر شخص ریاست و حکومت کا طالب نظر آتا ہے اور ایسے لوگوں کو مکر و خداع سے مل بھی جاتی ہے مگر اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ہر طرف فساد ہی کا دور دورہ ہے۔ ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۔ یعنی زمین باوجود کشادگی کے ان لوگوں پر تنگ ہو گئی ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ صدیقین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم جھوٹی ہو یا سچی کوئی بھی نہیں کھاتے اور خود نہ غیبت کرتے ہیں اور نہ اپنے یہاں غیبت کرنے دیتے ہیں اور نہ شکم سیر ہو کر کھانا کھاتے ہیں اور نہ وعدہ خلافی کرتے ہیں۔

ف: یہ صفات حسنہ صدیقین کے ہیں مگر اس کو ہم لوگ معمولی سمجھتے ہیں اسی لئے شاید زندگی گذر جاتی ہے اور صدیقین کے ان اخلاق وصفات سے عاری کے عاری ہی رہ جاتے ہیں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ ہمارے اصول سات ہیں۔ (۱) اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنا۔ (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنا۔ (۳) حلال

غذا کا استعمال کرنا۔ (۴) اور کسی کو اذیت پہونچانے سے باز رہنا (۵) گناہوں سے اجتناب کرنا۔ (۶) توبہ کرنا۔ (۷) حقوق کا ادا کرنا۔

ف: ظاہر ہے کہ یہ اصول شریعت کے عین مطابق ہیں تو پھر تصوف کا انکار اور اس کو کیسے بدعت کہا جاسکتا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو شخص دینی و دنیوی امور کے فساد اور زمانہ کے انتشار اور باہم رائے کے اختلاف کے دور میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اقتداء کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو زمانہ کا امام بنادیں گے جس کی لوگ اقتداء کریں گے اور اور اس کو ہادی و مہدی بنادیں گے جب کہ وہ پہلے اپنے زمانہ میں غیر معروف رہا ہوگا۔

فرماتے تھے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ حلال طیب مال تو اغنیاء کے ہاتھوں سے نکل جائے گا اور حرام مال ناجائز طریقے سے ان کو حاصل ہوگا اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک دوسرے پر ایذاء وتکلیف کے ساتھ مسلط فرمادیں گے اور حکام کے پاس اپنے باہمی مقدمات دائر کریں گے۔ جس کی وجہ سے ان کی زندگی بے لطف ہو جائے گی اور ان کے قلوب میں دنیوی فقر و فاقہ اور شماتت اعداء کا خوف لازم ہو جائے گا۔ نیز اس زمانہ میں یہ بھی ہوگا کہ غلام اور نوکر چاکر تو خوب مزے اڑائیں گے مگر ان کے سادات و مالکان ہر وقت بلاء، مشقت، محنت اور ظالموں سے خوف میں مبتلا ہوں گے۔ اس زمانہ میں خوش عیشی تو بس منافق کو نصیب ہوگی۔ جو اس کی پرواہ نہ کرے کہ مال کیسے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا اور نہ اس کو اس کی پرواہ ہو کہ اپنے نفس کو اس نے کس طرح ہلاک کردیا۔ اس وقت

علماء کا رتبہ مثل جاہلوں کے ہو جائے گا۔ اور انکی رہائش مثل فجار کے ہو جائے گی۔ اور ان کی موت اہل ضلالت و حیرت کے مثل ہو جائے گی۔

ف : بالیقین یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ زمانہ یہی ہے جس سے ہم سب دوچار ہیں۔ عوام اور علماء میں وہی زبوں حالی پائی جاتی ہے جو اس ملفوظ میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے۔ آمین (مرتب)

فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو مبارکباد ہو جنہوں نے اولیاء اللہ کو پہچان لیا اس لئے کہ جب صحیح معنوں میں معرفت حاصل ہو جائے گی تو فوت شدہ طاعات کی تلافی ہو جائے گی۔ اور اگر نہ بھی ہوئی تو کم از کم اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت تو ضرور ہی فرمائیں گے اس لئے کہ یہ حضرات اہل سخاوت ہوتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ لوگ مشاہدۂ ملکوت اور وصول الی اللہ سے حرام کھانے اور مخلوق کو ستانے کی وجہ سے محروم و محجوب ہیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ (مرتب)

اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ جب تک نفس معصیت کی خواہش کرے اس وقت تک بھوک پیاس سے اس کو ادب دو اور جب نفس تم سے معصیت کی خواہش چھوڑ دے (یعنی نفس مطمئنہ ہو جائے) تو اس کو جو چاہے کھلاؤ۔ اور جب تک چاہے سونے دو۔

فرماتے تھے کہ جو قلوب مردہ ہیں ان کی حیات بس اس ذات پاک کے ذکر سے ہو گی جو حی (یعنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے)۔ فرماتے تھے کہ جس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔

وفات

آپ کی وفات ۲۸۳ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(طبقات کبریٰ ج ۱ ص ۶۶ تا ۶۸)

حضرت ابوحمزہ محمد بن ابراہیم البغدادیؒ

نام و نسب نام محمد، والد کا نام ابراہیم، کنیت ابوحمزہ۔ آپ فقیہ اور قرآن کریم کا علم رکھنے والے تھے آپ سری سقطیؒ وغیرہ جیسے مشائخ کے صحبت میں رہے ہیں۔

ارشادات آپ فرماتے تھے فقر کا اختیار کرنا سخت ہے سوائے صدیق کے اس پر کوئی صبر نہیں کر سکتا۔

آپ کے کلمات طیبات میں سے ایک یہ ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اور اس کا ذکر نہ کرو پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تم اس کا ذکر کرو اور وہ لذت ذکر عطا نہ کرے اور یہ بھی محال ہے کہ وہ تم کو اپنے ذکر کی لذت دے اور تم کو اپنے غیر کے ساتھ مشغول رہنے دے۔

ف: سبحان اللہ کیا ہی خوب معرفت کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خیر کا دروازہ کھولے تو اس کو لازم پکڑ لو مگر اس کو بنظر عجب نہ دیکھنا اور نہ اس پر ناز کرنا بلکہ جس نے تم کو اس خیر و نیکی کی توفیق بخشی ہے اس کے شکر میں مشغول ہو جانا لہٰذا اگر تم اس خیر کو بنظر عجب و فخر دیکھو گے یعنی خود پسندی میں مبتلا ہو جاؤ گے تو اپنے مقام سے ساقط ہو جاؤ گے اور اگر شکر کرو گے تو اس کی وجہ سے اس نعمت میں زیادتی ہو جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ یعنی اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو مزید دوں گا۔ (چاہے ظاہری نعمت ہو یا باطنی)

فرماتے تھے کہ جس نے طریق حق کو جانا پہچانا تو اسکے لیے اس کا طے کرنا آسان ہو گیا اور طریق حق وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سکھلایا اور وہ شخص جس نے طریق کو استدلال سے جانا تو وہ کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب۔ اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ کے لیے کوئی رہنما نہیں ہے سوا اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال کی پیروی کی جائے۔ (طبقات ص۸۵ ج ۱)

ف: اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے خود واضح فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

حضرت سیدنا عبد القدوس گنگوہیؒ اس آیت کے تحت لطائف قدوسی میں یوں رقمطراز ہیں۔

عزیز من طائفہ کہ دم محبت حق سبحانہ و تعالیٰ زنند در حق ایشاں فرمان رسید قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی بگوئے اے محمد ایں قوم مدعیان محبت را اگر شما دوست دارید خدا را پس متابعت کنید مارا تا دوست گیرد شمارا حق تعالیٰ ازیں جا ظاہر شد کہ دوستی حق سبحانہ و تعالیٰ مر بندہ را موقوف بر متابعت رسول است صلے اللہ علیہ وسلم۔ پس امروز نشان ہدایت و علامت سعادت متابعت شریعت

میرے پیارے! جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرتے ہیں ان کے حق میں یہ فرمان الٰہی پہونچا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم سے جو محبت کا دعویٰ کرتی ہے کہیے اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو ہماری متابعت کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا۔ یہاں سے یہ بات ظاہر و ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت موقوف ہے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی پر۔ پس آج کے روز ہدایت کا نشان اور سعادت کی علامت

است کہ ظاہر عنوان باطن است خوش گفت ہر کہ این سفت۔	شریعت کی اتباع ہے کیونکہ ظاہر باطن کا عنوان ہے۔ خوب کہا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے؛
؎ محال است سعدی کہ راہ صفا تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ	اے سعدی سیدھا راستہ پر چلنا محال ہے جبتک حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت نہ کیجائے۔
؎ ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت تا ابد گردی ازیں درگہ نیافت	جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ سے راہ یاب نہ ہوا قیامت تک پھریگا اس راستہ کی گرد کو بھی نہ پائیگا۔

وفات آپ کی وفات ۲۸۹ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(طبقات) ج ۱ ص

حضرت ابوعبداللہ عمرو بن عثمان مکی رح

نام و نسب نام عمرو، کنیت ابوعبداللہ والد کا نام عثمان مکی رح ہے۔

فضل و کمال آپ نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رح کی صحبت پائی اور ابوعبداللہ ناجی رح اور ابوخراز رح وغیرہ سے ملاقات کی تھی۔ آپ اپنے وقت میں گروہ صوفیہ کے شیخ اور اصول طریقت میں اس جماعت کے امام تھے۔ امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رح سے روایت کرتے تھے۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ تمام گنہگاروں اور نافرمانوں پر خواہ انکے گناہ بڑے ہوں یا چھوٹے توبہ فرض ہے اور توبہ نہ کرنے کا کسی کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔

ف: بہت ہی خوب نصیحت فرمائی اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو حسن، چمک، دمک، روشنی، جمال، نور یا خیال تمہارے دل میں غور فکر کے ذریعہ آئے وہ سب اللہ عزوجل کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو بہت ہی جلال اور کبریائی اور عظمت والا ہے۔ (طبقات جلد اول)

آپ فرماتے تھے کہ علم آگے سے کھینچتا ہے اور خوف پیچھے سے ہانکتا ہے اور نفس ان دونوں کے درمیان اکڑ جاتا ہے۔ سرکش ہے، دھوکہ باز ہے اور فریب کار ہے لہٰذا اس سے بچ اور علم کی سیاست کے ذریعہ سے اس کا خیال رکھ اور خوف کی دھمکی کے ذریعہ ہانک تب جاکر تیری مراد پوری ہوگی۔ (تصوف کا انسائیکلوپیڈیا)

وفات آپ کی وفات ۲۹۱ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (طبقات)

حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل الخواص رحمہ اللہ

نام ونسب نام ابراہیم، کنیت ابو اسحاق، والد کا نام اسماعیل ہے

فضل وکمال آپ طریق توکل پر چلنے والوں میں سے بڑے شخص ہیں۔ اور آپ مشائخ میں خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ حضرت جنیدؒ اور ثوریؒ کے ہمعصروں میں سے ہیں۔

ارشادات آپ کا قول ہے کہ: علم تو بس اسی کا ہے جو علم کی پیروی کرے اور اسکو کام میں لائے اور سنتوں کا اقتدار کرے اگرچہ اس کا علم تھوڑا ہو۔

فرماتے تھے کہ غیر کے سرمایہ سے تجارت کرنے والا مفلس ہے۔ مومن جسقدر اللہ تعالیٰ کے حکم کی عزت کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ اپنی عزت کا لباس

اسکو پہناتا ہے اور مومنوں کے دلوں میں اسکی عزت قائم کر دیتا ہے۔

فرماتے تھے کہ: فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اس کے اوقات قبض و بسط میں یکساں ہوں، اپنے فقر پر صابر ہو۔ اس کا سب سے کمتر اخلاق صبر و قناعت ہو، خوشحالی سے گریز کرنے والا ہو، موٹے و کھرے پن سے مانوس ہو، جب تم اس کو دیکھو تو اپنے فقر پر خوش اور اپنی بدحالی پر مسرور پاؤ۔ اس کے روزمرہ کا خرچ خود اس پر بھاری ہو اور وہ لوگوں پر ہلکا ہو (یعنی کسی پر اپنا بار نہ ڈالتا ہو) فقر کو عزیز رکھتا ہو اور اس کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہو۔ اور اس کو اس قدر چھپاتا ہو کہ اپنے ہمجنسوں سے بھی مخفی رکھتا ہو۔ اور یہ فقر اس کو اللہ تعالٰی کا سب سے بڑا احسان معلوم ہوتا ہو۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالٰی کی ناراضگی کے اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ ظاہراً تو دنیا کی مذمت کرے اور باطناً اس کو گلے لگائے رکھے۔

فرماتے تھے کہ آدمی کا اپنے پرانے کپڑے میں رہنا اس سے بہتر ہے کہ غیر کے نئے کپڑے میں رہے۔ اور واقعی ہلاک شدہ وہ شخص ہے جو سفر کے آخر میں جبکہ منزل کے نزدیک آگیا ہو بھٹک جائے۔

فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہے کہ ایسے شخص سے ملے جو اس کے عیب اس پر کھول دے اور اس کو ترقی کی جگہوں کا پتہ بتائے اور اسکی طرف اسکی نظر و توجہ اس کے حال کے ابھارنے میں مدد دے۔ اور آپ کا قول ہے کہ مرید کی تین آفتیں ہیں، روپیہ کی محبت، عورت کی محبت اور سرداری کی محبت۔ پس روپیہ کی محبت کو ورع کے استعمال سے دفع کرے، اور عورتوں کی محبت کو ترک شہوات اور ترک سیری سے مٹائے۔ اور سرداری کی محبت کو گمنامی

میں ثابت قدم رہ کر دور کردے۔

فرماتے تھے کہ سچے مرید کی مراد اللہ ہوتا ہے، اور صدیقین اس کے بھائی ہوتے ہیں، خلوت اس کا گھر، تنہائی اس کا انس، دن اس کا غم، رات اسکی خوشی اس کا دل اس کا رہنما، قرآن اس کا مددگار، گریہ اس کا لباس، بھوک اسکا سالن عبادت اسکی تفریح، معرفت اس کا سپہ سالار، حیات اس کا سفر، زمانہ اسکی منزلیں، پرہیزگاری اس کا راستہ، صبر اس کا اوڑھنا، سکون اسکا بچھونا، صدق اسکی سواری، فوت کا خوف اسکی خشیت ہوتی ہے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص ریاست کا جام پیئے گا تو وہ عبودیت کے اخلاص سے خارج ہو جائے گا۔ (طبقات ج ۱ ص ۸۲)

وفات آپکی وفات مقام ری کی جامع مسجد میں ۲۹۱ھ میں بمرض شکم ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ (طبقات ص ۸۲)

حضرت محمد بن نصر مروزیؒ

نام و نسب نام محمد، والد کا نام نصر۔ بہت بلند پایہ محدث و فقیہ تھے بڑے بڑے ائمۂ فن ان کی امامت کے معترف ہیں۔

علم و عبادت میں شغف علم کی اشاعت کے ساتھ وہ بڑے عبادت گزار بھی تھے، نماز بڑے خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے۔ ایک دن نماز میں ان کی پیشانی پر بھڑ نے اتنے زور سے کاٹا کہ خون نکل آیا اور منہ پر بہنے لگا مگر انہوں نے حرکت بھی نہیں کی۔ وزیر اسمٰعیل بن احمد کا بیان ہے کہ میں سمرقند میں عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہوا مقدمات کی سماعت کر رہا تھا

محمد بن نصر کمرہ میں داخل ہوئے۔ میں تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ جب وہ چلے گئے تو میرے بھائی اسحاق نے کہا کہ آپ افراد رعیت میں سے ایک فرد کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد جب سویا ہوں تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا جبکہ میرے ساتھ میرا بھائی اسحاق بھی تھا۔ آپ میری طرف بڑھے اور میرا بازو پکڑ کر فرمایا " ثَبَتَ مُلْكُكَ وَمُلْكُ بَنِيكَ بِاِجْلَالِكَ مُحَمَّدَ بْنَ نَصْرٍ وَذَهَبَ مُلْكُ اَخِيكَ بِاِسْتِخْفَافِهِ (تیری اور تیرے بیٹوں کی حکومت محمد بن نصر کی تعظیم کرنے کی وجہ سے برقرار رہی اور تیرے بھائی کی حکومت ان کی توہین واستخفاف کی وجہ سے جاتی رہی)

شیخ کی کرامت

محمد بن نصر نے خود بیان کیا ہے کہ میں مصر سے مکہ کے ارادہ سے روانہ ہوا میرے ساتھ ایک مملوکہ لونڈی بھی تھی۔ اتفاق سے ہماری کشتی ڈوب گئی اور میرے دو ہزار جزو (اوراق) جس میں حدیثیں لکھی تھیں ضائع ہو گئے۔ اس کے بعد میں اور میری لونڈی دونوں کسی طرح ایک جزیرہ میں پہونچ گئے۔ وہاں کوئی آدمی نظر نہیں آیا اور مجھ کو نہایت شدت کی پیاس لگی اور پانی پر قدرت نہ تھی۔ ناچار میں لونڈی کی ران پر سر رکھ کر اور گویا اپنے کو موت کے حوالہ کر کے لیٹ گیا۔ اتنے میں ایک آدمی پانی کا پیالہ لایا میں نے پانی پیا اور لونڈی کو پلایا اس کے بعد وہ آدمی غائب ہو گیا اور مجھے کچھ پتہ نہیں وہ کہاں سے آیا تھا اور کہاں گیا۔

وفات

حضرت امام محمد بن نصر نے ۲۹۴ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

(اعیان الحجاج ج ۱ ص۱۸۱)

حضرت ابوالحسن احمد بن محمد النوری رح

نام ونسب نام احمد، والد کا نام محمد اور النوری اور ابن البغوی کے لقب سے مشہور ہیں۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ حضرت سری سقطی اور محمد بن علی القصاب کی صحبت میں رہے۔

آپ کی دعا کی قبولیت ابوالفضل الہروی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے جعفر بن الزبیر الہاشمی نے بیان کیا ہے کہ ابوالحسن النوری ایک دن غسل کے لئے پانی میں داخل ہوئے چور آیا اور ان کا کپڑا لیکر چلا گیا مگر ابھی شیخ غسل کر رہے تھے، شیخ کا کپڑا لے کر آیا اور شیخ کے سامنے رکھ دیا جب کہ اس کا داہنا ہاتھ شل اور بے حس ہو چکا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت نوری رح نے کہا اے رب! اس نے میرا کپڑا واپس کر دیا آپ اس کا ہاتھ واپس فرما دیجیے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اس کے ہاتھ کو واپس فرمایا یعنی صحیح فرما دیا اور وہ چور صحیح سالم چلا گیا۔

ف: سبحان اللہ یہ حضرت شیخ نوری رح کی کھلی کرامت تھی مگر اس سے بڑھ کر حقیقی کرامت یہ ہوئی کہ چور پر رحم کر کے اس سے انتقام نہ لیا نہ مارا نہ ڈانٹا نہ پولیس کے حوالہ کیا بلکہ اس کے لئے دعاء خیر فرمائی۔ ہمارے اکابر کے ایسے ہی اخلاق تھے۔ پس ہم غور کریں کہ ہم ان اخلاق سے کس قدر دور ہیں ایک عرب عالم نے " اَیْنَ نَحْنُ مِنْ اَخْلَاقِ السَّلَفِ " نامی کتاب تحریر فرمائی ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ اللہ تعالی کے فضل سے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو رہا ہے۔ اللہ تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مرتب)

ارشادات فرماتے تھے کہ ہمارے اس زمانہ میں دو نادر چیزیں ہیں، ایک تو وہ عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو اور دوسرے وہ عارف جو حقیقت کی باتیں کرتا ہو۔

فرماتے تھے کہ، تصوف نہ رسوم ہے نہ علوم بلکہ سراسر اخلاق ہے۔

فرماتے تھے کہ، جو شخص دنیا میں اللہ تعالےٰ کو نہ پہچانے گا تو وہ آخرت میں بھی نہ پہچانے گا۔

فرماتے تھے کہ، ہر شے کے لئے اس کے مناسب سزا ہے۔ پس عارف کی عقوبت وسزا ذکر سے انقطاع یعنی علٰحدگی ہے۔

حضرت نوری رحؒ جب شونیزیہ کی مسجد میں داخل ہوتے تو آپ کے چہرے کے نور کے مقابلہ میں چراغ کی روشنی ماند پڑ جاتی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام نوری پڑ گیا۔ اور جب آپ ہم لوگوں کے ساتھ ہوتے تو پھر ہم کو اذیت نہ پہنچاتے۔

آپ ہی نے معتضد کے شراب کے مٹکوں کو توڑ دیا تھا اور سخت بات کہہ کر بصرہ چلے گئے تھے۔ جب معتضد کا انتقال ہو گیا تو پھر بغداد تشریف لائے۔

(طبقات ا صفحہ ۷۵)

وفات آپ کی وفات ۲۹۵ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سید الطائفہ حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ

نام و نسب نام جنید، والد کا نام محمد، کنیت ابوالقاسم ہے۔

حالات آپ اپنے ماموں سری سقطی اور حارث محاسبی اور محمد ابن علی القصاب کی صحبت میں رہے۔ آپ قوم صوفیہ کے ائمہ و سادات میں سے ہیں۔ آپ کا کلام قبولیت کے ساتھ زبانوں پر جاری و ساری ہے۔ (طبقات ۱۷)

ولادت آپ کی ولادت ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

(اد یا ہل القلوب ص۱۷) مولانا واضح رشید ندوی)

اکابر امت کے آپ کے متعلق تاثرات ابوالقاسم کعبی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس روئے زمین پر جو علم بھیجا ہے اور انسان کو اس کے حصول کے طریقے بتائے ہیں۔ اس میں سے ایک وافر حصہ اس ذات باری نے مجھے بھی عطا کیا ہے۔

عبادت گذاری میں وہ بے مثال تھے، ان کی عبادت گذاری کے واقعات سنکر عقل حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔ وہ مسلسل کئی کئی گھنٹے عزلت نشین ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کی لذت حاصل کرتے اور اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرتے رہتے تھے۔

حضرت خلدیؒ فرماتے ہیں: مجھے معلوم ہوا کہ حضرت جنید بغدادیؒ اپنی دکان میں بھی روزانہ تین سو رکعت نفل نماز پڑھتے اور تیس ہزار تسبیحات کے ورد کا معمول بنائے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا کہ میں نے

چالیس سال سے باقاعدہ آرام کرنے کی نیت سے کپڑے نہیں اتارے
بیس سال تک ان کا یہ معمول رہا کہ ہفتہ ہفتہ بھر کھانا نہ کھاتے اور اس
حالت میں بھی وہ ہر رات چار سو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

ابوالحسن الحلبیؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت جنیدؒ سے دریافت
کیا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟" انہوں نے گھر کے ایک گوشہ کی
طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "تیس سال تک اس گوشہ میں اللہ تعالیٰ
کے سامنے حاضر ہو کر۔"

ارشادات

حضرت سے دریافت کیا گیا کہ تقرب الی اللہ کا راستہ
کیا ہے؟ فرمایا: ایسی توبہ اور ایسا تقویٰ جو عزت اور
سربلندی کے نشہ کو ختم کرکے عبدیت اور بندگی کے لئے مجبور کردے
اور ایسی آرزو جو نیک کاموں کے لئے بے چین کردے اور دل کی
گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کا مراقبہ، یہ چیزیں تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں۔

فرمایا زہد کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز سے ہاتھ خالی ہے اس سے
دل بھی خالی ہو۔

فرمایا خوف برے انجام سے بچاتا ہے اور خشوع عجز و بندگی
کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب راغب کرتا ہے۔ اور انکساری و تواضع سے مراد
ہے دل کا نرم اور سر کا خم ہونا۔

فرمایا: یقین علم کے ایسے رسوخ کو کہتے ہیں جس میں کوئی تبدیلی
کا امکان نہ ہو۔

فرمایا کہ: اخلاص اللہ اور بندہ کے درمیان ایسا راز ہوتا ہے

سے جسے نہ تو فرشتہ جانتا ہے جو اسے لکھ سکے، نہ تو شیطان جانتا ہے جو اس میں فساد کے بیج بو سکے، اور نہ ہی اس کو خواہش نفس سمجھ پاتی ہے جو اس کی جانب مائل ہو سکے۔ اسی کو کہا گیا ہے ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزے ست کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

یعنی عاشق و معشوق کے درمیان ایسا راز ہے کہ کراماً کاتبین یعنی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہے۔ (مرتب)

جب آپ سے حیا کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ: اَلْحَیَاءُ رُؤْیَۃُ التَّقْصِیْرِ وَرُؤْیَۃُ الْآلَاءِ تَتَوَلَّدُ مِنْھَا حَالَۃٌ تُسَمّٰی الْحَیَاءُ۔ حیا نام ہے اپنی غلطیوں اور اللہ تعالیٰ کے احسانات پر نظر رکھنے کا۔ ان کے نتیجہ میں جو کیفیت انسان پر پیدا ہوتی ہے وہ حیا ہے۔

ابو محمد حریری ؒ فرماتے ہیں وفات کے وقت میں حضرت جنید ؒ کے سرہانے کھڑا تھا۔ جمعہ کا دن تھا وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے کہا ابو القاسم! اپنے اوپر رحم کرو، فرمایا اے ابو محمد! مجھ سے زیادہ اس وقت کوئی اس کا محتاج نہیں ہے۔ اس وقت ذات باری میرے صحیفۂ حیات کو لپیٹ رہی ہے۔

(تذکرۂ اہل دل ص ۱۳ ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی)

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفائی قلب کا نام تصوف ہے اور اصل اس دنیا سے صرفِ نظر ہے۔ جیسا کہ حضرت حارثہ نے فرمایا کہ میں نے دنیا سے منہ موڑ لیا تو رات میں جاگنے اور دن میں تشنہ رہنے کی عادت ڈالی۔

فرماتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ سے غفلت دخولِ جہنم سے بھی زیادہ سخت ہے۔

فرماتے تھے کہ جب کسی درویش سے ملاقات ہو تو اس سے پہلے علمی بات نہ کیا کرو، بلکہ ابتداءً اس کے ساتھ رفق و نرمی کا سلوک کرو۔ اس لئے کہ علم کی باتوں سے اس کو وحشت ہوگی اور رفق و حسن سلوک سے وہ تم سے مانوس ہو گا یعنی مانوس کر لینے کے بعد جب علم کی بات کروگے تو سنے گا (یعنی قبول کریگا)۔

فرماتے تھے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا (یعنی یہ کہا کہ میرا ملجا و ماویٰ تو بس اللہ تعالیٰ ہے) اس کہنے کے باوجود غیر اللہ سے سکون حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو بلاؤں میں مبتلا فرمائیں گے اور اپنے ذکر کو اس کے قلب سے سلب کر کے محض اس کی زبان پر جاری فرمادیں گے۔ پس اگر متنبہ ہو گیا اور اللہ واحد کی طرف رجوع کر لیا تو اس کو بلاؤں سے نکال دیں گے۔ اور اگر غیر اللہ ہی کے تعلق پر ڈٹا رہا تو مخلوق کے قلوب سے اس پر رحمت کے جذبہ کو سلب فرمالیں گے اور اس کو طمع کا لباس پہنا دیں گے جس کی وجہ سے ان سے ادائیگی حقوق کا مطالبہ بڑھتا جائے گا جبکہ ان کے قلوب سے اس پر رحمت کا جذبہ ہی ختم ہو چکا ہو گا۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کی زندگی عجز اور اس کی موت سراسر حزن و غم ہو جائے گی۔ اور اس کی آخرت سوائے حسرت و افسوس کے کچھ نہ رہ جائے گی۔

اس کے بعد علامہ شعرانی رحمہ فرماتے ہیں کہ "نَحْنُ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الرُّكُوْنِ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی" یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے غیر اللہ کی طرف میلان سے پناہ مانگتے ہیں۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

آپ سے عارف کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ پانی کا رنگ اس کے برتن کے رنگ کے تابع ہوتا ہے۔ یعنی اس کا عمل وقت کے تقاضے کے مطابق ہوتا

ہے (یعنی جس میں زیادہ خیر پاتا ہے اسی کو اختیار کرتا ہے اور اس کے ذریعہ زیادہ اجر و ثواب حاصل کرتا ہے۔)

فرماتے تھے کہ: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا دین سالم رہے اور اس کا بدن و دل راحت سے رہے، تو چاہیئے کہ لوگوں سے نہ ملے، اس لئے کہ یہ زمانہ وحشت کا ہے۔ پس اس زمانہ میں عاقل وہ ہے جو عزلت و خلوت اختیار کرے۔

ف: پس غور فرمائیں کہ جب حضرت جنیدؒ کے زمانہ کا یہ حال تھا تو اپنے زمانہ کا حال سمجھ لیں بلکہ دیکھ لیں کہ کیا حال ہے۔ العیاذ باللہ (مرتب)

آپ کی خدمت میں ایک شخص نے پانچ سو دینار پیش کر کے عرض کیا کہ اس کو اپنی جماعت میں تقسیم فرما دیجئے، تو فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ بھی مال ہے؟ تو کہا کہ ہاں! تو ارشاد فرمایا کہ بتلاؤ تم مزید مال کے خواہشمند ہو کہ نہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں! میں خواہشمند ہوں۔ تو حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اس کو تم ہی لے لو۔ اس لئے کہ تم ہم لوگوں سے زیادہ محتاج ہو۔ یہ کہہ کر اس کو واپس کر دیا، قبول نہ فرمایا۔

فرماتے تھے کہ: جس صوفی کو ظاہری ٹیپ ٹاپ میں دیکھو تو سمجھ لو کہ اس کا باطن خراب اور ویران ہے۔

ف: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ و حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ بھی برابر یہی فرماتے تھے۔ اور ظاہری آرائش و زیبائش پر بہت نکیر فرماتے تھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: تصوف کی بنیاد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ان آٹھ صفات پر ہے۔ سخاوت، سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاص وصف تھا۔ رضا

حضرت اسحٰقؑ[1] اور صبرؑ[2]، حضرت ایوبؑ[3] اور اشارہؑ[4]، حضرت زکریاؑ اور غربت[5] حضرت یحییٰؑ اور اون کا پہننا، حضرت موسیٰؑ اور سیاحت، حضرت عیسیٰؑ اور فقر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخصوص وصف تھا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے دنیا کی تعظیم کی ہو اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہوں۔ دنیا میں تو اُسی کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں جو اس کو حقیر سمجھتا ہے اور منہ موڑ لیتا ہے۔

فرماتے تھے کہ، جو شخص اچھی نیت کا دروازہ اپنے اوپر کھولتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس پر توفیق کے ستر ابواب کھول دیتے ہیں۔ اور جو شخص بری نیت کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ ذلت و خذلان کے ستر دروازے اس پر کھول دیتے ہیں جن کو وہ جانتا بھی نہیں۔

فرماتے تھے کہ علم کی ایک قیمت ہے، لہٰذا اس کو بغیر قیمت نہ دیا کرو۔ تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ علم کی قیمت کیا ہے؟ تو فرمایا کہ اس کو ایسے شخص کو دو جو خیر و خوبی کے ساتھ اس کا حامل ہو اور اس کو ضائع نہ کرے۔

ف : اس سے علم کی کتنی قدر و قیمت معلوم ہوئی اور نااہل کو دینے کی کیسی قباحت ثابت ہوئی۔ (مرتب)

آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے اصحاب کا یہ کیسا حال ہے کہ لوگوں کے مال و دولت سے محروم ہیں؟ تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان کے لئے لوگوں کے اموال کو اس لئے پسند نہیں فرماتا کہ ان کا میلان مخلوق کی طرف نہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالےٰ سے منقطع نہ ہو جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو ان کی رعایت و حفاظت مقصود ہے، اس لئے ان کے ارادہ و قصد کو خالص اپنی ہی طرف کر لیا ہے۔ (طبقات ص۱۸۲)

ف: سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل و احسان ہے کہ اپنے خاص بندوں کو مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے اور اپنا ہی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے مجھے خاص طور پر یہ دعا تلقین فرمائی اَللّٰھُمَّ کُنْ لَنَا وَاجْعَلْنَا لَکَ۔ یعنی اے اللہ آپ ہمارے ہو جایئے اور ہم کو اپنا بنا لیجئے۔ آمین یا رب العالمین۔ (مرتب)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف التنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن العربی میں تین فصلیں قائم کی ہیں۔ ان میں سے پہلی فصل میں صوفیہ محققین کے اقوال جو اتباع شریعت کی ضرورت و اہمیت کے سلسلہ میں ہیں۔ نقل فرمائے ہیں ان میں سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے چند اقوال کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ ہمارا یہ علم کتاب و سنت سے مؤید کیا گیا ہے۔ (خواہ بلا واسطہ خواہ بواسطہ اجماع و قیاس کے)۔

نیز حضرت جنیدؒ فرماتے تھے کہ اگر تم کسی شخص کو ہوا میں چہار زانو بیٹھا ہوا دیکھو تو تم اس کی طرف التفات مت کرو جب تک کہ اس کو کتاب و سنت کا پابند نہ دیکھ لو۔

نیز فرماتے تھے کہ تمام رستے مخلوق پر بند ہیں مگر ان لوگوں پر (بند نہیں) جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار کا اتباع کرتے ہیں۔

نیز فرماتے تھے کہ اگر میں حاکم ہوتا تو ایسے شخص کی گردن مار تا جو یوں کہتا کہ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ یا لَا فَاعِلَ اِلَّا اللّٰہ کیونکہ ظاہر کلام اس کا غیر اللہ کی نفی (علی الاطلاق) اور تمام احکام تکلیفیہ کا ہدم ہے۔ (کیونکہ

جب موجود اور فاعل ہی نہیں تو احکام کا مکلف کون ہوگا۔

(التنبیہ الطربی صہ ۱۲ و ۱۳)

حضرت جنید رحؒ سے ایسی قوم کی نسبت سوال کیا گیا جو تکالیف یعنی احکام شرعیہ کے اسقاط کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ وصول کے وسائل تھے اور ہم واصل ہو گئے (اب ان کی کیا ضرورت رہی) انھوں نے فرمایا کہ واصل ہونے کے دعوے میں وہ سچے ہیں مگر جہنم واصل ہیں۔ اور جو شخص چوری اور زنا کرتا ہے وہ ایسے شخص سے اچھا ہے جس کا یہ اعتقاد ہو۔ اور اگر میں ہزار برس تک زندہ رہوں تو بدون عذر شرعی کے اپنے اوراد میں کبھی ذرہ برابر کمی نہ کروں (اور احکام تو بڑی چیز ہیں) اور امام شعرانی رحؒ نے فرمایا ہے کہ بعض عارفین کا جو یہ قول ہے کہ سالک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس سے تکلیف مرتفع ہو جاتی ہے سو مراد اُن کی اس تکلیف سے (تکلیف شرعی نہیں بلکہ مراد ان کی) کلفت عبادت کا مرتفع ہو جانا ہے۔ یعنی وہ عبادت سے ملول نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات ایسا کام کرنے سے متلذذ ہوتا ہے جس کے کرنے سے اس سے قبل اس کا نفس صعوبت پاتا تھا۔ (التنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن العربی صہ ۱۶)

حضرت جنید بغدادی رحؒ نے فرمایا کہ "الصَّادِقُ يَنْقَلِبُ فِي الْيَوْمِ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً وَالْمُرَائِيْ يَثْبُتُ عَلٰى حَالَةٍ وَاحِدَةٍ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً"

(الفتوحات الربانیہ صہ ج ۱ ۵۴)

صادق ایک دن میں چالیس مرتبہ پلٹتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ کہاں خیر ہے اور کہاں زیادہ ثواب ملے گا، اس بنا پر وہ اس کو اختیار کرتا ہے

اور منافق آدمی چالیس سال تک ایک ہی حال پر رہتا ہے۔ ٹس سے مس نہیں ہوتا، سمجھتا ہے کہ اگر وظیفہ کو چھوڑا تو لوگ کہیں گے کہ دیکھئے ان کا وظیفہ چھوٹ گیا، یہی ریاکاری ہے، اس سے اہل اللہ بچتے ہیں۔

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا بخشش بغیر اعمال کے ہوتی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جو اعمال ہوتے ہیں وہ بخشش ہی کے باعث ظہور میں آتے ہیں۔ (نفحات الانس ص۲۴۵)

وفات آپ کی وفات سنیچر کے دن ۲۹۷ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر بغداد میں مشہور ہے جس کی عوام و خواص زیارت کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً (طبقات)

حضرت ممشاد الدینوریؒ

تعارف آپ عراق کے صوفیاء میں بلند مقام رکھتے تھے اور آپ علم وفضل میں یکتائے زمانہ تھے اور آپ کی کرامات ظاہر دباہر ہیں۔ آپ کے حالات نہایت ہی بلند واعلیٰ تھے۔ آپ نے شیخ یحییٰ جلاءؒ کی صحبت میں استفادہ کیا اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ہم عصروں میں سے ہیں۔

ارشادات آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال ہو گئے ہیں کہ بہشت اور جو کچھ بہشت میں ہے میرے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔ لیکن میں نے اس پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی اس لئے کہ میرا مقصود یہ نہیں ہے بلکہ میرا مقصود تو بس اللہ کی ذات اور اس کی رضا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ معرفت کامل اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق احتیاج کا نام ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ بہت دور کا ہے اور اسکے ساتھ چلنا بہت سخت ہے ہاں اگر وہ ہاتھ پکڑلیں تو بہت آسان ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ملنا اور صبر کرنا اور کچھ عرصہ بسر کرنا سخت دشوار ہے ہاں وہ غمخوار ہو تو بہت آسان ہے۔ (نفحات الانس ص۲۵۶)

ف: حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ یہ راہ آسان ہے بلکہ بہت آسان ہے مگر نہایت ہی دور۔ ہر چند اس راہ کے دو قدم ہیں مگر ہر قدم لکھوکھ منزل اور کروہ کا

ہے۔ جسکی دستگیری ہو جائے، ایک پل میں طے ہو اور جس پر عنایت نہ ہو ایک آڑا اور ایک کانٹے میں الجھ کر عمر کھو دے۔

(ماخوذ از اقوال سلف چہارم ص۱۶۳ بحوالہ مکتوبات یعقوبی۔) مرتب)

فرماتے تھے کہ: جب بھی میں کسی درویش کے پاس حاضر ہوا تو اپنی تمام نسبتوں اور علوم و معارف سے خالی ہو کر ان کی زیارت اور کلام کے فیوض و برکات کی امید لے کر حاضر ہوا۔ اس لئے کہ جب کوئی شخص کسی بزرگ کی خدمت میں اپنی دولت لے کر حاضر ہوگا تو اس کی وجہ سے اس بزرگ کی زیارت، مجالست، اور آپ کے کلام کی برکتوں سے محروم و خالی ہی رہیگا۔

آپ کا بیان ہے کہ مجھے اپنی سیر و سیاحت کے زمانہ میں ایک بوڑھا آدمی ملا۔ چونکہ اس کی خیر و صلاح کے آثار نمایاں تھے، اس لئے میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے! تو فرمایا کہ: اپنی ہمت کی حفاظت کرو اس لئے کہ ہمت ہی تمام اشیاء کا پیش رَو ہے۔ جس کی ہمت درست ہوئی اور اس میں وہ سچا ثابت ہوا، تو اس کے بعد اعمال و احوال سب صحیح ہو جائیں گے۔

نیز ارشاد فرماتے تھے کہ لوگوں میں سب سے عمدہ حال اس شخص کا ہے جو کہ اپنے قلب سے مخلوق پر نظر کرنے ہی کو نکال دے، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے صیغہ راز کی حفاظت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ پر جملہ امور میں بھروسہ کرے۔

(طبقات ج ۱ ص۸۰)

ف: سبحان اللہ کیسے مفید ارشادات ہیں۔ اللہ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

وفات آپ کا انتقال ۲۹۷ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حوالہ بالا)

حضرت ابو عثمان الحیری نیشاپوریؒ

نام ونسب نام سعید، والد کا نام اسماعیل، کنیت ابو عثمان۔ آپ اپنے عہد کے امام اور محدث اور واعظ و پیشوا تھے اور آپ کا لقب شیخ الاسلام تھا۔ آپ اصل میں رَی کے رہنے والے تھے بعد میں نیشاپور میں مقیم ہو گئے اور وہیں رحلت فرمائی۔ آپ نے شاہ کرمانیؒ اور یحییٰ بن معاذ رازی کی صحبت اختیار کی۔

ولادت آپ کی پیدائش مقام رَی میں ۲۳۰ھ میں ہوئی۔

فضل وکمال حاکم نے بیان کیا ہے کہ ہمارے مشائخ نے اتفاق کیا ہے کہ یہ مستجاب الدعوات ہیں اور عبادت گذار ہیں، اور زاہدوں کے سرچشمہ ہیں اور علماء کرام کی تعظیم و تکریم کرنے والوں میں سے ہیں۔ آپ مشائخ کبار میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ نیشاپور میں تصوف آپ ہی کی ذات سے پھیلا۔

ارشادات ابو عمرو بن حمدان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جو شخص سنت کو اپنی ذات پر حاکم مقرر کریگا یعنی اس کی اتباع کریگا تو وہ حکمت کی باتیں کرے گا۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ اس کے سنت پر عمل کرنے کی برکت سے اس کو حکمت کی باتوں سے نوازیں گے۔ (مرتب)

اور جو شخص نفسانی خواہشات کو حاکم مقرر کرے گا وہ بدعت کی باتیں کرے گا۔

ف: ظاہر ہے کہ کوئی شخص جب خواہشات پر عمل کرے گا تو اس کی نحوست سے اس کے قلب میں تاریکی آئے گی پھر تو کو بھی نہ کرے کم ہے۔ (مرتب)

(سیر اعلام النبلاء ص ۹۲/۱۴)

حالت نزع میں بیٹے کو نصیحت

جب وفات کے وقت آپ کی حالت بدل گئی تو آپ کے بیٹے ابو بکر نے اپنی قمیص پھاڑ ڈالی۔ اس پر آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا اے میرے بیٹے ظاہر میں سنت کے خلاف کرنا باطن میں ریاکاری کی علامت ہے۔

آداب صحبت کے سلسلے میں آپ کے مفید اقوال ملاحظہ ہوں۔

ابو الحسن الوراق، آپ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں حسن ادب دوام ہیبت اور مراقبہ کو مد نظر رکھو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اتباع سنت اور ظاہری علم کی پابندی کا خیال رکھو۔

اولیاء کی صحبت میں احترام اور خدمت کا خیال رکھو۔

گھر والوں کی صحبت میں حسن خلق مد نظر رکھو۔

بھائیوں کی صحبت میں ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ رہو بشرطیکہ کوئی گناہ کی بات نہ ہو۔

اور جاہلوں کی صحبت میں انکے لئے دعا کرتے رہو اور ان پر رحم کرو۔

ف: ان نصائح پر عمل پیرا ہونے کی اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

(التصوف کا انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۹۰)

فرماتے تھے کہ آدمی درجۂ کمال تک اس وقت پہنچتا ہے جبکہ اس کے قلب میں چار چیزیں برابر ہو جائیں۔ منع، عطاء، عزت، اور ذلت۔

ف: یعنی سب کو اللہ کی طرف سے یقین کر کے ہر حال میں راضی ہو جائے ع "ہر چہ از دوست می رسد نیکوست" یہی مقام رضا بالقضاء ہے جو مقامات سلوک میں اعلیٰ وارفع ہے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ میں اپنی جوانی میں حضرت ابوحفص حدادؒ کی خدمت میں رہتا تھا، مجھ کو حضرت نے ایک مرتبہ ڈانٹ کر فرمایا کہ نکل جاؤ میرے پاس نہ بیٹھا کرو۔ تو میں اپنی پشت کی جانب چلا اور میرا چہرہ حضرت شیخؒ کے روبرو تھا۔ یہاں تک کہ میں ان سے غائب ہو گیا اور دل میں کہنے لگا کہ شیخ کے دروازے ہی پر ایک گڈھا کھود کر اس میں داخل ہو جاؤں گا اور شیخ کے حکم سے نکلوں گا۔ حضرت شیخ نے جب میرا حال یہ دیکھا تو مجھ کو قریب بلایا اور اپنے خواص میں بنا لیا۔

ف: سبحان اللہ یہ تھا شیخ کے ساتھ تعلق قلب اور خلوص کامل جبھی تو شیخ نے ان کی طرف خاص توجہ وعنایت فرمائی اور اپنے خاص قرب سے نوازا۔ ع عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ عداوت کی اصل تین ہے۔ مال میں طمع، لوگوں کے اکرام میں طمع، اسی طرح لوگوں کے قبول میں طمع۔

فرماتے تھے؛ خوف تم کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔ اور تمھارے نفس کا کبر و عُجب اللہ تعالیٰ سے منقطع کر دے گا۔ اور لوگوں کو حقیر سمجھنا، تو یہ مرض لاعلاج ہے۔ ف: یعنی ہلاکت تک پہونچا دے گا۔ العیاذ باللہ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: جب تک تم اپنی مراد کے تابع ہو گے قید خانہ میں ہو گے اور جب تم تفویض وتسلیم اختیار کر لو گے تو آزاد ہو جاؤ گے اور راحت پا جاؤ گے۔

ف: کیا خوب یہ شعر ہے ؎ ؏

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است (مرتب)

فرماتے تھے کہ: اغنیاء کے ساتھ مصاحبت خودداری کے ساتھ رکھو اور درویشوں کی خدمت میں تواضع وانکسار کے ساتھ جاؤ۔ اس لئے کہ مالداروں کے ساتھ تکبر یعنی خودداری تواضع ہے۔ اور درویشوں کے سامنے اپنے کو گھٹا کر پیش کرنا یہ شرف وکرامت کی بات ہے۔

فرماتے تھے کہ: جو شخص اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے طریق کی توفیق دیا جائے گا۔

فرماتے تھے کہ: جب محبت صحیح ہو جاتی ہے تو صاحبِ محبت کیلئے ادب کی ملازمت پختہ ہو جاتی ہے۔

(طبقات ص۴۷)

وفات

۲۹۸ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(طبقات ص۴۷)

؏ یعنی تسلیم ورضا کے خنجر سے جو لوگ شہید ہوئے ہیں ان کو منجانب اللہ ہر آن روح وجان دی جاتی ہے۔

حضرت ابو العباس احمد بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام احمد، والد کا نام مسروق اور کنیت ابو العباس ہے۔

فضل وکمال آپ اپنے دور کے امام، زاہد اور شیخ تھے۔ اہل طوس کے اہل فضل میں سے تھے۔ بغداد میں سکونت اختیار فرمائی۔ علامہ حارث محاسبی رح اور سری سقطی رح وغیرہما کی صحبت میں رہے

تصوف سے متعلق آپ کا قول اُن چیزوں سے علٰحدہ رہنا جو ضروری نہ ہو اور اُن چیزوں کو لازم پکڑنا جس سے چارہ نہ ہو۔

ف: سبحان اللہ کیا ہی خوب تصوف کی تعریف فرمائی جو شریعت وطریقت کے عین مطابق ہے۔ (مرتب)

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ سالکین کیلئے غزلوں کا سننا مناسب نہیں ہے مگر وہ جو ظاہر و باطن ہر لحاظ سے مستقیم ہو اور قوی الحال ہو، اور علم میں کامل اور امام ہو۔

فرماتے تھے کہ جس کا مؤدِّب اللہ ربّ العزّت ہو گا تو اس پر کوئی چیز غالب نہیں آسکتی۔ فرماتے تھے کہ مومن تو بس ذکر اللہ ہی کے ذریعہ قوت حاصل کرتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک خادم کا سوال کیا جو ان کے ساتھ آٹا پیس لیا کرے، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو تسبیح، تحمید، تہلیل وتکبیر کی تعلیم دی، اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ کلمات تمھارے لئے خادم سے بہتر ہیں۔ بہر حال منافق، وہ تو کھانے

پینے سے قوت حاصل کرتا ہے۔ فلاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ف: یقیناً مخلص شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قوت حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔ یعنی اللہ کے ذکر سے قلوب کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جس شخص نے بھی غیر اللہ سے سرور و سکون حاصل کیا تو وہ سرور بہت سے حزن و غم کا سبب بنے گا۔ (طبقات)

ف: جیسا کہ اس زمانہ میں ایسا کثرت سے ہو رہا ہے۔ العیاذ باللہ۔ (مرتب)

آپ فرماتے کہ مسلمانوں کی عزت کا احترام کرنا ہی اللہ تعالیٰ کے حرمات کی تعظیم کرنا ہے اسی کے ذریعہ بندہ تقویٰ کی حقیقت کو پہچانتا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ معرفت کا درخت فکر کے پانی سے سیراب ہوتا ہے اور توبہ کا درخت ندامت کے پانی سے سینچا جاتا ہے اور محبت کا درخت اتفاق اور موافقت کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۲۹۹ھ یا ۲۹۸ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(التصوف کا انسائیکلوپیڈیا۔ ترجمہ قشیریہ صفحہ ۹۹)

حضرت محمد بن حامد الترمذیؒ

نام ونسب نام محمد، والد کا نام حامد، کنیت ابوبکر ہے۔

آپ مشائخ خراسان کے جوان مرد اور ارباب ہمت سے ہیں۔ آپ کو شیخ احمد خضرویہ کا شرف دیدار حاصل ہوا۔ (نفحات الانس ص۱۳۰)

ارشادات آپ خراسان کے مشائخ عظام میں سے ہیں۔ فرماتے تھے کہ: جب باطن میں انوار جاگزیں ہو جاتے ہیں تو اعضاء نیکی کے ساتھ گویا ہو جاتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ: ولی ہمیشہ اپنے حال کے چھپانے کا اہتمام کرتا ہے اور ساری مخلوق اس کی ولایت کی قائل ہوتی ہے۔ اور مدعی اپنی ولایت کا اعلان کرتا پھرتا ہے مگر لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ: اولیاء اللہ کی اہانت اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے

فرماتے تھے کہ عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حدود کے پاس ٹھہر جائے اور کسی وقت بھی اس سے تجاوز نہ کرے۔

فرماتے تھے کہ میں نے جب بھی کسی مسلمان کو چھوٹا سمجھا تو اپنے ایمان ومعرفت میں ضرور نقصان پایا۔

فرماتے تھے کہ تمہارا سرمایہ تمہارا دل اور تمہارا وقت ہے، پس تم نے دل کو تو طرح طرح کے گمانوں میں پھنسا رکھا ہے، اور اپنے اوقات کو لایعنی باتوں میں مشغول کر رکھا ہے۔ تو بتلاؤ اپنے سرمایہ سے کیسے نفع حاصل کروگے جبکہ اس کو ضائع کر چکے ہو۔ (طبقات ج۱ ص۸۰)

وفات تاریخ وفات نہیں ملی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

حضرت ابوالحسین علی بن ہند القرشی الفارسیؒ

نام ونسب نام علی، کنیت ابوالحسین، والد کا نام ہند ہے۔

تعارف آپ فارس کے مشائخ کبار اور علماء میں سے تھے۔ جعفر حداد اور عمرہ ابن عثمان الملکی وغیرہ کی صحبت میں رہے۔ ان کے لئے احوال عالیہ اور مقامات زکیہ تھے۔

ارشادات فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ راحت طلب کرو اور اللہ سے جدا ہو کر راحت کے طالب نہ ہو۔ اس لئے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی معیت میں راحت کو چاہا تو وہ نجات پا گیا اور جو اللہ تعالیٰ سے علیحدگی میں راحت کا طلب گار ہوا تو وہ ہلاکت میں جا پڑا۔ پس استراحت مع اللہ یہ ہے کہ قلب کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے راحت ملے اور اللہ تعالیٰ سے الگ ہو کر استراحت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مستقل طور پر غفلت ہو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

فرماتے تھے کہ جس کو اللہ تعالیٰ اکابر کی عزت وحرمت کی توفیق دیکر معزز بناتے ہیں تو اسکی حرمت مخلوق کے دلوں میں القاء فرماتے ہیں اور جسکو اس سے محروم فرماتے ہیں تو اسکی عزت وحرمت مخلوق کے قلوب سے نکال دیتے ہیں۔ اسی لئے ہم ایسے آدمیوں کو (جن کے قلب میں اکابر کی عزت وحرمت نہیں ہے) مخلوق کے نزدیک مبغوض ہی پاتے ہیں اگرچہ ان کے اخلاق حسن ہوں اور انکے احوال صالح ہوں اور یہ اس لئے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم وجلال کی یہ بات ہے کہ بڑے بوڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے۔ (طبقات ص۹۷)

ف : یعنی جس نے بوڑھے مسلمان کی تعظیم و توقیر نہ کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے جلال کی رعایت نہ کی پس ایسے شخص کا مخلوق میں رسوا و ذلیل ہو جانا کیا بعید ہے۔ پس جملہ اکابر اور بڑوں کا اعزاز و اکرام کرنا چاہئے۔ اور دل سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب اکابر کے اعزاز و اکرام کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔ اور ذلت و رسوائی سے حفاظت فرمائے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ دل برتن ہے اور ہر برتن میں رکھنے کی ایک خاص چیز ہوتی ہے تو اولیاء کے قلوب معرفت کے ظرف (برتن) ہیں اور عارفین کے دل محبت کے ظرف ہیں، اور محبین کے قلب شوق کے ظرف ہیں اور مشتاقین کے قلب انس کے ظرف ہیں۔ ان احوال کے کچھ آداب ہیں جو شخص انکے اعتبار سے معاملہ نہیں کریگا ہلاک ہو جائے گا۔

آپ فرماتے تھے کہ کتاب اللہ کا اختیار کرنے والا وہ ہمیشہ حق کی حفاظت کرنے والا ہے، اور کتاب اللہ کے اختیار کرنے والے پر اسکے دین و دنیا کا معاملہ پوشیدہ نہیں رہتا بلکہ وہ اپنے اوقات کو علم و ادراک کے ساتھ گذارتا ہے نہ کہ غفلت کے ساتھ۔ (حلیۃ الاولیاء، ص ۱۰ ج ۳۸۴)

وفات | تاریخ وفات نہیں ملی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

حضرت ابوعبداللہ محمد ابن عبدالخالق الدینوریؒ

نام ونسب نام محمد، کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام عبدالخالق ہے۔

تعارف اجل مشائخ میں تھے، صاحب حال اور بلند ہمت والے بزرگ تھے۔ زبردست صاحب علم تھے اور فصاحت و بلاغت کے زبردست مالک تھے۔ وادی قریٰ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ نے دینور کو وطن بنالیا۔

ارشادات فرماتے تھے کہ چھوٹے بڑوں کی صحبت اختیار کریں تو یہ ان کی توفیق اور ذہانت کی بات ہے اور اگر بڑے چھوٹوں کی صحبت کی طرف راغب ہوں تو یہ ان کی ذلت اور حماقت کی علامت ہے۔

فرماتے تھے کہ سب سے بلند علم اسمائے حسنیٰ وصفات الٰہیہ کا علم ہے اسی طرح اعمال ظاہر میں اخلاص اور احوال باطن کی تصحیح کا علم نہایت اعلیٰ واہم ہے۔ (طبقات ص۱۰۸ ج ۱)

ف: ماشاء اللہ، اپنے مندرجہ بالا دو ارشاد میں دین وطریق اور اصلاح وتربیت کا ایسا خلاصہ بیان فرمادیا کہ اگر اس کے مطابق عمل ہوجائے تو آدمی فوز و کامرانی سے ہمکنار ہوجائے۔ ہاں میرا خیال ہے کہ چھوٹوں سے امارد مراد ہیں، کہ ان کی طرف بیجا رغبت وچاہت بے مقصد جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر انکی اصلاح کیلئے حسن نیت کے ساتھ متوجہ ہوں تو یہ منجملہ مقاصد کے ہے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

وفات تاریخ وفات نہیں ملی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

حضرت ابو عبداللہ السجزیؒ

تعارف آپ خراسان کے مشائخ کبار میں سے ہیں. حضرت ابو حفص حدادؒ کی صحبت میں رہے. جنگلات کو کئی مرتبہ توکلاً علی اللہ طے کیا ہے

خوف الٰہی ایک دن لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ صوفیوں کی طرح گدڑی کیوں نہیں پہنتے. آپ نے فرمایا کہ یہ نفاق ہے کہ میں جوانمردوں کا لباس تو پہن لوں مگر جوانمردوں کی ماتحتی میں نہ رہ سکوں یعنی اتباع نہ کر سکوں. لوگوں نے دریافت کیا کہ جوانمردی کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں پر جو کچھ گذرے اس پر ان کو معذور سمجھنا لیکن اپنے آپ کو قصوروار سمجھنا، تمام مخلوق پر شفقت کرنا خواہ تمھارے خیر خواہ ہوں یا بدخواہ۔

(نفحات الانس ص۲۸۷)

ارشادات آپ کے کلمات طیبات میں سے یہ بات ہے کہ جس نے اپنے فعل کو پاک نہ کیا تو اس نے اپنے بدن کو پاک نہ کیا، اور جس نے اپنے بدن کو پاک نہ کیا اس نے اپنے دل کو پاک نہ کیا، اور جس نے اپنے دل کو پاک نہ کیا تو اس نے اپنی نیت کو پاک نہ کیا. اور سب کاموں کی بنیاد نیت ہی پر ہے۔

فرماتے تھے کہ: اولیاء اللہ کی تین علامات ہیں. رفعت مقام کے باوجود فروتنی کرنا، استطاعت کے باوجود زہد اختیار کرنا، قوت رکھتے ہوئے انصاف کرنا.

فرماتے تھے کہ: کسی کو عار نہ دلاؤ جبتک کہ تم کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ تمھارے گناہ بخش دیئے گئے۔

ف: ظاہر ہے کہ مرنے سے پہلے کس کو معلوم ہے کہ ہمارے گناہ بخش دیئے گئے

اس لئے کسی کو عار دلانے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ خوفزدہ رہنا چاہئے کہ معلوم نہیں آخرت میں ہمارا کیا حشر ہوگا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ مرید بننے کیلئے سب سے نفع بخش کام صالحین کی صحبت اور ان کے افعال و اخلاق و شمائل کی اقتدا، اور اولیاء اللہ کے قبروں کی زیارت ہے۔ اور دوستوں اور ساتھیوں کی خدمت کیلئے کمربستہ رہنا ہے۔ (طبقات ج ۱ صفحہ ۸۶)

اس لئے کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست — بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(طریقت سوائے خدمت خلق کے کچھ نہیں محض تسبیح و سجادہ اور گدڑی سے کچھ نہیں ہوتا۔ (گلستان)

وفات تاریخ وفات نہیں ملا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

حضرت محمد بن علی المعروف محمد علیان نسوی رح

نام و نسب نام محمد، والد کا نام علیان رح نسا کے مشائخ کبار میں سے ہیں اور منجملہ ابوعثمان حیری کے اصحاب میں سے ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اہل معارف کے امام ہیں۔

ارشادات آپ کے کلام سے یہ بات ہے کہ زہد فی الدنیا رغبت الی الآخرت کی کلید ہے۔ اولیاء کی علامات سے یہ بات ہے کہ جن مقدرات سے عوام ناراض ہوتے ہیں ان سے یہ حضرات خوش ہوتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ کسی شخص کی سخاوت اس وقت خالص ہوتی ہے جبکہ اپنے عطیہ کو کم سمجھے اور جس کو دیا ہے اس کے فضل اور بڑائی کا یقین کرے۔

ف: سبحان اللہ سخاوت کی کیسی عمدہ علامت بیان فرمائی جو ہم سب کو پیش نظر رکھنا چاہیئے بلکہ اسی سانچے میں اپنے کو ڈھالنا چاہیئے۔ (مرتب)

(مرتب)

فرماتے تھے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت ثواب کی امید یا عذاب کے ڈر سے کی تو اس نے اپنی دناءت کو ظاہر کیا اور اپنی طمع کا اظہار کیا۔ بندے کے لئے کس قدر بری بات ہے کہ اپنے سید و مالک کی خدمت دینی یا دنیوی غرض کے لئے کرے۔

ف: کسی نے خوب کہا ہے۔

تو بندگی چو گدایاں بشرطِ مزد مکن — کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

(یعنی تم بندگی مزدوری کی شرط پر نہ کرو اسلئے کہ مالک خود بندہ پروری کے طریقہ سے واقف ہے)

یہ اخلاص کا اعلیٰ مقام ہے ورنہ تو ثواب کی امید اور عذاب کے خوف کی بنا پر بھی عبادت کرنا خلاف اخلاص نہیں ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: جس نے اپنی کرامت کا اظہار کیا وہ مدعی ہے اور جس سے کرامات کا ظہور (منجانب اللہ) ہوا تو وہ ولی ہے۔ (طبقات ج ا صنا)

محمد ابن احمد الفراء کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علیان کو کہتے ہوئے سُنا کہ دنیا سے بے رغبتی آخرت کی جانب رغبت کی کنجی ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ مروت اپنے دین اور نفس کو محفوظ رکھتا ہے اور مؤمنین کے حرمات کی حفاظت کرتا ہے، اور اپنے افعال کو کم سمجھتا ہے (حلیۃ الاولیاء ج ۴ صـ۴۰۵)

وفات تاریخ وفات نہیں ملی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

حضرت ابومظفر القرمیسینی رح

تعارف آپ جبل کے مشائخ کبار میں سے تھے اور وہاں کے اکابر اور فقراء صادقین میں سے تھے۔ حضرت عبداللہ بن الخراز اور ان کے اوپر کے مشائخ کی صحبت میں رہے۔ اور اپنے طریقہ میں امتیازی شان رکھتے تھے۔

ارشادات

روزہ تین قسم کا ہوتا ہے فرماتے تھے کہ روزہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ روح کا روزہ تو امید کے کم کرنے سے ہے۔ اور عقل کا روزہ تو وہ ہوائے نفسانی کی مخالفت سے ہے۔ اور نفس کا روزہ بس وہ کھانے پینے اور محارم سے باز رہنے کے ذریعہ ہے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص سلامتی و نصیحت کی شرائط کے ساتھ نوعمر لڑکوں یا امردوں کی صحبت کو روا رکھے گا تو وہ بھی بلا ر کا سبب بنے گی۔ تو پھر کیا نتیجہ ہوگا جبکہ بغیر لحاظ شرائط کے ان سے مصاحبت رکھی جائے۔

ف: چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ اس سے احتراز کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ اور اس کو منجملہ موانع طریق کے شمار فرماتے تھے۔ اَلعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذَا البَلَاءِ العَظِیْم۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ فقیروں میں وہ نہایت خسیس فقیر ہے جو ہر حال میں عورتوں کی رفق و نرمی کو قبول کرے۔ میں کہتا ہوں، یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ"

(یعنی مرد عورتوں پر حاکم و نگراں ہیں) اور جب کوئی مرد اس بات پر راضی ہو گیا کہ عورت اس پر حاکم ہو جائے تو وہ کبھی فلاح یاب نہ ہوگا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ بہترین رزق وہ ہے جس کو تمھاری طلب و سعی کے بغیر اللہ تعالیٰ حلال طریقہ سے جاری فرمادیں۔

فرماتے تھے کہ جس نے آداب شرع کو اختیار کیا تو اسکے تابعین بھی ان آداب سے مؤدّب ہوں گے۔ اور جس نے اس سلسلہ میں سستی و کاہلی کی تو وہ خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ اور جس نے کسی حکیم (یعنی مرشد) سے آداب نہ سیکھا تو اس کے ذریعہ کوئی مرید آداب سے مؤدّب و آراستہ نہ ہو گا۔ (طبقات صہ ۹۷)

ف : اس سے کسی مرشدِ کامل سے ادب سیکھنے کی کیسی اہمیت ثابت ہوئی اسی کو حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ یوں فرماتے تھے۔ ؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں ۔۔۔ میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

وفات تاریخ وفات نہیں ملی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

حضرت محمد و احمد ابنا ابی الوردؒ

تعارف دونوں حضرات نے حضرت سری سقطیؒ اور حضرت ابوالفتحؒ اور حضرت حارث محاسبیؒ سے ملاقات کیا ہے اور شیخ طریقت حضرت بشر حافیؒ کے مسلک پر گامزن تھے، نہایت متقی و پرہیزگار تھے۔

آپ دونوں حضرات عراق کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ حضرت جنیدؒ کے اقارب اور ان کے جلیسوں میں سے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ غفلت کے ارتفاع میں عبودیت کا ارتفاع ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ارتفاع غفلت سے مراد زوال غفلت ہے اور ارتفاع عبودیت سے مراد علو عبودیت ہے۔ واللہ اعلم۔

ف: ماشاء اللہ، خوب ہی تشریح فرمادی ورنہ سمجھنا دشوار ہوتا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔ (مرتب)

ارشادات فرماتے تھے کہ ولی اللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت کرے اور ان کے دشمنوں سے عداوت رکھے۔ آپ فرماتے تھے کہ فقیر کا ادب یہ ہے کہ جو طالب دنیا ہو اس کو نہ ملامت کرے اور نہ عار دلائے بلکہ اس کیلئے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو طلب دنیا کی مشقت و تعب سے پناہ دے۔

فرماتے تھے کہ لوگوں کی ہلاکت بس دو حرفوں میں ہے۔ نوافل کے ساتھ اشتغال اور فرائض کا ترک کرنا۔ اور بغیر قلب کی مطابقت و موافقت کے اعضاء کا عمل کرنا۔ اور جو لوگ بھی وصول سے محروم رہے تو اسی لئے کہ انھوں نے اصول کو ضائع کیا۔ فرماتے تھے کہ جب ولی کی تین چیزوں میں ترقی ہوتی ہے تو مزید تین چیزوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب اس کا اخلاق بڑھتا ہے تو اس کے اندر شکستگی اور فروتنی بڑھ جاتی ہے۔ اور جب اسکے مال میں زیادتی ہوتی ہے تو اسکی سخاوت میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور جب اسکی عمر طویل ہوتی ہے تو اسکے مجاہدہ و ریاضت میں ترقی ہو جاتی ہے۔ (طبقات ص۸۴ ص۸۵)

وفات تاریخ وفات نہیں ملی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن سعدانؒ

نام ونسب نام احمد، کنیت ابوبکر، والد کا نام محمد بن سعدان ہے

تعارف آپ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت نوریؒ کی صحبت میں رہے۔ یہ شیخ رودباریؒ کے ہم عصر ہیں۔ اپنے زمانہ میں مشائخ سے افضل تھے۔ یہ شیخ ابوالحسن صدیقؒ اور شیخ ابوالحسن فرغانیؒ سے بھی آپ کی تعریف کے کلمات بہت ملتے ہیں۔
(نفحات الانس ص۳۹۶)

فرماتے تھے کہ جو شخص غفلت کے ساتھ مناظرہ کرے گا تو اس کیلئے تین عیب کا ہونا لازم ہے۔ اوّل جھگڑا اور چیخنا چلانا، اور یہ ممنوع ہے۔ دوسرے مخلوق کے مقابلہ میں اپنی برتری کا چاہنا، اور یہ بھی ممنوع ہے تیسرے حقد وغصہ کرنا، اور اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اور جس کی نیت کی ہوگی تو اس کا اوّل کلام موعظت ہوگا اور درمیانی دلالت اور آخری کلام موجب برکت ہوگا۔ (طبقات ج ا ص۱۰۱)

ف: اس سے مناظرہ کی قباحت کا علم ہوا اس لئے حتی الوسع اس سے پرہیز کرنا چاہئے مگر بعض موقع پر مناظرہ ضروری بھی ہو جاتا ہے تاکہ احقاق حق ہو سکے اور باطل کو دبایا جا سکے اور جماعت حقہ کے لوگوں کو شک وتذبذب سے نکال کر یقین واطمینان کی فضا میں لایا جا سکے۔ (مرتب)

وفات تاریخ وفات نہیں ملی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب نام احمد، والد کا نام شعیب کنیت ابو عبد الرحمٰن۔

ولادت امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ۲۱۵ھ میں ہوئی، جیسا کہ خود بھی فرماتے ہیں یشبہ ان یکون مولدی فی سنۃ ۲۱۵ھ، ترجمہ: میرا اندازہ ہے کہ پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

سماع حدیث امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس زمانے میں پیدا ہوئے تھے اس وقت علم حدیث کے لئے گھر بار چھوڑنا اور دور دراز ملکوں کا سفر کرنا مسلمانوں کا خصوصی شعار بن چکا تھا آج اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ محدثین کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی طلب میں ملکوں ملکوں پھرنا سیکڑوں میل پیدل طے کرنا اور براعظموں اور سمندروں کو پار کرنا اُس دور کے علماء کے نزدیک بہت معمولی بات تھی۔

شیوخ واساتذہ آپ کے شیوخ واساتذہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "سمع من خلائق لا یحصون" اتنے لوگوں سے سنا جن کا شمار کرنا مشکل ہے آپ کے اساتذہ میں سے (۱) اسحاق بن راہویہ (۲) محمد بن نصر (۳) علی بن حجر وغیرہ ہیں۔

زہد وتقویٰ زہد وتقویٰ میں یکتائے روزگار تھے اور آپ صوم داؤدی

کے پابند تھے۔ یعنی ایک روز روزہ رکھتے تھے اور دوسرے روز افطار کرتے تھے۔ آپ دن و رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ اکثر حج کیا کرتے تھے۔ جہاد کا جذبہ بھی تھا۔ ایک مرتبہ امیر مصر کے ساتھ جہاد میں شرکت بھی کی تھی۔ ان کی شجاعت و بہادری کے لوگ معترف ہو گئے۔ انہوں نے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کو قائم کیا، جسکی برکت سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اتنے بلند مقام تک پہونچا دیا۔

امام نسائی پر دور ابتلاء امام نسائی کو مصر میں جو شہرت وعظمت اور مقبولیت حاصل ہوئی اس کی بنیاد پر حاسدین نے حسد کیا اس لئے انہوں نے ماہ ذیقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر کو خیر باد کہا۔ اور وہاں سے فلسطین کے ایک مقام رملہ آگئے تھے۔ چونکہ شام میں بنی امیہ کی طویل حکومت کے سبب سے خارجیت و ناصبیت کا زور تھا۔ عوام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدگمان تھی اس وجہ سے امام نسائی دمشق تشریف لے گئے اور جامع دمشق میں ممبر پر چڑھ کر کتاب خصائص علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنانی شروع کی۔ ابھی تھوڑی ہی سی پڑھی تھی کہ کسی سائل نے سوال کیا کہ کیا آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل پر بھی کوئی کتاب لکھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہی کافی ہے کہ برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ اس پر عوام نے مشتعل ہو کر امام صاحب پر تشیع کا کا الزام لگا کر زد و کوب شروع کر دی۔ امام صاحب کے نازک مقام پر چند سخت چوٹیں آئیں جنکے سبب سے امام صاحب نیم جان ہو گئے۔ ایسی حالت میں لوگ مکان پر لائے۔ امام صاحب نے فرمایا مجھ کو مکہ مکرمہ لے چلو تاکہ میری

وفات مکہ مکرمہ میں ہو۔ بالآخر اسی حالت میں وہ اپنے رب سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وفات مکہ مکرمہ میں امام صاحب کا انتقال ۱۳ صفر ۳۰۲ھ بروز دوشنبہ ہوا۔ صفا اور مروہ کے درمیان تدفین ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص۲۰۰)

حضرت ابو محمد رُویم ابن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

نام ونسب نام رویم، کنیت ابو محمد والد کا نام احمد ہے۔

فضل وکمال آپ اپنے زمانہ کے امام، قاری، فقیہہ اور زاہد تھے۔ آپ کا مولد بغداد ہے۔ وہاں کے مشائخ عظام میں سے ہیں اور زبردست عالم تھے۔ آپ اپنے کو حضرت جنید بغدادیؒ کا شاگرد ومرید کہتے تھے اور ان کے اصحاب ورفقاء میں سے تھے شیخ ابو عبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو توحید کی گفتگو میں شیخ رویم کی طرح نہیں پایا۔

ارشادات فتوحات مکیہ میں آپ کا یہ قول مذکور ہے۔ جو شخص صوفیوں میں بیٹھے اور ان امور میں جنکی وہ تحقیق کر چکے ہیں مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال دیتا ہے۔

آپ سے اسی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تو غیر اللہ

سے وحشت کرے یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی تجھ کو وحشت ہو جائے۔
(نفحات الانس صہ ۲۶۲)

آپ فرماتے تھے کہ صبر شکوہ کو ختم کرنے اور مصائب پر راضی رہنے کا نام ہے۔ (سیر اعلام النبلاء صہ ۲۳/۱۴)

فرماتے تھے کہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ احکام میں اپنے بھائیوں پر وسعت وسہولت کو اختیار کرے اور خود ان احکام میں اپنے اوپر تنگی کو روا رکھے اسلئے کہ اپنے بھائیوں پر توسیع اتباع علم ہے اور اپنے نفس پر تنگی کو گوارا کرنا یہ تقاضلئے ورع و تقویٰ ہے۔

ف: سبحان اللہ! کیا خوب بات ارشاد فرمائی۔ (مرتب)

آپ سے محبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا، تمام احوال میں محبوب کی موافقت یہی محبت ہے۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

وَلَوْ قِيْلَ مُتْ قُلْتُ سَمْعًا وَطَاعَةً وَقُلْتُ لِدَاعِي الْمَوْتِ اَهْلًا وَّمَرْحَبًا

(ترجمہ: اگر مجھ سے کہا جائے کہ مر جاؤ تو میں سمعًا وطاعةً کہوں گا یعنی میں نے سنا اور اطاعت کی) اور موت کے داعی سے اہلًا ومرحبا کہہ کر اس کا استقبال کروں گا یعنی خوش آمدید کہوں گا۔

آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کا حال کیسا ہے؟ تو فرمایا کہ ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جس کا دین اسکی خواہش نفسانی ہے، اور اس کی ہمت شقاوت و بدبختی ہے۔ نہ وہ صالح صاحب تقویٰ ہے اور نہ صاف ستھرا ہے (طبقات صہ ۱/۷۵)

ف: سبحان اللہ! اسقدر تواضع وانکساری کی بات ہے اور جس کو بھی اپنے نفس کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ (مرتب)

وفات | آپ کی وفات ۳۰۲ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت محفوظ بن محمود نیشاپوریؒ

نام ونسب نام محفوظ، والد کا نام محمود ہے۔

تعارف آپ کا شمار طبقہ دوئم کے مشائخ میں کیا جاتا ہے بعض نے آپ کا شمار طبقہ سوم میں بھی کیا ہے آپ نیشاپور کے مشائخ متقدمین میں سے ہیں۔ شیخ ابو حفصؒ کے مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ ابو حفص کے بعد شیخ عثمان حیریؒ کی صحبت میں گئے۔

ارشادات آپ فرماتے تھے توکل یہ ہے کہ بندہ بغیر حرص و ہوس کے کھائے۔

فرماتے تھے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی خوبیوں پر نظر کی تو وہ لوگوں کی برائیوں میں مبتلا ہو گیا اور جس نے اپنے عیوب پر نظر ڈالی تو وہ لوگوں کی برائیوں کے دیکھنے سے بچ گیا۔

فرماتے تھے کہ لوگوں میں بہترین وہ شخص ہے جس کا سینہ مسلمانوں کے عیوب سے زیادہ بچا ہوا ہو۔ (نفحات الانس ۳۲)

فرماتے تھے کہ فی الحقیقت تائب وہ ہے جو اپنی طاعات سے توبہ کرے چہ جائیکہ اپنی غفلتوں سے (یعنی اس سے تو بدرجہ اولیٰ توبہ کرنا چاہیئے)

فرماتے تھے کہ خلق کو اپنے نفس کی میزان میں نہ تولو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے بلکہ تم کو چاہیئے کہ لوگوں کو اس مقصد سے تولو کہ تمہارا افلاس اور دوسروں کا فضل معلوم ہو۔ آپ فرماتے تھے کہ جو کسی مسلمان کے مفتون ہونے کا گمان کرے تو سمجھ لو کہ وہ خود مفتون ہے۔

وفات آپ کی وفات ۳۰۳ھ یا ۳۰۴ھ میں خراسان میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(طبقات ص۸۶)

حضرت احمد ابن عمران ابن سریج رح

نام و نسب نام احمد، والد کا نام عمران ابن سریج البغدادی، کنیت ابوالعباس لقب شیخ الاسلام عراق کے فقیہہ اور صاحب تصانیف ہیں۔

ولادت آپ کی پیدائش ۲۴۰ھ کے کچھ بعد ہوئی۔

فضل و کمال آپ نے نوجوانی میں احادیث سنی اور سفیان بن عیینہ کے اصحاب سے ملاقات کی اور آپ نے علم فقہ ابوالقاسم عثمان بن بشار انماطی شافعی سے حاصل کیا۔ اور آپ ہی کے ذریعہ مذہب شافعی رح پھیلا۔ اور آپ چار سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔

ارشادات ابو علی بن خیران کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعباس بن سریج کو کہتے ہوئے سُنا، میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ ہم پر سُرخ سونے کی بارش ہو رہی ہے جس سے میری گود اور میری آستین بھر گئی۔ تو انہوں نے میرے اس خواب کی تعبیر یہ بتلائی کہ میں ایسے علم سے نوازا جاؤں گا جو سُرخ سونے کی طرح عمدہ و نادر ہونگے۔

حسان بن محمد کہتے ہیں کہ ہم ۳۰۳ھ میں ابن سریج کی مجلس میں حاضر تھے۔ تو اہل علم میں سے ایک شیخ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے قاضی آپ کے لئے خوشخبری ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سبحانہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدّد بھیجتا ہے تاکہ اس کے دین کی تجدید کرے۔ تو سو ۱۰۰ سال کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بھیجا اور دو سو ۲۰۰ سال کے بعد حضرت محمد بن ادریس

شافعی کو بھیجا اور تین سو ۳۰۰ سال پر آپ کو بھیجا۔
تو حسان فقیہ کہتے ہیں کہ یہ سنکر ابو العباس چیخ پڑے اور رو دیئے اور اسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔ ف: اپنی تعریف سننا ناگوار گزری کہ دُنیا سے رحلت فرما گئے رحمہ

وفات آپ کی وفات ۳۰۳؁ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۲۰۱)

حضرت ابو یعقوب یوسف ابن الحسین الرازی رح

نام و نسب نام یوسف، والد کا نام حسین، کنیت ابو یعقوب آپ رَی کے شیوخ میں سے تھے اور آپ کی عادات میں سے ترکِ جاہ اور ترکِ تصنع اور اخلاص کو اختیار کرنا تھا، آپ اپنے وقت کے عالم اور ادیب تھے۔ حضرت ذوالنون مصری اور ابو تراب نخشبی کی صحبت میں رہے تھے۔ شیخ ابو سعید خراز کے رفیق سفر تھے۔ اپنی نظروں سے اپنی مقبولیت کو گرانا اور دوسرے لوگوں کی نظروں میں بھی اپنے کو گرانا آپ کا محبوب و پسندیدہ طریقہ تھا۔ یعنی نہیں چاہتے تھے کہ ہم کو لوگ صاحبِ مرتبہ سمجھیں۔

ارشادات فرماتے تھے کہ توحیدِ خالص یہ ہے کہ وہ پوری طرح سے یہ خیال کرے کہ وہ حق سبحانہٗ کے سامنے کھڑا ہے اور اس پر حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنی تدبیر اور قدرت کے احکام کو نافذ کر رہے ہیں۔
فرماتے تھے کہ ذِلّ کا سب سے زیادہ طالب وہ شخص ہے جو اہلِ دنیا کے

سامنے دنیا کی خوب مذمت کرے، اس لئے کہ یہ دنیا کمانے کا اچھا خاصا پیشہ ہے۔ اور یہ کسقدر برا پیشہ ہے کہ لوگوں کو تو دنیا سے زہد کی تعلیم دے اور خود اسی مجلس میں ان سے دنیا کا طالب ہو۔

فرمایا کرتے تھے کہ: میں نے صوفیہ کی آفات میں غور کیا تو کل آفت اغیار کے ساتھ معاشرت اور عورتوں کی طرف میلان میں پایا۔

فرمایا کرتے تھے کہ: دنیا کے لئے بھی طغیان ہے اور علم کیلئے بھی۔ پس جو شخص علم کے طغیان سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ عبادت کرے اور جس شخص کو مال کے طغیان سے چھٹکارا مطلوب ہو تو اس کو زہد اختیار کرنا چاہیئے۔

ف: مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجمع البحار سے یہ حدیث نقل کرتے تھے کہ ان للعلم طغیانا کما للمال (مجمع البحار) یعنی علم کے لئے بھی طغیان ہوتا ہے جیسا کہ مال کے لئے، اور فرماتے تھے کہ عبادت سے بھی طغیان ہوتا ہے۔ اس سے بھی آدمی کبر و غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ ان دونوں کے طغیان سے نجات کی یہ شکل ہے کہ علم و مال دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھے۔ اپنے کسب کا ثمرہ و نتیجہ نہ سمجھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے: جب تم کسی مرید کو دیکھو کہ رخصتوں پر عمل کرتا ہے اور فضول علم کے اکتساب میں مشغول ہے تو سمجھ لو کہ اس سے ذرا بھی خیر کی توقع نہیں ہے۔

فرماتے تھے کہ: ادب سے علم کی فہم ملے گی اور علم سے عمل کی تصحیح ہوگی اور عمل سے حکمت حاصل ہوگی، اور حکمت سے زہد کو غنیمت سمجھنے لگو گے اور اسکی

توفیق دیئے جاؤ گے۔ اور زہد سے دنیا متروک ہوگی، اور ترک دنیا سے آخرت کے طالب ہو جاؤ گے، اور آخرت کی طرف رغبت سے اللہ عزّوجلّ کی رضا سے شاد کام ہو گے۔

ف: سبحان اللہ صفات حسنہ کے حصول کا کیسا مرتب نسخہ تجویز کیا جو انھیں حضرات اہل معرفت کی شان اور خصوصیت ہے۔ (مرتب)

حدیث پاک "اَرِحْنَا بِھَا یَا بِلَال" (یعنی اے بلال! ہم کو نماز کے ذریعہ راحت پہنچاؤ) کے بارے میں آپ فرماتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے بلال! ہم کو اشتغال دنیا اور اسکی باتوں سے نکال کر نماز کے ذریعہ راحت پہنچاؤ۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز میں تھی۔

فرماتے تھے کہ جب عاقل و احمق میں تمیز کرنا چاہو، تو اُس کے سامنے محال بات کو بیان کرو۔ اگر وہ قبول کرلے تو سمجھ لو کہ وہ احمق ہے۔ (طبقات ص)

ف: سبحان اللہ کیا ہی خوب فرق بیان فرمایا ہے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ تمام بھلائیاں ایک گھر میں جمع ہیں اور اسکی کنجی تواضع ہے اور تمام برائیاں ایک گھر میں جمع ہیں اور اسکی کنجی کبر ہے

ف: سبحان اللہ! شیخ نے کیسی عمدہ حقیقت سے روشناس کرایا۔ اللہ تعالٰی اپنے فضل و کرم سے کبر و غرور سے پناہ میں رکھے اور تواضع و عاجزی سے سرفراز فرمائے آمین (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ میں نے شیخ ذوالنون مصری سے جدا ہوتے وقت عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے تو فرمایا کہ مخلوق کی طرف سے جو رنج و کلفت پہنچے اس کو گوارا کرنا۔ اور جہاں تک ہوسکے اپنے دل کو اللہ تعالٰی سے غافل نہ رکھنا۔ اللہ تعالٰی

کے حکم کی عزت کرنا تاکہ وہ تمھاری عزت کرے۔

وفات آپ کی وفات ۳۰۶ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میں نے لوگوں کو کوشش کے ساتھ تیری طرف بلایا اور جہاں تک ہو سکا اپنی ہر برائی کو ان پر ظاہر کر دیا۔ اے اللہ مجھے ان میں سے ہر ایک کے طفیل میں بخش دے۔ انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے تو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک بار پھر کہو جو کہا تھا۔ میں نے پھر اسی التجا کو دہرایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تجھ کو بخش دیا۔ (نفحات الانس ص ۳۶۲)

حضرت ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ بن جلاءؒ

نام و نسب نام احمد، والد کا نام یحییٰ، کنیت ابو عبداللہ۔

تعارف آپ دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی ولادت اور نشو و نما شہر بغداد میں ہوئی اس کے بعد دمشق کو سکونت کیلئے منتخب کر لیا۔ اس لئے دمشقی کہلاتے ہیں۔ آپ کا شمار کبار مشائخ صوفیہ میں سے ہے۔ آپ حضرت ایانؒ اور ذوالنون مصریؒ اور ابو عبیدہ اسریؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ زبردست عالم دین تھے اور محمد داؤد الرقیؒ کے استاذ تھے۔

ارشادات آپ سے دریافت کیا گیا۔ متی الیستحق للفقراء اسم الفقیر فقراء فقیر کے نام سے موسوم کئے جانے کے کب اہل ہو جاتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس وقت جب اس کے نفس کی طرف سے اس پر ظاہری و باطنی

کوئی مطالبہ باقی نہ رہے۔ (نفحات الانس صفحہ ۲۸۳)

آپ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کے لئے ہبہ کر دیجئے۔ دونوں نے خوشی سے کہا کہ ہم نے تجھے اللہ کو دے دیا اس کے بعد میں گھر سے نکل گیا۔ ایک مدت کے بعد سیاحت کر کے وطن واپس آیا تو رات کا وقت تھا بارش زور زور کی ہو رہی تھی اپنے گھر کے دروازہ پر پہونچکر دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی کون؟ میں نے کہا آپ کا لڑکا۔ آواز آئی کہ میرا تو ایک ہی لڑکا تھا اس کو ہم نے اللہ کے ہاتھ ہبہ کر دیا اور ہم عرب لوگ ہیں کسی چیز کو ہبہ کر کے واپس نہیں لیتے۔ آخرکار دروازہ نہیں کھلا اور میں واپس ہو گیا۔

فرماتے تھے کہ ایک بار میں ذوالحلیفہ میں تھا اور حج کا ارادہ تھا دوسرے لوگ ابھی احرام باندھ رہے تھے کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ اس نے احرام کیلئے غسل کیا، غسل کے بعد میں نے سُنا وہ کہہ رہا تھا اے رب میں لبیک اللّٰھم لبیک کہنا چاہتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ تیری طرف سے یہ جواب نہ ملے کہ لا لبیک ولا سعدیک۔ بار بار اسی کو دہرا رہا تھا جب بہت دیر ہو گئی تو میں نے کہا کہ احرام باندھنے سے تو چارہ نہیں ہے لہٰذا کہہ ڈالو (جو بھی کہنا ہو) اس نے میرے جواب میں بھی وہی اندیشہ ظاہر کیا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھو اور آؤ میرے ساتھ لبیک اللّٰھم لبیک کہو، اس نے کہا لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ۔ اَللّٰھُمَّ کو اتنا کھینچا کہ اسی کے ساتھ اس کی روح پرواز کر گئی۔ (اعیان الحجاج صفحہ ۱۹ ج ۱)

ف: سبحان اللہ کیا حال رفیع تھا اور کیسا خوف الٰہی تھا کہ اپنے آپ کو لبیک کہنے کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ (مرتب)

آپ کے منجملہ ارشادات کے یہ ارشاد ہے کہ جس کے نزدیک مدح وذم برابر ہو گیا تو وہ زاہد ہے۔ اور جس شخص نے اول وقت میں فرائض کی ادائیگی کا اہتمام کیا تو وہ عابد ہے۔ اور جس نے جملہ افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھا تو وہ موحّد ہے۔

فرماتے تھے کہ جس شخص کی ہمت موجودات سے بلند ہو گی تو وہ ان کے موجد و خالق تک پہنچ جائے گا۔ اور جس نے اپنے نفس کو حق تعالیٰ کے غیر کے ساتھ ٹھہرایا تو حق تعالیٰ اس سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہیں کہ اپنے ساتھ کسی شریک کو گوارا فرمائیں۔

فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص میرے سامنے معصیت کرے پھر میرے اور اس کے درمیان ایک دیوار کا پردہ ہو جائے تو مجھے منجانب اللہ یہ گنجائش نہیں ہے کہ اس کے متعلق توبہ نہ کرنے کا اعتقاد رکھوں۔ اس لئے کہ احتمال ہے کہ اتنی دیر میں اس نے توبہ کر لیا ہو۔

(طبقات ج ۱ ص ۷۵)

وفات آپ کی وفات ۳۱۶ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(اعیان الحجاج ص ۱۹۱)

حضرت ابوالعباس احمد بن سہل الآدمیؒ

نام ونسب نام احمد۔ کنیت ابوالعباس۔ والد کا نام احمد بن سہل بن عطا ہے۔

تعارف آپ صوفیاء کے کبار مشائخ اور علماء میں سے ہیں۔ آپ نے حضرت جنید بغدادیؒ اور ابراہیم المارستانی اور ان کے علاوہ بہت سے مشائخ کی صحبت اختیار کی ہے۔

ارشادات آپ کے بہت سے اقوال مشہور ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ جو صالحین کے آداب سے مؤدب ہوا وہ بساط کرامت کے لائق ہوا۔ اور جو ولیوں کے آداب کے ساتھ مؤدب ہوا وہ بساط (فرش[۱۲]) قرب کا سزاوار ہوا۔ اور جو صدیقوں کے آداب سے مؤدب ہوا وہ بساط مشاہدہ کا اہل ہوا۔ اور جو انبیاء علیہم السلام کے آداب کے ساتھ مؤدب ہوا وہ بساط انس وانبساط کے لائق ہوا۔

آپ فرماتے تھے کہ جب آدم علیہ السلام نے معصیت کی تو جنت کی ہر چیز نے ان پر گریہ کیا مگر سونے اور چاندی نے ان پر گریہ نہ کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ان سے پوچھا کہ تم آدم پر کیوں نہیں روئے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم اس شخص پر نہیں روتے جو تیری نافرمانی کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی کہ ہر چیز کی قیمت تمھارے ہی ذریعہ سے کروں گا اور بنی آدم کو تمھارا خادم بناؤں گا۔

فرماتے تھے کہ اپنی طبعی مالوفات سے سکون حاصل کرنا یہ درجات حقائق

تک پہنچنے سے روک دیتا ہے۔

ف: اگرچہ وہ مالوفات مباح ہی کیوں نہ ہوں تاہم اس میں زیادہ اشتغال اور استعمال درجات عالیہ تک پہنچنے سے مانع ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن القیم فرماتے ہیں کہ قال لی یوماً شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ سرہ فی شیٔ من المباح ھٰذا ینافی فی المراتب العلیۃ وان لم یکن ترکہ شرطاً فی النجاۃ (مدارج السالکین ص۲۶)

ترجمہ: ایک دن مجھ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے کسی مباح کے استعمال کے سلسلے میں فرمایا کہ اس کا استعمال مراتب عالیہ تک پہنچ جانے سے مانع ہوجاتا ہے اگرچہ اس کا چھوڑنا نجات کے لئے شرط نہیں ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اپنے قلب کو ذکر کرنے والوں کی صحبت میں رکھو۔ امید ہے کہ اس سے تمہارے قلب کی غفلت دور ہوجائے گی۔ اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ ذکر کرنے والوں کے پاس حاضر ہو اور تم ان کے ساتھ ذکر نہ کرو، ورنہ عذاب میں مبتلا ہوجاؤ گے۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْا کے متعلق فرماتے تھے کہ جبتک اللہ رب العزت رحمت کے ساتھ کسی بندے پر توجہ نہیں فرماتے اس وقت تک بندہ اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور قرآن کی اس آیت "ھَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَۃِ الْخُلْدِ وَمُلْکٍ لَّا یَبْلٰی" کے متعلق فرماتے تھے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار آپ نے مجھے کیوں سرزنش فرمائی، جبکہ میں نے تو اس درخت میں سے محض اس لالچ سے کھایا تھا کہ تیرے قرب میں ہمیشہ رہوں۔ اس پر جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تونے درخت سے ہمیشگی چاہی اور مجھ

سے نہ چاہی، حالانکہ ہمیشگی میرے قبضہ میں ہے اور میری ملک ہے اس لئے تم نے شرک کیا مگر تم کو خبر نہیں، بہر حال میں جنت سے نکال دینے کے ذریعہ سے تم کو تنبیہ کرتا ہوں تاکہ تم کسی وقت مجھ کو نہ بھولو۔

آپ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! اگر میں تجھے دنیا عطا کرتا ہوں تو تو اس میں ایسا پھنس جاتا ہے کہ میری طرف سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اور اگر تجھے دنیا نہیں دیتا تو تو اس کی طلب میں مصروف ہو کر مجھ سے غافل ہو جاتا ہے۔ پھر تو ہی بتا کہ میرے لئے کب فارغ ہوگا؟

فرماتے تھے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی طاعت دشوار ہوگی تو وہ اس کے قرب تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور جس نے دنیا میں اُس کے ذکر کی نعمت نہ پائی وہ آخرت میں اسکی رویت کی نعمت سے محروم رہے گا۔ نیز فرماتے تھے کہ ہیبت پرہیزگاری سے ملی ہوئی ہے۔ پس جس کی پرہیزگاری کم ہوگی تو اسکی ہیبت بھی کم ہوگی۔

فرماتے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نسیم نبوت کی قوت کے ساتھ ایک ٹہنی کے ذریعہ لوگوں پر حکومت کی۔ اور جب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی اصلاح و تادیب کیلئے آگے بڑھے اور انھوں نے اللہ کے حدود کو اپنے درہ کے ذریعہ قائم فرمایا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دُرہ سے انتظام نہ کر سکے تو انھوں نے تازیانہ نکالا، اسی لئے ان کا انتظام ایسا درست نہ ہوا جیسا کہ ان کے پہلے دونوں صاحبان کا ہوا تھا۔ اور جب یہ شہید ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کے سوا اور کسی چیز سے خلق اللہ کے انتظام پر قادر نہ ہوئے۔ تو انھوں نے اسی کو صحیح سمجھا اور اسی سے کام لیا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص نماز و روزہ کی کثرت سے بلندی تک نہیں پہنچا اور نہ خیرات و مجاہدات کی زیادتی سے۔ بلکہ عمدہ اخلاق کی وجہ سے مقام رفیع تک پہنچا۔

ف: سبحان اللہ اس سے کیسی فضیلت اخلاق کی ثابت ہوئی۔ (مرتب)

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تم میں سے اسی شخص کو مجھ سے قریب تر جگہ ملے گی جو سب سے زیادہ خوش خلق ہوگا

فرماتے تھے کہ حور عین کے نزدیک جنت کی مہروں میں سے سب سے محبوب مہر بندے کا دنیا سے اعراض کرنا ہے۔ اور اللہ کے نزدیک اللہ تک پہنچنے کا سب سے محبوب وسیلہ بندے کا اپنے نفس سے اعراض کرنا ہے۔

فرماتے تھے کہ عارف کا سکوت تسبیح ہے۔ اس کا کلام تقدیس ہے اور اس کا سونا ذکر ہے اور جاگنا نماز ہے۔ اس لئے کہ اسکی ہر ہر سانس مشاہدہ معائنہ سے نکلتی ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ سارے قرآن میں دو ہی چیزیں ہیں، ادب عبودیت کی رعایت اور حق ربوبیت کی تعظیم۔ (طبقات ص ۲۸/۱)

وفات آپ کی وفات ۳۰۹ھ یا ۳۱۱ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(طبقات ص ۸۲)

حضرت ابو محمد عبد اللہ بن محمد خزاز رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام عبد اللہ ، کنیت ابو محمد ، والد کا نام محمد خزار ہے۔

تعارف آپ کا شمار مشائخ " رے " کے اکابر میں ہوتا ہے، کئی سال تک آپ حرم کے قریب رہے اور آپ ان پرہیز گاروں میں سے تھے جو حق پر قائم رہے ہیں اور حلال وجائز طریقے سے اپنی روزی حاصل کرتے رہے ہیں۔ ابو عمران کبیر کی صحبت میں رہے۔ ابو حفص نیشا پوری اور ابو یزید کے اصحاب سے ملاقات کبھی کی سب ان کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ ابو حفص رح سے منقول ہے، انہوں نے ان کے متعلق فرمایا کہ رے میں ایک ایسا باصلاحیت جوان پیدا ہوا ہے کہ اگر وہ صحیح طریق اور روش پر رہا تو اللہ کے خاص بندوں میں سے ہوگا۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ زاہدوں کی غذا بھوک اور عارفوں کی غذا ذکر ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی علانیہ عبادت کرنا اور باطن کو غیر کی اطاعت سے آزاد رکھنا نیکوں کے اخلاق میں سے ہے۔

وفات ۳۱۰ھ سے پہلے آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(الطبقات ج ا ص ۸۹)

حضرت ابو محمد احمد بن محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام احمد، کنیت ابو محمد، والد کا نام محمد بن حسین ہے۔

تعارف آپ حضرت جنیدؒ کے اکابر اصحاب میں سے تھے اور سہل بن عبداللہ تستریؒ کی صحبت میں بھی رہے۔ حضرت جنیدؒ کی وفات کے بعد ان کا جانشین مقرر کیا گیا تھا۔ صوفیاء کے علوم سے انہیں بخوبی واقفیت حاصل تھی۔ بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ شیخ الصوفیاء کہلاتے تھے۔

(تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ترجمہ رسالہ قشیریہ)

ارشادات آپ کا قول ہے کہ: جس پر اُس کے نفس نے غلبہ پایا وہ شہوتوں کے حکم کا قیدی اور حرص وہوا کے قید خانے کا محبوس ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب پر فوائد کو حرام کر دیا۔ پس اس کو اللہ تعالیٰ کے کلام کی لذت وحلاوت حاصل نہ ہوگی، گو وہ ہر روز ایک ختم کیوں نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ یعنی میں ان کو اپنی آیتوں کے سمجھنے اور ان سے لذت اٹھانے سے محجوب کردوں گا کیونکہ انھوں نے نفس وخلق ودنیا کے احوال کی وجہ سے تکبر کیا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے ان کے دلوں سے اپنے مخاطبات وآیات کی فہم کو پھیر دیا، اور اپنی کتاب کے سمجھنے کا راستہ ان پر بند کر دیا۔ اور اپنی نصیحتوں سے منتفع ہونا ان سے سلب کرلیا، اور ان کو ان کی عقلوں اور رایوں کے قید خانہ میں ڈال دیا۔ پس وہ طریق حق سے نہ تو واقف ہیں اور نہ واقف ہونا چاہتے ہیں بلکہ اہل حق

کا انکار کرتے ہیں اور ان کے کلام کی تحریف کرتے ہیں، اور اس کے وہ معنی بیان کرتے ہیں جو ان کا مقصود نہیں ہے۔ اور وہ اس کو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم صرف اس لئے عطا فرمایا تھا کہ اپنے آپ کو حقیر سمجھیں اور اللہ سبحانہ، وتعالیٰ کی عظمت وجلال کا خیال کر کے ان کے بندوں کے سامنے تواضع وفروتنی اختیار کریں۔

ف: حضرت کا یہ مؤثر ارشاد ہر شخص کو بغور وخوض پڑھنے اور اس سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کے لائق ہے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ اگر میں ایسے شخص کو دیکھوں جو مجھے اللہ کے لئے چھوڑ بیٹھے تو میں اس کے لئے اپنی آنکھیں بچھادوں۔

ف: اس لئے کہ اس نے بغض للہ کا وظیفہ ادا کیا جو قابل قدر ہے اب نہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے بغض کرنے والے ہیں اور نہ اس کی قدر کرنے والے بلکہ کسی پر معمولی ناگواری کے اظہار پر برہم ہو جاتے ہیں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو شخص جنت کے درجات کے قصد سے قرآن پڑھتا ہے وہ زیادہ کے بدلے تھوڑے پر راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ جنت مخلوق ہے اور قرآن غیر مخلوق۔ اور قرآن پاک کے پڑھنے کا بہت بڑا فائدہ تو اللہ رب العزت کا پانا اور اس کے خطاب کا سمجھنا ہے۔ پس جو شخص اس کے پڑھنے سے دنیا کا طالب ہے وہ کس قدر پست ہمت ہے۔ اور جو شخص ایسا کرتا ہے تو وہ ان ساری بھلائیوں کو کھو بیٹھتا ہے جو قرآن سے حاصل ہوتی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا کے متعلق آپ فرماتے تھے کہ مریم علیہا السلام نے یہ اس سبب سے کہا تھا

کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے مطلع کر دیا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر عنقریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی جائے گی، اس سے ان کو رنج ہوا اور فرمانے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور ایسے شخص کو حمل میں نہ رکھتی جو اللہ کو چھوڑ کر پوجا جائیگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو گویائی عطا فرمائی اور وہ بولے کہ میں اللہ تعالیٰ ہی کا بندہ ہوں، پھر اگر لوگ جہل و کفر کی وجہ سے میرے معبود ہونے کا دعویٰ کریں تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ (طبقات ص۸۱)

ف: حضرت مریم علیہا السلام کی یہ انتہائی غیرت کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت بلکہ آپ کی معبودیت میں شرکت کو کسی طرح گوارا نہ فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنے ثمرۂ قلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قطعاً پرواہ نہ کی اس میں ہم سب کے لئے زبردست نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہ ہونی چاہئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔ یعنی کسی بھی مخلوق کی ایسی فرمانبرداری جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(طبقات ص۸۱)

حضرت امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ

نام ونسب نام محمد، والد کا نام اسحاق، دادا کا نام خزیمہ کنیت ابو بکر السُّلمی ہے۔

تعارف آپ حافظ حدیث اور قابل حجت اور فقیہہ تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔

آپ اپنی ابتدائی عمر سے ہی حدیث اور فقہ کی طرف مائل تھے اور ان کے حصول میں پوری کوشش صرف کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وسعت علم اور اتقان میں آپ کی مثال دی جانے لگی۔

آپ نے اپنے طریقہ تصنیف کے بارے میں یہ بتلایا، جب میں کچھ لکھنا چاہتا تھا تو پہلے استخارہ کی نماز پڑھتا تاکہ میرے لیے راستہ کھول دیا جائے اس کے بعد تصنیف کی ابتدا کرتا۔

آپ کے متعلق محدثین عظام کی رائیں ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ کیا تم لوگ ابن خزیمہ کو جانتے ہو، ہم نے کہا کہ ہاں، تو فرمایا ہم نے ان سے زیادہ استفادہ کیا جتنا کہ انہوں نے ہم سے استفادہ کیا۔

حافظ ابو علی نیشاپوری فرماتے ہیں کہ میں نے ابن خزیمہ کی طرح کسی کو نہیں دیکھا، اور فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ کو وہ احادیث جو فقہ سے متعلق ہیں اس طرح یاد تھیں جس طرح کہ حافظ قرآن کو قرآن کی سورتیں یاد ہوتی ہیں

ابو حاتم بن حبان تمیمی کہتے ہیں کہ میں نے روئے زمین پر کسی کو نہیں

دیکھا جو حدیث کے فنون کو محفوظ رکھتا ہو اور اس کے صحیح اور زائد الفاظ کو یاد رکھتا ہو۔ مگر صرف محمد بن اسحاق کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام احادیث اُن کی نظروں کے سامنے ہیں۔ (سیراعلام النبلاء ص۱۶۵/۱۴)

دار قطنی نے کہا ہے کہ ابن خزیمہ عدیم النظیر امام تھے۔ ان کے پوتے کا بیان ہے کہ ہمارے دادا ایک کوڑی بھی بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ سب اہل علم پر خرچ کر دیتے تھے۔

ف: یہ تھا عالم دین کے اتقان کا حال کہ ان کو صرف انفاق مال کی فضیلت کا علم ہی نہیں تھا بلکہ اس پر عمل بھی تھا۔ (مرتب)

ارشاد ابن خزیمہ سے کسی نے پوچھا کہ ایسا غیر معمولی علم آپ کو کیوں کر حاصل ہوا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زم زم کا پانی جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ مقصد پورا ہوگا اور میں نے جس وقت آب زم زم پیا تھا تو حق تعالیٰ سے علم نافع کی درخواست کی تھی۔ (اعیان الحجاج ص۱۸۳/۱)

ف: سبحان اللہ علم نافع کے حصول کا کتنا آسان نسخہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع اور اس پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

وفات آپ کی وفات ذیقعدہ ۳۱۱ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (سیراعلام النبلاء ص۳۶۵/۱۴)

حضرت ابوجعفر احمد بن حمدان رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب نام احمد، والد کا نام حمدان، اور کنیت ابوجعفر ہے

ولادت آپ کی ولادت ۲۴۰ھ کے آس پاس ہوئی۔

تعارف آپ نیشاپور کے مشائخ کبار میں سے ہیں۔ آپ متقی پرہیزگار تھے۔ آپ اپنے عہد کے امام زاہد و پیشوا تھے اور مستجاب الدعوات اور علم کے پہاڑ تھے۔ ابوعثمان اور ابوحفص کی صحبت میں رہے۔

ابوعثمان کہتے ہیں کہ جو شخص پسند کرتا ہے کہ وہ خوف کی راہ پر چلنے والوں کو دیکھے تو وہ ابوجعفر کو دیکھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۲۹۹/۱۴)

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ مطیعین کا اپنی طاعت کی بنا پر گنہگاروں پر تکبر کرنا ان کے گناہوں سے بھی بدتر ہے اور ان کے لئے گناہوں سے زیادہ ضرر رساں ہے۔ اسی طرح گنہگار کا گناہ کے بعد توبہ سے غفلت برتنا ارتکاب گناہ سے بھی زیادہ بدتر ہے۔

فرماتے تھے کہ: تم کو کسی گنہگار کے ایک گناہ کے بارے میں صرف گمان ہو جاتا ہے تو اس کو مبغوض رکھتے ہو اور اپنے اندر بہت سی یقینی معصیتوں کے باوجود اپنے کو مبغوض نہیں رکھتے۔ (طبقات ج ۱ ص ۸۸)

ف: سبحان اللہ کیا ہی خوب نصیحت فرمائی جو قابل توجہ ہے۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۳۱۱ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (طبقات)

حضرت ابوالحسن بنان بن محمد بن حمدان الواسطی رح

نام ونسب تام بنان، والد کا نام محمد دادا کا نام حمدان کنیت ابوالحسن ہے۔

آپ کا وطن واسط تھا۔ لیکن آپ نے بعد میں مصر کو اپنا وطن بنا لیا تھا مگر پہلے وطن کی بنا پر واسطی لکھا جاتا ہے۔ آپ بکثرت عبادت فرماتے تھے اس لئے آپ کی کثرت عبادت کی مثال دی جاتی تھی۔ آپ بڑے رتبے والے تھے اور بادشاہ سے کچھ بھی عطیہ قبول نہ فرماتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۴۸۸)

نصیحت آمیز واقعہ آپ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص کا ایک شخص پر سو دینار (اشرفی) قرض تھا تو جب قرض دہندہ نے قرضدار سے قرض کی ادائیگی کا تقاضہ کیا تو اس نے قرضخواہ سے لکھی ہوئی تحریر کا مطالبہ کیا تو وہ لکھی ہوئی تحریر نہیں پائی تو وہ شخص حضرت بنان حمال رح کے پاس آیا تا کہ وہ اسکے لئے دعا کر دیں جس سے وہ تحریر مل جائے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں بوڑھا آدمی ہوں اور حلوا بہت پسند کرتا ہوں تو تم جاؤ اور میرے لئے دار فرج سے ایک رطل حلوا خرید کر لاؤ۔ یہاں تک کہ میں تمہارے لئے دعا کر دوں۔ تو وہ شخص حلوا خرید کر لایا۔ پس حضرت بنان نے اس شخص سے کہا کہ حلوے کی پڑیا کھولو تو اس میں وہ تحریر موجود تھی (جس کا قرضدار مطالبہ کر رہا تھا) تو اس نے کہا کہ یہی میری لکھی ہوئی تحریر ہے۔ تو شیخ بنان نے فرمایا کہ تم اس تحریر کو لے لو اور حلوا کو لے جا کر اپنے بچوں کو کھلا دو۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۴۸۸)

ف: سبحان اللہ شیخ بنان رح کی کیسی کھلی کرامت ظاہر ہوئی جو بالکل

حق ہے اور لائق قبول ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کرامت سے بڑھ کر آپ کی یہ کرامت تھی کہ حلوا کو چکھا بھی نہیں بلکہ اس شخص کو واپس کر دیا تاکہ اسکو کسی قسم کی بدگمانی نہ ہو کہ شاید حلوا کی حرص وطمع میں یہ صورت اختیار کی ہو۔ مگر خوب سمجھ لیجئے کہ اگر وہ بزرگ یقیناً اس نیت سے حلوا منگاتے تو یہ کرامت ظاہر بھی نہ ہوتی۔ مزید یہ بات عرض ہے کہ ہمارے اہل اللہ لوگوں کے نفسیات کے عارف و واقف ہوتے ہیں اسلئے ہر معاملہ میں حزم واحتیاط کا پہلو اختیار فرماتے ہیں تاکہ خود بھی بدنامی سے بچیں۔ اور دوسروں کو بھی بدگمانی میں مبتلا ہونے سے بچائیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی احتیاط چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا یہ معمول تھا کہ جو شخص تعویذ گنڈے کے لئے کوئی دھاگا دیتا تو بقدر ضرورت دھاگا لیکر بقیہ کو دم کرنے سے پہلے ہی صاحب دھاگا کو واپس فرما دیتے اور ارشاد فرماتے کہ میں اس لئے واپس کرتا ہوں کہ شاید اس کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ ہمارا دھاگا اپنے پاس نہ رکھ لیں۔ (مرتب)

حضرت مصلح الامت کی احتیاط اسی طرح حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کا یہ معمول دیکھا کہ اثنائے تفریح میں اگر راستہ میں ہرے تازے چنے یا مٹر دیکھتے تو کبھی اپنے ساتھ والوں سے فرماتے کہ اس کو خرید لو جو عموماً چار آنہ کا ہوتا۔ گھر واپس آنے کے بعد معاً فرماتے کہ ان صاحب کو جا کر یہ پیسے دے آؤ اور یہ بھی فرماتے کہ ممکن ہے کہ وہ دل میں خیال کریں کہ شیخ ہیں معلوم نہیں وہ پیسہ دیں گے یا نہیں دیں گے

اس بدگمانی سے بچانے کے لئے رکشہ سے ان کے گھر تک پیسہ دینے کے لئے بھیجتے اس طرح تمام معاملات میں صفائی کا خاص اہتمام فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاملات میں ایسی ہی صفائی کی توفیق دے تاکہ ہم لوگوں کی بد معاملگیوں کی وجہ سے اشرفی سلسلہ بدنام نہ ہو۔ واللہ الموفق۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بنان! میں نے کہا "لبیک یا رسول اللہ!" تو فرمایا کہ جو شخص نفس کی حرص سے کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کی آنکھ کو اندھی کر دیتا ہے۔ یہ سن کر میں بیدار ہو گیا، اور میں نے عہد کیا کہ اب سے کبھی سیر ہو کر نہ کھاؤں گا۔ اور اس رات میں نے دو روٹیاں اور مسور کا ایک پیالہ کھایا تھا۔

ف: چونکہ اللہ تعالیٰ جو درحقیقت اصل مربی ہیں وہ اپنے خاص بندوں کی تربیت کا اسی طرح نظم فرماتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی قسم کی تعلیمات کی روشنی میں صوفیاء کرام نے قلتِ طعام کی ترغیب دی ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ میں حضرت ابو جعفر حداد فرجی سے مصر میں ملا اور عرض کیا کہ جملہ علوم میں سے ایک کلمہ ایسا فرما دیجئے جس سے میں نفع حاصل کروں۔ تو فرمایا کہ دنیا سے کم سے کم حصہ لو اور یہاں پر ذلت پر راضی ہو جاؤ، تو میں نے کہا کہ "حَسْبِیْ حَسْبِیْ" یعنی میرے لئے یہ کافی ہے میرے لئے یہ کافی ہے۔ واللہ اعلم (طبقات ج ۱ ص ۸۶)

وفات آپ کی وفات ۳۱۶ھ میں مصر کے اندر ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (حوالہ بالا)

حضرت ابوالحسین بن بنان الحمالؒ

نام و نسب نام ابوالحسین ، والد کا نام بنان الحمال ہے۔

تعارف آپ مصر کے مشائخ کبار میں سے ہیں۔ آپ کو حضرت ابوسعید خراز وغیرہ کی صحبت حاصل ہے۔

ارشادات فرماتے تھے کہ جس صوفی کے قلب میں رزق کی فکر جاگزیں ہو تو اسکے لئے عمل کو لازم پکڑنا اللہ تعالیٰ کے مزید قرب کا سبب ہے۔ اور عمل سے مراد کسب اور صنعت و حرفت وغیرہ کا اختیار کرنا ہے۔

فرماتے تھے کہ دنیا پرستی اخلاق سے پرہیز کرو جیسا کہ حرام سے پرہیز کرتے ہو۔

فرماتے تھے کہ زبان سے ذکر اللہ کرنا ترقیات درجات کا موجب ہے اور قلب سے ذکر کرنا قربات کا وسیلہ ہے۔

ف: سبحان اللہ، ذکر لسانی کی بھی کیسی فضیلت ثابت ہوئی۔ اور جب آدمی اس پر مداومت کرتا ہے تو درجہ بدرجہ ذکر قلبی تک پہنچ جاتا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ کے مراتب کی تعظیم وہی کرتا ہے جو خود عند اللہ عظیم القدر ہوتا ہے۔ (طبقات ص۱۶۹)

وفات آپ کا انتقال ۳۱۶ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(کتاب الانساب ص۲۹۹)

حضرت ابو عمرو دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب آپ ابو عمرو دمشقی کے نام سے مشہور رہیں۔

فضل و کمال آپ ملک شام کے بڑے بزرگ تھے۔ شام کے تمام علماء آپ سے عقیدت رکھتے تھے خصوصاً علوم حقائق میں ابو عبداللہ محمد بن جلاء اور ذوالنون کے اصحاب کی صحبت اختیار کی۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ اللہ نے اولیاء پر کرامات کا پوشیدہ رکھنا ضروری قرار دیا ہے۔ تاکہ مخلوق فتنہ میں نہ پڑے، اور انبیاء علیہ السلام پر معجزہ کا ظاہر کرنا واجب فرمایا ہے تاکہ وہ حق کے لئے بیان و حجت ہو۔

ف: سبحان اللہ ایسی عمدہ بات ارشاد فرمائی جو یقیناً بصیرت افروز ہے اسلئے کہ اس سے معجزہ و کرامت میں فرق واضح ہو گیا۔ (مرتب)

فرماتے تھے تصوف یہ ہے کہ ہر ناقص سے آنکھ بند کرے تاکہ اُس ذات کا مشاہدہ کرے جو ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔

ف: معلوم ہوا کہ ناقص پر نگاہ رکھنے سے آدمی ناقص کا ناقص ہی رہ جاتا ہے اور اگر اُس ذات پر نظر رکھتا ہے جو کمالات کا جامع ہے تو اللہ اس کو کمالات سے نوازتے ہیں۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ قساوتِ قلب کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی تدبیر کی طرف متوجہ کر دے۔ اور وہ اس تدبیر سے اسقدر

مانوس ومالوف ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ سے حسن تحفظ اور رعایت کا سوال بھی نہ کرے۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اے اللہ میری حفاظت اس طرح فرما جیسے تو تو مولود کی حفاظت کرتا ہے۔

ف: معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دینی یا دنیوی کوئی نعمت سے نوازیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف مزید انابت در رجوع ہونی چاہیئے اور اللہ سے اس کی حفاظت اور اس کے حق کی رعایت کی خوب ہی خوب دعا کرنی چاہیئے یہی حق عبدیت وبندگی ہے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ جب قرب الٰہی کے باعث ارواح آلائشوں سے پاک وصاف ہوجاتی ہیں تو پھر شکلوں پر موافقت کے انوار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ انوار الٰہی سے صورتیں روشن اور منور ہوجاتی ہیں۔

وفات آپ کی وفات ۳۲۰ھ میں ہوئی اور دمشق میں دفن کیے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (نفحات الانس ص۲۵۵)

حضرت ابوالحسن محمد الوراق رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام محمد، والد کا نام سعید، کنیت ابوالحسن ہے آپ ابوعثمان کے پرانے ساتھیوں اور مشائخ کبار میں سے تھے۔

تعارف آپ نے سنن پر زبردست کام کیا ہے اور ظاہری علوم کے ماننے والے تھے اور آپ نے معاملات کے علوم میں تحقیقی بحث کی ہے۔ اسی طرح عیوب افعال پر نہایت مکمل بحث کی ہے۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ قطع رحمی کے خوف نے محبین کے نفوس کو پگھلا رکھا ہے اور عارفین کے دلوں کو جلا دیا ہے۔

ف: اس سے قطع رحمی کی کس قدر مذمت معلوم ہوئی۔ اس لئے اس سے اجتناب بیحد ضروری ہے۔ حدیث پاک میں بھی صلہ رحمی کی بیحد فضیلت واہمیت وارد ہے۔ چنانچہ امر صریح ہے۔ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ یعنی جو قطع رحمی کرے اس سے بھی صلہ رحمی کا معاملہ کرو۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ عفو میں شرافت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے قصور کو معاف کرنے کے بعد اس کو یاد بھی نہ کرے۔

فرماتے تھے کہ مردہ قلوب کو حیات اس ذات کے ذکر میں ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ف: سبحان اللہ! کیا ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی جو آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے (مرتب)

فرماتے تھے کہ، ہم لوگ ابتدائے سلوک میں حضرت ابوعثمان حیریؒ

کی مسجد میں رہتے تھے، وہاں ہم کو یہ حکم تھا کہ جو اللہ تعالیٰ فتح فرمائے اسمیں ایثار سے کام لیں اور کچھ رکھ کر رات نہ گزاریں۔ اور جو ہمارے ساتھ برائی سے پیش آئے اس کا انتقام نہ لیں، بلکہ خود اس سے عذر خواہ ہوں اور اس کے سامنے جھک جائیں۔ اور جب کسی کی حقارت ہمارے دل میں آئے تو اسکی خدمت کے لئے مستعد ہو جائیں اور اس کے ساتھ احسان کریں تاکہ حقارت کا خیال دل سے نکل جائے۔

ف: سبحان اللہ ہمارے اکابر صوفیہ کی کیسی تعلیم و تربیت تھی جس کی وجہ سے طالبین کے نفوس کا تزکیہ ہوتا تھا جو آج کل عنقا ہے عمل تو کیا اس کا علم بھی نہیں اور نہ اسکی طرف توجہ ہے تو پھر کیسے اصلاح ہو گی۔ اور خانقاہیت کیسے مفید ثابت ہو گی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: سب سے نافع علم اللہ تعالیٰ کے امر و نہی، وعدہ وعید، ثواب و عقاب کا علم ہے۔ اور سب سے اعلیٰ علم اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء و صفات کا علم ہے۔

ف: مگر افسوس کہ ایسے علوم سے بے اعتنائی ہو رہی ہے بلکہ دوسرے علوم کو کتاب و سنت کے علم پر ترجیح دی جا رہی ہے جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ العیاذ باللہ (مرتب)

فرماتے تھے کہ مخلوق کے ساتھ اُنس (درحقیقت) وحشت ہے اور اس سے اطمینان حاصل کرنا حماقت ہے اور اس سے سکون حاصل کرنا بے بسی ہے اور اُن پر اعتماد کھوکھلا پن ہے اور ان پر بھروسہ کرنا اپنے کو ضائع کرنا ہے۔ (طبقات صـ۸۷)

وفات آپ کی وفات ۳۲۰ھ سے قبل ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (حوالہ بالا)

حضرت ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذی حکیم رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب نام محمد، والد کا نام علی، کنیت ابو عبداللہ آپ حکیم ترمذی سے مشہور ہیں۔

تعارف آپ اپنے دور کے امام حافظ، عارف اور زاہد تھے۔ آپ نے ابو تراب نخشبی سے ملاقات کی ہے اور حضرت ابو عبداللہ ابن جلاء اور احمد بن حضرویہ کی صحبت اختیار فرمائی۔ آپ مشائخ خراسان کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف اور کتب حدیث مشہور ہیں۔ (طبقات)

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ بچوں کی بھلائی مدرسہ میں ہے۔
آپ فرماتے تھے کہ نوجوانوں کی بھلائی علم میں ہے۔
آپ فرماتے تھے کہ ادھیڑ لوگوں کی بھلائی مسجد میں ہے۔
آپ فرماتے تھے کہ عورتوں کی بھلائی گھر میں ہے۔
آپ فرماتے تھے کہ اذیت رساں لوگوں کی بھلائی قید خانے میں ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ص ۴۳۹ ج ۱۳)

ف: بہت ہی کارآمد آپ کے اقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

فرماتے تھے کہ اہل توحید کو اللہ تعالیٰ نے ان پر خاص رحمت کی بناء پر نماز پنجگانہ کی طرف دعوت دی اور ان کے لئے قسم قسم کی ضیافت کا انتظام فرمایا تاکہ بندہ اپنے ہر قول و فعل سے اللہ تعالیٰ کی عطایا میں سے کچھ کچھ حاصل کرے

پس افعال مثل کھانوں کے ہیں اور اقوال مثل پینے کی چیزوں کے۔ یہ حضرات عرش الوحدانیت ہیں۔

ف: اسلئے نماز کے تمام ارکان خواہ قولی ہوں یا فعلی خوب اہتمام سے سنت کے مطابق ادا کرنا چاہیے تاکہ ہر قسم کی عطیات الٰہیہ سے متمتع ہوسکیں (مرتب)

فرماتے تھے کہ: بچوں کی صلاح مکتب میں ہے اور ڈاکوؤں کی درستگی قید خانہ میں اور عورتوں کی خیر و خوبی گھروں میں ہے۔ (طبقات ص۵)

ف: سبحان اللہ کیسی حکمت و معرفت کی بات ہیں جس پر عمل سے دین و دنیا میں خیر و عافیت نصیب ہوگی۔ (مرتب)

وفات آپ کا انتقال ۲۳۰ھ کے قریب ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (الاعلام ج۲ ص۲۷۶)

حضرت محمد بن اسماعیل خیر نسّاج رحؔ

نام و نسب نام محمد، والد کا نام اسماعیل، کنیت ابوالحسن۔ اور لقب نسّاج ہے۔ لقب ہی سے مشہور ہیں۔

پیدائش تاریخ پیدائش تو ذکر نہیں ہے لیکن ۲۰۲ھ کہا جاسکتا ہے۔

تعارف آپ اپنے نام اور کنیت سے مشہور نہ ہوئے بلکہ لقب یا عرف نسّاج سے تصوف کی دنیا میں شہرت حاصل کی۔ آپ کا وطن سامرہ تھا لیکن آپ بعد میں بغداد تشریف لے آئے اور شیخ ابوحمزہ بغدادیؒ کی صحبت اختیار کی اور شیخ سری سقطی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کی مجلس میں حضرت خواص اور حضرت شبلیؒ نے توبہ کی اور آپ ایک جماعت کے استاد تھے۔

عبرتناک واقعہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ میں کبھی کھجور نہیں کھاؤں گا لیکن ایک دن نفس کے غلبہ سے مجبور ہو کر میں نے کھجور کھالی۔ جب میں کھجور کھانے سے فارغ ہوا تو ایک شخص نے غور سے میری طرف دیکھا اور کہا اے بھگوڑے غلام خیر! اب کہاں جائے گا۔ اس شخص کا ایک خیر نامی غلام تھا جو مفرور تھا۔ اس کا شبہ مجھ پر ہوا۔ اس چیخ و پکار سے بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے واللہ تیرا غلام خیر یہی ہے۔ یہ سن کر میں حیران رہ گیا۔ لیکن بہت جلد مجھے معلوم ہو گیا کہ میں کس گناہ کے باعث اس طرح گرفتار ہوا ہوں۔ میں نے اپنی خطا کو پہچان لیا۔ گرفتاری کے بعد مجھے اس کارخانے میں لے گئے جہاں اس شخص کے غلام کپڑا بنتے تھے وہاں لے جاکر مجھ سے اس شخص نے کہا کہ اے بدکار غلام تو بھاگ کر گیا تھا

لیکن پکڑا گیا۔ جاؤ یہی کام کرو جو کرتا تھا۔ یہ سن کر میں کھڈی پر بیٹھ گیا اور کھوڑی میں پاؤں لٹکا دیئے۔ اس وقت میں بالکل اس طرح کپڑا بننے لگا جیسے برسوں سے کپڑا بنتا چلا آرہا ہوں۔ کپڑا بننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور مالک کا گمان اس سے اور مستحکم ہوگیا۔ اسی طرح میں چار ماہ تک اس کارگاہ میں کپڑا بنتا رہا۔ ایک رات میں عبادت کے لئے اٹھا تو میں وضو کے بعد سجدے میں گر گیا، اور میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یا رالہا جو کچھ قصور مجھ سے سرزد ہوا اب آئندہ سرزد نہیں ہوگا۔

جب صبح ہوئی تو میری اور غلام کی شباہت کی یکسانیت ختم ہوگئی اور میں اپنی اصل صورت پر آگیا اور اس مشقت سے رہائی نصیب ہوئی لیکن نساج کا لفظ میرا نام بن گیا۔ اس بدعہدی کی وجہ سے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کی، اسکی یہ سزا ملی کہ نساج میرا نام پڑ گیا۔ (نفحات الانس ص ۳۱۶)

ارشادات آپکے ارشادات میں سے ایک ارشاد یہ ہے کہ صبر اللہ کے خاص بندوں کے اخلاق میں سے ہے، اور رضا کریموں کے اخلاق میں سے۔

فرماتے تھے کہ: وہ عمل جو بندے کو منتہائے کمال تک پہنچا دیتا ہے وہ اپنی تقصیر و بے بسی اور کمزوری پر نظر کرنا ہے۔ (طبقات ص ۱۰۲)

ف: اسی کو مولانا روم نے اس طرح فرمایا ہے۔ ؎

ہر کہ نقص خویش را دید و شناخت سوئے استکمال خود دو اسپہ تاخت

(یعنی جس نے اپنے اندر کمی کو دیکھا اور سمجھا وہ اپنی کمی کو پورا کرنے کیلئے تیزی سے دوڑا۔)

وفات کا حال علامہ قشیری آپ کی وفات کا حال یوں رقمطراز ہیں، میں نے شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی سے انہوں نے ابوالحسن قزوینی

سے انہوں نے ابوالحسین مالکی سے سُنا وہ بیان کرتے تھے میں نے اس شخص سے جو خیر نسّاج کی وفات کے وقت حاضر تھا۔ آپ کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ جب مغرب کی نماز کا وقت آیا تو آپ پر غشی طاری ہو گئی پھر آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ٹھہر واللہ تمہیں عافیت میں رکھے تم بھی ایک مامور بندے ہو اور میں بھی ایک مامور بندہ ہوں اور تمھیں جس چیز کا حکم دیا وہ تم سے فوت نہیں ہو گی اور مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے وہ مجھ سے فوت ہو جائے گی یہ کہہ کر آپ نے پانی منگوایا اور نماز کے لئے وضو کیا، نماز پڑھی پھر لیٹ گئے اور اپنی آنکھیں بند کر لیں، کلمۂ شہادت پڑھا اور انتقال فرما گئے اس کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا گیا اور آپ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ تو آپ نے پوچھنے والے سے فرمایا مجھ سے یہ مت پوچھو، بس مجھے تمھاری گندی دنیا سے چھٹکارا پا کر راحت ہو گئی۔

(روح تصوف ص۸۶) ترجمہ رسالہ قشیریہ)

ف: سبحان اللہ شیخ کا کیا عالی مقام تھا کہ انکو مریدنہیں مرادیت کا مقام حاصل تھا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَنْ یَّشَاءُ (مرتّب)

وفات آپ کی وفات ۳۲۲ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

(نفحات الانس)

حضرت ابوبکر بن محمد بن علی بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب نام ابوبکر ، والد کا نام محمد بن علی ہے۔

تعارف آپ اصلاً بغداد کے تھے مگر مکہ میں اقامت فرمائی۔ حضرت جنید وغیرہ کی صحبت میں رہے۔ حضرت مرتعش فرماتے تھے کہ کتانی سراج الحرام ہیں۔

ارشادات فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال کرو تو عمل کرنے میں جلدی کرو۔

فرماتے تھے کہ دنیا میں تو اپنے جسم سے رہو مگر قلب سے آخرت میں رہو۔

ایک مرتبہ ایک بوڑھے کو سوال کرتے دیکھا تو فرمایا کہ اس نے اپنی کم سنی میں اللہ تعالیٰ کے امر کو ضائع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو کبر سنی میں ضائع فرمادیا۔

ف : اس سے معلوم ہوا کہ کم سنی ہی سے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت کرنی چاہیے تاکہ کبر سنی میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے حرماں نصیبی نہ ہو۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جب بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فقر کا معاملہ درست ہوجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی عنایت اس بندے پر مبذول ہوجاتی ہے اس لئے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔

فرماتے تھے کہ شہرت شیطان کی باگ ہے۔ پس جو شخص شیطان کی باگ پکڑلے گا تو وہ اس کے پاس پہنچ جائے گا۔

آپ سے سوال کیا گیا کہ وہ سنتیں کونسی ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ دنیا میں زہد، نفس میں سخاوت، مخلوق کی نصیحت وخیر خواہی۔ انہی سے یہ دریافت کیا گیا کہ دنیا میں زہد کے کیا معنی ہیں؟ تو فرمایا

کہ اپنی مملوک شے کے ضائع ہونے سے دل کا خوش ہونا، جملہ خلائق کی اذیت کو برداشت کرتے رہنا۔ اور جو اذیت لوگوں کی طرف سے اس کو پہنچے اس کے متعلق یہ کہنا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہوں۔ اور یہ سمجھنا کہ میں تو آگ کے لائق تھا مگر راکھ پر مصالحت ہوگئی۔

ف: سبحان اللہ، زہد کے کتنے عام معنی بیان فرمائے ہیں۔ گویا خلاصۂ تصوف بیان فرمادیا۔ (مرتّب)

فرماتے تھے کہ ہم فقراء ابتداء میں عشاء کے وضو سے پوری رات نماز پڑھتے تھے مگر ہم کسی کو سوتا بھی دیکھتے تو اس کو اپنے سے افضل سمجھتے۔

آپ نے بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو مردہ نہ فرمائیں۔ تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر روز چالیس مرتبہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ پڑھا کرو۔ (طبقات ص۹۵ ج۱)

ف: چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے تھے کہ جو شخص چالیس مرتبہ روزانہ فجر کی سنت و فرض کے درمیان یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ (ترجمہ: اے حی، اے قیوم! آپ ہی معبود ہیں۔) پڑھے تو اس کو حیات قلب نصیب ہوگی۔ (مرتبہ) (مدارج السالکین ج۳ ص۲۶۴)

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دو فکر و خیال لے کر جب بندہ صبح کرتا ہے تو میں اس سے بری ہو جاتا ہوں، ایک گناہوں کا خیال، دوسرے مال کا خیال۔ (طبقات ص۹۵)

اور آپ فرماتے تھے، غافلین کا عیش (زندگی) اللہ تعالیٰ کے درگذر کرنے میں ہے اور ذاکرین کا عیش اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہے اور عارفین کا عیش اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں میں ہے اور صادقین کا عیش اللہ تعالیٰ کے قرب و قبول میں ہے۔

آپ فرماتے تھے جب حق کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے تو ظن و گمان ختم ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ جب حق کسی شخص پر پوری طرح سے ظاہر ہو جاتا ہے تو اسکے اثر کے علاوہ اور کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔

آپ فرماتے تھے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت اس کی عبادت سے اعلیٰ و بہتر ہے۔

ف: ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی کے لئے ہے (مرتب)

وفات | آپ کی وفات ۳۲۲ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (طبقات ص ۹۵)

حضرت اسمٰعیل بن نجید بن احمد بن یوسف السلمیؒ

نام و نسب | نام اسماعیل، کنیت ابو عمرو، والد کا نام نجید بن احمد ہے:

تعارف | حضرت ابو عثمانؒ کی صحبت میں رہے، حضرت جنید بغدادیؒ سے بھی ملے ہیں۔ آپ مشہور شیخ ابو عبدالرحمٰن السلمیؒ کے نانا ہیں۔ اس وقت کے مشائخ کبار میں سے ہیں۔ آپ وقت کی قدر دانی کرتے تھے۔ آپ کا شمار بڑے محدثین اور بڑے بزرگوں میں ہوتا ہے۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ رُبَّ سُکُوْتٍ اَبْلَغُ مِنْ کَلَامٍ یعنی بہت سا سکوت کلام سے زیادہ مفید ہوتا ہے۔

آپ سے سوال کیا گیا کہ کون سی وہ چیز ہے جس سے بندے کو غفلت نہ برتنا چاہیئے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بندگی میں مداومت لبطریق سنت اور اپنے دل کی نگہداشت۔

ف: سبحان اللہ! کیا عمدہ نصیحت ہے جو لائحۂ عمل بنانے کے لائق ہے اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ غیر اللہ کے ساتھ دل لگانا وحشت ہے۔ (نفحات الانس ۴۸۸)

فرماتے تھے کہ، جس کا نفس اس کے نزدیک عزیز ہو تو سمجھ لو کہ اس کا دین ذلیل ہو گیا۔ فرماتے تھے کہ کسی شخص کا قدم عبودیت میں خالص نہیں ہوتا جبتک کہ اپنے جملہ افعال کو ریا اور تمامی احوال کو دعویٰ نہ سمجھے۔

فرماتے تھے کہ، جب اللہ تعالےٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو صالحین کی خدمت اور ان سے محبت کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ اور جن باتوں کی طرف وہ حضرات اشارہ کرتے ہیں اسکو وہ قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ خیرات کا راستہ اس کیلئے آسان فرما دیتے ہیں اور ریا سے اس کو محفوظ رکھتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ، جس نے اپنے محاسن کو ایسی ذات پر ظاہر کیا جو اس کے ضرر و نفع کا مالک نہیں ہے تو اس نے اپنے جہل کا اظہار کیا۔ (طبقات ص ۱۰۳)

وفات آپ کا انتقال ابو عثمانؒ کے اصحاب میں سب سے اخیر میں ۳۲۶ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (طبقات ص ۱۰۳)

حضرت ابو اسحٰق ابراہیم بن داؤد قصارفی رح

نام و نسب نام ابراہیم، کنیت ابو اسحاق اور دادا کا نام داؤد ہے۔

تعارف آپ کا شمار مشائخ شام کے اکابر میں ہوتا ہے۔ آپ جنید و ابن جلاء کے ہمعصر و ہم نشین تھے، آپ نے بڑی عمر پائی تھی اور آپ کو شام کے اکثر مشائخ و بزرگ کی صحبت حاصل ہوئی۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ دین کی کامیابی کے لئے دو چیزیں کافی ہیں (۱) باعمل علماء کرام کی صحبت (۲) اولیاء اللہ کی محبت۔

ف: سبحان اللہ کیا ہی خوب نسخہ تحریر فرمایا جو نقش قلوب کئے جانے کے لائق ہے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ افسوس کہ ہماری بصارت یعنی ظاہری آنکھیں تو قوی ہیں مگر بصیرت یعنی دل کی آنکھیں کمزور ہیں۔

ف: بطور افسوس یہ فرما رہے ہیں کہ ہماری ظاہری بینائی تو درست و تیز ہے مگر باطنی نگاہ کمزور ہے حالانکہ باطنی نگاہ قوی ہونا چاہیے۔ (مرتب)

وفات آپ کا انتقال ۳۲۶ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(طبقات صـ۱۰۲)

حضرت ابو علی محمد بن عبد الوہاب ثقفی رح

نام ونسب نام محمد، کنیت ابو علی، والد کا نام عبد الوہاب ہے

تعارف آپ نے حضرت ابو حفص اور حمدون قصار سے ملاقات کی ہے۔ آپ اکثر علوم شرع میں امام تھے اور ہر فن میں فائق تھے۔ مگر اکثر علوم کو ترک فرمادیا اور علم صوفیہ میں مشغول ہو گئے اور تصوف پر اچھا کلام فرمایا۔ اور نیساپور میں آپ ہی کے ذریعہ تصوف کا ظہور ہوا۔ آفاتِ افعال اور عیوب نفس میں بہترین کلام کرنے والے شیخ تھے۔

ارشادات فرماتے تھے کہ: جو شخص اکابر کی خدمت میں برائے خدمت نہ رہے تو ان کے فوائد اور نظر کی برکات سے محروم رہے گا اور اس پر ان اکابر کے انوار کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوگا۔

ف: معلوم ہوا کہ بزرگوں کی نظر نظر کیمیا ہوتی ہے جو برکات کو شامل ہوتی ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: جس پہ ہوا غالب ہو جائے گی تو اس کی عقل مستور ہو جائے گی۔

فرماتے تھے کہ: خواہ کوئی آدمی تمام علوم کو جمع کرلے اور مختلف جماعتوں کی صحبت میں رہے مگر وہ مردانِ خدا کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ کسی شیخ یا امام یا ناصح مؤدب کی نگرانی میں ریاضت نہ کرے۔ اور جس شخص نے ایسے شخص سے ادب حاصل نہ کیا جو امر کرنے والا اور منع کرنے والا ہو اور جو اس کے افعال کے عیوب کو اور اس کے نفوس کی رعونتوں کو دکھلانے والا ہو تو تصحیح معاملات میں اسکی اقتدار جائز نہیں ہے۔

ف : فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار (مرتب)

فرماتے تھے کہ، اس امت پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ مومن کے لئے معیشت کا معاملہ درست نہ ہوگا جب تک کسی منافق سے مدد نہ لی جائے۔ اپنے اثنائے بیان میں فرماتے تھے کہ اے لوگو! جنھوں نے اپنی جملہ متاع گراں مایہ کو بغیر کسی عوض کے بیچ دیا اور لاشیٔ محض کو اپنی کل دولت کے بدلے میں خرید لیا۔ (طبقات صـ۹۲)

وفات آپ کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(حوالہ بالا)

حضرت ابوالحسن علی بن محمد المزین رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام علی، کنیت ابوالحسن، والد کا نام محمد۔ آپ کا وطن بغداد ہے۔

تعارف آپ نے سہل بن عبداللہؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ کی صحبت اختیار کی ہے۔ ان کے علاوہ بہت سارے حضرات جو بغداد میں مشہور تھے ان سے فیض حاصل کیا ہے۔ بغداد سے منتقل ہو کر جوار کعبہ میں اقامت اختیار فرمائی۔

ارشادات آپ نے فرمایا کہ اَلْکَلَامُ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَۃٍ مَقْتُ اللہِ تَعَالٰی بِالْعَبْدِ۔ یعنی بغیر ضرورت کلام کرنا بندے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب و ناراضگی ہے۔ اس موقع پر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

نے ارشاد فرمایا کہ عمل کے گرد رہو صرف باتوں سے گرفتاری کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ف: سبحان اللہ کیسی زریں نصیحت فرمائی جو واجب العمل ہے۔ (مرتب)

شیخ الاسلام بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوالحسن مزین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے شیر آیا تو فرمایا ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ یہ سنکر شیر اسی جگہ مرگیا جب وہ پہاڑ کے اوپر پہونچے تو فرمایا ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ اسی وقت شیر زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ (نفحات الانس ص۲۵۸)

ف: سبحان اللہ شیخ کی کیسی کھلی کرامت تھی جس کا صدور اولیاء اللہ سے ہوتا رہتا ہے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ گناہ کے بعد گناہ، پہلے گناہ کی سزا ہے اور نیکی کے بعد نیکی پہلی نیکی کا انعام ہے۔

ف: اس لئے دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں سے محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت پر اعتماد کر کے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کا محتاج بنا دیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے مستغنی و بے نیاز ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کو اس کا محتاج بنا دیتا ہے۔ (اردو تصوف ص۹۳)

ف: سبحان اللہ کیسی حقیقت بیان فرمایا ہے جو آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ (مرتب)

آپ سے توحید کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ معرفت کے

ذریعہ اللہ تعالےٰ کو واحد سمجھو۔ عبادت کے اعتبار سے بھی اللہ تعالےٰ کو ایک جانو اور اس کو نفع وضرر میں اسکی طرف رجوع کے لحاظ سے بھی ایک سمجھو اور بخوبی جان لو کہ جو تمھارے دل میں خطرہ گزرے اور اسکی طرف اشارہ کرنے کی جتنی تم کو قدرت ہو وہ ذات پاک اس کے خلاف ہے۔ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی مخلوق کی صفات کے بالکل مبائن ہیں۔ جس طرح اللہ تعالےٰ اپنی صفات قدیمہ کے اعتبار سے مخلوق سے مبائن ہیں ویسے ہی خلائق اپنی صفات حادثہ کی وجہ سے اللہ تعالےٰ سے مباین رکھتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ اپنے عمل پر عُجب کرنے والا استدراج کا شکار ہے اور جو اپنے کو واصل سمجھتا ہے تو وہ مغرور ہے۔ اور بندوں میں سب سے احسن حال کا شخص وہ ہے جو اپنے احوال میں لامعلوم ہو، سوائے اللہ کے کسی کا مشاہدہ نہ کرے اور کسی سے مانوس نہ ہو، نہ کسی کا مشتاق ہو بجز اللہ واحد کے۔

فرماتے تھے کہ بندے کے اندر عُجب کا ہونا اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے۔ اور کبھی یہ عجب ہمیشہ ہمیش کی ناراضگی کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ پس ہم اللہ تعالےٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (طبقات ج ۱ صفحہ ۹۶)

وفات | آپ کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(حوالہ بالا)

حضرت ابو عبداللہ محمد بن منازل نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام عبداللہ ، والد کا نام محمد ، دادا کا نام منازل کنیت ابو محمد ۔

تعارف آپ کا تعلق طبقۂ چہارم سے ہے۔ آپ عبداللہ بن منازل کے نام سے مشہور ہوئے ، مشائخ کبار میں سے ہیں۔ آپ اپنے مسلک میں منفرد ہیں۔ آپ نے شیخ حمدان قصار کی صحبت میں فیض اٹھایا اور علم طریقت انہی سے حاصل کیا۔ آپ علوم ظاہری میں بھی کامل تھے۔ مشائخ کبار میں سے ایک شیخ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرد کامل اور ایک نصف مرد کو پہچانتا ہوں۔ پورا مرد تو شیخ عبداللہ بن منازل ہیں کہ وہ لوگوں کا نام ہی نہیں لیتے۔ ف : یعنی اس قدر غیر اللہ سے بے تعلق ہیں کہ اچھائی برائی کسی طرح کا ذکر کسی کا نہیں فرماتے ۔ (مرتب)

اور نصف مرد شیخ نصر آبادی ہیں کہ لوگوں کا نام کبھی برائی سے نہیں لیا ۔

آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص منزل فقر میں زور اور زبردستی سے آئے اس کے لئے بھلائی نہیں ہے وہ خراب ہوتا ہے اور جو شخص ضعف اور عاجزی کے ساتھ قدم رکھے وہ قوی ہو جاتا ہے۔ یعنی اس راہ میں دعویٰ اور قوت کے ساتھ نہ آئے بلکہ نیاز اور خاکساری کے ساتھ قدم رکھے۔

ف : سبحان اللہ ! طریق میں آنے کے لئے صفت عاجزی کو اہم شرط قرار دی ہے جو لائحہ عمل بنانے کے لائق ہے ۔ (مرتب)

آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کے لئے اس چیز کو ضروری قرار

دے لے جس کا وہ محتاج نہیں ہے تو وہ اپنے حال سے ایسی چیزوں کو دور کر دے گا جن کا وہ محتاج ہے۔ اور جنکے بغیر گزر ممکن نہ ہو۔
(نفحات الانس ص ۴۲۵)

فرماتے تھے جو شخص (اللہ کے) فرائض میں سے کوئی فرض ضائع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے سنتوں کے ضائع کرنے کی مصیبت میں ضرور مبتلا کرے گا اور جو سنتوں کے ضائع کرنے میں مبتلا ہوگا تو کچھ بعید نہیں کہ وہ بدعتوں کے ارتکاب میں مبتلا ہو جائے۔ (روح تصوف)

ف: اس سے فرائض و سنن کے اہتمام کی کس قدر اہمیت معلوم ہوئی اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے اہتمام کی بھرپور توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین (مرتب)

آپ شیخ الملامتیہ اور نیساپور میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ اپنے خاص طریقہ میں متفرد تھے۔ حضرت قصار کی صحبت میں رہے۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تم خود اپنے علم سے منتفع نہیں ہو رہے ہو تو بھلا دوسرا کیسے منتفع ہوگا۔
فرماتے تھے کہ کسی بندے کی عمر میں اگر ایک سانس بھی بغیر شرک و ریا کے گزر جائے تو اس کی برکات کا اثر اخیر زمانہ تک اس پر رہے گا۔

ف: چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انسان لذات و شہوات میں منہمک ہے اس لئے ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ اس کی کوئی عبادت یا نیک عمل غرض دنیوی سے پاک ہو۔ پس اگر پوری عمر میں کوئی ایک لحظہ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے سالم رہ جائے تو نجات پا جائے گا۔ کیونکہ اخلاص بہت ہی نادر شے ہے، اور قلب کا ان وساوس و خطرات سے پاک و صاف ہونا بہت ہی مشکل ہے۔
(موافقات للشاطبی ج ۲ ص ۲۱۴ (مرتب)

فرماتے تھے کہ عبودیت کا اظہار کیوں کرتے ہو، جبکہ اپنے اندر اوصاف ربوبیت چھپائے ہوئے ہو۔ (یعنی تکبر وغیرہ جیسے صفات جو باری تعالٰے کیلئے مختص ہیں۔ تو ان کے ہوتے ہوئے عبودیت کہاں؟)

ف: مگر افسوس کہ اب اِس زمانہ میں اس سے بچنے کا اہتمام نہیں بلکہ عام ابتلاء ہے۔ جس کی وجہ سے شر و فساد بھی عام ہے۔ (مرتب)

وفات | آپ کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالٰی۔ (طبقات صفحہ ۹۲)

حضرت السید ابو الحسن علی بن سہل الصائغ الدینوریؒ

نام و نسب | نام علی، کنیت ابو الحسن، والد کا نام سہل ہے۔

تعارف | آپ کبار مشائخ میں سے تھے۔ بہت ہی باہیبت شخص تھے۔ اس لئے جو بھی آپ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا۔

ارشادات | فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بھائیوں کیلئے ضروری ہے کہ جب وہ اکٹھا ہوں تو ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کیا کریں۔ اس لئے کہ حق تعالٰے کا ارشاد ہے

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (یعنی "اور آپس میں ایک دوسرے کو تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور آپس میں تاکید کرتے رہے صبر و تحمل کی)

وفات | آپ کا انتقال مصر میں ۳۳۰ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالٰی۔

(طبقات صفحہ ۸۶)

حضرت ابوبکر بن طاہر ابہری رح

نام ونسب نام عبداللہ ، والد کا نام طاہر، دادا کا نام حارث کنیت ابوبکر ۔

تعارف آپ کا تعلق طبقۂ چہارم سے ہے۔ آپ بڑے مشائخ ہیں بلند مقام رکھتے ہیں اور حضرت شبلی قدس سرہ کے ہم عصر ہیں۔ بڑے پرہیزگار عالم تھے۔ کچھ مدت شیخ یوسف بن حسین کے ہم صحبت رہے ہیں اور مظفر کرمان شاہی کے رفیق تھے۔

شیخ مہلب بن احمدؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو جتنا نفع شیخ ابوبکر طاہرؒ سے پہنچا اور کسی شیخ سے نہیں حاصل ہوا۔ (نفحات الانس ۲۷۰)

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ توحید پہلے کے کفر کو ختم کرنے میں عاجز نہیں ہے اور نہ بعد کے گناہ کو ختم کرنے میں عاجز ہے۔ (یعنی اگلے پچھلے تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔) (حلیۃ الاولیاء ۲۷۰)

منصور بن عبداللہ آپ سے روایت کرتے ہیں کہ فقیر کے لئے حکم یہ ہے کہ اسے کوئی رغبت نہ ہو اور اگر رغبت سے کوئی چارہ نہ ہو تو صرف اس قدر رغبت ہو جو اس کی ضرورت کو کفایت کرے۔

آپ فرماتے تھے کہ جب تو کسی سے اللہ کی خاطر محبت کرے تو دنیا کے لئے اس سے میل جول کم رکھو۔ (روح تصوف ترجمہ الرسالہ القشیریہ)

ایک موقع پر کسی نے کہا کہ ــ آپ سے کہا گیا کہ انسان اپنے معلم کی تنبیہ و توبیخ اس قدر برداشت کر لیتا ہے جتنا کہ اپنے والدین کی برداشت

نہیں کرتا۔ تو فرمایا کہ: اس لئے کہ والدین اس کی حیات فانیہ کے سبب ہیں۔
اور مؤدِّب و معلّم اس کی حیات باقیہ کے وسیلے ہیں۔ اس کی تصدیق حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے "اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا
وَلَا تَكُنْ فِيْمَا بَيْنَ ذَالِكَ فَتَهْلِكُ" (یعنی عالم ہو جاؤ یا متعلم ہو جاؤ اور اس کے
درمیان میں نہ رہو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔)

ف: ایک دوسری حدیث میں اس سے زائد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا "اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامسة
فتھلك۔ (فیض القدیر صہ ۲/۱۷) یعنی عالم ہو جاؤ یا متعلم ہو جاؤ یا سننے والے
ہو جاؤ یا محبت کرنے والے ہو جاؤ۔ اور پانچویں جماعت میں سے مت ہونا ورنہ
ہلاک ہو جاؤ گے (مرتب)

فرماتے تھے کہ: بلیّات و مصائب میں تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔
تطہیر[۱]، تکفیر[۲] اور تذکیر[۳]۔ تطہیر کبائر سے اور تکفیر صغائر سے حاصل ہوتی ہے
اور تذکیر اہل صفا کو میسر ہوتی ہے۔

ف: یعنی ابتلاء و آزمائش سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور حاصل
ہوتی ہے۔ یا تو کبائر سے پاکی نصیب ہوگی یا صغائر سے معافی حاصل ہوگی
یا صاف قلب والوں کو مزید تذکر و عبرت حاصل ہوگی جس سے اس کو
رفع درجات کا مقام نصیب ہوگا۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۳۳۱ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ
(طبقات صہ ۱۱۲)

حضرت ابو یعقوب اسحاق بن محمد النہر جوری رح

نام ونسب نام اسحاق۔ کنیت ابو یعقوب۔ دادا کا نام محمد ہے۔

تعارف آپ نے ابو عمرو مکی رح، ابو یعقوب سوسی رح، جنید بغدادی رح اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے مشائخ کی صحبت پائی ہے اور ان حضرات سے فیض حاصل کیا۔ مکۃ المکرمۃ میں قیام پذیر رہے۔

ارشادات آپ فرماتے کہ دنیا سمندر ہے جس کا ساحل آخرت ہے اسمیں کشتی تقویٰ ہے اور مخلوق مسافر ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ جس کی سیری کھانے سے ہو تو وہ ہمیشہ بھوکا ہی رہے گا۔ اور جس کی امیری مال سے ہو تو وہ ہمیشہ فقیر ہی رہے گا اور جس کا باطن لوگوں کے عطیات کی طرف مائل ہو تو وہ ہمیشہ محروم رہے گا۔ اور جس شخص نے کسی امر میں غیر اللہ سے مدد چاہی، تو وہ ہمیشہ مخذول و رُسوا رہے گا۔

فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کا جتنا عارف ہو گا اسی قدر اس کو تحیر ہو گا۔ آپ سے اللہ تعالےٰ کے طریق کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جاہلوں سے دور رہو۔ علمائ کی صحبت اختیار کرو۔ علم پر عمل کرو۔ اور ذکر پر مداومت کرو، تب کہیں جا کر اہل طریق میں سے ہو گے۔ (طبقات صفحہ ۹۵ ج ۱)

ف: اہل طریق کو اس تعریف کو مد نظر رکھنا ضروری ہے، تاکہ صحیح طریقہ سے عمل کرنا آسان ہو جائے۔ (مرتب)

وفات آپ کا انتقال مکہ مکرمہ میں ۳۳۰ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (طبقات صفحہ ۹۵ ج ۱)

حضرت ابو عبداللہ خفیف شیرازیؒ

نام ونسب نام محمد، والد کا نام خفیف، ابو عبداللہ کنیت ہے۔

فضل وکمال اپنے دور کے شیخ المشائخ گذرے ہیں۔ اسی مناسبت سے ان کو شیخ الاسلام کہا جاتا تھا۔ آپ شیخ ابوطالب خزرج کے شاگرد ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ علم تصوف پر جس قدر ان کی تصانیف ہیں کسی اور شیخ کی نہیں ہیں۔ پاک عقائد اور عمدہ خصائل کے مالک تھے شافعی مسلک کے پیرو تھے۔

تصوف کی تعریف آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ تصوف کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا، وجود اللہ فی عین الغفلۃ، یعنی اللہ تعالیٰ کو عین غفلت کے وقت بھی یاد رکھنا۔

ف: سبحان اللہ تصوف کی کیسی جامع تعریف فرمائی۔ اللہ کو یاد رکھنے کی تعریف وفضیلت کتاب سنت ہر ایک سے ثابت ہے۔ اللہ ہم سب کو اس کی زیادہ سے زیادہ توفیق مرحمت فرمائے تاکہ صحیح معنوں میں صاحب تصوف ثابت ہوں۔ (مرتب)

اہتمام عبادت بچپن ہی سے آپ کی عادت تھی کہ وقت کا کوئی حصہ ضائع نہ ہونے دیتے تھے۔ سویرے نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ جب سورج خوب بلند ہو جاتا تو نماز اشراق

پڑھ کر اپنے معاش کے کام میں لگ جاتے۔ ظہر کا وقت آتا تو ظہر کا فرض اور سنتوں سے فارغ ہو کر عصر تک نوافل پڑھتے رہتے۔ عصر سے فارغ ہو کر شام تک علم حدیث کی تحصیل میں مشغول رہتے۔ مغرب کے بعد عشاء تک اوراد و وظائف پڑھتے تھے۔ عشاء کے بعد جن اوراد کا التزام تھا ان کو پورا کر کے گھر جاتے تھے اور کھانا کھانے کے بعد چالیس احادیث لکھ کر تھوڑی دیر سوتے اور اس کے بعد اٹھ کر صبح تک نماز تہجد میں مشغول رہتے تھے۔

ف: سبحان اللہ کیسی عبادت و ریاضت تھی جس کی وجہ سے احوال رفیعہ سے بہرہ ور ہوئے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے "الاحوال ثمرات الاعمال" یعنی احوال اعمال کے ثمرات ہیں۔ (مرتب)

ارشادات فرماتے تھے کہ جو زاہد اپنے زہد کے درخت کو علم کا پانی نہ دیگا تو بہت جلد اس کا درخت سوکھ جائے گا۔

اور جو عارف اپنی معرفت کو شریعت کے ذریعہ درست نہ کرے اور شریعت سے اس کا مقابلہ نہ کرے عنقریب بے معرفت ہو جائے گا۔

نیز فرماتے تھے مشائخ تصوف میں سے جنید بغدادی، رویم ابو العباس عطاء اور عمرو ابن عثمان کی پیروی کرنی چاہیے، اس لئے کہ یہ لوگ علم اور حقیقت دونوں کے جامع تھے۔ دوسرے مشائخ ارباب حال تھے۔ ان سے استغراق کی حالت میں بعض ایسی باتیں صادر ہوئی ہیں کہ استغراقی کیفیت زائل ہونے کے بعد وہ ان باتوں سے توبہ و استغفار ضروری سمجھتے تھے۔ (اعیان الحجاج ص ۲ ج ۲)

وفات آپ کی وفات سنہ ۳۳۱ھ مطابق سنہ ۹۴۲ء میں ہوئی اور اعیان الحجاج میں ۳۱۱ھ درج ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت ابوبکر بن یونس شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

نام و نسب نام جعفر، والد کا نام یونس، کنیت ابوبکر آپ اپنی کنیت سے مشہور ہوئے ہیں۔

آپ کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں تین نام کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ دلف بن حیدر ۲۔ جعفر بن یونس ۳۔ جعفر بن دلف۔

صحیح نام جعفر بن یونس ہی ہے کیونکہ بغداد میں آپ کی مزار پر یہی نام لکھا ہوا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء صہ ۳۹۳)

آپ اصلاً مصر کے رہنے والے تھے لیکن بغداد میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ آپ نے حضرت خیر النساج رح کی مجلس میں آکر توبہ کی اور طریقت کا صحیح راستہ اختیار کیا۔ آپ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رح کے مریدین میں سے ہیں۔ آپ اپنے زمانے میں علم و حال کے اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ اور حضرت امام مالک رح کے مذہب کے مطابق فقہ حاصل کیا اور احادیث کثیرہ کی کتابت فرمائی۔ آپ زبردست عالم و فقیہہ تھے۔ اور مسلکاً آپ مالکی تھے۔ آپ کو موطا امام مالک حفظ تھی۔

آپ کے متعلق مشائخ کی آراء آپ کے بارے میں شیخ الطریقت ابو عبدالرحمان السلمی صاحب طبقات الصوفیہ فرماتے ہیں کہ تم ابوبکر شبلی رح کی طرف اس آنکھ سے مت دیکھو جس سے تم ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہو، شبلی اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے ایک آنکھ ہیں۔

ف : سبحان اللہ کتنا رفیع مقام حاصل تھا۔ ایک حدیث قدسی ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعہ مسلسل مجھ سے قریب ہوا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں اور میں جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۷) یعنی میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پیر ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ (مرتب)

حضرت جنید بغدادیؒ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ ہر قوم کے لئے ایک تاج ہوتا ہے اور صوفیاء کرام کے لئے شبلی تاج ہیں۔

ف : سبحان اللہ کتنا بڑا شرف ہے کہ شیخ اپنے مرید کے علوِ مقام کی شہادت دے۔ (مرتب)

ارشادات فرماتے تھے کہ تمہارے پاس وقت کا جو سرمایہ ہے اس کو عجز و نیاز میں صرف کرو کل یہی سرمایہ بس تمہارے پاس رہ جائیگا

ف : عجز و نیازمندی بھی ایک بلند مقام ہے جو عبدیت سے ناشی ہے یہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاص وصف تھا جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے العجز فخری (مجمع البحار صفحہ ۵۲۵/۳) یعنی عاجزی میرے لئے فخر کی بات ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حال سے نوازے اور قرب و قبول کا ذریعہ بنائے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے عہد کرلیا کہ حلال کے علاوہ کچھ اور نہیں

کھاؤں گا۔ یعنی جس کے حلال ہونے کا یقین ہوگا وہی کھاؤں گا۔ ایک دن میں ایک انجیر کے درخت کے پاس پہونچ گیا۔ میں نے انجیر توڑ کر کھانا چاہا تو انجیر کے نیچے سے آواز آئی کہ شبلی مجھے مت کھاؤ اپنے عہد کا پاس کرو میں ایک یہودی کی ملک ہوں۔

ف: سبحان اللہ کیسی عبرت کی بات ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے عہد کی حفاظت کے لئے کیسی تدبیر ظاہر ہوئی جو درحقیقت مربی حقیقی ہی کرسکتا ہے۔ واللہ الموفق والمربي لعبادہ۔ (مرتب)

لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ کونسی چیز بہت عجیب ہے فرمایا وہ دل جو اپنے اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہوئے بھی گنہگار بنا رہے۔ (نفحات الانس ص۳۸۶)

ف: سبحان اللہ کیسی عمدہ نصیحت ارشاد فرمائی جو ہم سب کی نصیحت کے لئے کافی ہے۔ (مرتب)

آپ سے سوال کیا گیا کہ آدمی مرید کب ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب اس کے حالات سفر، حضر، حاضر، غائب ہر موقع پر برابر ہو جائیں۔

فرماتے تھے کہ: جس صدیق کیلئے کوئی معجزہ نہ ہو تو وہ کذاب ہے۔ تو جب آپ بیمارستان تشریف لے گئے تو وزیر بھی گیا اور کہا کہ آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے، کہ جس صدیق کے پاس معجزہ نہ ہو تو وہ کذاب ہے؟ لہٰذا آپ بتلائیں کہ آپ کا معجزہ کہاں ہے؟ تو فرمایا کہ میرا معجزہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی موافقت کرنا ہے۔

ف: معجزہ سے مراد یہاں کرامت ہے۔ اور اوامر و نواہی کی موافقت کا مطلب استقامت علی الشریعت ہے۔ اور بزرگوں کا یہ مقولہ مشہور ہے،

"الاستقامۃ فوق الکرامۃ" چنانچہ یہ واقعہ ہم سنتے چلے آرہے ہیں کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحؒ کی خدمت میں ایک شخص عرصہ تک رہا مگر کوئی خاص کرامت نہ دیکھی، تو وہاں سے جانے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت شیخ رحؒ نے فرمایا کہ آخر کیوں جارہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ اتنے دنوں تک ہم رہے مگر ہم نے آپ کی کوئی کرامت نہ دیکھی۔ تو فرمایا کہ اچھا بتلاؤ کہ مجھ سے کبھی خلاف سنت امر کا ارتکاب دیکھا ہے؟ کہا کہ نہیں! فرمایا کہ عبدالقادر کی یہ کرامت کیا کم ہے کہ اتنے دنوں تک اپنے رب کو ناراض نہ کیا۔ لہذا اب تم کو جانا ہے تو جاؤ ہم کو پروا نہیں ہے۔ (مرتب)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ" میں قلب سلیم سے مراد قلب ابراہیم علیہ السلام ہے۔ اس لئے کہ وہ خیانت عہد اور قضائے الٰہی پر ناراضگی سے سالم و محفوظ تھا۔ (طبقات ص۹۰)

آپ سے سوال کیا گیا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

"اِذَا رَأَیْتُمْ اَھْلَ الْبَلَاءِ فَاسْئَلُوْا رَبَّکُمُ الْعَافِیَۃَ"

یعنی جب تم اہل بلاء کو دیکھو تو اپنے لئے اپنے رب سے عافیت طلب کرو تو فرمایا کہ اہل بلاء سے مراد اللہ تعالیٰ سے غافل لوگ ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی کو حضرت شبلی رحؒ کی مجلس میں چیخ نکل گئی تو اس کو دجلہ میں ڈلوادیا۔ اور فرمایا کہ اگر یہ صادق ہوگا تو اس کو اللہ تعالیٰ نجات دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تھی۔ اور اگر کاذب ہوگا تو اس کو غرق کردیں گے جیسا کہ فرعون کو غرق فرمادیا تھا (طبقات ص۹۰)

وفات: ۸۷ سال کی عمر میں ۳۳۴ھ میں وفات پائی، بغداد میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر عام زیارت گاہ ہے۔ (حوالہ بالا)

حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن شیبان القرمیسنیؒ

نام و نسب نام ابراہیم، والد کا نام شیبان، کنیت ابو اسحاق ہے۔

تعارف آپ کا تعلق طبقۂ چہارم کے مشائخ میں ہے۔ آپ شیخِ جبل تھے۔ آپ اپنے وقت میں زہد و تقویٰ میں بڑے بلند مقام پر فائز تھے۔ خلق سے ایسا زہد و تقویٰ ناممکن ہے۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ جو شخص مشائخ کو عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور ان کی عزت کا پاس نہ رکھے تو وہ شخص جھوٹے دعوؤں اور خالی شیخی (لاف زنی) میں گرفتار ہے اور رسوائی اس کا مقدر ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی درویش کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ میری جوتی تو ایسے درویش سے دور رہو۔ اس کی صحبت اختیار کرو جو کسی چیز کو اپنی ملک نہ سمجھے۔

ف: سبحان اللہ کیسی عبدیت اور فنائیت کی تعلیم فرمائی۔ (مرتب)

فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ علم آدابِ ظاہری کے لئے سیکھو اور تقویٰ آداب باطن کے لئے اختیار کرو۔ اس چیز سے دور رہو جو تم کو اللہ سے روک دے کیونکہ یہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی جس دولت سے منہ پھیر لے اور پھر اس کو اسی طرح پائے جس طرح کہ پہلے حاصل تھی۔ (نفحات الانس ص ۴۲۴)

فرماتے تھے کہ فقیروں کو جس چیز نے طریق سے الگ بلکہ ان کو ہلاک کر دیا وہ اہل دنیا کے مال و متاع کی طرف میلان ہے۔ فرماتے تھے

کہ جس نے اخلاص کے متعلق کلام کیا اور خود اپنے نفس سے اس کا مطالبہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھیوں اور بھائیوں پر اس کا پردہ فاش فرما دیتے ہیں۔ (طبقات ص۹۷)

وفات آپ کا انتقال ۳۲۷ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (نفحات الانس)

حضرت ابوبکر الطمستانی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف آپ کا تعلق طبقہ پنجم سے ہے۔ آپ فارس کے باشندے تھے، شیخ شبلی اور شیخ ابراہیم دباغ قدس سرہما کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کا شمار مشائخ عظام میں ہوتا ہے۔ کرامات و نشانات میں آپ یگانۂ روزگار تھے۔ شیخ شبلی قدس سرہٗ ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے۔ اور بزرگ سمجھتے تھے۔ اور ان کی بہت تعظیم و توقیر فرماتے تھے۔ ان پر محبت کا غلبہ تھا۔ ان کا کلام اور رموزِ عارفانہ بہت بلند ہوتے تھے۔ جن کو عام لوگ سمجھنے سے قاصر تھے۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ ما الحیٰوۃ الا فی الموت۔ یعنی نہیں ہے حیات مگر موت میں یعنی حیات قلب اسکی موت میں ہے۔ یعنی جب تک قلب کی شہوات کو مردہ نہ کیا جائے گا اس وقت تک قلب کو حیات نہ ملے گی۔

ف: حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے حال کی اس شعر میں ترجمانی فرمائی ہے۔

آتش عشق نے جلا ڈالا :: زندگی ہم نے مر کے پائی ہے (مرتب)

آپ نے ایک شخص کو نصیحت اس طرح کی " اپنی ہمت سے کام لو کیونکہ اسی پر تمام کاموں کا مدار ہے اور اسی کی طرف تمام کام رجوع ہوتے ہیں
آپ فرماتے ہیں کہ بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان نفس سے آزاد ہو جائے کیونکہ یہی نفس تم میں اور اللہ تعالی میں سب سے بڑا حجاب ہے۔
اور آپ فرماتے تھے کہ اپنے نفس سے نکلنا اور آزاد ہونا اللہ تعالی کی توفیق سے اور اپنے صحیح ارادے سے ممکن ہے۔ (نفحات الانس صـ۴۲)

اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ: اللہ تعالے سے مجالست زیادہ کرو اور لوگوں کے ساتھ کم۔ اس سے ان کی مراد عزلت وخلوت کی طرف راغب کرنا ہے۔

فرماتے تھے کہ: جس نے کتاب وسنت کا اتباع کیا اور اپنے قلب سے اللہ کی طرف ہجرت کی اور آثار صحابہؓ کی اقتدار کی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس سے کسی امر میں سابق نہیں ہیں بجز اس کے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

ف: یعنی یہ شرف صحبت تو بس صحابہؓ کو حاصل تھا۔ اسمیں انکے بعد والے خواہ غوث ہوں یا قطب کوئی بھی ان کا شریک نہیں ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ ہاں مگر جو شخص کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ آثار صحابہؓ کی اقتدار کرے گا تو اس کو بھی بہت بڑا مرتبہ اور عند اللہ خاص قرب وقبول نصیب ہوگا۔ اور انہی حضرات کے ساتھ انشاء اللہ تعالے اس کا حشر ہوگا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا مَحَبَّتَهُمْ وَوَفِّقْنَا اِتِّبَاعَهُمْ۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: اللہ تعالے کی صحبت میں اگر ادب سے نہیں رہ سکتے تو تم

ان لوگوں کی صحبت میں رہو جو اللہ کی صحبت میں رہتے ہیں تاکہ تم کو ان کی صحبت کی برکات اللہ تک پہنچا دیں۔ (طبقات صـ۱۰۱)

ف: سبحان اللہ اس سے اللہ والوں کی صحبت کی کیسی کچھ فضیلت ثابت ہوئی کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب و قبول حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ مصلح الامت وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں شریک تھے۔ حضرت مولانا تھانوی رحؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ایک قریبی طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ والوں کے دل میں بیٹھ جاؤ۔ ان کا قلب چونکہ حق تعالیٰ سے متعلق ہو چکا ہوتا ہے اسلئے جب ان کے دل میں تم جگہ پیدا کر لو گے تو تمہارا تعلق بھی اللہ تعالیٰ سے درست ہو جائے گا۔ یہ سنکر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحؒ نے فرمایا واہ، واہ حضرت مولانا آپ نے کیسا عمدہ نسخہ تجویز فرمایا جس پر عمل ہمارے لئے آسان ہے اسی کو حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے۔ ؎

در دل مومن بگنجم اے عجب ۔۔۔ گر مرا خواہی دراں دلہا طلب

(یعنی عجیب بات ہے کہ میں مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔ اگر تم میرے طلب گار ہو تو مجھے انھیں دلوں میں تلاش کرو۔)

اسی معنی میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مدنی رحؒ کا شعر ہے ؎

عرشی و فرشی جس کو پا نہ سکیں ۔۔۔ میرے دل میں سما دیا کس نے (مرتب)

آپ فرماتے تھے، راستہ واضح ہے ۔۔۔ کتاب اور سنت جو اصل طریق

ہے وہ ہمارے درمیان ہے۔ پس جس شخص نے کتاب وسنت کو اپنایا اس نے اپنے نفس سے اور مخلوق اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کیا اور اپنے قلب اور باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کیا۔ تو اس نے دراصل صحیح راہ کو پالیا اور آثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا متبع ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے کہ علم نے تم کو جہالت سے دور کر دیا تو تم اس بات کی کوشش کرو کہ علم اللہ تعالیٰ سے تم کو دور نہ کر دے۔

ف: شیخ کا مقصد یہ ہے کہ حقیقی علم حاصل کرو جس سے اللہ تک پہونچو اسلئے کہ جو علم اللہ تک نہ پہونچائے وہ درحقیقت جہالت ہی ہے۔ اس ارشاد میں اہل علم کے لئے زبردست تنبیہ ہے کہ علم کی وجہ سے اگر جہالت سے نکلے ہو تو ضروری نہیں کہ ضلالت سے نکلے ہو کیونکہ بہت سے اہل علم ایسے بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی بدنیتی وسوء ادبی کی وجہ سے گمراہ بھی کر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ" (پ۲۵ سورۂ جاثیہ)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے اس کو باوجود علم کے گمراہ کر دیا ہے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ نفس آگ کی طرح ہے ایک جگہ بجھتی ہے تو دوسری جگہ بھڑکتی ہے اسی طرح نفس جب ایک جانب پرسکون ہوتا ہے تو دوسری جانب بھڑکتا ہے۔

ف: اس لئے نفس سے غفلت ہرگز نہ کرنا چاہیے بلکہ پرحذر رہنا چاہیے جیسا کہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رح خلیفہ حکیم الامت مولانا تھانوی رح نے فرمایا۔

نفس کی مار سخت جان دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۳۴۰ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (حلیہ ج۱۰ ص۲۱۲)

حضرت ابوسعید احمد بن محمد الاعرابی رح

نام و تعارف آپ کا تعلق صوفیہ کے طبقہ پنجم سے ہے۔ آپ کا نام نامی احمد بن محمد ہے۔ کنیت ابوسعید سے مشہور رہیں۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ترک وطن کر کے مکہ مکرمہ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ زبردست عالم و فقیہہ تھے اور امام حرم تھے صوفیوں کیلئے آپ نے بہت سی تصانیف مرتب کی ہیں۔

ارشادات آپ فرماتے ہیں التصوف کلہ ترک الفضول والمعرفۃ کلھا اعتراف بالجہل یعنی تصوف فضول کا ترک کرنا ہے اور پوری معرفت یعنی معرفت کامل اپنی جہالت کا اقرار کرنا ہے۔ فرماتے ہیں لایکون الشوق الا الی غائب۔ شوق تو غائب کی طرف ہی ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں تشریح فرماتے ہوئے شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ شیخ داؤد طائی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ مشتاق ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں! میں اس سے دور نہیں ہوں غائب مشتاق ہوتا ہے۔ میرا دوست تو حاضر ہے۔ شیخ ابن اعرابیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے بعض اخلاق اپنے دشمنوں کو بھی دیدیئے ہیں تاکہ وہ ان اخلاق کے ذریعہ اسکے دوستوں کے ساتھ مہربانی اور لطف سے پیش آئیں اور اسکے باعث اسکے دوست آرام سے رہیں۔ دشمنوں کے گزند و تکلیف سے محفوظ رہیں۔

ف: سبحان اللہ کیا خوب بات ارشاد فرمائی۔ اسی لئے بہت سے غیر مسلم بھی مسلمانوں سے رحمت و شفقت کا معاملہ سلوک کرتے ہیں۔ (مرتب)

وفات آپ کا سال وفات ۳۴۰ھ یا ۳۴۱ھ ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(نفحات الانس صہ ۲۴۲)

حضرت ابوالخیر الاقطع التیناتی رح

نام و نسب نام حماد، کنیت ابوالخیر ہے۔ آپ کنیت ہی سے مشہور رہیں۔

تعارف اصالۃً آپ مغرب کے ہیں مگر تینات میں سکونت اختیار فرمائی۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں جن کی شرح طویل ہے۔ آپ نے ابوعبداللہ ابن الجلاء وغیرہ مشائخ کی صحبت اختیار فرمائی۔ آپ توکل میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ سے درندے اور کیڑے مکوڑے بھی مانوس تھے اور بہت زبردست فراست کے مالک تھے۔

اصلاح کا بہترین طریقہ ابراہیم الرقی کہتے تھے کہ ابوالخیر تیناتی کی خدمت میں سلام کرنے کیلئے حاضر ہوا تو انھوں نے مغرب کی نماز پڑھائی جس میں سورۂ فاتحہ کو تجوید کے ساتھ نہ پڑھا۔ تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ میرا یہ سفر بیکار رہا۔ پس جب میں نے سلام پھیرا اور طہارت کے لئے باہر گیا تو ایک درندے نے میرے اوپر حملہ کا قصد کیا، تو میں لوٹ کر شیخ کے پاس آگیا اور کہا کہ میرے اوپر ایک شیر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تو آپ باہر تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا نہیں کہ میرے مہمانوں سے تعرض نہ کیا کرو۔ تو شیر ایک طرف ہوگیا اور میں گزر گیا اور طہارت حاصل کیا جب میں لوٹ کر شیخ کی خدمت میں آیا تو فرمایا کہ تم لوگ اپنے ظاہر کو درست کرنے میں لگے ہو، اس لئے شیر سے ڈرتے ہو۔ اور ہم لوگ اپنے باطن کی اصلاح میں مشغول ہیں تو ہم سے شیر ڈرتا ہے۔

ف: اس سے اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ صرف اصلاح ظاہر پر اکتفا کافی نہیں، بلکہ باطن کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ صرف قرآن پاک کو تجوید و ترتیل سے پڑھنا ہی فریضہ نہیں بلکہ اس سے سیرت خوب کی تحصیل بھی لابدی ہے۔ اور ایسی قرارت جو صرف زبان و حلق تک رہے، قلب تک اس کا اثر نہ پہنچے اس کی مذمت تو حدیث میں بھی مذکور ہے۔ (مرتب)

آپ کے ہاتھ کاٹے جانے کا واقعہ

ان کے ہاتھ کے کاٹے جانے کا واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ زمین سے اُگنے والی چیزوں میں کسی کی طرف شہوت و خواہش سے اپنے ہاتھ کو نہ بڑھاؤں گا۔ مگر اس عہد کو وہ بھول گئے اور ایک جنگلی درخت سے چند خوشوں کو اپنے ہاتھ سے لیا اور ابھی منہ میں رکھ کر چبا ہی رہے تھے کہ اچانک وہ عہد یاد آگیا اور خوشوں کو جو ہاتھ میں تھے پھینک دیا اور جو منہ میں باقی تھا اس کو تھوک دیا اور نادم ہو کر بیٹھ گئے۔ خود بیان فرماتے ہیں کہ ابھی باطمینان بیٹھنا بھی نصیب نہ ہوا تھا کہ مجھ کو چند سوار و پیدل لوگوں نے گھیر لیا اور کہا کہ کھڑے ہو، پس مجھ کو لے کر چلے، یہاں تک کہ بحر اسکندریہ کے ساحل تک لے گئے۔ بس میں نے وہاں ایک امیر کو دیکھا جس کے سامنے چند حبشی موجود ہیں جنھوں نے رہزنی کی تھی، تو مجھ کو بھی ان لوگوں نے سیاہ رنگ کا پایا اور اتفاق سے میرے ساتھ ڈھال، نیزہ اور تلوار بھی تھی۔ لہذا ان سب نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ یقیناً یہ بھی انہی ڈاکوؤں میں سے ایک ہے پس ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالا، یہاں تک کہ نوبت مجھ تک آ گئی اور مجھ سے کہا کہ اپنے ہاتھ کو بڑھاؤ، تو میں نے اپنے ہاتھ کو بڑھا دیا۔ پس اس کو

کاٹ دیا۔ پھر اس نے کہا کہ اپنے پَیر کو بڑھاؤ تو میں نے اس کو بھی بڑھا دیا مگر میں نے اپنے سر کو اٹھایا اور کہا اے میرے اللہ! اور اے میرے سیّد و مولا میرے ہاتھ نے تو قصور کیا تھا، مگر پَیر نے کیا قصور کیا ہے؛ پس اچانک ایک سوار داخل ہوا اور اپنے کو امیر کے اوپر ڈال دیا اور کہا کہ یہ صالح آدمی ہے اور ابو الخیر تیناتی کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ پس امیر لے اپنے کو زمین پر ڈال دیا اور میرے کٹے ہوئے ہاتھ کو لے کر چومنے لگا۔ اور مجھ کو پکڑ کر رونے لگا اور معافی مانگنے لگا۔ تو میں نے کہا کہ جب تم نے ہاتھ کاٹا اسی وقت تم کو معاف کر دیا۔ اور میں نے دل میں کہا یَدٌ جَنَتْ فَقُطِعَتْ یعنی ایک ہاتھ تھا جس نے جرم کیا تھا اس لئے وہ کاٹ دیا گیا۔

(طبقات ج ا ص ۹۴)

ف: فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ (مرتب)

ارشادات آپ نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور میں بھوکا تھا، تو عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کا مہمان ہوں۔ یہ کہہ کر میں ذرا کنارہ ہٹ کر منبر کے پیچھے سو گیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ پس نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی جس کے نصف کو میں نے کھایا۔ اور جب بیدار ہوا تو دوسری آدھی کو میں نے اپنے ہاتھ میں پایا۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ سے ہرگز یہ دعا نہ کرو کہ تم کو صابر بنا دے، بلکہ اللہ سے ان کے لطف و کرم کا سوال کرو، یہی زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ ہم جیسے لوگوں کیلئے

صبر کی تلخیوں کا تحمل دشوار ہے۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام یہود سے جب بھاگے اور درخت نے آواز دی کہ اے زکریا میری پناہ میں آجاؤ، اور وہ شق ہوگیا اور حضرت زکریا علیہ السلام اس کے اندر داخل ہوگئے۔ اور جونہی دراز بند ہوا دشمن آپہنچ گئے اور آپ کی عبا کو پکڑ لیا اور آواز دی کہ زکریا یہاں ہیں۔ پس ان (قاسی القلب) لوگوں نے آرا نکالا تاکہ ان کو مع درخت کے چیر دیں۔ پھر جب آرا زکریا علیہ السلام تک پہنچا تو ایک آہ آپ سے نکلی، تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے زکریا! میری عزت وجلال کی قسم ہے اگر تم سے دوسری آہ نکلی تو سمجھ لو کہ دیوانِ نبوت سے تمھارا نام مٹا دوں گا۔ پھر تو حضرت زکریا علیہ السلام صبر پر جمے رہے یہاں تک کہ دو ٹکڑوں میں چیر ڈالے گئے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص اپنا عمل ظاہر کرے وہ ریاکار ہے۔ اور جو شخص اپنا حال ظاہر کرے وہ مدعی ہے۔

ف: دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بلاؤں سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین (مرتب)

وفات آپ کا انتقال مصر میں ۳۴۰ھ کے کچھ بعد ہوا اور قرافۂ صغریٰ میں منادہ دیلمیہ کے جنب میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ

(طبقات)

حضرت ابو علی حسن بن احمد الکاتب رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب حسن نام، ابو علی کنیت، احمد الکاتب والد کا نام ہے۔

تعارف آپ مصر کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ آپ اپنے زمانہ میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ آپ نے ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ ابو بکر مصری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پائی۔ بڑی بلند حالت والے تھے۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ جب دل میں خوف جاگزیں ہو جائے تو پھر زبان سے وہی بات نکلتی ہے جو ضروری ہوتی ہے

(تصوف تاریخ کے آئینہ میں ص ۱۱۲)

فرماتے تھے کہ جس نے حکمت کی بات سنی اور عمل نہ کیا تو وہ منافق ہے۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو مجھ کو لازم پکڑے گا تو وہ مجھ تک پہنچ جائے گا۔

فرماتے تھے کہ فُسّاق کی محبت بیماری ہے اور اس کا علاج ان سے علیحدگی ہے۔

فرماتے تھے کہ نسیمِ محبت کی خوشبوئیں محبین سے پھوٹتی رہتی ہیں اگرچہ اس کو وہ چھپائیں۔ اور ان کا پتہ دیتی رہتی ہیں، اگرچہ وہ اپنے کو مخفی رکھنا چاہیں۔ اور وہ خوشبوئیں ان کی طرف دلالت و رہبری کرتی رہتی ہیں اگرچہ اس کو وہ مستور رکھیں۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے کو ذکر کی حلاوت عطا فرماتے ہیں۔ پس اگر وہ اس سے خوش ہوا اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالےٰ اس کو اپنے اُنس سے نوازتے ہیں۔ اور اگر شکر میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کی زبان پر تو ذکر کو جاری فرما دیتے ہیں مگر اس کی حلاوت کو سلب فرما لیتے ہیں۔

(طبقات ج ۱ ص۹۶)

وفات آپ کی وفات ۳۴۱؁ھ کے چند سال بعد ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ
(حوالہ بالا)

حضرت جعفر بن محمد بن نصیر الخواص رح

نام ونسب نام جعفر، کنیت ابو محمد، والد کا نام محمد بن نصیر ہے۔

تعارف آپ بغداد کے محلہ خلد کے رہنے والے تھے اس لئے شیخ خلدی سے مشہور ہیں۔ آپ کا پیشہ بوریہ بافی (بوریہ بننا) تھا۔ شیخ ابراہیم خواص اور شیخ جنید بغدادی کے خاص شاگرد ہیں۔ شیخ نوری، شیخ رویم، شیخ سمنون رح اور شیخ حریری کی صحبت میں رہے۔ آپ علوم صوفیہ کے عالم ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ نفس کو حقیر سمجھنا اور مسلمانوں کی حرمت کی تعظیم کرنا جوانمردی ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ عالی ہمت بن جاؤ کیونکہ ہمتیں مردوں کو

کمال تک پہونچاتی ہیں۔ صرف مجاہدات نہیں پہنچاتے ہیں۔ نفحات الانس ص۴۴۵

فرماتے تھے کہ جو عمل صلہ رحمی کے لئے کیا جائے وہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔

ف: مثلاً کسی عزیز کے جنازہ میں اس لئے شریک ہوا کہ اس میں صلہ رحمی ہے، وہ ریا نہیں ہے۔ بلکہ نماز جنازہ اور صلہ رحمی کا الگ الگ اجر ملیگا۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ میں نے حضرت جنیدؒ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں اخلاص اختیار کیا تو اس کو جھوٹے دعووں سے اللہ تعالیٰ راحت بخشیں گے۔۔۔

فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے احکام کے علم کو سب سے افضل شئے سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ اعمال پاک نہیں ہوتے جبتک کہ اس کے ساتھ علم نہ ہو۔ اور جس کے پاس علم نہیں ہے اس کے پاس کوئی عمل نہ سمجھنا چاہئے اور علم کی اضاعت اور اس کو پس پشت ڈال دینا اچھا نہیں ہے۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا طلب علم عمل ہے؟ تو فرمایا کہ یہ سب سے بڑا عمل ہے۔ علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور علم ہی سے ان کی اطاعت ہوتی ہے۔ علم ہی کے ذریعہ اصحاب حیا نے حیا کی دولت حاصل کی اور علم اعمال سے پہلے ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ اور علم کو ناقص ہی آدمی ناپسند کرتا ہے۔

فرماتے تھے کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ اس لئے کہ دنیا کے خزانے اور آخرت کی کنجیاں ان کے پاس ہیں۔ (طبقات ص۱۰۱)

وفات: آپ کا انتقال ۲۴۳ھ میں بغداد کے اندر ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (نفحات الانس ص۴۴۴)

حضرت ابوعمرو محمد بن ابراہیم الزجاجی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب نام محمد، کنیت ابوعمرو، والد کا نام ابراہیم الزجاجی ہے۔

تعارف آپ اصل میں نیساپوری ہیں۔ حضرت جنیدؒ و نوریؒ و ابوعثمانؒ و رویمؒ اور خواصؒ وغیرہ کی صحبت میں رہے۔ مکہ میں داخل ہوئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ اور وہاں کے شیخ اور منظور نظر ہو گئے۔ قریب ساٹھ حج کئے۔

ارشادات فرماتے تھے کہ جو شخص ایسے حال کے متعلق کلام کرے جو اس کو حاصل نہیں ہے تو وہ اس کا کلام سننے والوں کیلئے فتنہ ہو گا۔ اور خود اس کے قلب میں ہولئے نفسانی کے پیدا ہونے کا سبب ہو گا۔ اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ اس حال تک پہنچنے کو حرام فرما دے گا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْہُ۔

فرماتے تھے کہ جو شخص حرم پاک کی مجاورت اختیار کرے گا مگر اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز سے متعلق ہو گا تو اس نے اپنے خسارہ کو ظاہر کر دیا اور جس نے آفاقی حجاج کی کوئی چیز چوری کی تاکہ اس کے ذریعہ غنا و وسعت حاصل کرے، تو اس کو اللہ تعالیٰ دور پھینک دیں گے اور اس کے قلب کو حرص و طمع کے سپرد فرما دیں گے۔ اور اس کی زبان کو شکوہ شکایت کے ساتھ جاری فرما دیں گے۔ اور انوار فیض اس کے دل سے خارج فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں اس کو مبغوض بنا دیں گے۔

ف: اسی پر اس شخص کو بھی قیاس کر لینا چاہئے جس نے بیت المقدس

یاحرم نبوی میں اقامت اختیار کی، تو اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ اللہ جل شانہ، سے ہی نسبت و تعلق رکھے اور گناہ سے بچے۔ (مرتب)

اور فرماتے تھے کہ گم شدہ چیز کے ملنے کیلئے جس کا میں نے تجربہ کیا ہے یہ ہے

اَللّٰهُمَّ يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِجْمَعْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ ضَالَّتِيْ

اور اس سے پہلے سورۂ والضحیٰ تین مرتبہ پڑھے۔

فرماتے تھے کہ میرا ایک نگینہ دریائے دجلہ میں گر گیا تو انہی کلمات کے ذریعہ میں نے دعا کی تو اس نگینہ کو ان اوراق میں پایا جن کو الٹ پلٹ رہا تھا۔

آپ سے اس حدیث تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمایا کہ مراد اس تفکر سے اپنے نفس کو بھلانا ہے۔

(طبقات ص۱۰۱)

وفات آپ کا انتقال ۳۴۸ھ میں ہوا۔ اس وقت حرم میں تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (حوالہ بالا)

حضرت ابوالحسن ابن احمد البوسنجی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام علی، والد کا نام احمد، دادا کا نام سہل کنیت ابوالحسن۔

حالات آپ نے ابوعثمان سے ملاقات کی اور عراق میں ابن عطا وجریری کی صحبت میں رہے اور شام میں طاہر مقدسی اور ابوعمرو دمشقی کی صحبت میں رہے

ارشادات آپ سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کیا چیز ہے؟ تو فرمایا کہ آجکل تو تصوف کا بس نام ہی نام ہے۔ حقیقت نہیں۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے فقط نام نہیں۔

ف : یہ چوتھی صدی کے تصوف کا حال بیان فرمارہے ہیں۔ رہا اب کا تصوف تو اس کا پوچھنا ہی نہیں ہے کہ حقیقت سے کتنا دور ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: جس کا باطن اس کے ظاہر سے افضل ہو تو وہ ولی ہے۔ اور جس کا ظاہر وباطن برابر ہو تو وہ عالم ہے۔ اور جس کا ظاہر اس کے باطن سے افضل ہو تو وہ جاہل ہے۔ اس لئے وہ اپنی ذات سے تو انصاف کا طالب نہ ہوگا مگر خود دوسروں سے انصاف کا طالب ہوگا۔ (طبقات ج ۱ ص۱۰۳)

آپ سے مروت کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا کہ مروت ان چیزوں کے استعمال کو ترک کر دینے کا نام ہے جو شریعت کے اعتبار سے کراماً کاتبین کے دیوان میں حرام لکھی ہوئی ہیں۔

ایک شخص نے ان سے دعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے آزمائش سے بچائے۔ (ترجمہ رسالہ قشیریہ ص۱۱۷)

وفات آپ کی وفات ۳۴۸ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (حلیۃ الاولیاء ص۳۴ھ)

حضرت ابو عبداللہ محمد بن احمد بن سالم البصریؒ

نام ونسب نام محمد کنیت ابو عبداللہ، والد کا نام احمد بن سالم ہے سہل بن عبداللہ تستریؒ کے صاحب اور ان کے راوی ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور شیخ کی طرف منسوب نہیں ہیں۔ آپ اہل اجتہاد میں سے تھے اور آپ کا طریقہ آپ کے استاذ سہل کا طریقہ تھا۔

ارشادات فرماتے تھے کہ جو شخص توکل کی طاقت رکھتا ہے اس کیلئے کسب کسی طرح مباح نہیں ہے۔ ہاں اگر معاونت کے طور پر کسب کرے اس پر اعتماد نہ ہو تو خیر ٹھیک ہے۔ توکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال ہے اور کسب آپ کی سنت ہے۔ پس جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حال توکل پر قادر نہیں ہے تو اسکو کسب اختیار کرنا چاہئے، تاکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجہ سے ساقط نہ ہو جیسا کہ حال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ساقط ہو چکا ہے۔

ف: سبحان اللہ! کیسی عمدہ بات ارشاد فرمائی۔ (مرتب)

آپ سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں کے درمیان کن باتوں سے اولیاء اللہ پہچانے جاتے ہیں؟ تو فرمایا، اپنی زبان کی نرمی اور عذر کرنے والوں کے عذر کو قبول کرنے اور تمام مخلوق خواہ نیک ہوں یا بد ان سب پر شفقت عمومی کے ذریعہ پہچانے جاتے ہیں۔

ف: سبحان اللہ اولیاء کی کیسی پہچان بتلائی۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے عیوب مستور رہیں اور اس کی ہتک عزت نہ ہو، تو چاہئے کہ اس پر جو زیادتی کرے اس کے مقابلہ میں

حلم و بردباری اختیار کرے اور جو مال و دولت اس کی ملک میں ہے اس کو لوگوں پر خرچ کرے۔

ف: سبحان اللہ کیسی حکمت کی بات ارشاد فرمائی۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ عاقل کی شان یہ ہے کہ دنیاداروں سے کنارہ کش رہے ورنہ تو دنیا کے مال و متاع جس میں وہ لوگ مشغول ہیں اس کا ذکر کر کر کے اس کی مصالح دینیہ و دنیویہ جن میں وہ مصروف ہے ان سے اس کا رخ ہی پھیر دیں گے (اور اسے کہیں کا نہ چھوڑیں گے۔) (طبقات ج ۱ ص ۱۰۱)

ف: چنانچہ ایسا بہت ہو رہا ہے کہ دنیاداروں کی مصاحبت کی وجہ سے خدام دین خدمتِ دین کا مشغلہ چھوڑ چھوڑ کر دنیوی مشاغل میں مشغول ہو رہے ہیں۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ قلب سے ریا کی تاریکی اخلاص سے دور ہوتی ہے اور اسی طرح جھوٹ کی تاریکی سچائی کی نور سے دفع ہو جاتی ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ کسی کا اپنے دوست کے حسن و خوبی پر نظر رکھنا دوستی کی علامت ہے۔

ف: صحیح بات یہی ہے کہ دوست کو اپنے دوست کی برائیوں اور خامیوں پر نظر رکھنی ہی نہ چاہیے، بلکہ اس کی خوبیوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

وفات آپ کا انتقال ۳۵۰ھ کے بعد ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۱۴۴ ج ۲)

حضرت ابو عبداللہ محمد بن الحسن الروغندیؒ

نام ونسب نام محمد، والد کا نام حسن، کنیت ابو عبداللہ ہے آپ کا تعلق مشائخ کے پانچویں طبقہ سے ہے۔ آپ طوس کے اکابر مشائخ سے ہیں۔ آپ ابو عثمان حیری اور ان کے مشائخ کی صحبت میں رہے ہیں۔ طریقت میں یگانۂ روزگار تھے، ان کی کرامات ظاہر و باہر تھیں۔ صاحب تجرید بلند حال اور عالی ہمت بزرگ تھے۔

ارشادات فرماتے تھے کہ طوبیٰ لمن لم یکن له وسیلة إلیه غیرہ کا خوش بختی ہے اس شخص کے لئے جس کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سوائے اس کی ذات کے اور کوئی نہ ہو۔

ف: مگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اس سے مستثنیٰ ہے (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ د ترك الدنیا للدنیا من جمیع الدنیا یعنی دنیا کا ترک دنیا کی خاطر دنیا ہی ہے۔

ف: معلوم ہوا کہ یہ بھی تحصیل دنیا کا ایک بہانہ ہے تاکہ لوگ تارک دنیا سمجھ کر مزید دنیا سے مالامال کریں۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ خدمت میں امتیاز نہ برتو کیونکہ جن لوگوں کی تم امتیازی خدمت کرنا چاہتے ہو وہ لوگ ظاہر نہیں ہوتے پس بلا امتیاز سب کی خدمت کرو تاکہ جن کی خدمت کرنا چاہتے ہو ان کی خدمت ہو جائے۔ اور تمہاری مراد حاصل ہو جائے۔ (نفحات الانس ص ۴۹۲)

فرماتے تھے کہ جس نے اللہ تعالےٰ کے حق کو اپنی صغر سنی میں ضائع کیا تو اللہ تعالیٰ

اس کو اس کے بڑھاپے میں ذلیل فرما دیں گے۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ اس وقت ہے جبکہ اس نے توبہ مقبول نہ کی ہو۔ اور اللہ تعالے کے ذلیل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا وہ مستحق ہو جاتا ہے مگر ضروری نہیں کہ ذلیل ہو ہی جائے بلکہ کبھی کبھی اس کا وقوع نہیں بھی ہوتا۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالے اپنے بندوں پر بقدر ان کی معرفت کے بلاء نازل فرماتے ہیں تاکہ اس کی معرفت اسکی بلاء کے صبر پر معین ہو۔ پس معرفت کے لحاظ سے جو اعلیٰ ہوگا وہ بلاء کے لحاظ سے زیادہ ہوگا۔ اور جو معرفت میں کم ہوگا وہ بلاء میں بھی کم ہوگا۔ (طبقات ج ۱ ص۱۰۶)

وفات آپ کا انتقال ۳۵۰ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حوالہ بالا)

حضرت ابو محمد عبداللہ بن محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب نام عبداللہ، کنیت ابو محمد، والد کا نام محمد رازی ہے۔

تعارف آپ کی ولادت ونشوونما نیشاپور میں ہوئی۔ آپ ابو عثمان حیری رح، جنید بغدادی رح، یوسف بن حسین رح اور رویم رح وغیرہ کی صحبت میں رہے۔ (طبقات ص۱۰۲)

آپ حداد سے مشہور ہیں، آپ نہایت گوشہ نشین تھے اور محبوب حقیقی کی محبت میں غرق رہتے تھے۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ عبادات کو علماء دین جانتے ہیں اور اشارات کو حکماء امت سمجھتے ہیں اور لطائف تک عقلائے

شریعت و طریقت پہونچتے ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ صبر کی علامت شکایت کو ترک کرنا ہے۔ اور نقصانات اور پریشانیوں کو غیروں سے چھپانا ہے

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی علامت غیروں سے اسرار کو پوشیدہ رکھنا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ حال کے اعتبار سے سب سے بہتر بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنے اوپر دیکھے جس کی درجہ سے اس کو معرفت اور قرب الٰہی کا مقام حاصل ہوگا

آپ فرماتے تھے کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اس کا خیال کرے کہ اسکی نماز اور تسبیح وغیرہ اس قابل نہیں کہ وہ بارگاہ الٰہی میں پیش کی جاسکے، اگر فضل الٰہی نہ ہو۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۳۸۱)

ف: اسی کو مرشدی حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ یوں بیان فرماتے ہیں

قبول کرلیں تو سمجھیں کہ ہم بھی مخلص ہیں

کیے ہیں پیش دل و جاں کے ہم نے نذرانے (مرتب)

آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیا بات ہے کہ لوگ اپنے عیوب کو جانتے ہیں پھر بھی اس کو محبوب رکھتے ہیں، نہ اس کو چھوڑتے ہیں اور نہ صحیح طریق اختیار کرتے ہیں؟ تو فرمایا یہ اس لئے کہ لوگ علم پر عمل کرنے کے بجائے اس پر ناز کرنے لگے اور ظاہری بحثوں میں ایسا مشغول ہوئے کہ باطن سے متعلق بحثوں کو ترک ہی کردیا تو پھر اللہ تعالےٰ نے بھی صحیح و درست راستہ کے دیکھنے سے ان کے دلوں کو اندھا بنادیا اور عبادت سے انکے اعضاء کو روک دیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (طبقات ج ص ۱۰۲)

وفات | آپ کی وفات ۳۵۳ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (طبقات ص ۱۰۲)

حضرت ابوالحسن علی بن بندار الصوفیؒ

نام ونسب نام علی ، والد کا نام بندار ، کنیت ابوالحسن .

تعارف آپ نیشاپور کے متاخرین صوفیہ میں سے ہیں اور آپ کا شمار عظیم صوفیا میں سے ہوتا ہے۔ آپ شیخ ابوعثمان حیریؒ اور شیخ محفوظ کی صحبت میں رہے اور ملک شام میں شیخ طاہر مقدسی ابن جلاء شیخ ابونصرؒ سے فیض حاصل کیا، آپ کو کثرت حدیثیں یاد تھیں ۔ آپ بہت ثقہ تھے۔ علم حدیث پر گہری نظر تھی۔ (نفحات الانس ص۲۸۸)

ارشادات آپ سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ مخلوق کو اپنی نظروں سے ظاہراً و باطناً گرادینا ہے۔

ف : یعنی ان کے نفع ضرر کی طرف التفات نہ رہ جائے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو نفع رسِ کارساز سمجھے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ فقیر اس وقت کامل ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے فقر کو چھپاتا ہے اور اپنے بھائیوں سے اس فقر پر رضا و انس و فرح کو بھی مخفی رکھتا ہے۔

فرماتے تھے کہ جب ہمارے جیسے لوگ اس زمانہ میں صلاح کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں تو پھر اب صلاح کی کیسے توقع کی جائے۔ اور آپ کا یہ حال تھا کہ جب کوئی کسی بزرگ کی زیارت کر کے آتا جس سے آپ نہ ملے ہوتے تو اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے اور اس کے پیچھے پیچھے چلتے، اور فرماتے کہ بھائی! تم فلاں بزرگ سے مل کر آئے ہو اور میں ان کی زیارت سے محروم ہوں (اسلئے

تم محترم اور قابل تعظیم ہو۔) (طبقات ج ۱ ص ۱۰۱)

ف: سبحان اللہ پہلے لوگوں کو بزرگوں سے کیسی عقیدت تھی جواب عنقا ہوتی جارہی ہے، اس میں غایت تواضع اور فروتنی بھی ہے کہ کسی بزرگ کی عقیدت کے بناء پر ایسے شخص کا اکرام فرماتے تھے۔ مگر اب تو جو لوگ حج وعمرہ کے سفر سے آتے ہیں ان کی زیارت تک کی کلفت و زحمت کو گوارا نہیں کرتے حالانکہ وہ شعائر اللہ یعنی مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہو کر آئے ہیں، ان کی عظمت کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے۔ (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ مخلوق کی مخالفت سے دور رہو، حق تعالیٰ جس کی بندگی سے راضی ہے اس سے تم کو خوش رہنا چاہیے۔ فرماتے تھے کہ خلق کے ساتھ مشغولیت سے بچو اسلئے کہ اس زمانہ میں خلق کے ساتھ مشغولیت سودمند نہیں ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ بہانہ کرنے سے بچو اس سے حقیقت میں اضافہ ہوگا اور حقیقت سے ہی کام ہوگا۔

وفات آپ کا انتقال ۳۵۹ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (نفحات الانس ص ۲۸۸)

حضرت ابوالقاسم ابراہیم بن محمد النصرابادی

نام ونسب نام ابراہیم، والد کا نام محمد، دادا کا نام محمود کنیت ابوالقاسم۔

تعارف عام طور پر آپ نصرآبادی کی طرف نسبت سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کی جائے پیدائش نیشاپور ہے۔ آپ اپنے زمانے میں تصوف کے علوم ومعارف کے شیخ تھے۔ اس کے علاوہ دیگر علوم میں

آپ کو تبحر دکمال حاصل تھا۔ حدیث شریف اور علم تاریخ کے حافظ تھے۔ علوم معرفت کے ساتھ آپ کو خصوصی لگاؤ تھا۔ آپ شیخ ابراہیم شیبانی رحؒ کے شاگرد تھے۔ اور شیخ ابو علی رودباری، شیخ مرتعش، شیخ ابوبکر طاہر قدس اللہ اسرارہم کی صحبت میں فیضیاب ہوئے تھے۔

آپ آخر عمر میں مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔ شیخ عثمان مغربی جب آپ کے استقبال کے لئے سامنے آئے تو انہوں نے خوش طبعی سے فرمایا کہ مکہ میں تمھاری کیا گنجائش ہے۔ شیخ نصر آبادی نے جواب دیا کہ تمھارا یہاں کیا کام ہے۔ یہ میری جگہ ہے۔ اس بات کو تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ ایسا اتفاق ہوا کہ ابو عثمان تو مکہ مکرمہ سے نیشاپور چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوگیا۔ اور شیخ ابوالقاسم مکہ میں مقیم ہو گئے۔

ارشادات آپ فرماتے تھے کہ تجھ پر جب اللہ تعالیٰ کی تجلیات سے کوئی تجلی ظاہر ہو تو اس حال میں جنت یا دوزخ کی طرف التفات نہ کر بلکہ دل میں ان کا خیال بھی نہ آنے دے اور جب اس حال سے لوٹے جسکی اللہ تعالیٰ نے تعظیم کی ہے تو بھی اس کی تعظیم کرو۔ (یعنی جنت و دوزخ وغیرہ)

آپ فرماتے تھے کہ جس کی رغبت بخشش کی طرف ہو اس کی کوئی مقدرت اور عزت نہیں ہے۔ اور جس کی رغبت معطی (دینے والے) کی طرف ہو تو وہی درحقیقت باعزت ہے۔ (لمحات الانس صہ ۴۵۱)

فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص زاہد مشہور ہونے لگے تو ادب یہ ہے کہ دنیا کا کچھ سامان لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنے پاس رہنے دے تاکہ اس کی شہرت ختم ہو جائے اس لئے کہ کام کرنے کا مدار تو دل پر ہے۔ (اعیان الحجاج صہ ۲۹/۲)

ف : اس قول سے معلوم ہوا کہ اگر دل میں زہد ہے تو درحقیقت وہی زہد ہے اور اسی کا عنداللہ اعتبار ہے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

آپ سے کہا گیا کہ بعض لوگ عورتوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے دیکھنے کے فتنہ سے وہ مامون ہیں۔ تو فرمایا کہ جب تک بندے کا جسم باقی ہے وہ امر و نہی کا مخاطب ہے خصوصاً مجرد یعنی غیر شادی شدہ شخص تو مزید احتیاط کا مکلّف ہے۔

ف : اس سے معلوم ہوا کہ از روئے شریعت یہ عذر صحیح نہیں ہے لہٰذا ایسی مجلسوں سے سبھی کو پرہیز کرنا ضروری ہے خاص طور پر وہ حضرات جو مجرد یعنی غیر شادی شدہ ہیں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: جذب بہ نسبت سلوک کے زیادہ تیز رو ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جذبۂ اعمال ثقلین (دونوں جہاں) سے بڑھ کر ہے۔

فرماتے تھے کہ: اصل تصوف کتاب و سنت کی ملازمت اور ہوائے نفسانی و بدعات کا ترک کرنا ہے۔ نیز حرمات مشائخ کی تعظیم اور مخلوق کے اعذار کو قبول کرنا ہے۔ نیز اوراد و وظائف پر مداومت اختیار کرنا اور تاویلات اور رخصتوں کو ترک کرنا ہے۔ اور جو شخص اس طریق سے بھٹکے گا وہ مردانِ خدا کے مقام سے ساقط ہو جائے گا۔

ف : ہر مسلمان خصوصاً اہل سلوک و تصوف کو اسے پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: اولیاء کی نہایت انبیاء علیہم السلام کی بدایت ہے۔ (طبقات ص۵۰۱)

وفات طبقات میں ہے کہ آپ کی وفات ۳۶۷ھ میں ہوئی اور صاحب نفحات الانس نے ۲۷ سنہ ھ لکھا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت عبداللہ ابو محمد راسبی قدس سرہ

نام و نسب نام عبداللہ ۔ والد کا نام محمد ۔ کنیت ابو محمد ہے ۔

تعارف آپ کا تعلق صوفیہ کے پانچویں طبقہ سے ہے اور آپ بغداد کے کبار مشائخ میں سے ہیں۔ آپ پہلے شیخ عطا محمد جریری کی صحبت میں رہے پھر شام کی طرف چلے گئے اور پھر وہاں سے بغداد تشریف لے گئے۔

ارشادات فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قلب کو تقویٰ کیلئے منتخب فرماتے ہیں تو حُبِّ دنیا اور شہوات کی محبت اس سے رخصت ہو جاتی ہے اور وہ بہت سی مغیبات سے مطلع ہو جاتا ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنے تقویٰ کے ساتھ خاص نہیں فرماتے تو وہ حبِّ دنیا ہی میں پھنسا رہ جاتا ہے اور مغیبات سے محجوب رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ (یعنی تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں) اس میں دو ارادوں کا اجتماع ہے۔ پس جو شخص دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو آخرت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور جو بندہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قرب کی طرف بلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا (اور جو شخص آخرت (کے ثواب) کی نیت رکھے گا اور اس کیلئے جیسی سعی کرنی چاہیے ویسی ہی سعی بھی کریگا بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو، سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی)

اور سعی مشکور یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب و قبول کے انتہائی درجات تک پہنچ جائے۔ فرماتے تھے کہ بلاء عظیم سے یہ بات ہے کہ تم کو ایسے آدمی کی صحبت اختیار کرنی پڑے جو تمھاری موافقت نہیں کرتا اور تم اس کے چھوڑنے پر قادر نہ ہو۔

ف: سبحان اللہ کیا خوب بات ارشاد فرمائی جس میں عام ابتلاء ہے (مرتب) (طبقات ص۱۱۵)

وفات: صاحب طبقات نے آپ کی وفات ۳۶۷ھ میں درج کیا ہے اور صاحب نفحات الانس نے ۳۷۸ھ تحریر کیا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

حضرت ابو عثمان سعید بن سلام المغربی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب: نام سعید، والد کا نام سلام کنیت ابو عثمان ہے۔

تعارف: آپ اپنے عہد کے امام و پیشوا اور شیخ الصوفیہ تھے۔ سلمی نے کہا کہ ان کے طریقے پر ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اور ان جیسا بلند حال اور میں نے اوقات کی حفاظت کرنے والا اور کسی کو نہیں دیکھا۔

خطیب نے کہا کہ آپ کبائر مشائخ میں تھے اور آپ صاحب احوال تھے اور آپ کی بہت سی کرامات ہیں، (سیر اعلام النبلاء ص۳۲۲/۱۶)

آپ مدتوں حرم شریف میں رہے۔ آپ کے شیخ ابو علی ابن کاتب تھے۔ آپ حبیب مصری رحمۃ اللہ علیہ اور ابو عمر زجاجی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ نیشاپور میں تشریف لائے۔ (طبقات)

ارشادات: فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے اعضاء کو اوامر الٰہیہ کے تحت کر دے تو وہ

دائمی اعتکاف میں ہے۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا امتحان لینا چاہا تو ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط فرما دیا تا کہ ان کے صبر کو دیکھیں۔ پس اگر انھوں نے اپنے دشمنوں کی بلاؤں پر صبر کیا تو ان کو اپنے علم سے معزز فرماتے ہیں اور اپنے وصل کی بشارت سناتے ہیں اور اپنے جوار میں جگہ دیتے ہیں اور اپنے مشاہدہ کی نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں اور اپنے ذکر سے متلذذ فرماتے ہیں اور اپنی معرفت سے بہرہ ور فرماتے ہیں اور ان کو امام بنا دیتے ہیں جن کی اقتدار کی جاتی ہے اور اپنے بندوں کی نجات کا ذریعہ بنا دیتے ہیں اور اپنی زمین میں اس کے وجود کو سراسر رحمت قرار دیتے ہیں۔

حدیث پاک "اَکْثَرُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ بُلْہٌ" (یعنی اکثر اہل جنت بھولے بھالے ہیں) کا مطلب یہ بیان فرماتے تھے کہ دنیا میں تو بھولے ہونگے مگر اپنی آخرت میں نہایت عاقل و دانشمند ہوں گے۔

فرماتے تھے کہ: جو شخص اہل اللہ کی مصاحبت پر اغنیاء کی صحبت کو ترجیح دے گا تو اللہ تعالےٰ اسکو موتِ قلب میں مبتلا کر دے گا۔

فرماتے تھے کہ: عاصی مدّعی سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ عاصی طریق توبہ کا طالب ہے بخلاف مدّعی کے کہ وہ اپنے دعوئ کے خیال میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے۔ فرماتے تھے کہ: ولی مستور تو ہوتا ہے مگر مفتون نہیں ہوتا۔ (طبقات ص۱۰۵)

ف: سبحان اللہ، کیسی عمدہ بات ارشاد فرمائی۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۳۷۳ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

(حوالہ بالا)

حضرت ابوعبداللہ محمد بن الفضل البلخیؒ

نام ونسب نام محمد، کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام فضل البلخی ہے۔

تعارف آپ امام وقت، بڑے زاہد اور علامہ تھے، آپ اصل میں بلخ کے تھے مگر مذہبی اختلاف کی وجہ سے وہاں سے نکال دیئے گئے تو سمرقند آگئے اور اسی کو وطن بنا لیا۔ احمد بن خضرویہ اور دوسرے بزرگوں کی صحبت میں رہے۔ ابوعثمان حیریؒ کا انکی طرف بہت میلان تھا۔

ارشادات آپ نے بدبختی کی تین علامتیں بیان فرمائیں۔
(۱) کسی انسان کو علم دیا گیا ہو مگر عمل سے محروم ہو۔
(۲) کسی انسان کو عمل دیا گیا ہو مگر اخلاص سے محروم ہو۔
(۳) کسی کو صالحین کی صحبت نصیب ہو مگر وہ ان کا احترام نہ کرتا ہو۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ علم، عمل اور صحبت اسی وقت مفید ہوں گے جب علم کے ساتھ عمل ہو اور عمل کے ساتھ اخلاص ہو اور صحبت کے ساتھ صالحین کا احترام بھی ہو ورنہ ضرر کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ آمین (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ چار قسم کے لوگوں سے اسلام چلا جاتا ہے (۱) جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتے (۲) جو ایسے کام کرتے ہیں جس کا انہیں علم نہیں (۳) نہ ان باتوں کو سیکھتے ہیں جن کا انہیں علم نہیں (۴) اور لوگوں کو سیکھنے سے روکتے ہیں۔

ف: یعنی علم وعمل کی باتوں سے روکنا کس قدر بدبختی کی بات ہے
اسلام کی تباہی کے کتنے اہم اسباب بیان فرمائے جو نہایت
نصیحت آمیز وبصیرت افروز ہیں۔ (مرتب)

(تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ص۹۳) (الرسالۃ القشیریہ)

فرماتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ بہت سے جنگل بیابان قطع کر کے کعبہ وحرم تک پہنچتے ہیں اس لئے کہ وہاں پر انبیاء علیہم السلام کے آثار ہیں۔ تو آخر کیوں نہیں اپنے نفس وہوی کو قطع کر کے قلب تک پہنچتے؟ اس لئے کہ اس میں تو اس کے رب عزّوجل کے بے شمار آثار ہیں

ف: اس ارشاد میں حرم تک پہنچنے پر نکیر نہیں ہے بلکہ شیخ نے ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر قلب کی طرف متوجہ نہ ہونے پر نکیر فرمایا ہے تاکہ آثار رب کے ملاحظہ سے محروم نہ رہ جائیں۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ: کسی مرید کو دیکھو کہ دنیا اور اس کے سامانوں کو جمع کرنے میں ترقی کر رہا ہے تو سمجھ لو یہ اس کے ادبار و بدبختی کی علامت ہے۔

مروی ہے کہ جب اہل بلخ نے ان کو بلخ سے نکالا تو ان پر بددعا فرمادی کہ اے اللہ! ان کو صدق سے محروم فرمادیجئے۔ چنانچہ بلخ میں پھر کوئی صدیق پیدا نہ ہوا۔ ف: اس لئے بزرگوں کی بددعا سے بچنا چاہئے۔ (مرتب)

(طبقات ج ۱ ص۷۶)

وفات آپ کی وفات ۳۹۱ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (مرتب)

حضرت محمد بن عمر الحکیم الورّاق رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب نام محمد، والد کا نام عمر حکیم، کنیت ابو بکر ہے۔

تعارف آپ کا تعلق طبقہ دوم کے مشائخ سے ہے۔ آپ نے بلخ میں اقامت اختیار کر لی تھی حالانکہ آپ اصلاً ترمذ کے رہنے والے تھے اور آپ کا مزار بھی ترمذ ہی میں ہے۔ آپ مشہور محدث ابو عیسیٰ ترمذی کے ماموں ہیں اور آپ خود بھی صاحب مسند ہیں۔ (نفحات الانس ص۳)

آپ نے احمد ابن خضرویہ سے ملاقات کی ہے۔ محمد بن سعد الزاہد اور محمد ابن بلخی کی صحبت میں رہے ہیں۔ ریاضات، آداب و معاملات میں آپ کی بہت سی مشہور تصانیف ہیں۔

ارشادات فرماتے تھے کہ، اگر طمع (لالچ) سے کہا جائے کہ تمھارا باپ کون ہے تو کہے گی کہ اللہ تعالیٰ کی قدر میں شک و شبہہ۔ اور اگر اس سے دریافت کیا جائے کہ تمھاری حرفت کیا ہے تو جواب دیگی کہ ذلت کا اکتساب (کمائی) اور اگر سوال کیا جائے کہ تمھارا انجام کیا ہے تو کہے گی کہ حرمان۔

اپنے اصحاب کو سیر و سیاحت سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہر خیر و برکت کی کلید اپنے موضع ارادت میں جم کر بیٹھنا ہے یہاں تک کہ تمھاری ارادت صحیح ہو جائے۔ پس جب تمھاری ارادت صحیح ہو جائے گی تو برکت کی ابتدائی چیزیں تم پر ظاہر ہوں گی۔

ف : حضرت شیخ فرید الدین عطار رح فرماتے ہیں ؎

در ارادت باش صادق اے فرید تا بیابی گنج عرفاں را کلید

(یعنی اے فرید! ارادت میں صادق رہو، تاکہ گنج عرفاں کی کلید تم کو نصیب ہو) (مرتب)

آپ فرماتے تھے کہ، لوگ تین قسم کے ہیں۔ علماء، فقراء، امراء، پس امراء میں جب خرابی آئے گی تو امور معاش میں تباہی آجائے گی۔ اور جب علماء میں فساد آئے گا تو طاعات میں خلل آجائے گا۔ اور جب درویش بگڑیں گے تو پھر اخلاق میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ **ف:** معلوم ہوا کہ شریعت طریقت کی صلاح و فلاح ان تینوں جماعتوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح و سالم رکھے۔ آمین! (مرتب)

فرماتے تھے کہ جس نے علم کلام پر اکتفا کیا اور زہد و فقہ حاصل نہ کیا تو وہ زندیق ہو گیا۔ اور جس نے زہد اختیار کیا مگر علم کلام و فقہ حاصل نہ کیا تو وہ بدعتی ہو گیا۔ اور جس نے صرف فقہ پر اکتفا کیا زہد و ورع سے دور رہا تو وہ فاسق ہوا۔ اور جس نے ان تینوں کو جمع کر لیا تو وہ نجات پا گیا۔

فرماتے تھے کہ، فاسقوں کی شکستگی و فروتنی (عاجزی ۱۲) مطیعین کی صولت (شان و شوکت ۱۲) و نخوت (تکبر ۱۲) سے افضل ہے۔

فرماتے تھے کہ عوام الناس میں سے وہ لوگ ہیں جن کے سینے (کینہ وغیرہ سے) سالم ہوں اور ان کے اعمال نیک و صالح ہوں، اور انکی زبانیں و شرمگاہیں پاک و صاف ہوں۔ پس اگر یہ صفات ان میں نہ ہوں تو پھر وہ لوگ عوام نہیں بلکہ فرعون ہیں۔

ف: یہ عوام الناس کی صفات ہیں جن سے اِس زمانہ کے خواص بھی عاری نظر آتے ہیں، اِلّا ماشاء اللہ تعالیٰ (مرتب)

فرماتے تھے کہ، جب علماء کے اندر فساد آجائے گا تو فسّاق صالحین پر اور

کفار مسلمانوں پر، جھوٹے سچوں پر اور ریاکار و منافق مخلصین پر غالب آجائیں گے، جس کی وجہ سے دین برباد ہوجائیگا۔ اس لئے کہ علماء ہی تو زمام ہیں پس جب ان میں فساد آجائے گا تو پھر فساد عام ہوجائے گا۔

ف: جیسا کہ ہمارے زمانہ میں اس کا مشاہدہ ہورہا ہے۔ (مرتب)

فرماتے تھے کہ اختلاف عداوت کو ابھارتا ہے اور عداوت بلاء و مصیبت کا سبب ہے۔

ف: اس لئے حتی الوسع پہلے اختلاف ہی سے باز رہنا چاہئے تاکہ عداوت کا ظہور نہ ہو۔ (مرتب) فرماتے تھے کہ اگر زاہدوں کے طریقہ کا لطف حاصل کرنا چاہتے ہو تو حب ریاست اور لوگوں میں برتری سے پرہیز کرو۔ (طبقات ج ۱ ص)

وفات آپ کا انتقال ۳۹۶ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (کتاب الانساب ج ۴ ص ۲۶)

حضرت ابوزید مروزی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

محمد ابن احمد نام تھا، اپنے زمانہ میں شیخ الشافعیہ، اور فقہ کے علاوہ زہد و عبادت و تقویٰ و طہارت میں امام تھے۔ بزاز کا بیان ہے کہ میں نیشاپور سے مکہ تک سفر حج میں شیخ ابوزید کا رفیق و ہمرکاب رہا ہوں۔ اس دوران میں مجھے علم نہیں کہ فرشتہ نے ان کا کوئی گناہ لکھا ہو۔

ف: سبحان اللہ، ہمارے اکابر کیسے متقی و پارسا تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے تقویٰ و پارسائی سے ایک شمہ نصیب فرمائے۔ تاکہ اللہ کی رضا و خوشنودی سے بہرہ ور ہوں۔ (مرتب)

وفات آپ کی وفات ۳۷۱ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

(اعیان الحجاج ج ۲ ص ۲۳)

حضرت ابوالفتح علی بن محمد بن حسین البستی رحمہ اللہ

نام و نسب نام علی، کنیت ابوالفتح، والد کا نام محمد بن حسین ہے۔

ولادت آپ کی ولادت سنہ ۳۳۰ھ میں بست نامی شہر میں ہوئی۔

تعارف آپ مشہور محدث اور عربی زبان کے ادیب و شاعر تھے۔ فقہ شافعی میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کے شیخ حافظ ابن حبان رح البستی ہیں اور حافظ ابوسلیمان الخطابی رح البستی آپ کے دوستوں میں اور صاحب مستدرک حاکم نیشاپوری رح آپ کے تلامذہ میں ہیں۔

تصنیف لطیف آپ بہت عمدہ اشعار کہتے تھے۔ آپ کا دیوان بھی مطبوع ہے نثر میں بھی بہت موعظت و حکمت کی باتیں تحریر فرمائی ہیں۔ آپ کا مشہور قصیدہ "قصیدہ عنوان الحکم" ہے۔ مشرق و مغرب میں اس کی خوب شہرت ہوئی اور آج تک اس سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔

بہت سے علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس قصیدہ میں جس فصاحت و بلاغت کے ساتھ اور شیریں انداز میں نصائح پیش کئے ہیں وہ مصنف علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق یاقوت و مرجان جیسے قیمتی ہیں۔ شام کے مشہور عالم اور محقق شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رح نے اپنی کتاب "آداب الاسلام" کے آخر میں بہترین تعلیقات و توضیحات کے ساتھ اس قصیدہ کو شائع کر کے علماء و طلباء کے لئے قیمتی ہدیہ پیش فرمایا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

سعادت مشفقی المکرم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم نے قصیدہ "عنوان الحکم" کا اردو ترجمہ مختصر تشریح نہایت عرق ریزی سے کر دیا ہے۔ آپ خالص علمی مذاق اور باطنی علوم ومعارف سے خاصا ذوق ومناسبت رکھتے ہیں اور عربی واردو دونوں زبانوں کے مقبول ادیب ہیں۔

آپ نے اپنے ترجمہ کا نام "مکارم الشیم" تجویز کیا ہے جو ترسٹھ ۶۳ اشعار کی شرح پر مشتمل ہے۔ اس حقیر نے اس میں سے چھبیس ۲۶ اشعار کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

۱— زیادۃُ المرءِ فی دنیاہ نقصانُ
وربحہ غیر محض الخیر خسرانُ

"انسان کی دنیوی زیادتی اور منافع اگر وہ خیر محض نہ ہوں تو نقصان اور خسران ہی ہے۔"

مطلب یہ کہ انسان دنیوی زندگی میں چاہے جتنی مال ودولت کی وسعت حاصل کرے، اگر اس پر خیر کا پہلو غالب نہ ہو تو اس پر دنیا کی زیادتی آخر میں بجائے نفع کے نقصان کا باعث ہو گی۔

۲— وکلُّ وجدان حظٍّ لاثبات لہ
فانّ معناہ فی التحقیق فقدانُ

"ہر ایسے فائدے کا حصول جس میں دوام وثبات نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقت میں گمشدگی ہے۔"

ہر خیر اور اچھی چیز جو انسان اس دنیا میں حاصل کرتا ہے، اگر اسکے

ذریعہ وہ آخرت کی کامیابی اور وہاں کا اجر و ثواب نہیں کماتا تو ایسی چیز اس کے لئے یقیناً فقدان ہوگا۔ گمشدگی ہے نہ کہ پانا۔

۳۔ یا عامرًا لخرابِ الدّارِ مجتهدًا
باللہ هل لخرابِ العُمْرِ عُمرانُ؟

"اے وہ شخص جو برباد ہونے والے گھر کو محنت کر کے آباد کر رہا ہے، تجھے خدا کی قسم! کیا عمر کی بربادی میں کبھی آبادی ہو سکتی ہے؟"

یعنی جو آدمی اپنی زندگی کی پوری قوت و صلاحیت دنیا کی آبادی کے لئے صرف کرتا ہے اور آخرت کی فکر نہیں کرتا تو گویا وہ اپنی عزیز عمر کو برباد کر رہا ہے اس لئے شاعر سوال کرتا ہے کہ عمر کی تباہی اور بربادی کے بعد بھی کوئی آبادی ہو سکتی ہے؟

۴۔ ویا حریصًا علی الاموالِ تجمعُها
أنسیتَ أنَّ سُرورَ المالِ احزانُ؟

"اے مال کے حریص جس کو جمع کر رہا ہے، تجھ سے یہ بات فراموش ہو گئی کہ مال کی خوشی کا انجام غم ہی ہے۔"

یعنی تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ مال کے حقوق و واجبات اگر ادا نہ ہوئے تو مال تیرے لئے مسرتوں کی جگہ غموں کا باعث ہوگا۔

۵۔ زَعِ الفؤادَ عن الدنیا و زینتها
فصَفوُها کدرٌ والوصلُ هجرانُ

"اپنے دل کو دنیا اور اس کی زینت سے فارغ کر لے کیونکہ اس کا صاف ستھرا بھی گدلا ہے اور اس کا وصل بھی ہجر ہے۔" (یعنی جدائی ہے)

یعنی دنیا اور اس کی زینت سے دل کو فارغ رکھنا چاہیئے کیونکہ دنیا بظاہر چمک دار ہے مگر حقیقت میں وہ دھوکہ ہے۔ یہ دنیا تو کسی کے پاس باقی نہیں رہتی اس لئے اس کا وصل حقیقت میں جدائی ہے۔

۶۔ احسن إلی الناس تَسْتَعْبِدُ قُلوبَهُمْ
فطالما استَعْبَدَ الإنسان إحسانُ

"تو لوگوں کے ساتھ احسان کرتا رہ، ان کے دل جیت لے گا۔ اس لئے کہ بسا اوقات احسان نے انسان کو تابع دار بنا دیا ہے۔"

یعنی لوگوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کا معاملہ کرنے سے ان کی دوستی اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ آدمی احسان کرنے والے کے احسان کا تابع دار ہو جاتا ہے۔ عربی کی قدیم کہاوت ہے "جبلت القلوب علی حب من احسن الیها و بغض من اساء الیها۔ اردو شاعر نے کہا ہے۔

احسان سے مارا کرتے ہیں ٭ احسان سے جیتا کرتے ہیں۔

۷۔ أقبل علی النفسِ واستَکْمِلْ فضائلها
فانت بالنفس لا بالجسم إنسانُ

"تو اپنے نفس کی طرف توجہ کر اور اس کے فضائل کو مکمل کر۔ اس لئے کہ تیرا انسانی وجود روح کی وجہ سے ہے نہ کہ جسم کے سبب۔"

یعنی انسان میں اصل روح ہے اگر وہ درست ہو اور اسکا اندرون فضائل سے متصف ہو کر پاکیزہ بن جائے تو وہ صحیح معنی میں انسان کہلانے کے قابل ہوگا۔ ورنہ انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۸ ۔ وکن علی الدھر معوانًا لذی أملٍ
یرجو نداك فإنّ الحُرّ مِعوانُ

" ہر وہ شخص جو تیری عطاء و بخشش کا امیدوار ہو، اس کے لئے بہت زیادہ مددگار ہو جا، اس لئے کہ شریف آدمی محتاجوں کا بہت مددگار ہوتا ہے "

یعنی شریف آدمی کا کام یہ ہے کہ جو لوگ اس بخشش و مدد کی امید کرتے ہیں تو وہ ان کو مایوس نہیں کرتے، بلکہ حتی الامکان ہر ایک محتاج کی مدد کرتے ہیں۔ طاقت و وسعت کے باوجود ہاتھ روکے رکھنا بخل کا کام ہے۔

۹ ۔ واشدد یدیك بحبل اللّٰہ مُعتصِمًا
فإنه الرُّکنُ إن خانتك ارکانُ

" اپنے دونوں ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے اس لئے کہ جب (دنیا میں) دوسرے سہارے ٹوٹ جاتے ہیں تو وہی سہارا کام آتا ہے "

یعنی آدمی کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت پر ہی بھروسہ کر کے اس کی ذات عالی کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھنا چاہئے۔ آدمی دنیا میں بہت سے لوگوں کو اپنی پناہ گاہ سمجھتا ہے مگر وہ تکلیف کے وقت کچھ بھی مدد نہیں کرتے، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ وعلی اللّٰہ فتوکلوا ان کنتم مومنین۔

۱۰ ۔ من یتّقِ اللّٰہ یُحمَد فی عواقبِہ
ویکفِہ شرَّ من عزّوا ومن ھانُوا

" جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کا انجام بخیر ہوتا ہے اور یہ

تقویٰ اس کو ہر ذلیل و عزیز کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف و تقویٰ سے آدمی کا ہر کام اچھی طرح انجام پذیر ہوتا ہے۔ نہ تو اصحاب حکومت اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ غنڈے اذیت پہنچا سکتے ہیں۔

۱۱۔ من استعانَ بغیرِ اللّٰه فی طلَبٍ
فإن ناصرہ عَجزٌ و خِذلانٌ

"جس شخص نے بھی اپنی حاجت میں غیر اللہ سے مدد چاہی تو وہ اپنے مددگار کو ناکام اور عاجز ہی پائے گا"

یعنی آدمی کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی اپنی تمام حاجتیں مانگنی چاہئیں۔ غیر اللہ سے امید وابستہ کرنے کا انجام رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

۱۲۔ من کان للخیر منّاعاً فلیس له
علی الحقیقة إخوانٌ و أخدانٌ

"جو شخص بھی خیر و بھلائی کے کاموں میں مانع بنے گا، اس کا کوئی بھی حقیقی دوست و برادر نہیں ہوگا"

یعنی جو آدمی خیر کے کاموں میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو پھر اس کو سب لوگ حقارت ہی کی نظر سے دیکھیں گے۔ کوئی بھی اس کا دوست احباب نہیں ہو سکتا

۱۳۔ من کان للعقلِ سلطان علیه غدَا
وما علی نفسِهٖ للحرصِ سلطانٌ

"جس شخص نے بھی معاملات میں عقل کو غالب رکھا تو اس کے نفس

پر حرص کا جادو نہیں چلے گا۔"

یعنی آدمی ہر کام میں عقل سے کام لے کر اس کے اچھے برے ہونے کے بارے میں غور کرے تو حرص کی وجہ سے جو غلط کام انجام دیتا ہے اس سے محفوظ ہو جائے گا ورنہ آدمی حرص و جذبہ دنیوی کی وجہ سے حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔

۱۴۔ من عاشر الناس لاقیٰ منهم نصباً
لأن سوسهم بغیٌ وعدوانٌ

"جو بھی لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے گا تو ان کی طرف سے مشقتیں برداشت کرے گا۔ اس لئے کہ عام انسانوں کی طبیعتوں میں سرکشی اور دشمنی ہوتی ہے۔"

یعنی اس دنیا میں عام انسانوں کے مزاجوں میں چونکہ حسد، دشمنی وغیرہ صفات مذمومہ ہوتی ہیں اس لئے عام لوگوں کے ساتھ تعلقات میں ان کی طرف سے ایسی باتیں پیش آئیں گی جو آدمی کے لئے باعث اذیت ہوتی ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ ممکنہ حد تک تعلقات کم کئے جائیں۔

۱۵۔ من استشار صروف الدهر قام له
علی حقیقة طبع الدهر برهان

"جس نے بھی زمانہ کی گردشوں کی حقیقت معلوم کی تو اس کو زمانہ کے مزاج کی دلیل مل جائے گی۔"

یعنی آدمی اگر زمانہ کی گردشوں اور اس کے حوادث پر غور کرے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس دنیا میں کوئی بھی چیز قابل اعتماد نہیں اور

اس دنیا میں کسی چیز کو دوام و قرار نہیں ہے۔ یہاں حالات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ وتلك الايام نداولها بين الناس۔

١٦۔ من يَزرَعِ الشَّرَّ يَحصُدُ في عواقبه
نَدَامةً، ولِحَصْدِ الزَّرعِ إبّانُ

"جو بھی شر بوئے گا (برے کام کرے گا) اس کے انجام میں ندامت پائے گا۔ اور کھیتی کاٹنے کا ایک وقت تو ضرور آتا ہے۔"

یعنی دنیا میں اچھے برے اعمال کا بدلہ اس کے اعمال کے مطابق ہی پائے گا بھلائی کرے گا بھلائی پاوے گا، اور برائی کرے گا برائی ملے گی اس کو فارسی شاعر نے کہا ہے۔

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

جو بوئے سو کاٹے گا۔

١٧۔ من استنام الى الاشرار نام وفي
قميصهِ منهمُ صِلٌّ وثعبانُ

"جو شخص شریروں کی صحبت اختیار کرے گا تو وہ گویا ایسی حالت میں سو رہا ہے کہ اس کی قمیص میں زہریلے سانپ اور اژدہا ہیں۔"

یعنی جو بھی شریر لوگوں کی صحبت میں رہے گا، اس کو کسی طرح اور کسی وقت بھی نقصان پہنچے گا، جس طرح کوئی آدمی آستین میں سانپ لے کر سوئے گا تو اس کی ہلاکت کا سامان ہی لے کر وہ سوتا ہے۔ بس شریروں کی صحبت اسی طرح ہے۔

۱۸۔ ورافقِ الرِّفقَ فی کلِّ الامُورِ فلم
یندم رفیقٌ ولم یَذمُمہُ إنسانٌ

"ہر معاملہ میں نرمی اختیار کر اس لئے کہ نرم خو آدمی کبھی نادم نہیں ہوا اور نہ کسی انسان نے اس کی مذمت کی۔"

یعنی جس آدمی کی طبیعت میں نرمی ہوتی ہے وہ سب کے ساتھ نباہ کر لیتا ہے اور ایسی کوئی بات پیش نہیں آتی جس سے اس کو ندامت اٹھانی پڑے اور ایسے آدمی کی سب ہی لوگ تعریف کرتے ہیں۔ نرم خو انسان کی برائی کوئی نہیں کرتا۔

۱۹۔ أحسِنْ اذا کان امکانٌ ومَقدِرَۃٌ
فلن یدُومَ علی الاحسان امکانٌ

"جب تیرے پاس قدرت و امکان ہو تو احسان کا معاملہ کر لے۔ اس لئے کہ آدمی کو احسان کرنے کی قدرت ہمیشہ نہیں رہتی۔"

یعنی آدمی اللہ تعالیٰ کارِ خیر کی قدرت اور موقع نصیب فرما دے تو اس کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کے ساتھ احسان کرے۔ اس لئے کہ بہت سی مرتبہ آدمی کے حالات بدل جاتے ہیں اور پھر اس کے پاس احسان کرنے کے امکانات نہیں ہوتے۔ اس لئے موقع کو غنیمت سمجھ کر خیر کا عمل کرے۔

۲۰۔ دَعِ التکاسُلَ فی الخیراتِ تطلُبُھا
فلیس یَسْعدُ بالخیراتِ کسلانُ

"بھلائی کی تلاش و جستجو میں سستی نہ کر، اس لئے کہ کاہل آدمی بھلائیاں حاصل نہیں کر سکتا۔"

یعنی کسی بھی خیر اور اچھی چیز کے حاصل کرنے کے لئے عزت اور جدوجہد کرنی چاہیئے۔ کاہلی اور سستی سے بھلائی پانا مشکل ہے۔

۲۱۔ لاظِلَّ للمرءِ یعرَی من تُقًی وَنُہًی
وان أظلَّتہُ اوراق وأفنانُ

"اگر آدمی عقل وتقوی سے خالی ہو تو اس کے لئے عزت کا کوئی مقام نہیں اگرچہ دوسرے عزت وغلبہ کے اسباب موجود ہوں"۔

یعنی لاکھ دنیا کی فراوانی ہو وہ انسان کو عزت نہیں دے سکتی اگر اسکے پاس عقل وتقوی نہ ہو۔ عقل وتقوی کی وجہ سے غربت کے باوجود انسان کو صحیح عزت نصیب ہوتی ہے۔

۲۲۔ والناسُ اعوانُ من والتہُ دَوْلَتُہُ
وھم علیہِ اِذا عادتہُ أعوانُ

"جب دنیا کی دولت کسی کے پاس ہوتی ہے تو لوگ اس کے مددگار ہوتے ہیں، اور جب دنیا منہ پھیر لیتی ہے تو یہی لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں"۔

مطلب یہ کہ دنیا کی دولت کی موجودگی میں لوگ خوب ساتھ دیتے ہیں اور جب دولت پاس نہ ہو تو پھر لوگ بھی ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

۲۳۔ لا تودِعِ السِرَّ وشّاءً یبوح بہِ
فما رَعَی غنمًا فی الدَوِّ سِرحانُ

"اپنا بھید ایسے شخص کے سامنے ظاہر مت کر جو اس کو فاش کر دے کیونکہ بھیڑیا جنگل میں بکریوں کی حفاظت نہیں کرتا"۔

یعنی ایسے آدمی کے سامنے جو بھید چھپا نہ سکے اور ایک کی بات دوسرے تک پہونچا دے، کبھی بھید کی بات نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی نادان انسان بھیڑیے کو جنگل میں اپنی بکریوں کی نگرانی سپرد کردے تو اس کا انجام معلوم ہے کہ کیا ہوگا۔

۲۴۔ لاتحسب الناس طبعا واحد اقلهم
عزائز لست تحصیهن الوان

سب انسانوں کو یکساں گمان نہ کر کیونکہ ہر شخص کی طبیعت اور ان کے مزاج الگ ہوتے ہیں۔

فارسی میں کہا جاتا ہے کہ " خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد" یعنی ہر انسان کی طبیعت اور اس کی افتاد الگ الگ ہے اس لئے سب کو ایک لاٹھی سے ہانکا نہیں جاسکتا۔ ہر ایک کے ساتھ اس کے مزاج اور اس کے مقام کے مطابق معاملہ کرنا چاہیئے۔

۲۵۔ لاتحسبن سرورًا دائمًا ابدًا
من سره زمن ساءته ازمان

خوشی اور مسرت کو ہرگز دائمی مت سمجھ اس لئے کہ زمانہ جس کو خوش کرتا ہے تو بسا اوقات اس کو رنجیدہ بھی کرتا ہے۔

یعنی انسان کو اگر خوشی کے مواقع میسر ہوں تو ایسا نہ سمجھے کہ یہ مسرتیں ہمیشہ رہیں گی۔ حالات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ آج خوشی ہے تو کل غمی بھی پیش آسکتی ہے۔ دائمی خوشی تو مومن کو جنت میں ملے گی

۲۶۔ وکل کسر فان الدین یجبره
وما لکسر قناة الدین جبران

دین و شریعت میں ہر کمی کو پورا کرنے کی صلاحیت ہے۔ مگر دین میں جو کمی ہو گی اُس کو کسی اور چیز سے پورا نہیں کیا جا سکتا۔

یعنی انسان کی زندگی میں جو بھی نقصان ہو جائے تو دین اُس کی تلافی کی صورت بتاتا ہے۔ مگر دین کا دامن چھوٹ جائے تو یہ ایسا نقصان ہے کہ اُسکو کسی اور چیز سے پورا نہیں کر سکتے۔ دین کا نقصان سب سے بڑا نقصان ہے۔

ف: نمونہ کے طور پر ہم نے مندرجہ بالا اشعار مع ترجمہ و تشریح نقل کر دیئے ہیں، جو ہم سب کیلئے موجب عبرت و نصیحت ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کے مطابق عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! وما توفیقی الا باللہ۔ (مرتب)

وفات آپ کا انتقال ۴۰۲ھ میں ہوا۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

(مکارم الشیم، ترجمہ "عنوان الحکم" صا تا ۳۱)

ختم خیر

بفضل اللہ و عونہٖ "اقوال سلف صالحین" کی دوسری جلد جدید ترتیب اور مفید اضافات کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔ اس جلد میں تابعین، تابعات، تبع تابعین کے حالات وارشادات کے ساتھ ساتھ چوتھی صدی تک کے اولیائے کرام کے حالات وارشادات بھی مع تاریخ وفات نہایت تحقیق کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔

انشاء اللہ تیسری جلد میں پانچویں صدی سے لیکر دسویں صدی تک کے اکابر و بزرگان دین کے حالات وارشادات نقل کئے جائیں گے۔

مثلاً حضرت ابو علی محمد دقاق ؒ، حضرت ابو بکر خطیب بغدادی ؒ، حضرت ابو القاسم القشیری ؒ، حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی ؒ، حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی ؒ، حضرت العلامہ ابن تیمیہ قدست اسرارہم۔ واللہ الموفق وبنعمتہ وتوفیقہ تتم الصالحات۔ محمد قمر الزمان الہ آبادی عفی عنہ

مکتبہ دار المعارف بی/۶۳۹ وصی آباد، الہ آباد (یو۔ پی) الہند

۷ صفر ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ء بروز چہار شنبہ

مراجع ومصادر اقوال سلف دوم

ترجمہ شیخ الہند — شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ

معارف القرآن — مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان

ترمذی شریف — امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ

مقدمہ نصر الباری — مولانا محمد عثمان غنی صاحب محدث مظاہر العلوم سہارنپور

نفع المسلم شرح صحیح مسلم — مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری

مشکوٰۃ شریف — علامہ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزیؒ

سیر اعلام النبلاء — امام شمس الدین محمد الذہبیؒ

اعیان الحجاج — حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ

صفۃ الصفوۃ — علامہ جمال الدین ابن الجوزیؒ

سیر صحابہ و تابعین — شاہ معین الدین صاحبؒ ندوی، مولانا مجیب اللہ صاحبؒ ندوی مولانا ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی صاحب

لواقح الانوار فی طبقات الاخیار (طبقات کبریٰ) — علامہ عبد الوہاب شعرانیؒ

مجمع بحار الانوار — علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتیؒ

تابعین — شاہ معین الدین احمد ندویؒ

تقریب التہذیب — علامہ ابن حجر العسقلانیؒ

تاریخ حدیث و محدثین — الاستاذ محمد محمد ابو زھو

البدایہ والنہایہ — علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ

حلیۃ الاولیاء — علامہ ابو نعیم اصفہانیؒ

کتاب	مصنف
تفسیر ابن کثیر اردو	علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ
تہذیب التہذیب	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ
تدریب الراوی	علامہ جلال الدین السیوطیؒ
دور تابعین کی نامور خواتین، ترجمہ	مولانا ثناء اللہ محمود صاحب
نساء من عصر التابعین مولفہ خلیل احمد جمعہ	
محدثین عظام اور انکے علمی کارنامے	مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری
امام مالک اور انکی کتاب کا مقام	" " "
اسلامی ہند کی عظمت رفتہ	قاضی اطہر صاحب مبارکپوری
بزم صوفیہ	مولانا سید صباح الدین عبدالرحمنؒ
یاد ایام (تاریخ گجرات)	مولانا سید عبدالحی صاحبؒ لکھنوی۔
صحائف معرفت	شاہ عبدالرزاق صاحب جھنجھانویؒ
تبع تابعین اول	مولانا مجیب اللہ صاحب ندویؒ
تبع تابعین دوم	ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی
کتاب الزہد	امام المحدثین ابوبکر احمد بن حسین البیہقیؒ
نفحات الانس	حضرت عبدالرحمن جامیؒ
تذکرۃ الحفاظ	امام شمس الدین محمد الذہبیؒ
مقدمہ المختار شرح کتاب الآثار	مولانا حبیب اللہ مختار صاحبؒ کراچی
ادب اہل القلوب	مولانا واضح رشید ندوی
تذکرۂ اہل دل	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب ندوی
التنبیہ الطربی	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
الفتوحات الربانیہ	علامہ محمد علی بن محمد علان البکریؒ
مواعظ الاحسان جلد دوم	مؤلف کتاب عفی عنہ

اقوال سلف جلد چہارم — مؤلف کتاب عفی عنہ
تصوف کا انسائیکلوپیڈیا — محمد عبد النصیر بن عبد البصیر الحلوی
ترجمہ الرسالۃ القشیریہ
روح تصوف ترجمہ الرسالۃ القشیریہ — مولانا عرفان صاحب بیگ نوری
تاریخ الاسلام — مولانا شاہ اکبر نجیب آبادی
افکار عالم — مولانا نظام الدین اسیر ادروی
تاریخ دعوت و عزیمت — مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رح
نصیحۃ المسلمین، ترجمہ رسالۃ المسترشدین للمحاسبی — مؤلف کتاب عفی عنہ
طبقات الشافعیہ — علامہ تاج الدین ابو النصر عبد الوہاب السبکی رح
مقدمہ فتح الباری — علامہ ابن حجر عسقلانی رح
لطائف قدوسی — مولانا رکن الدین ابن سیدنا عبد القدوس گنگوہی رح
موافقات — علامہ ابو اسحاق الشاطبی رح
نزہۃ الخواطر — علامہ سید عبد الحئی حسنی لکھنوی رح
کتاب الانساب — امام ابو سعید عبد الکریم المروزی رح
مدارج السالکین — علامہ ابن القیم رح
مکارم الشیم ترجمہ عنوان الحکم البستی — حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی
تذکرۃ المحدثین — مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی رح
معارف صوفیہ — مرتب کتاب عفی عنہ
فوات الوفیات — محمد بن شاکر الکتبی رح
تاریخ الاسلام — امام شمس الدین محمد الذہبی رح
ولادت محمدیہ کا راز — حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رح
شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا — سید قاسم محمود
مکمل تاریخ ہند — مولانا مفتی محمد پالن پوری

مطبوعات مکتبہ دار المعارف
شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی
اقوال سلف (چھ جلدیں)
تربیت اولاد کا اسلامی نظام
(اردو، انگریزی، گجراتی، بنگلہ)
وصیۃ الآداب
فیضان محبت (شرح عرفان محبت)
گلدستۂ اذکار
(ریاض السالکین فی احادیث سید المرسلین)
(اردو، انگریزی)
معارف صوفیہ
نقوش و آثار مفکر اسلام
الافاضات الاحسانیۃ (مجموعۂ مواعظ)
تذکرۂ مصلح الامت
زیارتِ حرمین شریفین
طہارتِ قلب
ہدایات نافعہ (اردو، انگریزی)
گناہوں کا وبال اور اس کا علاج
شرحِ صدر
جامع الحقوق
چند وصیتیں
(اردو، انگریزی، گجراتی)
حقیقی حج (اردو، انگریزی، گجراتی)
نکاح کی شرعی حیثیت
(اردو، انگریزی، گجراتی)
درس قرآن (اردو، انگریزی)
اُمت کی مایۂ ناز شخصیت
(مولانا علی میاں)
اُمت کی ایک عظیم المرتبت شخصیت
(مولانا ابرار الحق صاحب)
عقائد و فرائض و وظائف و نصائح
حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڑھی
روح البیان (۳ جلدیں)
اخلاق سلف
کمالات نبوت (زیر طبع)
عرفانِ محبت (مشمولہ مطبوعات)
مولانا محبوب احمد صاحب ندوی
مشائخ نقشبندیہ مجددیہ
احسن السیر
(اردو، انگریزی، گجراتی)
شیخان (عیان تجریان)
تصفیۃ القلوب ملقب بہ شغلِ دل
(اردو، گجراتی)
مولانا سعید احمد ندوی قاسمی
الاربعین (چالیس حدیثیں)
دیگر حضرات کی تصانیف
دینی نصاب (۲ جلدیں)
احادیث سلوکیہ
تسہیل قصد السبیل (اردو، گجراتی)
علامات قیامت (اردو، انگریزی، گجراتی)
تذکیر آخرت
جامع الاحکام
ستّر درود و سلام کا مقبول وظیفہ
مکتوب گرامی امام غزالی
اشکِ ندامت
میرے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
اعترافِ ذنوب (زیر طبع)
تالیفات مصلح الامت
(مکمل ۹ جلدیں) (مشمولہ مطبوعات)
MAKTABA DARUL MAARIF
639/B, Wasiabad Allahabad U.P.
خادم مکتبہ: محمد عبد اللہ قمر الزماں قاسمی الہ آبادی
Ph.: 0532-2550438 Mob: 9450581807